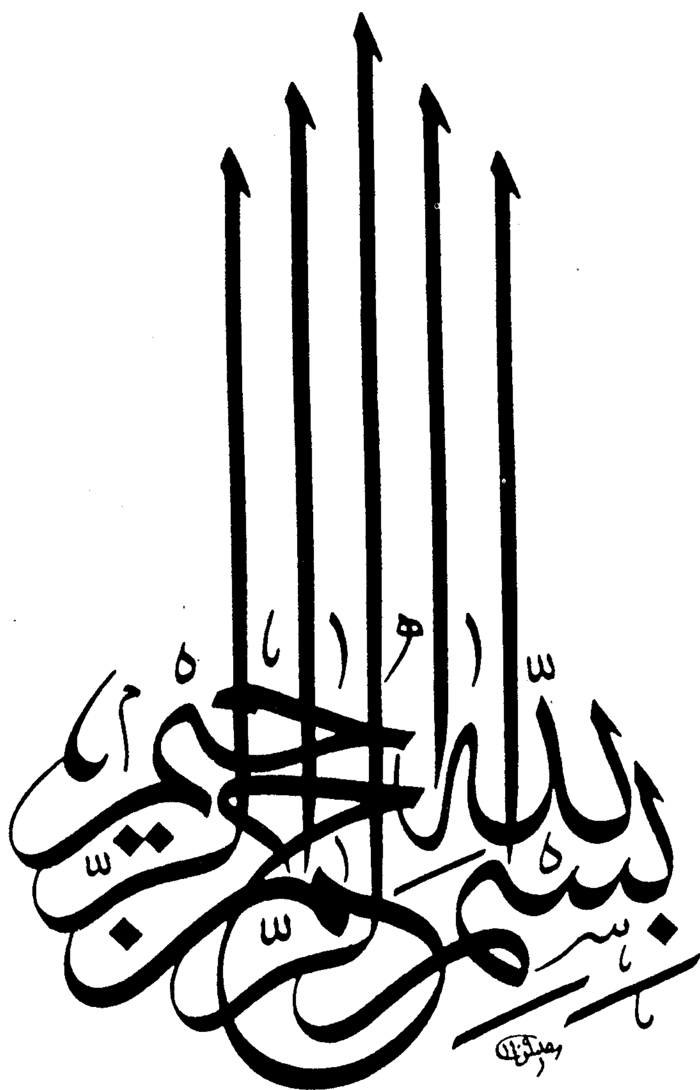

بسم الله الرحمن الرحيم

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ (القرآن ۶۲:۲)

تزکیۂ نفس اور کتاب و حکمت کی تعلیم

بعثتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقاصدِ عظیم تھے!

ان ہی مقاصد کے لیے "تصوف فاؤنڈیشن" وقف ہے۔

يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

تصوف فاؤنڈیشن

۱۴۱۹ھ

ابو نجیب حاجی محمد ارشد قریشی (بانی)

کرنل (ر) راجہ محمد یوسف قادری (رکن)



الٰہی خیر گردانی بحق شاہ جیلانیؒ



سیرت فخر العارفین کامل

فخر العارفین حضرت سید شاہ محمد عبد الحیٔ قدس سرہ چاٹگامی کا مبسوط و مستند تذکرہ

○

مؤلفہ

حضرت مولانا حکیم سید سکندر شاہؒ

مرتبہ

حضرت مولانا شاہ عبد القدیرؒ

باہتمام

کرنل راجہ محمد یوسف قادری جہانگیری

○

تصوف فاؤنڈیشن

لائبریری ○ تحقیق و تصنیف و تالیف و ترجمہ ○ مطبوعات

۲۴۹ - این سمن آباد - لاہور - پاکستان

نادر و نایاب کُتب و رسائل تصوّف کے ری پرنٹ ایڈیشن

کتاب	:	سیرت فخر العارفینؒ
		جدید اضافہ شدہ کامل عکسی ایڈیشن
مولف	:	حضرت مولانا حکیم سید سکندر شاہؒ
ناشر	:	ابو نجیب حاجی محمد ارشد قریشی
		بانی تصوف فاونڈیشن لاہور
باہتمام	:	کرنل (ر) راجہ محمد یوسف قادری جہانگیری
بشکریہ	:	کامیاب کتاب گھر دہلی و جملہ متعلقین اشاعت قدیم
ایڈیشن	:	۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۹ء' تعداد ایک ہزار
ضخامت	:	حصہ اول' دوم' سوئم کامل ○ ۷۲۰ صفحات
قیمت	:	مجلد ۲۵۰ روپے
تقسیم کار	:	المعارف گنج بخش روڈ لاہور
ملنے کا پتہ	:	(۱) المعارف گنج بخش روڈ لاہور
		(۲) مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی

۷ - ۰۲۷ - ۵۰۶ - ۹۶۹ - آئی ایس بی این



تصوّف فاونڈیشن کی تمام کتابیں صُوری و معنوی محاسن کا شاہکار ہیں

جہانگیری سلسلہ تصوف کے عظیم روحانی پیشوا

جلال الدین حضرت خواجہ فقیر صوفی محمد نقیب اللہ شاہ
قدس سرہ

قادری سہروردی ابوالعلائی نقشبندی مجددی چشتی صابری نظامی جہانگیری
کی ذات بابرکات کے نام

جن کی نظر کیمیا اثر نے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کر کے لاکھوں
لوگوں کو سنوار دیا۔





پیش لفظ

جہانگیری سلسلہ تصوف کے بانی شیخ العارفین حضرت شاہ مخلص الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۲۹ھ - ۱۳۰۲ھ) ہیں جن کا مزار پرانوار مرزا کھیل ضلع چاٹگام میں ہے۔ آپ کو جہانگیر شاہ کا عالی شان لقب آپ کے مرشد شیخ شیوخ حضرت شاہ امداد علی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا اور جہانگیری سلسلہ آپ ہی کی ذات مقدس سے منسوب ہے۔ آپ مذہباً" حنفی' بیعتاً" قادری' مشرباً" چشتی اور سلسلۃً" جہانگیری ہیں آپ کو ظاہری و باطنی علوم میں کمال حاصل تھا آپ تمام عمر درس تفسیر و حدیث دیتے رہے اور شریعت و طریقت کے جامع اور فی الحقیقت مجمع البحرین تھے۔

حضرت شیخ العارفین شاہ مخلص الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی کرامت آپ کا لقب جہانگیر شاہ ہے آپ اپنے آخری ایام حیات میں اپنے احباب خاص سے فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پیر و مرشد نے ہمیں جو لقب جہانگیر شاہ عطا فرمایا ہے اس کی بنیاد تو ہم نے قائم کر دی ہے اس کی تکمیل چھوٹے میاں شاہ محمد عبدالحیؒ کے ہاتھوں سے ہو گی چنانچہ مختصر عرصہ میں پردۂ غیب سے ایسا ہی ظہور میں آیا۔ فخرالعارفین حضرت شاہ عبدالحیؒ (۱۲۷۶ھ - ۱۳۳۹ھ) کے دست حق پرست پر جہانگیری سلسلہ کی اشاعت و وسعت اور فیوض و برکات کے واقعات بدرجہ کمال ظہور میں آئے اور یہ سلسلہ عالی قادری ابوالعلائی سلسلہ جہانگیری کے نام اور نسبت سے مشہور ہوا اور ایک خاص خاندان مثل دیگر خانوادۂ ارباب طریقت کے خاندان جہانگیری کے نام سے تحریر و تقریر میں زبان زد خاص و عام ہوا اور از شرق تا غرب نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں بلکہ اطراف و اکناف عالم میں اس سلسلہ عالیہ کی اشاعت ہوئی۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

سیرت فخر العارفین میں حضرت سید شاہ محمد عبدالحی چاٹگامی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مقامات اور تعلیمات و کرامات کو کمال حسن و خوبی اور شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے پیش لفظ میں ان کے بارے میں کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانا ہے البتہ یہاں جہانگیری سلسلہ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۱۲ھ - ۱۴۱۵ھ) کا ذکر بے محل نہ ہو گا جن کا مزار پر انوار نقیب آباد (ضلع قصور) میں مرجع خلائق ہے۔ جہانگیری سلسلہ میں آپ کے مقام کا اندازہ اس حقیقت سے ہو سکتا ہے کہ ۱۹۷۰ء میں فخر العارفین حضرت شاہ محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر مرزا کھیل شریف چاٹگام میں جہانگیری سلسلہ کو منظم کرنے کے لئے ایک اہم اور عظیم الشان اجلاس ہوا جس میں جہانگیری سلسلہ کے مشائخ عظام اور اکابرین کثیر تعداد میں جمع تھے، حضرت فخر العارفینؒ کے صاحبزادے اور سجادہ نشین حضرت شاہ محمد مخصوص الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ بھی اجلاس میں تشریف فرما تھے لیکن کرسی صدارت پر حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ متمکن تھے جنہوں نے اس اہم اجلاس کی صدارت فرمائی اجلاس میں جہانگیری سلسلہ کے فروغ کے لئے ایک رفاہی تنظیم بنائی گئی اور انتظامی و مالی امور کے لئے دو مجالس (کمیٹیاں) کا انتخاب ہوا اور حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ انتظامی کمیٹی کے صدر اور مالی کمیٹی کے جنرل سیکرٹری چنے گئے' (روداد اجلاس کا اردو ترجمہ بطور ضمیمہ شامل کتاب ہے) حضرت شیخ العارفین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت فخر العارفین رحمۃ اللہ علیہ دونوں جید عالم دین تھے اور یہ درخشاں روایت جہانگیری خاندان میں قائم ہے جب کہ حضرت محمد نقیب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ بالکل امی تھے آپ اپنے خطوط بھی لکھوا کر بھجواتے تھے اس عظیم الشان اجتماع کی صدارت صرف اور صرف آپ کی روحانی عظمت و جلالت کی بدولت تھی۔ حضرت محمد نقیب اللہ شاہ' نقیب آباد (قصور) سے مرزا کھیل شریف (چاٹگام) عرس مبارک میں شمولیت کیلئے تشریف لے گئے تھے۔

حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ جنوری ۱۸۹۵ء میں ضلع مانسہرہ کے

ایک دیندار اور زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ خاندان کے معمول کے مطابق آپؒ بھیڑ بکریاں چراتے تھے یوں زندگی کی ابتداء ہی اس سنت نبوی ﷺ سے ہوئی۔ ۱۹۱۵ء کا واقعہ ہے کہ آپؒ برسات کی ایک دوپہر پہاڑی نالے کے کنارے نالے میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے کہ نیچے سے زمین سرک گئی آپ سر کے بل دو سو فٹ کی بلندی سے نالے میں گرے ابھی راستے میں تھے کہ آواز آئی "یاغوث الاعظم المدد!" یہ ندا غیب سے تھی کسی ہستی نے آپؒ کو دونوں شانوں سے تھام کر صحیح سلامت نیچے کھڑا کر دیا' لوگ سرعت سے وہاں پہنچے ان کا خیال تھا کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہو گی آپ کو زندہ و سلامت دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ آپ نے اسی روز عہد کیا کہ جو ندا غیب سے آئی تھی اور جس ہستی نے آپ کو تھام کر بچالیا اس ہستی کی تلاش میں نکلیں گے' اور آپ اپنا آبائی گاؤں اور گھربار چھوڑ کر تلاش حق میں نکل پڑے' لیکن آپ عنفوان شباب میں ہی "الہٰی خیر گردانی بحق شاہ جیلانی" کا بھید پا چکے تھے۔ آپ تلاش حق اور تلاش مرشد میں سرگرداں تھے' تمام بڑے بڑے آستانوں پر حاضری دی' بزرگوں کی قدم بوسی کی' عبادت و ریاضت بھی بہت کی' لیکن گوہر مقصود نہ ملا۔ ۱۹۲۰ء کی بات ہے آپ کا کوئٹہ میں قیام تھا' اسی بے چینی اور بے کلی میں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ عالم رویاء میں ایک انتہائی خوبصورت اور وسیع و عریض میدان کا نظارہ کیا' ایک عالی شان دربار سجا ہوا ہے' جس کو سجانا انسانی بساط میں نہ تھا' اتنے میں آواز آئی یہ دربار رسالتؐ ہے رسول اللہ ﷺ رونق افروز ہیں اٹھو اور قدم بوسی کرو! آپ نے بڑھ کر سرکار مدینہ ﷺ کی قدمبوسی کی! رحمت للعالمین ﷺ مسکرائے اور ایک کامل ہستی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تمہارا فیض ان کے پاس ہے پہچان لو گے! عرض کی جی! سرکار! وفور مسرت میں یہ بھی نہ پوچھ سکے یہ ہستی کون ہیں کہاں ہیں! اب اس عظیم شخصیت کو تلاش کرنا تھا جن کی طرف اللہ کے رسول ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا۔ آپ پھر تلاش مرشد میں سرگرداں ہو گئے!

۱۹۳۵ء میں آپ نے اچھا خاصا کاروبار چھوڑ کر فوج میں بحیثیت ٹیلر سپاہی شمولیت اختیار کر لی' ۱۹۳۵ء میں آپ نے کوئٹہ کو زلزلے سے تباہ ہوتے دیکھا' اسی دوران آپ کی یونٹ بریلی (موجودہ بھارت) چلی گئی' وہاں بھی آپ تلاش مرشد میں سرگرداں رہے بدایوں شریف تو اولیاء کا مرکز تھا مگر آپ کو گوہر مقصود نہ ملا۔ پھر آپ کی یونٹ فرید پور چلی گئی' ایک روز آپ نے اپنی یونٹ کے ایک ساتھی سپاہی محمد شفیع (آزاد کشمیر) کو کمرے کی تزئین و آرائش میں مصروف پا کر پوچھا کس کی آمد ہے! محمد شفیع نے جواب دیا ان کے مرشد تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت صوفی محمد نقیب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بزرگان دین سے بے پناہ محبت تھی بڑھ کر خود بھی تزئین و آرائش میں مگن ہو گئے' تھوڑی دیر میں مرشد پاک تشریف لائے! دیکھا تو منزل کو سامنے پایا! حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ وہی مرشد کامل تھے جن کی طرف عالم رویاء میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تھا۔ فرط جذبات سے آنکھوں نے آنسوؤں کی مالا پرو ڈالی۔ مرشد عالی مقام حضرت خواجہ محمد حسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑھ کر آپ کو سینے سے لگا لیا۔ اب ولایت منتقل ہونا تھی۔ تیسرے روز مرشد کامل رحمۃ اللہ علیہ نے پولیس لائن فرید پور میں امام مسجد حافظ شبیر احمد کے آستانہ پر جلوہ افروز ہونا تھا' اسی روز حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جہانگیری سلسلہ میں داخل ہونا تھا' آپ نے پوری رقم جو آپ کے پاس تھی اس کی ۲۵ سیر مٹھائی خریدی اور حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پیش ہو گئے' حضرت صوفی محمد حسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' نقیب اللہ اتنی ڈھیر ساری مٹھائی کیوں لائے ہو' پیر بھائی صوفی انعام اللہ نے فرمایا آقا مٹھائی بھی بہت لایا ہے حصہ بھی زیادہ ہی لے گا مرشد پاک نے فرمایا' "سب کچھ اسی کا ہے' اس نے ہمیں بہت انتظار کرایا ہے" بکریاں چرانے والا نوجوان' تلاش مرشد میں سرگرداں نقیب اللہ" آج جلال الدین خواجہ فقیر صوفی محمد نقیب اللہ شاہ قادری سہروردی ابوالعلائی نقشبندی مجددی چشتی صابری نظامی جہانگیری حسنی بن گئے!

۱۹۶۰ء کا واقعہ ہے میں پاک فوج میں میجر تھا اور کوئٹہ تعیناتی تھی، حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان دنوں کوئٹہ قیام پذیر تھے، محترم ملک امان صاحب کے گھر روزانہ محفل ذکر و فکر ہوتی تھی جو فجر کی آذان تک جاری رہتی، حضرت بنفس نفیس محفل میں موجود ہوتے تھے، حضرت کے خلیفہ اور مرید خاص حضرت صوفی ولایت حسینؒ بھی مع احباب موجود ہوتے تھے۔ اس محفل ذکر و فکر میں عجیب روحانی کیف و مستی کا عالم ہوتا تھا جو صفحہ قرطاس پر منتقل نہیں ہو سکتا۔ یوں تقریباً" چالیس سال قبل جہانگیری سلسلے سے میری وابستگی ہوئی۔ بعد ازاں ۱۹۶۲ء میں حضرت صوفی ولایت حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں نقیب آباد (قصور) حاضر ہونے کا موقع ملا۔ جہاں حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر شیخ العارفین حضرت شاہ محمد مخلص الرحمٰن جہانگیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک یعنی جشن جہانگیری کی تقریبات بڑی شان و شوکت سے ہو رہی تھیں۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے عشاق کے قافلے چلے آ رہے تھے، خوب رونق اور بہار تھی ہر طرف کیف و مستی کا عالم تھا، محفل سماع میں تو عجیب کیفیت ہوئی، سماع شروع ہوتے ہی میں پنڈال میں محو رقص ہو گیا۔ لوگوں نے مجھے بڑی مشکل سے قابو کیا اور حضرتؒ کے قدموں میں ڈال دیا سماع کی آواز میرے کانوں میں پڑی تو میں پھر محو رقص تھا اور وفور جذب و شوق سے بے خود و بے ہوش ہو گیا اسی کیفیت میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں آپریشن ٹیبل پر لیٹا ہوں اور مرشد عالی مقام حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرا سینہ چاک کر کے میرے قلب کو باہر نکالتے ہیں اور اسے پانی سے دھو کر صاف کر کے پھر دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دیتے ہیں۔ جب میں ہوش میں آیا تو میرے پاس حضرت صوفی ولایت حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہیں، مجھے شدید قے ہوئی جس میں خون بھی آ رہا تھا اور سینے میں درد بھی محسوس ہو رہا تھا جس سے یہ احساس بھی ہو رہا تھا کہ شق صدر کا یہ واقعہ محض خیالی نہیں بلکہ حقیقی ہے، پھر حضرت خواجہ ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا ہوا آپریشن ہو گیا، اب میں ٹھیک

تھا، لیکن کیف و مستی کی کیفیت کئی روز طاری رہی۔ محفل سماع کے اختتام پر حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ فقیر کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور خلافت و اجازت کا باقاعدہ اعلان فرمایا، حضرت خواجہ ولایت حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس پر خاص طور سے بڑے شاداں و فرحاں تھے، اتنی بڑی نعمت ملنے پر میری بھی خوشی کی انتہا نہ تھی جس کا اظہار میری آنکھوں سے ہو رہا تھا، آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا کہ امنڈا چلا آتا تھا اور رکتا نہیں تھا۔ جشن جہانگیری کی سہ روزہ تقریبات اختتام پذیر ہوئیں اور ہم کامیاب کامران کوئٹہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

اس واقعہ کے تیس سال بعد ۱۹۹۲ء میں مجھے دل کا شدید دورہ پڑا (ہارٹ اٹیک ہوا) سب کی یہی رائے تھی کہ دل کے آپریشن کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔اس دوران مرشدی حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عیادت کے لیے غریب خانہ پر تشریف لائے میں نے عرض کی "حضور! دل کا آپریشن کرانا پڑے گا" سرکارؒ نے فرمایا "آپ کے دل کا آپریشن تو میں نے تیس سال پہلے جشن جہانگیری کے موقع پر کر دیا تھا اب اس کی ضرورت نہیں پڑے گی" اللہ کا شکر ہے سات سال گزر گئے ہیں ابھی تک دل کے آپریشن سے محفوظ ہوں۔ ستر سال سے زیادہ عمر ہو گئی ہے اور بھرپور زندگی گزار رہا ہوں، اس سال رمضان المبارک میں عمرہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی، قیام مکہ کے دوران ایک عمرہ کے بجائے پانچ عمرے کئے اور خوب طواف کئے، جو ایک دل کے مریض بوڑھے شخص کے لئے ممکن نہیں یہ صرف حضرت خواجہ محمد نقیب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی تصرف ہے۔

مرشدی جلال الدین خواجہ فقیر صوفی محمد نقیب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۵ء میں جہانگیری سلسلہ میں داخل ہوئے اور خلعت خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے، ۱۹۹۵ء میں وصال مبارک ہوا۔ مزار پرانوار نقیب آباد (ضلع قصور) میں مرجع خلائق ہے، یوں آپ کا سلسلہ رشد و ہدایت ساٹھ سال پر محیط ہے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد چار ہزار کے قریب اور مریدین کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ ہے جو برصغیر پاک

و ہند کے علاوہ امریکہ یورپ اور مشرق وسطی کے بیشتر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یوں جہانگیری سلسلہ واقعی جہانگیر ہے۔ پوری دنیا میں اس سلسلہ عالیہ کی جڑیں اور شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ حضرت خواجہ نقیب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا غیبی لقب جلال الدین ہے' اور آپ کے روحانی جلال و عظمت کا یہ عالم تھا کہ آپ پہلے روز ہی اپنے مرید کو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں باریاب فرما کر خلعت خلافت و اجازت سے نواز دیتے۔ اس فقیر کو جہانگیری سلسلہ اور جہانگیری نسبت پر ناز ہے کیوں نہ ہو حضرت فخرالعارفین شاہ محمد عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد عالی شان ہے کہ "جن کو اس آستانہ سے خلافت نصیب ہو خواہ وہ کتنے ہی واسطوں سے آئیں وہ سب ہمارے مرید اور فرزند ہوں گے۔" یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور یہ انعام یافتہ لوگ ہیں ان کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

خاکپائے اولیاء

کرنل (ر) راجہ محمد یوسف قادری جہانگیری



قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

سیرتِ فخر العارفین

حصۂ اول

محی الملۃ والدین سیدنا و مولانا و مرشدنا و ملجانا

فخر العارفین حضرت سید شاہ محمد عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام آبادی کے

حالاتِ طیبات و ارشادات و تعلیمات و کرامات کا بیان ہے

مؤلفہ

حق آگاہ حضرت مولانا حکیم سید سکندر شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت مولانا شاہ عبد القدیر صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

یا سید عبدالحسن ع

پیرِ من حاضر باش

من در پناهِ شما می رَوَم

فہرست مضامین سیرۃ فخر العارفین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

ہندوستان میں اسلام کی پہلی آبادی

حضرت پیر مرشد قطب عالم۔ غوث اعظم بدر الملۃ والدین، الملقب بہ خطاب غیبی فخر العارفین سیدنا ومولانا شاہ محمد عبد الحیؒ کا مولد ومسکن موضع مرزا کھیل شریف، نواح شہر سبز، اسلام آباد عرف چاٹگام ہے۔ ملک بنگال میں اس خطہ کو قدوم حضرات اولیاء اللہ سے منور، اور فیضان صالحین سے، کامیاب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس خطۂ پاک سے، ارباب کمال، اور اہل علم، ہمیشہ پیدا ہوتے رہے، اور آج اس دیار پاک کو قبۃ الاسلام کہنا شایان وسزاوار ہے۔ اسلام آباد (جسے "شہر سبز" اور چاٹگام بھی کہتے ہیں) سمندر کے ساحل پر آباد تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ ابتدائے اسلام میں اہل عرب کے قافلے چین کے لئے جانیوالے یہیں سے گذرے، ہندوستان میں اسلام آباد اور سندھ صرف یہ دو مقام ہیں، کہ اسلام کے بحر فیضان کی لہریں، سب سے پہلے ان ہی کے سواحل سے ٹکرائیں اور ہندوستان میں اسلام کی اولین نوآبادیوں سے یہی مقام ہیں۔ اکثر اہل عرب نے، اوائل اسلام میں ہی، اسلام آباد اور اسکے جوار وقرب کو اپنا مسکن بنالیا تھا جن کی پاک تعلیم کا، اور جن کے فیض صحبت کا، یہاں کے قدیم باشندوں پر بھی اثر پڑا۔ اور یہاں ہر طرف مسلمان ہی مسلمان نظر آنے لگے۔ چنانچہ ضلع چاٹگام کی پندرہ لاکھ کی آبادی میں آج تقریباً گیارہ لاکھ مسلمان ہیں، باقی دیگر مذاہب کے لوگ ہیں۔ جن میں خاصی تعداد بودھسٹ لوگوں کی ہے، اور یہ اسلئے کہ یہ مقام ہندوستان کی اُس آخری مشرقی سرحد پر واقع ہوا ہے جہاں سے برہما کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ اسلام آباد اور سندھ یہ دو حصے ملک میں ایسے ہیں، جو برکات عرب سے سب سے پہلے بہرہ یاب ہوئے۔ جو اپنی زبان، معاشرت، اور رسم ورواج کے لحاظ سے پتہ دیتے ہیں کہ وہ کس درخت کی شاخ ہیں، چنانچہ یہاں آثار عرب آج بھی ہر جگہ نمایاں ہیں، تحفظ النسب میں یہاں ابتک وہی غلو ہے جو قدیم قبائل عرب میں تھا، غیر کفو میں شادی کا یہاں کم رواج ہے، اور اس وجہ سے نسل عرب جو اس خطہ میں آباد ہے، محفوظ چلی آتی ہے۔ بول چال میں بگڑے ہوئے الفاظ عربی یہاں کثرت سے مستعمل ہیں، جیسے کرہ بجائے قدح، تبتے بجائے لبّیک وغیرہ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں، کہ یہ کس کے نشان قدم، ہیں ؎

ابھی اس راہ سے گذرا ہے کوئی — کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

حضرت فخر العارفینؒ کا حسب ونسب

ہمارے حضرت قبلہ کے والد ماجد، غوث زماں، قطب دوراں شمس الملۃ والدین، المخاطب بہ خطاب غیب "شیخ العارفین" سیدنا ومولانا حضرت شاہ مخلص الرحمٰن

الملقب بہ جہانگیر شاہ، قدس سرہ نہایت کامل واکمل بزرگ تھے۔ آپ سندی سادات کرام آلِ رسولؐ سے ہیں، آپ کے والد ماجد کا نام نامی واسمِ گرامی مولوی سید **غلام علی** صاحب ہے، رحمۃ اللہ علیہ، جو اس نواح کے ممتاز وسربرآوردہ سادات وشرفا سے تھے۔ سلسلۂ معاش میں آپ کا تعلق **وکالت** اور **زمینداری** سے تھا۔

اس خاندان کے اکابر عرب سے ہندوستان تشریف لائے۔ اور ملازمت شاہی کے سلسلہ سے عرصہ تک دہلی شریف میں رہے جب سلاطین دہلی کے سیلاب فتوحات کا رُخ جانب بنگال ہوا، اور مسلمانوں کے لشکر ظفر پیکر کے ہاتھوں یہاں اسلام کا جھنڈا نصب ہوا۔ تو اس لشکر کے ساتھ، **سادات بنی فاطمہ** سے بھی دو بزرگ تشریف لائے تھے، وہ **چاٹگام** ہی میں آباد ہوگئے خدا نے اُن کی نسل کو اس قدر برومند فرمایا کہ بستیاں آباد ہوگئیں۔ یہ دونوں بزرگانِ سادات اس نواح میں آج بھی **بڑے میاں** اور **چھوٹے میاں** کے نام سے مشہور ومتعارف ہیں۔ اور قصبہ دیانگ (ضلع چاٹگام، تھانہ انوارا)، انھیں کی اولاد سے آباد ہے، ہمارے حضرتؒ انھیں سادات بنی فاطمہ آلِ رسول کے چشم وچراغ ہیں، اور یہ خانوادۂ سادات جس سے کہ آپ کا تعلق ہے اس نواح میں نہایت اعزاز واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے ؎

خدایا بحقِ بنی فاطمہؓ ... کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ

حضرت شیخ العارفینؒ کی ولادت شریف شمس الملۃ والدین المخاطب بہ خطاب غیب **شیخ العارفینؒ** سیدنا ومولانا حضرت شاہ **مخلص الرحمٰن** قدس سرہٗ کی ولادت شریف ۱۲۲۹ھ دوشنبہ کے دن ہوئی۔ آپ کا مولد ومسکن موضع **مرزا کھیل شریف** ضلع چاٹگام ہے۔

تاریخ وفات شریف ۷۳ سال کی عمر شریف میں ۱۳۰۲ھ دوازدہم ماہ ذیقعدہ روز دوشنبہ آپ کا وصال ہوا مزار مبارک اسی بستی میں زیارت گاہِ خلائق ہے **فیزار ویتبرّک بہ**

دیگر حالات شریف آپ اپنے زمانہ کے قطب، شیخ شیوخ العالم، اور بہت بڑے متبحر عالم تھے، جامع البحرین طریقت وشریعت! آپ کو اپنے پیر ومرشد سیدنا ومولانا حضرت شاہ **امداد علی** رحمۃ اللہ علیہ (جن کا مزار مبارک بھاگلپور محلہ قاضی ولی چک میں ہے) کے دربار سے **جہانگیر شاہ** کا لقب عطا ہوا، اور خدادادی لقب آپ کا **شیخ العارفین** ہے سلسلۂ جہانگیری اسی ذاتِ مقدس سے منسوب ہے۔ آپ مذہباً **حنفی** بیعتاً **قادری** مشرباً **ابو العلائی** چشتی ہیں آپ کے حالات ومناقب میں "سیرت جہانگیری" اور "یادگار جہانگیری" کتابیں شائع ہوچکی ہیں، اس لئے آپ کے حالات شریفہ میں سے قدرِ مختصر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

تعلیم حضرت **شیخ العارفینؒ** کی ابتدائی فارسی اور عربی تعلیم وطن میں ہوئی۔ مروّجہ ابتدائی تعلیم کو ختم فرمانے کے بعد آپ نے باقی علوم کی تحصیل وتکمیل کی خاطر کلکتہ کا سفر فرمایا۔ علوم منقول ومعقول کی تحصیل اس ذوق وشوق اور محنت وستعدی کے ساتھ، فرمائی کہ آپ چند سال ہی میں ایک زبردست عالم ہوگئے۔

بیعت علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد آپ کے دل میں ذوق و شوق محبت الٰہی نے غلبہ کیا اور آپ نے خیال کیا کہ اصلی علم معرفتِ خدا اور عرفان ذاتِ باری ہے، اور یہ علم شیخ کامل کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے آپ کو شیخ کامل کی تلاش ہوئی، اور مقصود کی تلاش و جستجو میں کلکتہ سے آپ لکھنؤ جناب مولانا برہان صاحب فرنگی محلی کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت مولانا ایک کامل درویش تھے، مگر ان کی توجہ منتقلہ نہ تھی۔ انھوں نے آپ سے ارشاد فرمایا کہ "حضرت مولانا سید امداد علیؒ بھاگلپوری اس زمانہ میں شیخ کامل و اکمل ہیں۔ اُن کا قلب نورانی ہے۔ آپ کا مقصود انشاء اللہ ان کی صحبت و خدمت سے حاصل ہوگا (آپ کا حصہ وہاں ہے) آپ وہاں جائیں میں حزب البحر کے پڑھنے اور پڑھانے کی اجازت دے کر رخصت کرتا ہوں"، پس آپ نے لکھنؤ سے بھاگل پور کا قصد کیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا اسوقت بعہدۂ صدر اعلیٰ بکسر میں مامور ہیں۔ اسلئے آپ بکسر تشریف لے گئے۔ بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور آپ حضرت شیخ کی خدمت و حضوری میں چھ مہینے رہے، اسی دوران میں اپنے حضرت پیر و مرشد کے ایماء سے آپ اپنے دادا پیر سیدنا حضرت شاہ محمد مہدی قادری فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بمقام چھپرہ شریف حاضر ہوئے چند روز کے بعد پھر اپنے حضرت پیر و مرشد قبلہ شاہ امداد علی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھاگلپور حاضر ہوگئے اِس ششماہی عرصہ میں آپ کی تعلیم باطنی درجۂ کمال کو پہنچی۔ اور حضرت شیخ شیوخ العالم نے باشارتِ غیبی آپ کو خلافت اور اجازت دی۔ اور لقب جہانگیر شاہ سے ملقب فرما کر رخصت فرمایا۔ اور آپ دولتِ سرمدی سے مالامال ہوکر تشریف فرمائے وطن ہوئے۔ اعزہ و اقارب کو مسرت و شادمانی بے اندازہ حاصل ہوئی۔

مراجعت وطن کے بعد اب آپ نے وطن میں علوم دینی ظاہری کا سلسلہ درس جاری فرمایا۔ اور آپ کے حلقہ درس سے بہت لوگ فارغ التحصیل اور بسلسلۂ طریقت بہت لوگ مرید اور داخل ارادت ہوئے خدا نے ہر طرح آپکو دینی اور دنیاوی عروج نصیب فرمایا۔ آپ تمام عمر درس حدیث و تفسیر دیتے رہے، ظاہری علم و فضل کے اعتبار سے بھی آپ اپنے زمانہ میں سب سے فائق تھے۔ لوگ آپ کو بڑے مولانا کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اور معززین آپکی پالکی کندھوں پر اُٹھاتے تھے۔ آپ شریعت اور طریقت کے جامع اور فی الحقیقت مجمع البحرین تھے مشکل سے مشکل مسائل کو نہایت آسانی سے حل فرما دیتے تھے۔ وسعتِ معلومات اور تبحر علمی اور دبدبہ و وقار کا یہ عالم تھا، کہ آپ کے روبرو کسی کو لب کشائی کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ حافظہ اس قدر قوی تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کسی کتاب کو ایک دفعہ پڑھ لینے کے بعد اُسکا مضمون ۴۰ برس تک ہمیں یاد رہا کرتا ہے۔

آپ کی تصنیف آپ نے اہل سنت اور مسلک حضرات اولیاء اللہ کی تائید میں ایک کتاب بھی، بہ تردید تقویت الایمان تحریر فرمائی۔ جو تقریبًا پچاس برس کا عرصہ ہوا، کہ شائع ہوچکی ہے۔ شرح الصدور اس کتاب مبارک کا نام ہے۔ اس میں آپ نے حضرات انبیاء علیہم السّلام اور اولیائے عظام رضوان اللہ علیہم کی عظمت و جلالت قدر کا اظہار، اور مسئلہ معجزہ و کرامت اور اہلِ سنت و جماعت کے مسئلہ قدیمی عقیدہ وسیلہ و شفاعت کا نہایت مدلل

اور دل نشین طریقہ سے اثبات فرمایا ہے، اور حضراتِ انبیاء و اولیا کا مخلوق کے لئے، بارگاہ الٰہی میں **وسیلہ اور واسطہ**
ہونا، اور لوگوں کے امورِ دینی و دنیاوی میں اُن کی شفاعت و دُعا کا مقبولِ بارگاہ خداوندی ہونا، بادلۂ **کتاب و سنت**
و اجماعِ امت نہایت تشفی بخش اور دل نشین طرز میں، اس جاہ و جلال اور اس دبدبہ و سطوت و شان کے ساتھ
ثابت فرمایا ہے، کہ اہلِ انصاف میں سے کسی کو مجالِ انکار نہیں ہو سکتی۔ اِس کتاب کا سببِ تالیف خود آپ نے تحریر فرمایا ہے۔
چنانچہ فرماتے ہیں۔ "ہر چند کاتبِ حروف استعداد تالیف و تصنیف و رغبت معارضہ در خود نمی بیند۔ لیکن از انجا کہ سکوت
چُنیں مواد موجب شیوع زندقہ و الحاد است، و باعثِ غضب ربُّ العباد۔ سطرے چند در ابطال مفتریات واہیہ اش باثبات
معجزہ و کرامت، کہ اساس اسلام است، بہ نہجے کہ اہلِ سنت و جماعت بآں رفتہ اند بہ **کتاب و سنت و اجماعِ امت**
مستند نمودہ، املا می کند۔"

مناظرہ | آپ کے تبحر علمی، آپ کی حاضر جوابی، اور آپ کی سطوت و ہیبت خدادادی کے واقعات بیشمار ہیں صرف
چند واقعات لکھے جاتے ہیں۔ (۱) جنوری ۱۸۸۰ء میں ساتکنیہ ضلع چاٹگام میں چودھری منشی رحمت علی صاحب پنشنر سب انسپکٹر
پولیس اور بابو ہر کمار رائے صاحب منصف میں بہ سلسلہ حقانیت اسلام اِس مسئلہ میں گفتگو ہوئی۔ کہ مُردوں کو جلانا بہتر ہے۔
یا دفن کرنا۔ آخر یہ رائے قرار پائی کہ چودھری صاحب اپنے علماء کو، اور منصف صاحب اپنے پنڈتوں کو جمع کریں۔ تاکہ اس
مسئلہ پر مناظرہ ہو کر **تحقیق حق** اور **ابطال باطل** ہو جائے چنانچہ مجلس مناظرہ بہ تقرر تاریخ قرار پائی۔ اور بہت سے مولوی
اور سترہ پنڈت جمع ہوئے۔ اور حضرت سیدنا **شیخ العارفین** رض سب علماء کی طرف سے اِس موقع پر خدمت اسلام کے لئے
بلائے گئے، اور یہ اسلئے کہ آپ علم و فضل میں سب سے فائق تھے۔ اور ہنود صاحبان کی مذہبی کتابوں سے بھی اچھی طرح واقفیت
رکھتے تھے نہایت شیریں گفتار اور حاضر جواب تھے۔ اور سب جانتے تھے، کہ آپ کا کلام سخت اور درشت نہیں ہوتا جن کی
ایسی شان ہو، ضرورت ایسے ہی مناظر کی تھی، آپ مناظرہ کی مجلس میں تشریف لے گئے۔ معمولی بات چیت کے طور پر آپ نے
پنڈت صاحبان سے دریافت کیا کہ "آپ لوگ اپنے گھروں کے کوڑے کرکٹ کو کیا کرتے ہیں" انھوں نے جواب دیا کہ "گھروں سے
نکال کر باہر پھینک دیتے اور جلا ڈالتے ہیں"۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اچھا آپ یہ بتائیں کہ، اپنے قیمتی سامان اور روپے پیسے
اور زر و جواہر کو آپ کیا کرتے ہیں! انھوں نے کہا! "احتیاط اور حفاظت کے ساتھ صندوقوں اور خزانوں اور دفینوں میں
رکھتے ہیں!" آپ نے فرمایا "بس فیصلہ ہو گیا۔ ہم لوگ اپنے مُردوں کو زر و جواہر سے بڑھ کر سمجھتے ہیں اسلئے **احتیاط اور حفاظت**
اور عزت و احترام کے ساتھ دفن کر دیتے ہیں۔ اور آپ لوگ گھر کے کوڑے کرکٹ کی طرح باہر نکالتے، اور جلا دیتے ہیں!"
اس سادہ اور عام فہم تقریر مختصر سے سب مخالفین حیرت زدہ ہو کے رہ گئے۔ اور کسی سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ اور کسی میں
لب کشائی کی تاب و طاقت نہ ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے اسلام کی حقانیت پر ایک دل آویز و دل نشین تقریر فرمائی۔ ویدوں،
اور شاستروں سے، نیز آثار و شواہد عقلیہ سے صداقتِ اسلام پر استدلال فرمایا، جسے سنکر سب حاضرین حیرت زدہ ہو گئے۔

اور اسلام کا تمام ادیان سے بہتر، افضل و کمل ہونا، آفتاب روشن کی طرح ثابت ہوگیا۔ پنڈت صاحبان اور خود پنڈت ہر کمار رلئے صاحب دنگ تھے، اور چپ چاپ آپ کا کلام سنتے رہے۔ آخر مجلس مناظرہ فتح مبینِ اسلام، کالشمس فی النہار پر ختم ہوگئی۔ پنڈت ہر کمار رلئے صاحب اسوقت سے حضرت کے ایسے والہ و شیدا ہوئے، کہ خدمتِ اقدس میں اکثر حاضر ہوا کرتے

؎ عجب است آنکہ ترا دید و حدیث تو شنید کہ ہمہ عمر نہ مشتاق لقائے تو بود

(۲) ایک بار مولوی کرامت علی صاحب جونپوری چاٹگام میں آئے، انھوں نے ایصال ثواب اور بزرگانِ دین کی نیاز و فاتحہ کے مسائل میں خلافِ شریعت اور خلافِ اقوال و اعمالِ سلف صالحین تقریر بازی شروع کی شہر میں اِن باتوں کا چرچا پھیلا، اور مسلمانوں میں تفرقہ اور اختلاف، اور جھگڑا برپا ہونے لگا۔ مولوی ابوالحسن صاحب اس شہر میں ایک مشہور عالم تھے، اُنھوں نے اس حالت کو دیکھ کر، سیدنا حضرت شیخ العارفینؒ کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ شہر میں تشریف لائیں۔ تاکہ ان مسائل کی بالمواجہ فریقین، کماحقہٗ تحقیق ہو کر جواز و عدمِ جواز میں، جو امرِ حق ہو، اس کا اظہار و اعلان عوام میں ہو جائے۔" آپ نے اِس درخواست کو منظور و قبول فرمالیا، اور دولت سرائے سے شہر تشریف لے گئے۔ اور قدم مبارک کی مسجد میں قیام فرمایا۔ جہاں سے مولوی ابوالحسن صاحب باصرار آپکو اپنے مکان پر لے گئے۔ اور مولوی کرامت علی کے بیان، اور اُن کے دلائل کا تذکرہ خدمت مبارک میں کرنے کے بعد عرض کی، کہ اب اسکے جواب میں جو دلائل ہیں فرمائے جائیں۔" آپنے فرمایا کہ مولوی کرامت علی کو سامنے آجانے دیجئے۔ بالمشافہ سب کچھ بیان کر دیا جائے گا۔ اس خبر کی، تمام شہر میں شہرت ہوگئی کہ حضرت اِس غرض سے شہر میں تشریف لائے ہیں، اور لال ڈیگی کے سامنے جو بڑا میدان ہے اس میدان میں مجلس مناظرہ قرار پائی۔ یہاں مقررہ وقت پر خلقت کا ایک ازدحام ہوگیا، انگریز حکام نے انتظاماً پولیس تعینات کر دی، اور خود کلکٹر اور دوسرے عہدیدار امن و انتظام کی خاطر جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ مولوی کرامت علی نے یہ کیا کہ گاڑی بھر کر کتابیں پہلے سے جلسہ گاہ میں پہنچادیں اور کتابوں کا ڈھیر لگا دیا گیا۔ جسے دیکھ کر کلکٹر نے، ہمارے حضور سے پوچھا کہ آپ کی کتابیں کہاں ہیں"؟ آپنے فرمایا" مولوی کرامت علی کا علم کتابوں کے اندر اور ہمارا علم ہمارے سینے کے اندر ہے!" یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ مولوی کرامت علی بھی گاڑی میں آئے۔ اور گاڑی جلسہ گاہ کے دروازہ پر ٹھہری، مگر وہ گاڑی سے اترے نہیں، لوگوں سے پوچھا کہ جن سے مناظرہ ہونے والا ہے وہ کون ہیں۔ اور کہاں ہیں"؟ لوگوں نے اشارہ سے حضرت شیخ العارفین" کو بتایا۔ کہ آپ ہیں۔ مولوی کرامت علی نے آپکو دیکھا اور دیکھتے رہے، اور گاڑی میں بیٹھے ہی بیٹھے کہا کہ گاڑی واپس کی جائے۔ ہیبت حق سے اس قدر خائف اور مرعوب ہوئے کہ جلسہ گاہ میں قدم نہ رکھ سکے، اور فوراً ہی واپس چلے گئے۔ اس سے ہر شخص نے سمجھ لیا، کہ مجلس مناظرہ میں بالمواجہہ اپنے معتقدات اور دعاوی کی صداقت ثابت نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ حضرت کے مقابلہ پر نہ آئے اور صورت مبارک دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔

اس کے بعد قدرتاً سب حاضرین کو شوق ہوا کہ آپ ہی ان مسائل میں ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ آپنے مذہب اہل سنت

اور طریق سلف صالحین کی تائید میں کتاب و سنت اور اکابرین امت اور سلف صالحین کے آثار و شواہد سے مستند ایسی زبردست تقریر فرمائی۔ کہ ان مسائل میں جو امر حق تھا، بالکل ظاہر ہوگیا۔ اور موافقین ہی کا نہیں بلکہ مخالفین کا بھی اطمینان کلی ہوگیا۔ اور کثیر التعداد بندگان خدا گمراہی سے آپکی بدولت محفوظ رہے

ریاضت و عبادت اب تک جو حالات اور واقعات بیان کئے گئے ہیں، ان کا تعلق سیدنا حضرت شیخ العارفین فخر کے کمالات علوم ظاہری سے تھا۔ اب مختصراً وہ واقعات اور وہ حالات لکھے جاتے ہیں، جن کا تعلق آپ کے کمالات باطنی سے ہے۔ اور یہ ایک شمۂ آپ کے حالات عظیمہ واقعات جلیلہ کا ہے۔ ہمارے حضرت قبلہؒ نے فرمایا، حضرت والد الماجد پیر و مرشد قدس سرہٗ نے اپنے آپ کو ہمیشہ پوشیدہ رکھا، اور آپ ہمیشہ لوگوں سے چھپکر، یاد الٰہی، اور ذکر و فکر اور مراقبہ و مشاہدہ میں مشغول رہا کرتے تھے، شب میں پانی کا ایک آفتابہ آپ کے حجرہ میں رکھ دیا جاتا تھا، جو صبح کو خالی ملتا تھا، اور کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ رات آپ نے کب اور کس وقت وضو فرمایا۔ آپ کے خواب کی یہ کیفیت تھی کہ جب کوئی آپ کو آواز دیتا، جاگنے والے کی طرح فوراً جواب دیتے (گویا جاگ ہی رہے تھے غفلت کی نیند آپ کو کبھی نہیں ہوتی تھی۔"

۳۰ برس کی ریاضت آپ نے کامل تیس برس کا زمانہ مجاہدہ شدید اور ریاضت شاقہ میں خلوت اور خاموشی کے ساتھ بسر فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ بفضلہٖ ہم نے اس قدر ریاضت و محنت کی ہے، کہ مریدوں کو کشود کار کے لئے زیادہ ریاضت کی ضرورت نہ ہوگی۔ اسی سلسلہ میں حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا، "پیر کی محنت و ریاضت کا اثر مرید پر ضرور پڑتا ہے"!

طاعت صد سالہ سے بہتر آپ ہمہ تن محبت تھے۔ آپ کے فیضان صحبت سے دلوں میں درد پیدا ہو جاتا۔ اور سینوں میں محبت الٰہی کی آگ بھڑک اٹھتی۔ صدہا طالبین ہوئی تھے۔ کہ آپ کی زیارت و صحبت سے نشان مقصود پہ پہنچے، آخر کامیاب ہو گئے! حضرت مولانا روم علیہ الرحمتہ نے جن اولیاء اللہ کی صحبت کو صد سالہ طاعت بے ریا سے بہتر بتلایا ہے، یہ ذات مقدس انھیں کاملین میں سے تھی ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیا ، بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ہدایت عامہ مریدین، و طالبین کے لئے خاصۃً جو چشمۂ فیض، کہ آپ کی ذات مقدس سے جاری تھا، اُسکے علاوہ تمام بندگان خدا کی ہدایت عامہ کے لئے آپ ہمیشہ کوشش فرمایا کرتے، اور بعد نماز جمعہ اکثر وعظ فرماتے تھے، اور مسائل نماز، اور انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کے فضائل، معجزات و کرامات کے تذکرہ سے عامۂ مسلمین کے ایمان و اعتقاد کو تازہ فرماتے رہتے تھے۔

سستی و کاہلی غلاموں کا شعار ہے ہمارے حضرت قبلہؒ نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا، ہمارے حضرت قدس سرہٗ یہ دعا کرتے، اے پروردگار! ایسی تونگری سے بچانا جو مجھے غفلت میں ڈالے۔ اور ایسی غریبی سے بچانا جو تیری یاد سے غفلت پیدا کرے۔ آپ کو غفلت اور سستی اور کاہلی سے نہایت درجہ احتراز تھا، فرماتے تھے کہ "غفلت اور سستی"، شریفوں کا

شعار نہیں ہے۔ بلکہ غلاموں کا شعار ہے۔ شرافت اور نجابت کی بقا محنت کشی اور چستی سے ہوتی ہے۔ آپ دینی یا دنیوی مشغولی سے کبھی بیکار نہیں رہتے تھے۔ یا دینی کام کرتے تھے، یا دنیوی کام۔ بیکاری کو نہایت ہی ناپسند فرماتے، اور اس سے گھبراتے تھے۔

عالی ہمتی حضرت سیدنا شیخ العارفین نہایت باہمت اور عالی حوصلہ تھے، ایک بار آپ نے چاٹگام سے اجمیر شریف کا سفر فرمایا۔ اُس زمانے میں ریل نہ تھی اس وجہ سے آپ کا یہ سفر چھ مہینے میں پورا ہوا۔

تعلقات روحانی بارگاہ رسالت کے ساتھ ارشاد ہوا۔ ہمارے حضرت قبلہؒ کامل متبع سنت تھے۔ تمام باتوں میں حضرت رسول مقبول صلعم کے قدم بقدم تھے۔

اتباع سنت کتابوں میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی قہقہہ کی آواز نہیں سنی گئی۔ (آپ کی ہنسی صرف مسکرانا تھی) ہم حضرت والد صاحب قبلہ کے لڑکے ہیں۔ ہم نے تمام عمر میں کبھی اُنکے قہقہہ کی آواز نہیں سنی۔ رسول مقبول صلعم کی رفتار ایسی تھی کہ ہمیشہ قدم جما کر چلتے تھے۔ آپ کا قدم ہلکا نہیں پڑتا تھا۔ ہمارے حضرت بھی ہمیشہ قدم جما کر چلتے تھے۔ ہلکے قدم کبھی نہیں چلتے تھے، اور جس طرح پہلوان قدم جما کر چلتے ہیں، آپکا چلنا اسی طرح سے تھا۔ انسان قدم جما کر اُسی وقت چلتا ہے جبکہ وہ جوش (یا غور و فکر) کی حالت میں ہو۔ جو شخص کسی خیال اور کسی سوچ میں نہیں ہوتا، غفلت و بے خیالی میں اُسکے قدم ہلکے پڑتے ہیں۔ اسکے مثل اور بہت سی خصوصیات خاصہ حضرت والد قدس سرہٗ کی ذات گرامی میں **اتباع سنت** کی تھیں (جنکا فہم و ادراک، شریعت اور طریقت کے مقامات عالیہ و تعلقات ہونے پر موقوف ہے۔ معمولی علم، اور معمولی عقل و فہم ان رموز و نکات تک نہیں پہنچ سکتی) کچھ کتابیں پڑھ کر دعوے علم کر دینا، جیسا کہ اس زمانے میں لوگوں کا حال ہو گیا ہے، اور نماز میں ٹکریں مار لینا یہ اور بات ہے (اور ان رموز و نکات کو سمجھنا جو شریعت و طریقت کے مقامات عالیہ سے تعلق رکھتے ہیں، اور بات ہے، اور یہ بڑی بات ہے۔) مصرعہ۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند



حضرت شیخ العارفینؒ کی بعض کرامات

قبۂ نور میں جلوہ افروزی

۱۔ سیدنا حضرت شیخ العارفین کے ایک مرید جناب عبد العلی صاحب نے حضرتؒ کی یہ کرامت بیان کی، کہ ایک رات میرے دل میں اشتیاق زیارت غالب ہوا۔ اور گھر سے یہ ارادہ کرکے نکلا۔ کہ آپ جہاں تشریف رکھتے ہوں گے وہیں حاضر خدمت ہوکے اور زیارت کرکے رہوں گا۔ مگر معلوم نہ تھا۔ کہ اسوقت آپ کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ گھر سے نکلنے کے بعد یکایک طرف آسمان نگاہ اٹھی تو دیکھا کہ جانبِ شرق ایک عجیب و غریب منظر ہو۔ ایک قبۂ نور پیدا ہے اور عجب سماں ہے، میں اسی قبۂ نور کی طرف چلتا رہا۔ یہانتک کہ اسکے قریب پہنچا۔ اب آواز سماع کانوں میں آنے لگی۔ اس وقت ذکر الٰہی کی مجلس مبارک برپا تھی، حلقہ اور سماع کا ہنگامہ گرم تھا، آپؒ صدر میں تشریف فرما تھے، اور کیا دیکھتا ہوں کہ زمین سے لیکر آسمان تک روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ اور ایک محراب نور کے نیچے آپ جلوہ افروز ہیں، عجب عالم ہے ؎

تہِ محراب نوری، چشم بد دور عیاں شد معنی نورٌ علیٰ نور

۲۔ جناب منشی لطف اللہ صاحب ساکن باہولی تھانہ پٹیالہ نے بھی ایک ایسی ہی بابت بیان کی، کہ زمین سے لیکر آسمان تک قبۂ نور نظر آیا، اسکے نشان پر وہ اُس مکان تک پہنچ گئے۔ جہاں حضرتؒ تشریف فرما تھے، اور دیکھا کہ نور کی ایک محراب ہے، جس کے نیچے آپ جلوہ افروز ہیں ؎ مقام خواجہ برتر از گمان است ✻ بروں از حد تقریر و بیان است۔

ستون نورانی از زمین تا فرازِ آسمان

۳۔ ایک شب آپؒ حسب معمول دولت سرائے میں آرام فرما رہے تھے۔ کہ بستی کے بعض لوگوں نے ماجرائے عجیب یہ دیکھا کہ زمین سے آسمان تک نہایت تیز روشنی جگمگا رہی ہے۔ اور از زمین تا آسمان روشنی کا ایک ستون قائم ہے۔ اِس منظر نورانی کو اپنے فہم و دانست میں اِن لوگوں نے یہ سمجھا کہ آگ لگ گئی ہے، اور یہ سمجھتے اور "آگ آگ" پکارتے اور غل کرتے ہوئے آپ کے دولت کدہ کی طرف دوڑے مگر جب تک کہ لوگ وہاں پہنچیں، وہ نظارۂ عجیب و غریب، نظر سے غائب تھا، آکر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا۔ آپؒ باہر تشریف لائے۔ اور اِن لوگوں کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا، کہ اللہ کے فضل سے سب طرح خیریت ہے آگ نہیں لگی، جاؤ اور آرام کرو۔

ستون نورانی، نور سبت حضرت غوث اعظم

اِس واقعہ کے سلسلہ میں ہمارے حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا کہ بہجۃ الاسرار میں ایک بزرگ کے خواب کا تذکرہ ہے۔ کہ انھوں نے یہ دیکھا کہ زمین و آسمان کے درمیان ایک بہت بڑا ستون، نور کا قائم ہے۔ اور جہاز کے مستول کی رسیوں کی طرح اس ستون کے گرداگرد نور کی رسیاں اور ڈوریاں، اور نور کی طنابیں، پھیلی ہوئی ہیں، جن میں کوئی بڑی ہے، کوئی متوسط ہے اور کوئی چھوٹی ہے۔ یہ طنابیں ہر طرف سے آآکر اِس عظیم الشان ستون نورانی میں مل رہی ہیں۔ کچھ ڈوریاں مل چکی ہیں، کچھ ایسی ہیں کہ ذرا فاصلہ سے ہیں اور ملنے والی ہیں۔ آخر اِن بزرگ کو معلوم ہوا کہ نور کا یہ ستون حضرت غوث الثقلین، محبوب سبحانی، قطب ربانی سید

محی الدین سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا نور (نسبت) ہے۔ اور نور کی طلب میں حضرات اولیاء اللہ مقبولین بارگاہ کا نور ہے۔ اِن واقعات اور دیگر واقعات اور حالات سے حضرت شیخ العارفین کے **غوثِ وقت** اور **قطبِ زماں** ہونے کا ثبوت ہدایتِ عامہ کے لئے منجانب خدا ظاہر ہوتا ہے۔ ؎

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بہ درگاہش بیا و ہر چہ می خواہی تمنا کن

خدا نے مردہ زندہ کر دیا اسی موضع شریف میں جہاں حضرت قطبِ عالم شیخ العارفین کا مزار پاک ہے، ایک شخص بشیر اللہ رہتے تھے۔ انھیں ایک بار سخت کالرا (ہیضہ) ہوا۔ موت کی علامتیں ظاہر ہوئیں آخر دم بند ہو گیا۔ لوگوں کو یقین ہوا کہ مر گئے۔ کفن دفن کی تیاری ہونے لگی، مگر تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ ان میں زندگی کے آثار پیدا ہوئے۔ اور وہ اُٹھ بیٹھے۔ اور بالکل اچھے ہو گئے۔ لوگوں سے اپنا واقعہ انہوں نے اس طرح بیان کیا۔ مجھ پر نزع کی سی کیفیت طاری ہوئی تھی تو اُس وقت مجھے تین آدمی نظر آئے۔ اور ایک پروانہ دکھا کر بولے "چلو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اُسنے تمہیں بلایا ہے!" یہ کہکر اُن میں سے دو آدمیوں نے میرے بازو پکڑ لئے۔ اور کشاں کشاں مجھے لیکر چلے۔ جاتے جاتے ایک درخت ملا اُسکے نیچے جا کر سب ٹھہرے اور مجھے کہا بیٹھ جاؤ۔ یکایک کیا دیکھتا ہوں، کہ حضرت قبلہ عالم سیدنا شیخ العارفین تشریف لائے۔ اور مجھ سے پوچھا "بشیر اللہ! تم یہاں کہاں؟ کہاں جا رہے ہو؟" میں نے عرض کی کہ "حضور! اِن لوگوں نے مجھے ایک پروانہ دکھا کر گرفتار کر لیا ہے، اور معلوم نہیں کہ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا "وہ پروانہ کہاں ہے؟ ہمیں دکھاؤ!" اور پروانہ کو دیکھ کر اُن لوگوں سے (جو مجھے لے گئے تھے) فرمایا۔ یہ وہ بشیر اللہ نہیں ہے، وہ دوسرا شخص ہے، اور جس کے لئے یہ پروانہ ہے، وہ بشیر اللہ **فتلچری** میں ہے، تم لوگ وہاں جاؤ۔ اور اس بیچارہ کو چھوڑ دو!" آپ کے حکم کے بموجب اُن لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا، اور چلے گئے۔ پھر حضرت نے مجھ سے فرمایا بشیر اللہ! اب تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ عرض کیا کس طرح جا سکتا ہوں؟ میرے اس عرض کرنے پر آپ نے مجھے دو پھول عطا فرمائے اُن کے وسیلہ سے میں اپنے گھر پہنچ گیا اور ہوش میں آ کر اپنے بستر پر اپنے آپکو موجود پایا۔ اسکے بعد معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی تاریخ کو **فتلچری** میں میرے ہم نام بشیر اللہ کا انتقال ہو گیا۔ اسوقت تک میں حضرت قدس سرہٗ کی مریدی و غلامی کے شرف سے محروم تھا۔ جب خود مجھ پر یہ ماجرا گذرا، اور آپ کی عظمتِ شان اور جلالتِ قدر، قدرتِ الٰہیہ سے مجھ پر اس طرح ظاہر ہو گئی۔ تو میں خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گیا۔ جناب بشیر اللہ صاحب اس واقعہ کے سالہا سال بعد تک زندہ رہے۔ اور اب وہ زمانہ ہے کہ ہمارے حضرت قبلہ روحی فداہ صدر حیات پر جلوہ افروز ہیں۔ کہ بشیر اللہ صاحب مبتلائے زحمت سخت ہوئے۔ حضرت قبلہ نے ایک روز عبدالجلیل صاحب اور خادم علی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ بشیر اللہ صاحب کی عیادت کر آئیں وہ سخت بیمار ہیں۔ یہ دونوں اصحاب ان کے پاس پہنچے اسوقت بشیر اللہ صاحب نے اپنا یہ واقعہ (مر کر زندہ ہو جانے کا) من و عن بیان کیا۔ اور فرمایا "اِس واقعہ کو ایک راز کی طرح محفوظ رکھا تھا، مگر اب وقت میرا اخیر ہوا اپنے ساتھ قبر میں لیجانے کی بجائے حضرت رضی اللہ عنہ کی عظمت و بزرگی کا یہ واقعہ منفعت عامہ کی غرض سے ظاہر کر دیا۔ اب اِن اصحاب کو معلوم ہوا کہ اِن کے پاس حضرت قبلہ کا ہمیں اسوقت بھیجنا کس غرض و منشا سے تھا۔

ماجرائے عجیب

جناب محترم حافظ عبد القادر صاحب نواکھالی مرحوم کی ابتدائے جوانی کا واقعہ ہے کہ وجع مفاصل (گٹھیا) میں مبتلا ہوئے، مرض اتنا شدید تھا کہ نقل وحرکت دشوار ہو گئی بستر سے بلا سہارے اُٹھ نہ سکتے تھے۔ ہر قسم کا علاج ہوتا رہا کسی سے نفع نہ ہوا۔ گھر کے چھوٹے بڑے سب نہایت پریشان تھے۔ ایک دن کا واقعہ ہے، کہ ایک بزرگ، سن رسیدہ، سفید ریش، نورانی صورت مسافرانہ تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ مسافر ہوں، ایک رات ٹھہرنے کے لئے بندوبست کر دیا جائے۔ انتظام کر دیا گیا۔ جب ان بزرگ نے دیکھا کہ اس گھر کے چھوٹے بڑے سب نہایت پریشانی کی حالت میں ہیں۔ تو اس کی وجہ دریافت کی۔ عرض کیا گیا، کہ صاحب خانہ کا فرزند نوجوان سخت علیل ہے کسی علاج سے نفع نہیں ہوا۔ اسلئے گھر بھر پریشان اور مایوس ہے۔ انھوں نے اظہار ہمدردی فرمایا، اور خواہش کی کہ لڑکے کو مجھے دکھایا جائے چنانچہ پردہ کرا کر مریض کا ملاحظہ کرا دیا گیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ یہ لڑکا اگر میرزا کھیل چاٹگام میں بڑے **مولانا صاحب** کے پاس پہنچ جائے۔ تو یقین ہے کہ انشاء اللہ صحتیاب ہو جائیگا۔ اور بہت سی تسلی وتشفی فرمائی"۔ حافظ صاحب قبلہ فرماتے تھے۔ کہ میری حالت ہرگز اس قابل نہ تھی کہ سفر کر سکتا۔ لیکن دل میں اسی وقت سے نیت کر لی۔ کہ خدا نے مجھے سفر کے قابل کر دیا۔ تو ضرور وہاں حاضری دوں گا۔ دوسرے دن صبح ادھر وہ بزرگ رخصت ہوئے اُدھر میرے درد وتکلیف میں تخفیف شروع ہو گئی۔ اور تھوڑے دنوں میں حالت اسقدر سنبھل گئی کہ سفر کی ہمت آ گئی۔ اور میں نے گھر والوں سے تقاضا، میرزا کھیل بڑے **مولانا صاحب** کی خدمت میں لیجانے کا، شروع کر دیا۔ اور کہا کہ جس روز سے وہ بزرگ تشریف لائے۔ اسی روز سے نیت وہاں حاضر ہونے کی کر چکا ہوں۔ میرے والد نے انتظام سفر شروع کیا، اور کچھ عرصہ بعد وہ مجھے اپنے ساتھ لیکر مرزا کھیل شریف روانہ ہوئے۔ یہاں آکر کیا دیکھتا ہوں، کہ وہ بزرگ جو مسافرانہ میرے گھر تشریف لے گئے تھے، روبرو جلوہ افروز ہیں۔ پہلی نظر کا مجھ پر پڑنا، اور پہلی نگاہ سے میرا آپ کو دیکھنا تھا کہ میں بیہوش ہو گیا۔ مجھپر کرم فرمایا گیا۔ چند روز خدمت اقدس میں حاضر رہا اور بالکل تندرست ہو گیا۔ عرصہ تک میرا خیال تھا، کہ یہ سفر حضرت ہی نے بہ نفس نفیس فرمایا ہو گا۔ جو گھر بیٹھے دولتِ دیدار نصیب ہوئی۔ مگر تحقیق وتفحص سے معلوم ہوا کہ نواکھالی کا سفر کرنا کہاں؟ حضرت نے تو خانقاہ سے قدم باہر نہیں نکالا۔ مدت سے خانہ نشین ہیں۔ عرصہ ہوا یہاں سے چند میل کے فاصلہ پر شہر چاٹگام میں بھی تشریف نہیں لے گئے اب سب کو یقین ہوا کہ آپ کا تشریف لے جانا باطنی تصرف سے تھا۔ اسکے بعد جناب حافظ صاحب مرید ہوئے، اور خدا کی رحمت سے آپ کو بندگان خدا کے مرید وتلقین کرنیکی اجازت اپنے پیر ومرشد سیدنا حضرت شیخ العارفینؒ کے دربار سے عطا ہوئی اور اس واقعہ کے بعد پچاس سال زندہ رہے۔ اور ہزاروں بندگانِ خدا کو آپ سے رشد اور ہدایت نصیب ہوئی۔

ایک مجذوب بزرگ کی عقدہ کشائی

جناب شاہ اصغر علی صاحب، ایک درویش جن پر جذب غالب تھا، اس نواح میں رہا کرتے تھے۔ اُن پر ایک وقت ایک زمانہ ایسا گذرا۔ کہ ہر شخص سے جو سامنے آتا، پوچھا کرتے "فتنّا کہاں گیا؟"، اور ہر وقت انھیں اسی فُتنّا کی تلاش اور

اسی کی دُھن تھی۔ کون تھا، جوان کو سوال کا جواب دیکر اُن کی تسلی و طمانیت کرتا، ہر ایک سے یہ ہی سوال کرتے، اور جواب نہ پاکر مایوسی اور حسرت کے ساتھ منہ دیکھنے لگتے۔ ایک روز حضرت سیدنا شیخ العارفین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور یہ ہی بات دریافت کی، جسے ہر ایک سے پوچھا کرتے تھے۔ آپؒ نے فرمایا! کل صبح آجانا! وہ چلے گئے، اور صبح کے انتظار میں آدھی رات سے ہی خانقاہ کے دروازہ پر آکر بیٹھ گئے۔ حضرتؒ نے نماز فجر کے بعد اُن سے ملاقات فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ "تمہیں روحانیت حضرت غوث الثقلینؓ سے آیت پاک "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا" تعلیم فرمائی گئی تھی، جسے جذب کی حرارت اور دماغ کے گرم ہوجانے کی وجہ سے تم یاد نہ رکھ سکے۔ اس نعمت از یاد رفتہ کو پاکر اصغر علی شاہ کا فرط مسرت و شادمانی سے جو عالم ہوسکتا تھا ہوا۔ بھولی اور کھوئی ہوئی اپنی چیز حضرتؒ کی بدولت اُنھیں نصیب ہوئی، اور اس کے بعد جذب کی بجائے اُنکی حالت میں سکون اور سلوک پیدا ہوا۔ اور حضرت سیدنا شیخ العارفین کی خدمت میں وہ اکثر حاضر ہوتے۔ اور آپکی تعظیم فرماتے۔

تعلیم اویسیّہ ہمارے حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا "طریقہ اویسیّہ میں، سالک کی تعلیم، ارواحِ مقدسہ سے ہوتی ہے یعنی اس طریقہ میں بھی پیر اور راہبر ہیں۔

سیّدنا حضرت شیخ العارفین کے حالات وفات شریف

ہر مرض کی دوا حضرت سیّدنا شیخ العارفین قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت پیر و مرشد نے ایک دفعہ مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ جب تم ہر مرض کی دوا ہو جاؤ گے، اُسوقت دنیا سے تمہارا انتقال ہوگا۔ اور جب تک ایسا ہو نہ جائے۔ انتقال نہ ہوگا۔ جو کچھ ہمارے حضرت نے فرمایا، وہ پورا ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعا سے ہر طرح کے (مایوس اور لاعلاج) بیماروں کو اچھا کردیا ہے۔ بس اب دنیا سے ہماری رحلت کا وقت قریب ہے۔ آپ کے آخر زمانہ میں یہ حالت تھی کہ ہر قسم کے مریض حتّٰی کہ زندگی سے مایوس لاعلاج مریض خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور آپ کے دست اعجاز اور لب جاں بخش کے فیض سے شفا پاتے۔ کوئی مرض باقی نہ رہا جس کے مریض کو اللہ جل شانہٗ نے آپ کی دُعا سے شفا عنایت نہ کی ہو۔

جنبشِ لب میں آپ کی یہ اثر — جی اُٹھے ہیں سقیم مر مر کر
اُن کا دم کردہ آب آبِ حیات — تھی زباں منہ میں چشمۂ حیوان

وفات کی غیبی اطلاعیں مرضِ وفات سے بہت پہلے حضرت شیخ العارفینؒ کو اپنی موت کی اطلاع عالمِ غیب سے تین مرتبہ ملی۔ کتاب سیرت جہانگیری جو آپ کی سوانح حیات میں ہے اور شائع ہوچکی ہے۔ اُس میں اسکا بالتفصیل تذکرہ ہے۔

دوشنبہ روز وفات ہوگا آپؒ یہ بھی فرماتے تھے کہ "ہماری وفات کا دن دوشنبہ (پیر کا دن) ہے، اسلئے کہ اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف ہوئی ہے۔

خبر انتقال ہر ولی کو نہیں ہوتی

ہمارے حضرت قبلہؒ نے فرمایا "کہ حضرت غوث الثقلین تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بعض اولیا اللہ جو نہایت نادر الوجود ہیں۔ صرف ان کو موت کی اطلاع آثار موت سے قبل دی جاتی ہے۔ یہ اطلاع عام طور پر ہر ولی اللہ کو نہیں دی جاتی بلکہ صرف خاص الخاص کو دی جاتی ہے اس امر سے، کہ آپ کو آثار موت سے قبل تین بار اطلاع موت عالم غیب سے دی گئی، اور حضرت غوث پاکؒ کے اس ارشاد سے کہ یہ اطلاع صرف نادر الوجود اور خاص الخاص اولیا اللہ کو ہی دی جاتی ہے، ظاہر ہے کہ خاصگان حق میں حضرت شیخ العارفین کی ہستی خاص الخاص ہے۔ اور فی الحقیقت آپ اُن اکابرین کاملین میں ہیں، جو نادر الوجود ہیں۔ اور جن کے اوصاف حضرت غوث الثقلین نے یہ ارشاد فرمائے ہیں۔ کائنٌ۔ بائنٌ۔ مُتصلٌ۔ مُنفصلٌ۔ اَرضیٌّ۔ سَماویٌّ الخ

آخری انتظامات

حضرت سیدنا شیخ العارفینؒ نے موت کی غیبی اطلاع پانے کے بعد آخر وقت کے انتظامات شروع کر دیئے۔ پانسو روپے مصارف تجہیز و تکفین وغیرہ کے لئے امانت رکھوا دیئے۔ جو لوگ دربار شریف میں حاضر ہوتے، آپ اُن سے فرماتے یقین کرلو کہ اب میری موت کا وقت قریب ہے۔ میری قبر متصل خانقاہ تالاب کے مغربی شمالی گوشے میں بنائی جائے تاکہ آیندگان و روندگان کی خبر گیری کرتا رہوں۔ اور چھوٹے میاں کو ابھی بہت تعلیم حاصل کرنی ہے (یعنی ہمارے حضرت قبلہ کے نسبت ارشاد تھا)

مرض الموت

اس امر کے اظہار کو تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ آپ کو جسم کی سوزش اور جلن کا پرانا مرض تکلیف دینے لگا (یہ مرض کئی سال ہوئے، آپکو اسوقت سے شروع ہوا تھا جب ایک کبیراج یعنی وید نے کوئی بھنکی ہوئی خاک آپکو استعمال کرائی تھی اور اس دوا نے زہر کا سا اثر تمام جسم مبارک پر پیدا کر دیا تھا) اب آپکی اس تکلیف نے جلد تشویشناک شکل اختیار کرلی، اور یہ کیفیت پیدا ہوئی کہ جسم مبارک پر ٹھنڈا پانی ڈالتے تو سوزش اور جلن میں عارضی طور پر کمی ہو جاتی لیکن کچھ عرصہ کے بعد عارضی طریقہ سے سکون و راحت جسمانی کا ہونا بھی موقوف ہوگیا۔

آخری وصیت

وفات شریف کا وقت قریب آیا تو ہمارے حضرت قبلہؒ کا نام نامی لیکر ارشاد فرمایا۔ کہ "ہمارا سجادہ قلمدان، گدی، حقہ، عصا، اور کتابیں وغیرہ ان کو دینا ہم نے اُن کو اپنا سجادہ نشین مقرر کیا۔ اُن سے کہہ دینا کہ ہمارے مریدوں کی خبر گیری کریں!"

آخری حالات

جسمانی کمزوری، و ناتوانی روز بروز بڑھتی گئی۔ یہانتک کہ آپ صاحب فراش ہو گئے۔ اس حالت میں آپنے پھر ایک بار فرمایا کہ "مجھے معلوم کرا دیا گیا ہے کہ میرا انتقال دوشنبہ کو ہوگا" اس خبر کو سُن کر آخری زیارت کے لئے لوگ جوق جوق ہر طرف سے آنے لگے۔ شب دوشنبہ میں مرض کی تکلیف زیادہ رہی (اور اس رات آپ تن تنہا رہے) جب فجر ہوگئی۔ تو آپؒ نے فرمایا سب لوگ نماز پڑھیں۔ آپنے خود بھی وضو فرمایا، اور نماز فجر ادا کی۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا "کیا سورج طلوع ہوگیا" عرض کیا گیا تھوڑی دیر ہوئی سورج نکل آیا ہے۔" اسوقت آپنے انگشت شہادت اٹھا کر اشارہ

بسوئے آسمان فرمایا۔ دونوں مبارک لبوں میں حرکت اور جنبش ہوئی، اور یکایک بہ چشم زدن روح مقدس نے مقعدِ صدق میں قرار پایا۔ اور آپ واصل باللہ ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ یہ دوشنبہ (پیر کا) دن، صبح کا وقت ذی القعدہ ۱۳۰۲ھ (مطابق ۱۸۸۵ء) کی بارہویں تاریخ تھی۔

قطعہ تاریخ وفات شریف

ماہ ذی قعدہ، دوشنبہ صبحگہ ثانی عشر ✽ رفت مہ در حجلۂ وحدت بہ لبہا آہ ماند
سال غمگیں گفت خستہ چوں تعین را گذاشت ✽ ماسویٰ باللہ تحتِ نفی زد واللہ ماند

حادثہ عظیم و جانکاہ

اس حادثہ عظیم و جانکاہ سے ایک قیامت برپا ہوگئی۔ عالم تیرہ و تار ہوگیا۔ دلوں سے شرربار آہیں اور آنکھوں سے خونیں آنسو نکلے۔ ہمارے حضرت قبلہؒ اور آپ کے بڑے بھائی مولانا عبدالقیوم صاحب قبلہ نے خبر وفات سنی تو بہت روئے۔ اور پردیس سے مکان پر آئے۔ ایصال ثواب و رفاتحہ میں شریک ہوئے۔ اور غم زدوں اور دل شکستوں کو تسلی دی۔

فضیلت کجا عشق کجا

ہمارے حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا، انصر علی نے ایک دفعہ حضرت والد صاحب قدس سرہٗ سے عرض کی کہ لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ اور جمعرات کو وفات ہو تو اس میں بڑی فضیلت ہے آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت سرور کائنات صلعم کی پیدائش کا دن دوشنبہ اور وفات کا دن بھی دوشنبہ ہے۔ بس یہی کافی ہے۔ میاں! اسی کو گاتے رہنا فضیلت لیکر کیا کرو گے۔ فضیلت کجا عشق کجا؟

فضیلتِ دوشنبہ

ارشاد ہوا کہ حضرت نبی کریم صلعم سے حضرات صحابہ کرام نے دنوں کی فضیلت پوچھی تو آپ نے پیر کے دن کی فضیلت کے بارے میں یہ فرمایا۔ کہ اس دِن کی فضیلت کیا پوچھتے ہو کہ اس دن ہماری پیدائش ہے۔ اسی دِن پیغمبری ملی۔ اِسی دِن معراج ہوئی۔

پیر کے دن کی وجہ تسمیہ

ارشاد فرمایا، کہ اسوجہ سے دوشنبہ کا دن (ہمارے یہاں) پیر کا دن مشہور ہوا کہ سب پیروں کے پیر حضرت سرور کائنات صلعم ہیں۔ آپ کے کمالات نبوت کا اظہار اسی دن ہوا۔ اور پیدائش اور معراج اور وفات شریف سب کچھ اسی دِن ہوئی۔ اس لئے اسے پیر کا دن کہتے ہیں!،،

بارہویں تاریخ دوشنبہ کے دن کوئی اور مشہور عرس سننے میں نہیں آیا

حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا کہ تمام ہندوستان بلکہ مکہ معظمہ کے پورب جانب مشہور بزرگ جن کے عرس ہوتے ہیں۔ اور جن کے مزارات پر عام و خاص زیارت کے لیے جاتے ہیں، کیا تم لوگوں کو (حاضرین دربار شریف سے خطاب تھا) معلوم ہو کہ کسی کا وصال پیر کے دن چاند کی بارہویں تاریخ کو ہوا ہے؟۔ (لوگوں نے لاعلمی ظاہر کی پس فرمایا) حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کے سوا مشہور بزرگوں میں (کہ مرجع خاص و عام ہیں) ہم نے نہیں سنا کہ کسی مشہور بزرگ کا انتقال چاند کی بارہویں تاریخ اور پیر کے دن ہوا ہو۔ ہمارے حضرت قدس سرہٗ کی یہی آرزو تھی جسے اللہ تعالیٰ نے پورا کردیا

یہ مادّہ کہاں سے آیا۔ یہ کون سا اخلاص تھا کہ اللہ جل شانہ نے آپ کی یہ آرزو پوری کی!
دنیا میں سب سے بڑے بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ کا اتباع ہمارے پیر و مرشدؒ کو روز ازل ہی سے شروع ہوا۔ کہ ہمارے حضرتؒ کی ولادت بھی پیر کے دن ہوئی۔ اور پھر اسی دن وفات بھی ہوئی!۔

حضرات صحابۂ کرام کا اخلاص

ارشاد فرمایا۔ کہ تمامی مخلوق میں افضل الناس انبیاء و رسل علیہم السلام ہیں۔ ان میں تین سو تیرہ رسول ہیں (باقی انبیاء علیہم السلام) اور ان تین سو تیرہ میں بھی بعض افضل ہیں بعض سے۔ ایسا ہی صحابۂ کرام بعض افضل ہیں بعض صحابۂ کرام کی نظر کثرت اعمال اور قلت اعمال (ثواب کے زیادہ اور کم ہونے پر) نہ تھی۔ بلکہ وہ ظاہر و باطن میں جناب نبی کریم صلعم کے متبع تھے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی آرزو

جیسا کہ روایت خلیفۂ اوّل (حضرت ابو بکر صدیقؓ) مشہور ہے کہ فعل غیر اختیاری (موت) میں بھی وہ پیر کے دن سے تجاوز کرنا نہیں چاہتے تھے۔ کہ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا (تا کہ موت کے دن میں بھی اتحاد و اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل رہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔ اخرج احمد عن عائشۃؓ قالت ان ابا بکر من لیلتی لما خطرتہ الوفات قال ای یوم ھذا ؟ قالوا "یوم الاثنین" قال فان مت من لیلتی فلا تنظروا الی الغد فان احب الایام واللیالی الی اقربھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۶۱ مطبوعہ کانپور)

ثم قال فی ای یوم توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت یوم الاثنین قال ارجو فیما بینی و بین اللیل فتوفی لیلۃ الثلثاء۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۶۲)

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پوچھا کہ آج کونسا دن ہے معلوم ہوا کہ دوشنبہ۔ پھر پوچھا کہ رسول اللہ صلعم (کس دن دنیا سے تشریف لے گئے تھے) کہا گیا دوشنبہ تھا۔ فرمایا بس میری بھی یہی تمنا ہے۔ خدا نے آپکی یہ آرزو پوری کی (رسالہ چار یار مطبوعہ جامعہ ملیہ دہلی)

فضیلت حضرت شیخ العارفین

ارشاد فرمایا۔ ایک شخص نے ایک دفعہ ہم سے کہا۔ کہ حضرت شیخ العارفین کی بس یہ ہی کرامت کافی ہے کہ آپ کا وصال پیر کے دن چاند کی بارہویں تاریخ کو ہوا۔ اور پیدائش بھی دوشنبہ کے دن ہوئی سے

در دوشنبہ شد ظہور و ہمدراں روز شش وصال
از ازل دلدادۂ فعل رسول اللہ ماند

واقعات کرامت وفات شریف کے بعد

سات ہزار آدمی کا کھانا

(۹) ہمارے حضرت روحی فداہٗ نے فرمایا "جب ہمارے والد قدس سرہ العزیز دنیا سے گذر گئے۔ تو ایک ضیافتِ عام کا بندوبست کیا گیا۔ یہاں دستور پورے گاؤں کو دعوت دینے کا ہی۔ یہاں یہ طریقہ نہیں ہے کہ گاؤں میں سے کسی کو بلالیا، اور کسی کو نہ بلایا۔ اگر کسی ایک کو نہ بلایا جائے۔ تو پھر گاؤں میں سے کوئی بھی ضیافت میں نہیں آنے کا۔ طیاری طعام کا انتظام ہمارے سپرد ہوا۔ اور کھانا کھلانا بڑے بھائی صاحب کے ذمہ کیا گیا۔ پیشتر ہمیں تجربہ دنیوی کاروبار کا نہ تھا۔ سولہ من گوشت رات ہی کو طیار کرلیا گیا۔ اور تیس من چاول پکائے گئے۔ اتنے میں مجذوب اصغر علی شاہ صاحب دوڑتے ہوئے آئے، اور کہا اب کھانا پکوانا موقوف کردیجئے۔ اس دعوت میں حضرت قدس سرہٗ خود شریک ہیں۔ نہایت خیر و برکت ہوگی۔ ہم جانتے تھے کہ وہ درویش ہیں۔ پس ہم نے باقی کھانے کی طیاری موقوف کردی۔ اور کہہ دیا کہ سامان اور گرم پانی طیار رہے۔ اگر ضرورت ہوئی، اسوقت دیکھا جائیگا۔ اور لوگوں کو کھلانا شروع کیا گیا۔ پہلی مرتبہ ایک ہزار آدمیوں نے کھانا کھایا۔ اور اس کے بعد اور لوگوں نے، یہانتک کہ سات ہزار آدمیوں نے کھانا کھایا۔ بایں ہمہ اس قدر خیر و برکت ہوئی کہ سولہ من تو پکے ہوئے چاول بچ رہے۔ اور بہت سا گوشت بچا۔ (گویا ۱۴ من چاول سات ہزار کھلانے والوں کے لئے کافی ہوگئے۔ عام طور پر اس قدر لوگوں کے لئے فی من سو آدمی کے حساب سے ستر من چاول صرف ہوتے) بھائی صاحب اور دوسرے لوگ آدمیوں کی کثرت سے پریشان رہے مگر اس قدر خیر و برکت ظہور میں آئی کہ بہت سا سامان بچ رہا)

بارش اور مزار شریف

(۱۰) حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا! "ایک شب کو میں مکان کے اندر سوتا تھا۔ بارش اور ہوا خوب تیز چل رہی تھی۔ خواب میں حضرت والد قدس سرہٗ نے مجھ سے فرمایا۔ چھوٹے میاں! آپ تو مکان میں آرام سے سوتے ہیں۔ اور ہم بارش میں بھیگ رہے ہیں" میں نے جناب والدہ صاحبہ سے (اسی وقت بیدار ہوکر) کہا شاید مزار شریف کا چھپر (اُس زمانہ میں مزار شریف پر چھپر ہی تھا) ہوا اڑا کرلے گئی ہے۔ دیکھا گیا تو درحقیقت ہوا اڑا لے گئی تھی۔ حضرتؒ قبلہ نے نہایت بیقراری کے ساتھ، کوشش اور عجلت کے ساتھ مزار مبارک پر سایہ کا اُسی وقت اہتمام فرمایا۔

وارد و صادر کی نگرانی!

ہمارے حضرت قبلہؒ کا ایک اور خواب ہے۔ آپنے فرمایا "میں نے حضرت والد صاحب قبلہ کو دیکھا، آپنے فرمایا۔ چھوٹے میاں! رات ہم دہلیز میں بغیر کھانے فاقہ سے سورہے۔ کسی نے پوچھا نہیں!" بیدار ہونے پر آپ کو فکر و تشویش ہوئی کہ یہ کیا بات ہے، لوگوں سے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ رات ایک مسافر آئے۔ آدمی نے انھیں دہلیز میں جگہ بتادی، کہ یہاں آرام کریں۔ مگر کھانے کی بابت نہ پوچھا

کہ کھالیا ہے یا نہیں۔ اور وہ بغیر کھائے سو رہے۔ (یوں وارد و صادر کی نگرانی اس دربار شریف میں فرمائی جاتی ہے) اُس روز سے ہمارے حضرت قبلہؒ کا دستور ہو گیا کہ مسافروں کے کھانے کا خود خیال رکھتے، اور خادم کو ازبس تاکید فرماتے کہ رات کو کوئی بے طعام نہ رہنے پائے۔ اگر کوئی مہمان پردیسی رات کو بوجہ بیماری خود غذا نہ کرنی چاہتا، تاہم آپ فاقہ نہ کرنے دیتے، اور مشورہ دیتے کہ دودھ، چائے، سابو دانہ، کوئی لطیف اور ہلکی غذا قدر قلیل سہی، ضرور کھائیں۔ رات یہاں فاقہ سے نہ رہیں۔

قرآن مجید قلب مبارک کے اندر

ارشاد فرمایا" خادم علی نے خواب دیکھا کہ ہمارے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ نے انھیں کچھ تعلیم فرمایا۔ پھر لوٹا لے کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں قرآن شریف رکھا تھا، اس کے تمامی حروف کو آپؒ نے زبان سے چاٹ لیا۔ کاغذ اُس کا سُرخ تھا۔ پھر آپؒ نے پھونکا تو اُس کے حروف چوب خط سے (خوب نمایاں اور واضح) لکھے ہوئے تھے!" خواب سُنکر حضرت قبلہ روحی فداہ نے ارشاد فرمایا! "اللہ کے خاص بندوں کے دل میں صندوق ہی، اگر اس سے ایک ذرہ باہر نکالیں، تو تمام عالم ڈوب جائے!"

من درخیال خود خوشم اگرچہ مالیخولیا باشد

پھر دعا فرمائی۔ اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین (یا اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ، اور مسکینی میں موت دے، اور میرا حشر زمرۂ مساکین کے ساتھ فرما۔)

آپؒ کا خدادادی لقب شیخ العارفین ہے

حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا! "ہمارے حضرت قدس سرہٗ کا خدادادی لقب "شیخ العارفین ہے"۔ عالمِ غیب میں آپ لقب "شیخ العارفین" سے ملقب ہیں، اسکا ہمیں اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے۔

لقب خدادادی کا اظہار

ضلع میمن سنگھ کے ایک مولوی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ عرس شریف کی تقریب میں بیشمار لوگ جا رہے ہیں۔ جب اُن لوگوں سے پوچھا کہ آپ لوگ کہاں جاتے ہیں؟ تو جواب دیا کہ ہم "شیخ العارفین حضرت سیدنا و مولانا مخلص الرحمٰن قدس سرہٗ العزیز کے عرس شریف میں مرزا کھیل جاتے ہیں" آپ کے اس خدادادی لقب "شیخ العارفین" کی اُسوقت تک کسی کو اطلاع نہ تھی۔ مولوی صاحب نے جب یہ خواب ہمارے حضرت قبلہؒ کی خدمت میں عرض کیا تو آپؒ نے فرمایا کہ اس خواب سے ہمارے حضرت والد ماجد قدس سرہٗ کے خطابِ غیبی "شیخ العارفین" کا اظہار کیا گیا ہے۔

غریب پیر کی درگاہ

یہ خادم ۱۲ ذیقعدہ شریف کے عرس میں حاضر دربار عالی تھا۔ ہزاروں لوگوں کا اجتماع تھا اور ایک مجمع عظیم میں ہمارے حضرت قبلہ تشریف فرما تھے۔ کہ ۳۔۴۔ آدمی جو مذہب ہنود سے تھے، حاضر خدمت ہوئے۔ اُن میں سے ایک شخص نے عرض کیا، کہ میں سخت بیمار ہو گیا تھا۔ ایک روز خواب میں ایک بزرگ کو

دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ لو، یہ تعویذ پہن لو جب اچھے ہو جاؤ۔ تو غریب پیر کی درگاہ میں جاکر کچھ شیرینی گذران دینا!"
میں نے خواب ہی میں کہا۔ صاحب میں غریب پیر کی درگاہ، نہیں جانتا کہ کہاں ہے؟" بزرگ نے فرمایا "تم میرزا کھیل جاکر
(ہمارے حضرت قبلہ کا نام نامی لے کر فرمایا کہ ان سے) دریافت کرلینا، وہ جانتے ہیں تمھیں بتلادیں گے!" جب نیند سے
بیدار ہوا۔ تو عجیب و غریب بات یہ دیکھی کہ وہی تعویذ سرہانے، تکیہ پر موجود تھا۔ میں نے یہ تعویذ پہن لیا۔ اور مالک کی دیا سے
بالکل اچھا ہوں، اور اُن بزرگ کے حکم کی تعمیل میں شیرینی بطور نذر پیش کرنے حاضر ہوا ہوں، مجھے بتا دیجئے۔ کہ غریب پیر کی
درگاہ کہاں ہے۔ حضرت قبلہ نے باچشم پرآب سیدنا حضرت شیخ العارفین کے مزار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا
غریب پیر کی درگاہ یہی ہے" سبحان اللہ!

حضرت قطب عالم دروازہ حرم کعبہ میں نظر آئے

ایک صاحب مسمی حاجی رمضان علی صاحب نے اپنے انتقال کے وقت یہ حکایت بیان کی کہ حضرت کے وصال
کے کئی سال بعد بموقع حج میں مکہ معظمہ میں تھا اور ایک روز حرم شریف جارہا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت (شیخ العارفین)
دروازہ حرم محترم پر کھڑے ہیں، نہایت حیرت اور ہیبت مجھ پر طاری ہوئی کہ آپؒ نے تو وفات فرمائی۔ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں
ہیبت اور حیرت سے میری زبان گنگ ہو کے رہ گئی۔ اور ایک حرف منھ سے نہ نکلا۔ آپ نے مجھے دیکھا اور آخر خود ارشاد فرمایا۔
تم نے ہمیں یہاں اس طرح دیکھ لیا ہے۔ بس اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کرنا۔ ورنہ یاد رکھنا کہ اگر ذکر کیا تو زندہ نہ رہو گے۔
خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کی زیارت کے بعد میرے دل پر کیا گذری میں نے آج تک اس کا اظہار کسی پر بھی نہیں کیا۔ اب کہ
میرا وقت اخیر آیا، اور دنیا سے سفر کر رہا ہوں۔ میں اس واقعہ چشم دید کو ظاہر کرتا ہوں تاکہ لوگ حضرتؒ کی بزرگی اور آپ کے
مرتبہ کو پہچانیں، اور سمجھیں کہ آپ قطب عالم تھے، ہم لوگوں نے آپ کو پہچانا نہیں۔

خرقہ مبارک کے فیوض و برکات

یہ خادم مرشدی و مولائی حضرت "فخر العارفین" کی جناب میں حاضر تھا، کہ ایک شخص نے خدمتِ مبارک میں یہ التجا کی کہ دادا پیر حضرت شیخ العارفینؒ کے
خرقہ مبارک کا ایک تار عطا ہو جائے۔ فلاں شخص آسیب زدہ ہے۔ آپؒ نے خرقہ مبارک کا وہ تار اُسے عطا فرمایا۔ اور اس خادم سے
ارشاد ہوا کہ کوئی آسیب زدہ ہوتا ہے تو حضرت قدس سرہ کے خرقہ کا تار یہ لوگ گلے میں (بطور تعویذ) پہنا دیتے ہیں، اُسکا
آسیب دور ہو جاتا ہے!

قید آسیب دستور نہ تھا

اور یہ بھی فرمایا! "کوئی آسیب نے دہ آتا۔ تو جن اور خبیث کو آپ قید نہ کرتے۔ آسیب سے
صرف یہ فرما دیتے۔ کہ دور ہو جا، چھوڑ دے۔ بس خدا کے فضل سے دور ہو جاتا!"
آپؒ کی خدمت میں مریضانِ مایوس العلاج، اور مجنوں، اور آسیب زدہ بہت حاضر ہوا کرتے۔ اور آپؒ کی دعا کی برکت سے
صحتیاب ہو جاتے تھے۔ ایسے واقعات بہت ہیں ؎

اُن کا دم کردہ آبِ آبِ حیات　　تھی زباں منہ میں چشمۂ حیواں

یادگار جہانگیری

ایک کتاب یادگار جہانگیری جس میں حضرت سیدنا شیخ العارفین کی تاریخہائے وفات بھی ہیں ۱۳۳۵ھ میں بھی شائع ہوئی تھی۔ شعرا کی اچھی اچھی تاریخیں ہیں، مگر حافظ فرید احمد صاحب مولانا شمشاد صاحب اور حافظ مقبول احمد صاحب نے جو قطعات تاریخی لکھے، ان کا یہ مرتبہ خاص ہے۔ کہ حضرت قبلہ رح نے ان کے لئے خصوصیت سے اظہار پسندیدگی فرمایا۔ اور ان کے متعلق جو ارشادات ہوئے وہ ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

قطعہ تاریخ وصال سیدنا حضرت شیخ العارفینؒ

(از حافظ فرید احمد صاحب غازی پوری)

ہائے اُس آفتاب کا چھپنا　　جس سے روشن تھا خلق کا ایمان
ڈالے پرتو تو ہو وہ شرحِ صدور　　صاف دفعِ شرور کا اعلان
"ماہتابِ" ترقیِ اسلام　　اب کرے کس سے فیض کا ارمان
روز افزوں کرامتیں اُس کی　　بے زوالی کا چھوڑتی تھیں نشان
کیا کہوں کیا گذر گئی دل پر　　شب دیجور ہے نظر میں جہان
ماہ ذیقعدہ روز دوشنبہ　　ہوگیا عالم ایک ہُو کا مکان
مشرق و مغرب و شمال و جنوب　　جس طرف دیکھئے ادھر سنسان
فکر تاریخ جب ہوئی مجکو　　ہاتفِ غیب نے کہا، نادان
ہمہ تن جو ہوا فنا فی اللہ　　اس کی ہر شان ہے خدا کی شان
دین اسی کا اسی کی دنیا ہے　　دونوں عالم کا ہے وہی سلطان
گو بظاہر چھپا خلائق سے　　نور اُس مہ کا مگر ہے جلوہ کنان
جب خلوص اسکے ساتھ ہے تجکو　　لاکھ پردوں میں ہو عیاں فیضان
دیکھ تو "مسندِ خلافت" پر　　کون بیٹھا ہے ظاہر و پنہان
وہی ہوگا، وصال کی تاریخ　　ہے وہی فیضیاب اور بیان

مرحبا اے جناب عبدالحی مدظلہ
نجم احسان مخلص الرحمٰن مدظلہ

تاریخ وفات اور تصرف غیبی

اس تاریخ کے متعلق میرٹھ کے مظاہر اسلام صاحب سے ارشاد ہوا ہم نے ایک دفعہ کہا تھا کہ تمام تاریخیں قوتِ علمیہ سے لکھی گئی ہیں۔ مگر دو تاریخیں ایسی ہیں جو تائیدِ غیبی سے لکھی گئی ہیں۔ ایک حافظ فرید کی تاریخ ہے، اور دوسری حافظ مقبول احمد کی۔ انسان کی یہ مجال نہیں کہ ایسی تاریخ کہہ سکے۔ یہ قوتِ باطنیہ اور غیبی تصرف سے لکھی گئی ہیں۔ اِس میں ہمارے لئے بہت بڑی مبارکباد ہے۔ جس کی وجہ سے ہمیں نہایت عظیم الشان خوشی اور سرور ہے۔ حافظ فرید خود ہرگز ایسی تاریخ نہیں کہہ سکتے۔ یہ تاریخ درحقیقت اُن کے پیر مولوی عبدالعلیم صاحب آسی نے غیبی تصرف سے لکھی ہے۔ ہم نے پڑھتے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ تاریخ تو مولوی عبدالعلیم صاحب کی ہے۔ مولوی عبدالعلیم صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) بہت بڑے مشہور شاعر، عالم، اور درویش تھے ہماری ان کی نہایت رفاقت رہی۔ پورب کے لوگوں میں مولوی فاروق صاحب چڑیا کوٹی اور مولانا عبدالعلیم صاحب فلسفہ، فقہ، اور اصول میں بہت مشہور تھے۔ اور پچھم والوں میں مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی، اور مولوی لطف اللہ صاحب اور مولوی فضلِ حق صاحب خیرآبادی بہت مشہور عالم مانے جاتے تھے۔ ہم نے منشی عبدالقدیر سے کہہ دیا تھا کہ اس تاریخ کو اور دو تاریخوں میں سب سے پہلے لکھنا۔ مگر ہم نے سب سے اوّل اِس تاریخ کے لکھنے کو جو کہا تو یہ کچھ سوچ سمجھ کر ہی کہا ہمیں یہ تاریخ نہایت پسند ہے، اور واقعہ بھی یہی ہے یہ سب سے اچھی ہے۔ اِس شان کی کوئی تاریخ نہیں۔ جو چار اشعار ہم نے کندہ کرانے کلکتہ بھیجے تھے، ان میں یہ مادہ تاریخ بھی ہے! حافظ فرید صاحب کے اِن دو شعروں کے نسبت ارشاد ہوا۔ ؎

ہائے اُس آفتاب کا چھپنا — جس سے روشن تھا خلق کا ایمان

مرحبا اے جناب عبدالحی — نجم احسانِ مخلص الرّحمٰن

افسوس اور ہائے کا فرق

مظاہر الاسلام (ساکن میرٹھ) سے ارشاد ہوا۔ آئیے، ایک بات ہمیں سمجھائیے آپ ماشاء اللہ تمیزدار ہیں۔ جب کسی کی موت کی خبر معلوم ہوتی ہے، تو کہتے ہیں، افسوس ہے، اور ایسے ہی موقع پر "ہائے" بھی کہتے ہیں۔ بتائیے، کہ "افسوس" اور "ہائے" میں کیا فرق ہے؟ اس استفسار کے جواب میں خود ہی فرمایا! "ہائے کا تعلق رُوح سے ہے۔ جب روح پر اثر ہوتا ہے، تب انسان ہائے کہتا ہے!"

اِس تاریخ کا پہلا شعر ہے ؎

ہائے اُس آفتاب کا چھپنا — جس سے روشن تھا خلق کا ایماں

جس آفتاب سے خلق کو روشنی حاصل ہوتی تھی۔ ہائے وہ اب چھپ گیا۔ جس کو اس بات کی تمیز نہیں وہ بھلا کیا سمجھ سکتا ہے؟ دوسرے شعر میں جانتے ہو ہمیں کیا مبارکباد دی گئی ہے؟ "ہمیں اِس مادۂ تاریخ میں کس نام اور کس لفظ سے یاد کیا ہے"؟ ہمارے واسطے "نجم" کا لفظ لکھا ہے جو ایک بہت بڑی مبارکبادی ہے؛ مگر ہم کھل کر نہیں ظاہر کریں گے۔ صرف اشارہ کریں گے۔ یہ ایک راز ہے۔ اور اشعار پر تو غور نہیں کیا، مگر اِس مادۂ تاریخ پر غور کیا ہے

وہ ہمیں بہت پسند ہے، اِس مصرعہ کے معنی یہ ہیں کہ حضرت سیدنا مخلص الرحمٰن ؒ ایسے ہیں، جن کے احسان نے ہمیں نجم بنا دیا!

قرآن مجید میں

چمکتا ہوا تارہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! " وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى " قسم ہے نجم کی جب وہ ڈھل جائے" اور " وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ! "قسم ہے آسمان کی اور رات کے مہمان کی وہ مہمان کیا ہے (نجم ثاقب) چمکتا ہوا تارہ ہے! جانتے ہو، وہ رات کے مہمان وہ چمکتا ہوا تارہ (جن کی اللہ نے قسم کھائی ہے) کون تھے؟ وہ تارا معراج کی رات میں حضرت سرورکائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھے۔ مظاہر الاسلام نے عرض کی، اللہ تعالیٰ نے " ڈھلنے کے وقت کی قسم کیوں کھائی ہے؟ اس میں کیا بھید ہے؟"

تو چیزے دیگری! حضرت قبلہؒ نے تبسم فرمایا۔ ارشاد ہوا! یہ " بات آپ ہی نے ہم سے دریافت کی ہے؟ اور کسی نے کبھی نہیں پوچھی" " النجم" سے مراد بڑھاپا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے (اپنے حبیب ومحبوب کے) اُسوقت کی قسم کھائی ہے جبکہ آپؐ کا سن شریف ڈھلا یعنی بڑھاپا شروع ہوا۔ انسان کی جوانی پچاس سال کے بعد ختم ہوجاتی ہے اور بڑھاپا شروع ہوجاتا ہے۔ ہمارے پاس بھی یہ تاریخ پچاس برس کے بعد آئی ہے۔ ہمارا بھی بڑھاپا شروع ہوا۔ مجھ میں مظاہر الاسلام بڑھاپا شروع ہوا۔ مجھ میں مظاہر الاسلام بڑھاپا اور علالت دونوں جمع ہوگئے، ہم بالکل مردہ ہوگئے۔ اب دنیا کا کیا لطف! " نجم" کے کیا معنی ہیں؟ اسے تم کیا سمجھوگے! کہ آمدی دکے پیر شدی۔ " نجم" کا مطلب ہمارے مریدوں کے علم سے بالاتر ہے۔ ہمیں بہت بڑی مبارکی دی گئی ہے۔ فقیر و درویش بہت ہیں، مگر ہمارے پیرومرشد کی طرح کسی کو نہ پاؤگے! پھر یہ اشعار فرمائے ؎

اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتانِ آزری ہر چند وصفت می کنم در حسن زاں بالاتری

آفاق ہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ہمارے سر پہ اِس عالم میں اُس عالم میں دونوں جا ہے سایہ خداوندا! ہمارے پیرومرشد کا

بیا باب اجابت روضۂ شاہِ جہانگیر است کلید باغِ جنت روضۂ شاہِ جہانگیر است

عجب گنج حقیقت شد نہاں زیر زمیں اینجا کہ آید سربہ سجدہ باادب روح الامیں اینجا

بصد آداب آئید اے گروہ زائرین این جا کہ باشد روضۂ محبوب رب العالمین اینجا

مرادِ کل بیا لبیک گویاں بالیقین کوکب

اگر کعبہ ندیدستی بہ خاک ہند بین اینجا

قطعہ تاریخ از حافظ مقبول احمد صاحب بنارسی

مخلص الرحمٰنؒ جنید وقت شبلی زماں — شد ردانش محو حسن روئے اصلی مرکزے
عازم دار البقا شد دار فانی را گذاشت — در جہاں گردید ہم پہلوئے اصلی مرکزے
کُلّ شیئی رَاجِع بود با اصل خود کلا ریب فیہ — دائم اور ابود جست وجوئے اصلی مرکزے
جان نثار راہ حق شد در نواح چاٹگام — ز آستانش ہست راہ کوئے اصلی مرکزے
بادشاہِ اتقا بود وجہانگیرش لقب — زہد او شد قوت بازوئے اصلی مرکزے
ماہ ذیقعدہ بد و ثانی عشر تاریخ بود — شد رواں صبح دوشنبہ سوئے اصلی مرکزے

کوکب دِل خستہ تاریخ وصالش زد رقم
قطب عالم شد روانہ سوئے اصلی مرکزے

حافظ مقبول احمد صاحب بنارسی المتخلص بہ کوکب نے بیان کیا کہ جب مجکو بنارس میں حضرت قبلہؒ کی غلامی کا شرف حاصل ہوا تو آپنے فرمایا کہ آپ ہمارے حضرت پیر و مرشد والد صاحب قبلہ کی تاریخ وصال لکھیئے اور کچھ حالات منیف آپنے فرمائے۔ از انجملہ یہ بھی فرمایا کہ ہمکو کعبۃ اللہ کے پورب جانب مرید و تلقین کرنے کی اجازت ہے میں نے فکر تاریخ وصال شروع کی تو یہ مصرعہ برآمد ہوا "قطب مشرق پا نہادہ سوئے اصلی مرکزے"۔ آپنے پسند فرمایا۔ میں نے اس پر اور اشعار منظوم کرکے بنارس سے دربار عالی میں پیش کرا دیا۔ کئی سال بعد جب میں چاٹگام شریف حاضر خدمت اقدس ہوا تو آپؒ نے فرمایا کہ آپ کے مادہ تاریخ میں ۱۳۲۱ھ نکلتے ہیں بجز ۱۳۲۰ھ ہونا چاہیئے۔ ایک عدد زیادہ ہے۔ ہوسکے تو اسکو درست کردیجیئے۔ بندہ اس عددی غلطی پر آگاہ نہ تھا اور اس بار آپنے اور لوگوں سے مرید و تلقین کرنے کی حد کے متعلق فرمایا کہ پہلے کعبۃ اللہ کے پورب (مشرق کی) جانب مرید کرنے کی اجازت تھی اب ہم کو ہر چہار جانب کی اجازت ہے۔ اس ارشاد مبارک سے مجکو بہت خوشی و مسرت ہوئی۔ اور تاریخ وصال شریف کے مادہ کی فکر ہوئی۔ چھ شبانہ روز فکر کی کامیاب نہ ہوا۔ بہت مغموم ہوکر حضرت سیدنا دادا پیر قدس سرہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوکر بہت رو کر دعا کی، اِس رات ہجوم غم کے سبب نیند نہ آئی کروٹیں بدلتا رہا۔ آخر یہ خیال ہوا کہ مادہ تاریخ کی ہی فکر کرو۔ لیٹے لیٹے سوچتا رہا۔ دفعتًا ایسا معلوم ہوا کہ دل میں کوئی کہتا ہے "قطب عالم شد روانہ سوئے اصلی مرکزے" اعداد شمار کئے تو ۱۳۲۰ھ برآمد ہوئے۔ بتی روشن کرکے لکھکر بار بار شمار کیا صحیح برآمد ہوا۔ بہت خوشی ہوئی۔ صبح کو بعد نماز فجر عرض خدمت کیا بہت پسند فرمایا، اور فرمایا جس سرزمین سے کعبۃ اللہ مسجود ہوسکتا ہے، اُس سرزمین میں (یعنی تمام عالم میں) ہم مرید و تلقین کرسکتے ہیں۔

قطبِ عالم مادۂ تاریخ۔ ع قطبِ عالم شد روانہ سوئے اصلی مرکزے!" یہ لفظ "قطب عالم" آپ نے ہمارے حضرت قدس سرہٗ کی شان کے مطابق کہا، آپ قطب عالم تھے!

قطعہ تاریخ از جناب مولوی عبدالاحد صاحب شمشاد فرنگی محلی لکھنوی

روز دوشنبہ مہ ذیقعدہ بود — دہ دو بالا بود تاریخ جلیل

کرد رحلت صوفی عالی وقار — عِلم دیں را بود او کامل کفیل

ملک مشرق بد بذاتش مستفید — چاٹگامی بود بے مثل و مثیل

در دو مصرعہ یافت دو تاریخ آن — خوش بیاں شمشاد در طرز جمیل

مخلص الرحمٰن مفید الاولیاء

خلد مسکن قطبِ دوراں بیعدیل

مُفیدُ الاولیا خواجہ عبدالقدیر بنارسی سے دریافت فرمایا گیا کہ یہ کیسی تاریخ ہے۔ انھوں نے عرض کی کہ مصرعۂ تاریخ میں "مفید الاولیا" کا ٹکڑا خوب آیا ہے۔ ارشاد فرمایا "اِس میں کیا خوبی ہے؟" انھوں نے عرض کی کہ! "وہ بزرگ جن سے اولیاء اللہ استفادہ کریں جن کا مرتبہ شان غوثیت میں کمال کا مرتبہ ہو" ارشاد ہوا۔ تمہاری روح کو ادراک ہو گیا ہے، مگر حواس میں نہ آنے کی وجہ سے زبان بیان نہیں کرسکتی۔ تمہاری روح میں ذوق ہے۔ سنو! جو لوگ (حضرات اولیاء اللہ) شاذونادر ہوتے ہیں، اُنھیں "افراد" کہتے ہیں!

محبوب و مُراد ایک روز خضر علیہ السلام جارہے تھے۔ راستہ میں ایک آدمی کو دیکھا، کہ لبادہ اوڑھے ہوئے سوتے ہیں خضر علیہ السلام نے کہا، اٹھو، کیا سو رہے ہو؟ خدا کی عبادت کرو۔ خضر علیہ السلام نے لبادہ سے سمجھا کہ یہ کوئی ولی ہیں، وہ بزرگ اُٹھے۔ اور خضر علیہ السلام سے کہا، اب ہم آپ کی نظر سے غائب ہوجائیں گے۔ ہمیں معاف کیجئے گا خضر علیہ السلام کو بہت حیرت ہوئی، باوجودیکہ ہم "نقیب الاولیا" ہیں۔ اور ہمیں پتہ نہیں کہ یہ بزرگ کون ہیں اور کہاں غائب ہوگئے۔ آگے بڑھے تھوڑی دور جاکر ایک عورت نظر آئیں۔ اسی طرح لبادہ اوڑھے ہوئے وہ بھی سو رہی تھیں۔ خضر علیہ السلام نے سمجھا اُنھیں بزرگ کی بیوی ہوں گی، اور اُن کے بیدار کرنے اور اٹھانے کا ارادہ کیا۔ الہام ہوا۔ "تادّب یا خضر!" "اے خضر ادب کرو"۔ وہ جاگ گئیں۔ اور کہا، کاش الہام ہونے سے پہلے ادب کیا ہوتا! "یہ کہہ کر وہ بھی غائب ہوگئیں۔ خضر علیہ السلام نے حق سبحانہ تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کی۔ "یا اللہ ہم نقیب الاولیا ہیں! اور ہمیں پتہ نہیں کہ یہ کون لوگ ہیں جو غائب ہوگئے!"

جنکا رتبہ خضر تک نے پہچانا نہیں

جواب آیا: "تم نقیب اولیا ضرور ہو۔ مگر مرید اور طالب کے مطلوب اور مراد کے نہیں۔ یہ لوگ (جنھیں تم پہچان نہ سکے؟ ہمارے مطلوب اور مراد ہیں۔ پھر خضر علیہ السلام نے پوچھا! "ان کے سردار اور افسر کون ہیں" کہا "شیخ عبدالقادر جیلانی! غوث الثقلین پیران کے (روحی فداہ) تو آپ کی ذات (اس معنیٰ سے) "مفید الاولیا" ہے۔ تم ابھی لڑکے ہو نہیں سمجھوگے۔ جب بڑے ہو جاؤ گے، سمجھ جاؤ گے۔"

وہ اپنی ذات سے ایک انجمن ہیں!

سنو ہم تمھیں بتاتے ہیں، حق سبحانہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ اگر بہت آدمیوں کے اوصاف ایک آدمی میں جمع کردے۔ تو کیا دشوار ہے جیسے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اللہ جل شانہ نے جمیع انبیا علیہم السلام کے اوصاف و کمالات مجتمع کردیئے تھے

حسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ، یدِ بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اسی طرح اولیائے امت میں جو ولی اللہ کہ خاص مقام و نسبت محمدی سے سرفراز ہیں، ان کا حال ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ ترجمۂ حدیث میں فرماتے ہیں

گفت پیغمبر کہ ہست از امتم — کو بود ہم گوہر و ہم ہمتم
مر مرا زاں نور بیند جان شان — کہ من ایشاں را ہمی بینم بداں
بے صحیحین و احادیث و رواۃ — بینی اندر مشرب آب حیات

محبت حضرت غوث الثقلین

ارشاد ہوا۔ ہمارے حضرت قدس سرہٗ فرماتے تھے۔ سب لوگ چار چیزوں (اربعہ عناصر) سے پیدا ہیں۔ ہم پانچ چیزوں سے ہیں۔ ہم میں ایک (عنصر خلقت) غوث الثقلین کی محبت بھی ہے۔

مریدوں میں آثار محبت

خدا نے اسی محبت کے صدقے میں اپنی رحمت کاملہ سے ہمارے مریدوں میں بھی کچھ محبت دی ہے

کرامت اعظم، لقب جہانگیر شاہ

سیدنا حضرت شیخ العارفین اپنے آخر زمانۂ حیات میں بعض خاص خاص عقیدتمند اور حلقہ بگوش اصحاب سے فرمایا کرتے کہ ہمارے پیر و مرشد نے ہمیں جو خطاب جہانگیر شاہ عطا فرمایا، اس کی بنیاد تو ہم نے قائم کردی ہے، اور اس کی تکمیل چھوٹے میاں (ہمارے حضرت قبلہؒ کا نام نامی لیکر فرمایا کہ اُن) کے ہاتھوں سے ہوگی! چنانچہ پچاس سال کے عرصہ میں پردۂ غیب سے ایسا ہی ظہور میں آیا۔ ہمارے حضرت قبلہ کے دست حق پرست پر سیدنا شیخ العارفین کے سلسلۂ عالیہ کی اشاعت اور فیوض و برکات کے واقعات بدرجہ کمال ظہور میں آئے، اور یہ سلسلۂ عالی قادری ابوالعلائی منعمی **سلسلۂ جہانگیری** کے نام اور نسبت سے موسوم ہوا۔ اور ایک خاص خاندان مثل دیگر خانوادہ ارباب طریقت کے **خاندان جہانگیری** کے نام سے تحریراً

وتقریر میں زبان زد خاص وعام ہوا، اور از شرق تا غرب، سیدنا حضرت شیخ العارفین کے سلسلۂ عالیہ کی اشاعت ہوئی۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

فی القرآن المجید

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ۝ - اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا -





بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولادت مبارک سیدنا و مولانا بدر الملت والدین الملقب بخطاب غیب فخر العارفین حضرت شاہ محمد عبدالحیؒ قدس سرہ کی ولادت شریف ۱۲۷۰ھ یک شنبہ کے دن مابین ظہر و عصر، "مرزاکھیل" شریف میں ہوئی۔

حلیہ شریف گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید — حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

ہمارے حضرتِ قبلہ قدس سرہٗ نہایت شکیل حسین وجمیل، اور حسن وجمال ظاہری میں اپنے والد ماجد قبلہ سیدنا حضرت "شیخ العارفین" کی طرح تھے۔ آپؒ طویل القامت تھے مگر نہ بافراط بلکہ ایسے طول کے ساتھ کہ حلیہ مبارک حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم میں بیان ہوا ہے یعنی قدِ درمیانہ سے نکلتا ہوا۔ چہرۂ مبارک گول آفتابی، روشن ونورانی، ماہِ نیم ماہ، رخسارے بھرے ہوئے۔ پیشانی اقدس فراخ، روشن ودرخشان، بینی پاک لمبی، وسط سے ابھر کر نیچے کی طرف قدرے خم کھائی ہوئی۔ سر اقدس بزرگ وکلاں، رنگ گندمی کھلتا ہوا صبیح وملیح، پیشانیٔ اقدس کی درمیانی رگ ہنگام جوشش گفتار ابھر آنے والی۔ چشمانِ مبارک درمیانہ، نہ کلاں نہ خورد، بیاضِ چشم نہایت صاف وسپید، جو بعض دفعہ ہنگام کلام خون کبوتر کی طرح سُرخ نظر آتیں۔ دہن پاک کشادہ وفراخ، دندان پاک بزرگ، جن میں سے نیچے کا ایک دانت مدت ہائے مدت سے نہ تھا، ٹوٹ گیا تھا۔ سینہ اقدس فراخ، اور صاف، دونوں دست مبارک مائل بطول اور نرم ونازک جن میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں گھٹنوں سے بگمان غالب کچھ نکلتی ہوئیں پائے اقدس متوسط، اور بغایت نرم ونازک، کف پائے اقدس نرم بھرے ہوئے، ریش مبارک مشروع گھنی، اور گول، اور خوب بھری ہوئی، موئے مبارک کچھ سپید کچھ سیاہ، کچھ سپید۔ جسم مبارک نہ فربہ نہ لاغر، تمام اعضائے شریف از سرتا قدم نہایت موزوں ومتناسب، نظر بمجموع لاکھوں میں یکتا، آواز بلند، باوقار اور شیریں، قریب وبعید سب کی سامعہ نواز، نہ قریب متاذّی، نہ بعید محروم، کلام مختصر، الفاظ قلیل، معنی کثیر، جامع ومانع ودلکش ودل آویز سادہ وبے تکلف وبے ساختہ، شیریں مگر پرجوش وباوقار کہ بعض دفعہ یہ محسوس ہوتا کہ سپہ سالار میدان جنگ کی آواز گرج رہی ہے۔ رفتار شاہانہ، انداز ملوکانہ، ہنگام رفتار سر اقدس جانب قلب جھکا ہوا۔ ہر قدم قوت کے ساتھ اور جما ہوا بلا ارادہ اظہار قوت کرتا ہوا زمین پر پڑتا۔ بے چاپ اور بے آواز۔ "عباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونًا" کی شان لئے ہوئے، وضع میں سادگی، ہر بات میں بے ساختگی، خلوت وجلوت میں یکساں، لبوں پر تبسم۔ چہرہ پر ترحم، محزون القلب، بہجۃ البشری۔ اتنے باوقار اتنے یکتا، کہ ہزاروں میں اگر ہوتے، بے بتلائے پہچانے جاتے کہ محض چہرۂ مبارک سے ہی آثار بزرگی وسرداری نمایاں تھے

جس نے ایک بار دیکھ لیا، عمر بھر نہ بھولا، جس نے کہا یہ ہی کہا کہ سب سے زیادہ میں مورد عنایات ہوں۔ سب کے اوپر مہربان سب کے دردمند۔ خدا کی مخلوق میں سب کے دعاگو۔

ماجرائے عجیب و غریب ہر شخص کا مشاہدہ ہے کہ ایک انسان کی شباہت کا دوسرا انسان کبھی نہ کبھی اور کہیں نہ کہیں نظر آ ہی جاتا ہے، جس پر فوری طور پر یہ دھوکا ہو کہ یہ فلاں شخص تو نہیں، مگر عجائباتِ روزگار سے ہے کہ ہمارے حضرت قبلہ کا ہم شبیہ باوجودیکہ ہزاروں آدمی نظر سے گذرے لیکن کسی کو کبھی نظر نہیں آیا، اور یہ کہنا ہر اُس شخص کا ہے جس نے بس ایک دفعہ آپ کو دیکھا، آپ کی زندگی میں لوگوں میں اِسکا کچھ چرچا ہوا، سینکڑوں نے کہا یہ ہی بات ہے، اور پھر بہتوں نے اسکا خیال رکھا، مگر کہیں اور کبھی ایسا شخص آپ کے دیکھنے والوں میں سے کسی کی نظر سے بھی نہ گذرا جس پر آپ کی شباہت کا گمان گذرتا۔ ظاہراً اس شکل و شمائل کی روئے زمین پر ہمارے زمانہ میں بس یہ ایک ہستی تھی، جسے ہزاروں اور لاکھوں نے، مجسم رحمتِ خداوندی کی شکل میں دیکھا، لسان الغیب حضرت حافظؒ شیراز کیا خوب فرماتے ہیں ؎

ہمچوں تو نازنینے سرتا بہ پا لطافت گیتی نشاں نہ دادہ ایزد نیافریدہ

وضع و لباس سر پر پچگوشیہ ٹوپی، ایک سفید کرتا، اُس پر نین سکھ کی سفید چادر ڈیڑھ پاٹ کی۔ اور تہ بند (ازار مخلطّ) لباسِ نبوی، سفید رنگ مرغوب و مطبوع خاطرِ اقدس تھا۔ جمعہ کے روز انگرکھا، اور عمامہ جس کا شملہ، کاندھے پر پڑا ہوا، جاڑے میں کبھی گاڑھے کی ایک دوہر، یا کمبل، اور لبادہ، اور کن ٹوپ، اور اکثر ایک میرزئی نیمہ آستین روئی دار یا کوئی گرم چادر ہوا کرتی تھی، وہ بھی زیادہ ٹھنڈ ہونے کے اوقات میں، باقی اوقات میں صرف ایک کرتہ جس کا گریبان اکثر کھلا رہا کرتا۔ عید اضحیٰ کے موقعہ پر خاص لباس زیب بدن فرمایا جاتا، کرتہ، اُس پر دیسی وضع کی اچکن، اچکن پر سیاہ عبائے عربی جس کی آستین لمبی، اور کھلی ہوئی، سر پر عمامہ اور ازار مخطط کی بجائے پاجامہ، کہ سنت حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہے، (علیہ السلام) پاؤں میں جرابیں، جو بیشتر، زمانہ اوائل میں اکثر بموسم سرما استعمال فرمائی جاتی تھیں۔ **عید الفطر** میں یہ ہی لباس، مگر بجائے پاجامہ تہ بند۔ نعلین پاک ہمیشہ سلیم شاہی، اور گرگابی، انگریزی بوٹ کبھی استعمال نہیں فرمایا۔

معاشرت پہلے تو آپؒ مسہری یا تخت پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ مگر **خانہ نشینی کے بعد** جس کی مدت تقریباً اٹھائیس سال ہے۔ آپ نے مسہری پر آرام فرمانا ترک فرمایا۔ اور زمین پر استراحت فرماتے تھے۔ خانہ نشینی کے زمانہ میں بموسم سرما موزہ پہننا بھی، آپ نے چھوڑ دیا تھا۔ یہ فرمایا، "کبھی کبھی ہم یہاں ننگے پاؤں بھی چلتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس میں **عاجزی** اور **تواضع** ہے"۔ لباس میں اور کھانے میں، کسی چیز کی فرمائش کبھی نہ فرماتے، جو لباس کہ خادم پیش کر دیتے۔ اور جو کھانا کہ حویلی شریف سے آتا، اسی کو قبول فرما لیتے، کھانے کے خوش ذائقہ ہونے یا نہ ہونے کی مطلق پروا نہ تھی، البتہ سرخ مرچیں زیادہ استعمال فرما نہیں سکتے تھے۔ لیکن اتفاقاً مرچ زیادہ ہوتی تو شکایت اس کی بھی نہ فرماتے۔

کسی نہ کسی طرح پورا حصہ طعام تناول فرما لیتے۔ مقدارِ طعام متوسط مائل بہ قلیل، اور اکثر زمانہ تک صبح صرف ایک پیالی چائے اور بہت مختصر سا ناشتہ، دوپہر کو کھانا، اور بعد طعام، لازماً تھوڑی دیر قیلولہ، سہ پہر کو چائے کی فقط ایک پیالی اور بعد نماز عشاء رات کا کھانا۔ کھانا زمین پر رکھ کر، جو ایک مسی سینی قلعی دار میں پیش ہوا کرتا تھا، تناول فرماتے۔ وقت طعام نشست یہ ہوتی تھی کہ ایک گھٹنا اٹھا کر اور زانوئے چپ زمین پر، اور دست چپ زمین میں ٹکا کر صرف دست راست سے تناول فرماتے، دست چپ سے مدد نہ لیتے، عام نشست آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کی نہ تھی، گاؤ تکیہ ہوتا تھا، مگر گاؤ تکیہ پر ہمیشہ ٹیک نہ لگاتے۔

قبولِ دعوت | جس وقت تک کہ خانہ نشین نہیں ہوئے تھے، اور احاطۂ خانقاہ شریف سے باہر آمد و رفت جاری تھی اُسوقت تک ہر داعی متقی، اور پابند شرع کی دعوت خواہ وہ کیسا ہی غریب ہوتا قبول فرما لیتے، اور اس کے گھر تشریف لے جاتے لیکن مُریدین کا ہجوم اور لوگوں کی ہمراہی جس سے کسی طرح کی شان امتیاز ظاہر ہوتی قطعاً ناپسند فرماتے۔

ارشاد فرماتے۔ "یہ راستہ **تواضع۔ عاجزی۔ اور فروتنی** کا ہے **تعظیم طلب**، اور **مجلس پسند** لوگوں کا نہیں ہے!"

احتیاط تقویٰ | مشتبہ طعام قبول نہ فرماتے۔ احیاناً اِس قسم کا کھانا کبھی تناول فرما لیتے، تو ہضم نہ ہوتا۔ فوراً استفراغ ہو جاتا تھا۔ ایک یا دو بار ایسا اتفاق پیش آنے پر آپؒ نے گھر میں تاکید فرمائی کہ اس قسم کا مشتبہ کھانا ہمیں کبھی نہ بھیجا جائے "ایسا کھانا ہمیں مت کھلاؤ، ہم کھا نہیں سکتے ہیں، اگر کھالیں، تو بیمار ہو جاتے ہیں!"

صفائی پسندی | **طہارت وصفائی** میں بلیغ اہتمام اور کامل سعی فرماتے۔ مزاج مبارک از حد صفائی پسند تھا اکثر کئی کئی بار ٹھنڈے پانی سے غسل فرماتے۔ لباس مبارک سادہ، مگر ہمیشہ صاف ستھرا ہوتا۔

گیسوئے مبارک | سر اقدس پر مدۃ العمر، تقریباً ۵۴ یا ۵۵ سال کی عمر شریف تک بال رکھے، پورے سر پر کانوں کی لَو تک۔ اِس کے بعد یہ دستور رہا کہ تمام سر کا حلق فرمایا جاتا۔ یعنی **سنت نبویہ** کے مطابق، یا تمام سر کے بال نرمۂ گوش تک رکھے۔ یا تمام سر پر نہ رکھے۔ اور مطابق سنت حلق فرمایا۔

پابندی فرائض وواجبات | **فرائض** اور **واجبات** کی پابندی صحت ہو یا مرض، ہر حالت میں فرماتے۔ نماز کسی حالت میں نہ چھوڑتے۔ سفر ہو یا حضر، **اذان واقامت**، اور **جماعت** سے ہی حتی الامکان نماز ادا کرنے کا ہمیشہ معمول رہا۔

نمازِ جمعہ | جمعہ کے دِن سفر نہ فرماتے، اگر سفر میں ہوتے، اور جمعہ واقع ہوتا۔ تو جمعہ کی نماز کے لئے سفر میں وقفہ کرتے اور ادائے نماز جمعہ کے بعد اجرائے سفر فرماتے۔

بیماری کا علاج بیماری میں کبھی دوا استعمال فرماتے۔ اور کبھی نہیں۔ معالجہ میں کوئی اہتمام خاص نہ تھا جس نے کوئی دوا یونانی، یا ویدک، یا ایلوپیتھک، یا ہومیوپیتھک، پیش کر دی، استعمال فرما لیتے۔

پابندی معمولات بزرگانِ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معمولات شریفہ کی آپ نے سالہا سال پابندی ہر حالت میں فرمائی ہے۔ آخر حصہ عمر میں تو عالم ہی دوسرا تھا۔ آفتاب نصف النہار کے مانند آپ کے انوار و برکات حاضرین کو مستفیض فرماتے تھے۔

اسم مبارک آپ کے والد ماجد قدس سرہٗ نے آپ کا اسم گرامی **محمد عبد الحیؒ** رکھا۔ اور پیار سے اکثر "چھوٹے میاں" فرماتے تھے، اسلئے کہ بھائیوں میں آپ سب سے چھوٹے تھے۔

تعلیم ظاہری وقت تربیت کا آغاز ہوا۔ تو آپ کے والد ماجدؒ نے بسم اللہ اور قرآن خوانی کی رسم، ادا کی۔ اور آپ کو مکتب میں بٹھایا۔ آپ نہایت ہی ذہین، متین۔ زود فہم، اور قوی الحفظ تھے۔ بہت جلد آپ نے قرآن مجید، اور ابتدائی کتابیں پڑھ کر فراغ حاصل کر لیا، اور اس کے بعد درسیات عربیہ دینیہ کی تعلیم شروع ہوئی۔ عربی صرف و نحو میں ابتداءً آپ کی دل لگی نہ ہوئی۔ اور پڑھنے میں محنت و توجہ کم ہو گئی۔ کافیہ تک پہنچنے میں کئی سال صرف ہو گئے۔ نوشت و خواند میں آپ کی اس بے التفاتی اور بے توجہی کو اعزہ نے بھی محسوس کیا۔ اور آپ کے والد ماجد قدس سرہٗ کی خدمت میں آپ کے سربرآوردہ عزیز چودھری فضل الرحمٰن صاحب نے یہ واقعہ عرض کیا۔ حضرتؒ نے یہ شکایت سنی تو فرمایا۔ کہ "جب گھر میں چند افراد لائق ہوں تو ان کے لئے کوئی ایسا بھی تو ہونا چاہیئے، جو ان کی خدمت کرے۔ چھوٹے میاں اگر نہ پڑھیں گے تو اپنے بڑے بھائیوں کی خدمت کیا کریں گے"۔ ہمارے حضرتؒ نے فرمایا۔ "میں یہ سب باتیں آڑ میں کھڑے ہوئے سن رہا تھا۔ یہ باتیں سنکر مجھے نہایت غیرت آئی۔ اور میں نے قصد سفر کر لیا، اور دل میں کہا۔ جب تک لکھ پڑھ کر میں کسی قابل نہ ہو جاؤں اُس وقت تک مکان پر واپس نہیں آنے کا"۔ (آپ بد و شعور سے ہی والد ماجد کا نہایت ادب و احترام فرماتے تھے، اور والد ماجد قدس سرہٗ کا رعب آپ پر ہمیشہ سے ایسا غالب تھا کہ بہت کم سامنے آتے تھے) آپ نے والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا سے عرض کیا۔ "اب ہم پڑھنے کے لئے کلکتہ جائیں گے۔ ہمیں خرچ کے لئے روپے دیجئے"۔ انھوں نے چھ روپے دئے۔ اور آپ نے ۱۲۹۱ھ ہجری پندرہ سال کی عمر میں عزم راسخ کے ساتھ تحصیل علم کی خاطر سفر اختیار فرمایا۔ چودھری فضل الرحمٰن صاحب سے آپ فرماتے گئے کہ جب تک اتنا زیادہ نہ پڑھ لوں کہ آپ جیسے لوگ وقار و احترام کرنے لگیں، اُس وقت تک آپ مکان میں مجھے نہ دیکھیں گے۔ خدا کی شان ہے کہ زمانِ طفولیت میں جو الفاظ کہ آپ کی زبان سے نکلے۔ خدا نے ان کو پورا کر دیا۔ ایک زمانہ آیا کہ چودھری صاحب نے آپ کے دستِ حق پرست پر توبہ، طریقت کی، اور جب خدمت مبارک میں حاضر ہوتے، آپ کے قدم مبارک ہاتھوں سے چھو کر اس طرح آپ کو سلام کرتے۔ جس طرح کہ شرفائے اسلام آباد میں بزرگوں کو سلام کرنے کا دستور قدیم سے چلا آتا ہے۔

سفر طالب علمی آپ کلکتہ میں پہنچے۔ تو "کافیہ" آپ کے درس میں تھا۔ یہاں تین سال قیام رہا۔ انھیں ایام میں حضرت شیخ العارفین قدس سرہٗ کے پیر و مرشد سیدنا حضرت سید شاہ امداد علیؒ قدس سرہٗ بھاگل پور سے کلکتہ میں تشریف فرما ہوئے جس کی اطلاع ہمارے حضرت کو بھی ملی۔ اس موقع کو آپ اپنی خوش نصیبی سمجھ کر، حصول سعادت کی غرض سے اُن کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ حضورؒ نے آپ کے ساتھ غیر معمولی شفقت و کرم اور کمال خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ کلکتہ سے ہمارے حضرت نے مرزا پور کا قصد فرمایا۔ آپ کے ہم مکتب مولوی بشیر اللہ صاحب بھی اس سفر میں آپ کے ہمراہ چلے، اور مرزا پور میں دونوں صاحب مولوی عبد السمیع صاحب کے پاس پہنچے۔ مولوی بشیر اللہ صاحب تو وہیں ٹھہر گئے، اور حضرت قبلہ نے یہاں سے لکھنؤ کا ارادہ فرمایا۔ اس لئے کہ مرزا پور میں آپ کے اسباق کا انتظام خاطر خواہ نہ ہو سکا۔ لکھنؤ فرنگی محل میں آپ کے ہم نام علامہ محترم کے فضل و کمال کا شہرہ عالمگیر ہو چکا تھا۔ آپ فرنگی محل میں پہنچے۔ حضرت مولانائے محترم کو آپ کے والد ماجد کا نام نامی اور اسم گرامی معلوم ہوا۔ کہ جن کے ساتھ پہلے سے تعارف تھا تو مولانا نے ہمارے حضرت کو وہیں ٹھہرا لیا۔ اور اس طرح قیام و تعلیم کا خاطر خواہ انتظام ہو جانے پر پھر آپ نے نہایت ذوق و شوق اور کمال محنت و مستعدی کے ساتھ تحصیل علم کی جد و جہد شروع کی۔ اور اب آپ میں ایک خدا داد ذوق حصول علم کا پیدا ہوا۔

تحصیل علوم میں علو ہمتی آپؒ نے ایک بار ارشاد فرمایا (ہندوستان پہنچ کر) "یہ خیال ذوق اور غلبہ کے ساتھ پیدا ہو گیا کہ ہمارے والد ماجد بہت بڑے عالم ہیں ہمیں بھی بہت بڑا عالم ہونا چاہیئے!" آپ نے جس محنت و مستعدی کے ساتھ تحصیل علوم کے مجاہدہ میں مشغولی اختیار فرمائی، اس کی کیفیت اِس ارشاد سے ظاہر ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ "جب ہم لکھنؤ میں پڑھتے تھے۔ اُسوقت ہمارے یہ اوقات تھے۔ صبح سے گیارہ بجے تک عربی پڑھتے تھے، اور اس کے بعد فارسی۔ خواجہ عزیز لکھنؤ میں فارسی کے یکتائے زمانہ تھے۔ اُن سے فارسی پڑھنے کا بندوبست کیا جس کے لئے انھوں نے ہمیں دن کے ایک بجے کا وقت دیا۔ ہماری جاگیر (کھانے کی) گومتی کے پار ڈیڑھ میل ادھر تھی، ہم کیا کرتے تھے، کہ رات کے کھانے سے دو روٹیاں بچا لیتے، اور طاق میں رکھ دیتے۔ اگرچہ یہ روٹیاں سوکھ جاتی تھیں، مگر صبح ہم یہی روٹیاں، باسی اور خشک کھا لیتے اور فوراً پڑھنے چلے جاتے، اور فارسی کے سبق کے بعد ہم کہیں دو بجے اپنی قیام گاہ پر آتے، تو دن کا کھانا ہمیں طاق میں رکھا ہوا ملتا تھا۔ یہ روٹیاں بھی سوکھ جاتی تھیں۔ مگر ہم یہی روٹیاں خوشی سے کھا لیتے تھے۔ ہم نے کہا اگر کھانے کا فکر کرتے ہیں تو تحصیل علم کا مقصد ہاتھ سے جاتا ہے۔ پس ہم نے یہی طریقہ (وقت پر جیسا کھانا بھی میسر آئے۔ اُسی کو کھا لینے کا) اختیار کر لیا۔ جن کے یہاں ہماری جاگیر تھی انھیں کیا غرض تھی کہ ہمارے لئے صبح دم تازہ کھانا طیار کرتے۔ گھر کا کھانا جسوقت بھی طیار ہوتا، اسی میں سے ہمارا کھانا بھی دے جاتے۔ اِس طور پر ہم نے کئی برس گذار دیئے۔ ہم نے دو برس کی مدت میں صرف چالیس روپے گھر سے منگائے (جس کے تقریباً ایک روپیہ پونے گیارہ آنے ماہوار ہوئے)۔ اِسی میں ہم اپنے اخراجات پورے کر لیا کرتے۔

زمانۂ طالب علمی میں حد سے زیادہ تکلیف

آپؒ نے فرمایا، "ہم نے حد سے زیادہ تکلیفیں اُٹھا کر طالب علمی کی ہے۔ گدڑی بازار (پرانی، اور سستی چیزوں کی منڈی) سے ہم نے ایک لحاف بارہ آنے کا خرید لیا تھا۔ اسی میں گذارا کرتے رہے، جاڑے میں اسے اوڑھ لیا کرتے، اور گرمی میں اسی کو بچھا لیا کرتے۔"

وطن کی آمد و رفت زمانۂ طالب علمی میں

فرمایا "زمانۂ طالب علمی میں ایک بار سات برس کے بعد ہم مکان آئے تھے۔ پھر ایک مرتبہ دو برس کے پھر تین برس کے بعد!"

شادی

سات برس کے بعد مکان تشریف لانے کی یہ وجہ تھی کہ آپ کی شادی مبارک قرار پائی، اور آپ کے والد ماجد قبلہ کے حکم سے آپ کے منجھلے بھائی مولانا عبد القیوم صاحبؒ نے لکھنؤ کا سفر اس لئے فرمایا کہ گھر کے لوگوں کو اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ آپ کا قصد و عزم بالکل فارغ التحصیل ہونے کے بعد مکان آنے کا ہے۔ پس آپ کے منجھلے بھائی صاحب خود لکھنؤ آئے اور آپ کو ہمراہ لے گئے۔ شادی کے بعد آپؒ نے بہت جلد پھر ہندوستان کا سفر فرمایا، اور تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔

دادا حضرت قبلہ کے وصایا

آپؒ نے فرمایا "سن ۱۳۰۲ھ کا واقعہ ہے، کہ حضرت والد ماجد قبلہ کی علالت کی خبر آئی اور آپ نے ایک مکتوب گرامی ہمارے لئے اس مضمون کا تحریر فرمایا۔

"ضروری سمجھ کر تین وصیتیں کرتا ہوں، اگر توفیق ہو۔ تو ان پر عمل کرنا۔ (۱) دوپہر کو قیلولہ کرنا (۲) انگریزی نوکری نہ کرنا۔ تمہارے لئے زہر ہلاہل ہے۔ (یہ حکم صرف آپ ہی کے لئے مخصوص تھا) (۳) کبھی کبھی یہ شعر پڑھنا ؎

مرا در منزلِ جانان چہ امن و عیش چون ہر دم
جرس فریاد می دارد، کہ بر بندید محملہا

اس کے بعد حضرت والد صاحب قبلہ نے دنیا سے پردہ فرمایا،"

اندوہِ وفات پیر و مرشد

ہمارے حضرت قبلہ کو اپنے پیر و مرشد والد ماجد قدس سرہٗ کی وفات کا جو رنج اور ملال صدمہ اور قلق ہوا اسکا کیا بیان ہو سکتا ہے، خبر وفات سنکر پردیس سے مکان تشریف لائے، اور اپنے والد ماجدؒ کے ایصال ثواب اور فاتحہ میں شریک ہوئے۔

سجادہ نشینی کا اظہار

ہمارے دادا حضرت سیدنا "شیخ العارفینؒ" نے ایام علالت میں حاضرین دربار سے ارشاد فرمایا: "ہمارا مصلّیٰ (سجادہ)، صندوقچہ، ہماری کتابیں۔ ہمارا عصا، اور ہمارا حقہ، یہ سب ہمارے چھوٹے میاں کو دے دینا۔ ہم نے انھیں اپنا سجادہ نشین مقرر کیا۔ وہ ہمارے مریدوں کو دیکھیں گے، اب وہ ہمارے جانشین ہیں۔"
اس ارشاد سے ہمارے حضرت قبلہ مشرف ہوئے، اور آپ بہت روئے، مگر آپ کی توجہ تحصیل علم کی طرف تھی تھوڑے دنوں تک مکان پر رہے، اس کے بعد لکھنؤ واپس تشریف لے آئے۔ اور تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔

حضرت قبلہ کے اساتذہ ہمارے حضرت قبلہؒ کی اکثر درسی کتابیں معقول و منقول، جناب مولانا عبدالحی صاحب مرحوم و مغفور فرنگی محلی لکھنوی سے تمام ہوئیں۔ جب سنہ ۱۳۰۴ھ میں اُن کا دفعۃً انتقال ہوا۔ تو اسوقت ہمارے حضرت لکھنؤ میں تھے۔ دورۂ حدیث سے آپ کی صرف تین کتابیں باقی رہ گئی تھیں، ان کے لئے آپ کا خیال ہوا۔ کہ دہلی کے مولوی نذیر حسین صاحب یا گنگوہ (سہارن پور) کے مولوی رشید احمد صاحب سے تمام کرلیں۔ اور جو کتابیں حدیث شریف کی پڑھ چکے ہیں۔ ان کتابوں کا امتحان دے کر اُن سے سند پر دستخط کرالیں۔ اسی خیال سے آپ دہلی تشریف لے گئے۔ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی سے ملاقات فرمائی۔ اور ان کا طریقۂ درس دیکھا۔ یہاں کے متعلق

سیدنا حضرت امام حسینؓ کا پاس احترام آپ نے فرمایا "مرید اپنے شیخ کی محبت میں بے اختیارانہ مجذوب ہوا کرتا ہے۔ سید الشہداء سیدنا حضرت **امام حسین** علیہ السلام ہمارے شیخ ہیں۔ اُن کی محبت میں بے اختیارانہ طور پر ہم **مجذوب** ہیں! جب ہم مولوی نذیر حسین صاحب سے ملنے گئے۔ تو اُن کے حلقۂ درس میں ان کے سامنے ایک شخص نے، دوسرے حضرت امام حسینؓ کے بارہ میں بہ سلسلۂ تقریر کہا کہ اگر ایک خلیفہ کے وقت میں دوسرا اپنے لئے بیعت لے، تو وہ واجب القتل ہے (بلحاظ ادب سب لفظ قائل گستاخ کے نہیں لکھے جاسکتے) مولوی صاحب نے یہ گفتگو سنی، تو نہ ممانعت کی، نہ تردید کی (کہ حضرت امام مظلومؓ کا اقدام، ہرگز کسی خلیفۂ برحق واجب الاطاعت کے خلاف خروج نہ تھا) بلکہ خاموش رہے۔ یہ معاملہ ہم پر نہایت شاق گذرا، ہم (فوراً) اُٹھ کر چلے آئے، پھر دوبارہ ہم وہاں نہیں گئے۔ اور اُس دن سے ہم نے ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا (جن کا قرۃ العین رسول، امام مظلومؓ کی شان میں ایسا گستاخانہ اور بے ادبانہ عقیدہ ہو) چھوڑ دیا!"

(اِس واقعہ کا ذکر، جب آپؒ نے فرمایا آپ نہایت بے قرار ہو جاتے تھے، اور ضبطِ گریہ نہ فرما سکتے تھے)

حضور سید الشہداءؓ سے عشق سید الشہداء، مظلوم دشتِ کربلا سبط رسول الثقلین۔ سیدنا حضرت **امام حسین** علیہ السلام کے ساتھ، ہمارے حضرتؒ کے محبت و عشق کا عالم اور تھا۔ چنانچہ ایک بار ارشاد فرمایا۔ محرم کا چاند ہوتے ہی ہماری روح میں نہایت بے قراری آجاتی ہے، سر اور جسم گرم، اور آنکھیں سُرخ ہو جاتی ہیں، اگر انتیسویں کی رویتِ ماہ محرم، کبھی احیاناً یاد نہ رہی، اور واقعاً چاند ہو گیا، تو یہ آثار فوراً چاند کے ہوتے ہی ہم میں پیدا اور ظاہر ہوتے ہیں، ان سے ہم سمجھ لیتے ہیں کہ محرم کا چاند ہو گیا، پھر تحقیق کرنے پر انتسویں ۲۹ کو رویت کا ہونا صحیح ثابت ہوتا (غم و الم، اور جوشِ گریہ، اور کمالِ بیقراری کی یہ حالت، عشرہ محرم تک آپؒ میں رہا کرتی، روزِ عاشورا ختم ہو کر جو رات آتی، اس شب بعد نماز عشا، آپ طعامِ نفیس پر حضرت سید الشہداءؓ کی فاتحہ دیتے، اور ایک مجلس منعقد فرماتے۔ جس مجلس میں بیانِ شہادت بروایات صحیحہ، منظوم، بزبان بنگلہ، کہ آپؒ کی خاص ہدایت کے موافق لکھا گیا تھا، پڑھا جاتا، ایک قیامت برپا ہوتی۔ واضح ہو کہ خواجۂ خواجگان، نائبِ رسول اللہ فی الہند، حضرت خواجہ **معین الدین حسن** سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، کہ اس سلسلۂ عالیہ کے پیرانِ عظام سے ہیں۔ حضرت **امام مظلوم** کی جناب میں جو ان کا عقیدہ ہے

وہی عقیدہ، و مشرب سلسلۂ ہذا ہے۔ حضرت خواجہ بزرگؒ فرماتے ہیں ؎

شاہ است حسینؑ و بادشاہ است حسینؑ دین است حسین دین پناہ است حسینؑ

سر داد، و نداد، دست، در دست یزید حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

گنگوہ کا سفر دہلی سے آپ ۱۳۰۳ہجری میں گنگوہ شریف تشریف لے گئے، اور وہاں قیام فرمایا۔ گنگوہ میں آپ نے سلسلۂ دورۂ حدیث کی تینوں کتابیں جو لکھنؤ میں تمام نہیں ہو سکی تھیں پوری کیں۔ اسی کے ساتھ پورے دورۂ حدیث کی سماعت فرمایا۔

مولوی رشید احمد صاحب کی سند جناب مولوی رشید احمد صاحب نے رخصت کے وقت آپ کو جو سند لکھ کر دی، وہ بجنسہ درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خیر خلقہٖ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ اما بعد۔ فیقول العبد المفتقر الی رحمۃ ربہ الصمد، الاحقر الاضعف رشید احمد عفی اللہ عن زلاتہ۔ ان المولوی عبد الحی قد قرأ علیّ و استمع عندی الصحیحین للشیخین و سنن ابی داؤد و السجستانی، و سنن النسائی بتمامھا من اولھا و آخرھا۔ فاجازبہا الروایۃ عنی بما قراء و ما غبر من مسند ا ے بشرط التقوی و التیقظ و الامعان فی اللفظ و المعانی۔ و اوصیہ باتباع سنن سید الاولین و الآخرین۔ و اجتناب البدع و مخترعات المفتلین و ان یوثر الدار الاخرٰی علی ظلم الدار الدنیا۔ و ان یشتغل بقیۃ عمرہ بتدریس العلوم المرضیۃ الدینیۃ۔ و یحترز من ان یضیع انفاسہ فی ظلمات الفلسفۃ الدنیۃ نجانا اللہ منھا و ادعو اللہ تعالٰی ان یھدینی وایاہ الی ما یرضاہ۔ والحمد للہ رب العلمین۔ وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ واتباعہ اجمعین۔ رقمتہ بیدی الخامس والعشرین من الرمضان المنسلک فی ۱۳۰۵ھ الف وثلثمائۃ وخمس من الھجرۃ علی صاحبہا الوف التسلیمات والتحیۃ۔

مہر

رشید احمد

طریقہ شطاریہ ارشاد فرمایا، آؤ! ہم تمھیں ایک بات سنائیں۔ طبیعتوں کا ذوق مختلف ہوا کرتا ہے، ایک ذوق ہی جس میں زہد ہوتا ہے۔ دوسرا ذوق ورع ہے۔ ورع، زہد سے بہتر ہے۔ تیسرا درجہ عرفان کا ہے، اس طبقہ کو شطاریہ بھی کہتے ہیں۔ یہ (طریقۂ عرفان) بہت بڑی چیز ہے۔ جب ہم گنگوہ شریف میں تھے۔ اور مولوی رشید احمد صاحب قبلہ سے حدیث پڑھتے تھے۔ اُس وقت بہت لوگ اُن سے مرید ہونے لگے۔ لوگوں نے ہم سے کہا۔ کہ آپ کیوں

مرید نہیں ہو جاتے۔ ہم نے کہا کہ اس میں شک نہیں، کہ مولانا رشید احمد صاحب قبلہ زہد کی مجسم تصویر ہیں۔ لیکن ہمارا ذوق دوسرا ہے، ہم کیا کریں اپنا اپنا ذوق ہے۔ کبھی آپ یہ شعر فرماتے ؎

زہد و تقویٰ در فگندم زیر پائے آں صنم مذہبم عشق است و رندی مشربم جوش و خروش

عارف کی آہ | جب آپ مکہ معظمہ میں تھے۔ اور حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے درس مثنوی شریف میں تشریف لے جاتے تھے (جس کا تفصیلی تذکرہ آپکے سفر حج کے سلسلہ میں ملے گا) تو اُسوقت آپنے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بس **ایک آہ** سنکر معلوم فرمالیا۔ کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب "عارف باللہ" ہیں۔ (اور آپ کا طریقہ مقام عرفان کا ہے)

زیارت گنگوہ شریف | گنگوہ شریف میں آپکے ذوق وشوق کی خاص شے قطب الاقطاب حضرت بندگی مخدوم **عبد القدوس** گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ تھی۔ آپ صبح کو حضرت مخدوم قدس سرہٗ کے مزار پرانوار پر تشریف لے جاتے۔ اور تا دیر مراقب رہا کرتے۔ اس معاملہ میں بعض لوگ آپ سے گفتگو کرنی چاہتے۔ تو آپ خاموش ہو جاتے اور بات کا پہلو بدل کر کوئی دوسری گفتگو شروع کر دیتے۔ اپنے آپ کو چھپاتے۔ اور اپنے ذوق وشوق، اور مشرب و اعتقاد کا کسی پر اظہار نہ ہونے دیتے۔ نہ اس سلسلہ میں بحث و گفتگو پسند فرماتے۔ بس اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔

حضرت سرور کائنات صلعم کے قدم بقدم | آپ کی تعلیم کا آخری سال تھا، کہ آپنے خواب دیکھا کہ آگے آگے، حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جارہے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر پیچھے پیچھے آپ چل رہے ہیں (اسکا تذکرہ رویا اور الہامات کے باب میں آئے گا)

جن علوم کی تحصیل فرمائی گئی | ہمارے حضرت قبلہؒ نے ۱۲۹۱ھ ہجری سے ۱۳۰۵ھ ہجری تک چودہ برس کا زمانہ تحصیل علوم کی مشغولی میں بسر فرمایا۔ اور اس زمانہ میں آپ نہایت محنت و مستعدی اور ذوق وشوق کے ساتھ علوم منقول (قرآن، حدیث، تفسیر، وفقہ وغیرہ) اور علوم معقول (ادب، ریاضی، فلسفہ اور جغرافیہ وغیرہ) میں آپنے مہارت تامہ حاصل کی۔ اساتذہ میں اُس زمانہ کے مشاہیر سے آپ کا تعلق تلمذ رہا۔ اور ان اساتذہ نے ہمیشہ اور ہر جگہ آپ کو اختصاص و امتیاز کی نظر سے دیکھا۔ امتحانات میں آپ ہمیشہ اور ہر مضمون میں اوّل نمبر پر پاس ہوا کرتے تھے۔ علی الخصوص آپکے ہم نام مولانائے فرنگی محلی آپ کو غیر معمولی نظر سے دیکھتے۔ اور اپنے حلقہ تلامذہ میں آپ کی موجودگی پر ہمیشہ اظہار فخر و مباہات فرماتے۔

آپ کا ذوقِ علمی | زمانۂ تحصیل علم میں آپ کو ذوق علمی اس درجہ کا پیدا ہوا، اور کتب بینی کا اس قدر غیر معمولی شوق و شغف غالب ہوا۔ کہ آپ کی اکثر راتیں، تمام کی تمام مطالعہ اور کتب بینی میں گذر جاتیں۔ ایسا اتفاق بھی بہ تکرار رہا۔ کہ کھانا لاکر رکھا گیا ہے، اور آپ کتاب دیکھنے میں منہمک ہیں، اور آپ فرماتے کہ ذرا فلاں مضمون تو ختم کرلیں۔ اسکے بعد

کھانا کھالیں گے۔ اس طرح ایک مضمون کے بعد دوسرا مضمون مطالعہ فرماتے رہتے، یہانتک کہ رات آخر ہو جاتی اور کھانا یونہی رکھے کا رکھا رہ جاتا۔ جب اذان فجر ہوتی اُسوقت آپ خیال فرماتے کہ رات ختم ہوئی۔ اور ابھی ہم نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا۔ بعض لوگوں کو آپ کا یہ حال کتب بینی دیکھ کر تعجب ہوا۔ انھوں نے کہا کہ ہم کو جب نیند نہیں آتی، تو نیند لانے کے لئے رات کو کتاب سینہ پر رکھکر پڑھتے ہیں تاکہ اس حیلہ سے نیند آجائے، اور ہم پڑھتے پڑھتے سوجاتے ہیں۔ آپنے فرمایا۔ جب ہم سینہ پر رکھ کر کتاب دیکھنی شروع کرتے ہیں، تب ہماری تو آئی ہوئی نیند چلی جاتی ہے۔ بس یہی اشتیاق ہوتا ہے کہ کتاب اسی وقت ختم ہو جائے۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ آدھی رات کا وقت تھا کہ یکایک چراغ گل ہو گیا۔ دیکھا تو چراغ کا تیل ہو چکا تھا، اور بازار بند تھے۔ آخر آپنے اپنے سر میں ڈالنے کا تیل ڈال کر چراغ روشن کیا۔ اور بدستور مطالعہ میں منہمک ہو گئے۔ مطالعہ کا ذوق وانہماک آخر اس درجۂ کمال پر پہنچا۔ کہ جس کتاب کو بھی دیکھتے بائے بسم اللہ سے تائے تمت تک (یعنی شروع سے آخر تک) تمام کرکے ہاتھ سے چھوڑتے۔ نظر آپ کی نہایت گہری اور حافظ آپ کا نہایت قوی تھا۔

پٹنہ کا کتب خانہ خدابخش آپ کو بعض نایاب کتابوں کا پتہ چلا۔ کہ وہ خدا بخش (المتوفی ۱۹۰۸ء) کے کتب خانہ پٹنہ میں موجود ہیں۔ پس آپ وہاں تشریف لے گئے۔ اور مطالعہ کتب کے سلسلہ سے آپنے پٹنہ میں مہینوں قیام فرمایا۔ آپ کے اس علمی ذوق وشوق کو دیکھ کر خدا بخش مرحوم نے ایک دفعہ آپسے کہا کہ آپنے جس ذوق وشوق، اور جیسی قدر کے ساتھ میرے کتب خانہ کی کتابیں دیکھی ہیں، اُس نے میرا مقصد پورا کر دیا۔ مجھے اس کتب خانہ کے قائم کرنے کی داد مل گئی۔ اور مجھے میرے کام کا نتیجہ حاصل ہو گیا۔

زیارت حضرت خضرؑ آپنے خود فرمایا۔ اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ بعالم خواب میں نے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کو دیکھا۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ انسانی محنت اللہ تعالیٰ کے علم کو ختم نہیں کر سکتی۔ اس قدر محنت میں کیا آپ اپنے تئیں ہلاک کر دیں گے، اچھا منہ کھولئے! میں نے منہ کھول دیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اپنا لعاب دہن مبارک میرے منہ میں ڈالا جس سے ایک حلاوت اور لذت مجھے حاصل ہوئی۔ پھر یکایک میں خواب سے بیدار ہوا۔ اس وقت مجھ پر عجب حالت طاری تھی!۔

تشنگیٔ علم سے سیرابی حضرت خضر علیہ السلام نے آپکے ساتھ یہ معاملہ فرمایا، تو اسکے بعد آپ کا مبلغ علم کچھ اور ہی ہو گیا مضامین علمیہ کی مشکلیں اور دشواریاں آسان ہونے لگیں، اور فنون علمیہ کی ادق کتابیں، دشوار، اور الجھے ہوئے مسائل آپکے لئے قصوں اور کہانیوں کی کتابوں کی طرح آسان ہو گئے۔ آپ کی قوت حافظہ کا یہ عالم تھا، کہ کسی کتاب کو ایک دفعہ دیکھ لینے پر اسکا مضمون سات برس تک آپکے حافظہ میں بالکل محفوظ رہ جاتا۔ آخری زمانہ میں آپ کی یہ حالت تھی، کہ کسی کتاب کو نظر اٹھا کر دیکھتے نہ تھے۔ الماریاں بھری رہتی تھیں، اور کتابیں صرف دھوپ دینے کے لئے

نکالی جاتی تھیں۔ اور حال یہ تھا کہ اہل علم مشکلات علمی حل کرنے، حاضر خدمت ہوتے، تو بیٹھے بیٹھے یہ فرمادیا کرتے کہ فلاں کتاب لے آؤ۔ اور فلاں مقام پر فلاں صفحہ سے پڑھو۔ اسکے بعد اقوال مختلفہ کی تشریح فرماتے۔ اس طرح کہ گویا ابھی اس بحث پر آپنے پورا مطالعہ اور پوری تحقیق کی ہے۔ آخر ایسا قول فیصل ارشاد فرماتے کہ مشکلات کی گرہ کھل جاتی۔ اور مستفسر کی اچھی طرح تسکین و تشفی ہو جاتی تھی۔ غرض ۵-۱۳۰۴ھ کا سال تھا، کہ آپ فارغ التحصیل ہوئے اور سند لیکر لکھنؤ میں تشریف لے آئے۔

صاحبزادگان فرنگی محل کی معلمی لکھنؤ میں حضرات صاحبزادگان فرنگی محل کی معلمی کے سلسلہ سے آپ کا کچھ عرصہ قیام رہا۔ فرنگی محل کی عزت و شرافت علمی اور فرنگی محل کے امتیاز و وقار کو یہ گوارا نہ تھا کہ یہاں کے صاحبزادگان کی تعلیم کسی ایسے استاد کو سپرد کی جائے جسے لیاقت و قابلیت کا غیر معمولی شرف و امتیاز حاصل نہ ہو۔ پس اُس زمانہ کے اکابرین فرنگی محل نے اس منصب کے لئے جس ذات گرامی کا انتخاب کیا، وہ آپ تھے۔ اور مولانا عبدالباقی صاحب مرحوم اور شمس العلماء مولوی عبدالحمید صاحب مرحوم (جو بعد کو اکابر فرنگی محل ہوئے) آپ کے سپرد کئے گئے۔ یہ صاحبزادگان ہمارے حضرت سے اُس زمانہ میں ملا حسن وغیرہ کتابیں پڑھتے تھے۔ انھیں کے ساتھ، شہر کے بعض دوسرے خاندانی طلبا، جیسے کہ حکیم عبدالولی صاحب مرحوم (کہ خاندانِ جھوائی ٹولہ کے اکابرین میں سے گذرے ہیں) اور ان کے بھائی۔ یہ دونوں صاحب بھی شرح جامی وغیرہ پڑھتے تھے۔ آپ کا علمی کے اِس سلسلہ سے لکھنؤ میں کچھ عرصہ قیام رہا۔

مدرسۂ چشمۂ رحمت غازی پور اِس دوران میں "مدرسۂ چشمۂ رحمت" غازی پور میں صدر مدرس کی جگہ خالی ہوئی۔ اور مولوی عبدالاحد صاحب شمشاد فرنگی محلی نے جو اس مدرسہ کے مینیجر و مہتمم تھے، باصرار آپسے اِس جگہ تشریف لانیکی خواہش کی۔ اور آپ ماہ دسمبر ۱۸۸۹ء مطابق ۱۳۰۷ھ میں مدرسۂ چشمۂ رحمت کے صدر مدرس ہو کر، غازی پور تشریف لے گئے۔

حالاتِ قیام غازی پور غازی پور میں آپنے اوّل "پختہ سرائے" میں قیام فرمایا۔ ایک صاحب رحمۃ اللہ شاہ محلہ نکاہی؟ کے رہنے والے ان دنوں آپ کی خدمت میں عقیدت و محبت کے ساتھ آنے لگے۔ انہوں نے نہایت آرزومندی اور نہایت اصرار کے ساتھ درخواست کی، کہ حضور میرے مکان پر قیام فرمائیں جسے آپنے آخر منظور فرمالیا۔

آپکے کمالاتِ علمی کا اظہار پہلے دن، مدرسہ کے طلبا نے آپ کو دیکھا، تو اُن کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا، کہ ابھی تو آپ نو عمر ہیں، اگرچہ فارغ التحصیل ہیں، اور بنگال کے رہنے والے ہیں، اور ہم لوگوں نے سابق صدر مدرس مولوی محمد فاروق چڑیا کوٹی جیسے ادیب علامہ کے روبرو زانوئے ادب تہ کیا ہے، بھلا آپ ہمیں کیا پڑھا سکیں گے۔ پس اس روز طلبا جماعتوں سے غیر حاضر رہے۔ دوسرے روز بعض سنجیدہ اور فہمیدہ طلبا نے باہم مشورہ سے طے کیا

کم سے کم یہ تو ہمیں کرنا چاہیئے۔ کہ اپنا پڑھا ہوا سبق جاکر آپ سے پڑھیں۔ اِس سے حال کھل جائیگا۔ دیکھے اور سمجھے بغیر خواہ مخواہ بدگمان ہو جانا، اور مدرسہ سے غیر حاضری کرنی شیوہ مناسب و موزوں نہیں۔ کوئی تو بات ہے، جو آپ نے مولانا محمد فاروق صاحب جیسے شخص کی جگہ پر کام کرنے کی ہمت و جرأت کی ہے۔ ہمت و جرأت کا ایسا اقدام ہر شخص بھلا کس طرح کرسکتا ہے؟ یہ سوچ سمجھ کر طلباء مدرسہ میں حاضر ہوگئے۔ اور آپ سے سبق شروع کیا۔ ان کے روبرو آپ کی پہلی تقریر اس قدر دل نشین، مدلل، اور پر تاثیر تھی، کہ طلباء کے وسوسے، خطرے، اور شکوک و اعتراض ہوا میں اڑ گئے اور وہ حیران رہ گئے۔ اور اچھی طرح سب کی طمانیت و تسلی ہوگئی۔ اِس تقریر میں آپ نے ایسے نکات، اور ایسے علمی مضامین بیان فرمائے۔ کہ سب طالب علموں پر حیرت اور سکتہ کا عالم تھا۔ اور انھوں نے سمجھا۔ کہ بغیر کتاب دیکھے جب آپ اس طرح پڑھا اور بتا سکتے ہیں، تو کتاب دیکھنے کے بعد آپکی تدریس کا کیا عالم ہوگا؟ اُسوقت سے سب طلباء آپکے از بس گرویدہ ہوگئے، اور آپ نے نہایت مستعدی۔ نہایت پابندی وقت اور کمال محنت و محبت کے ساتھ اپنے نئے شاگردوں کو پڑھانا شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے سال "ملا فاضل" کے امتحان میں جو طالب علم کامیاب نہیں ہوئے تھے یہ ہی طلباء آپکے فیضانِ تعلیم سے اِس سال باآسانی کامیاب ہوگئے۔ اور علمی جماعتوں میں آپکے فضل و کمال کا شہرہ شروع ہوا۔

فرائض ملازمت میں مستعدی آپ کا اپنے طلبا کو پڑھانا نہایت ذوق و محنت و مستعدی کے ساتھ تھا۔ مدرسہ کے اوقات کی آپ پوری پابندی فرماتے۔ اور چند منٹ کی بھی دیر نہ ہونے دیتے تھے۔ اوقات مدرسہ کے علاوہ قیام گاہ میں آپ کتب بینی فرماتے، یا پھر عبادت و ریاضت میں مشغولی فرماتے، اوقات شب و روز میں کوئی وقت بیکار نہیں جانے دیتے تھے۔ اگر مدرسہ میں ۳-۴ روز کی تعطیل ہوتی۔ تو آپ دہلی یا آگرہ یا پٹنہ کا زیارات بزرگانِ دین کی غرض سے سفر فرماتے۔ اور اس قدر خاموشی کے ساتھ کہ کسی کو بھی معلوم نہ ہوتا، کہ آپ کہاں اور کس غرض سے تشریف لے گئے۔ تمام امورِ خیر میں آپ کا دستور شریف یہ ہی رہا۔ کہ اظہار قطعًا ناپسند فرماتے۔

عبادت الٰہی پوشیدگی میں اِس طرح سالہا سال آپنے لوگوں سے چھپ کر اپنے گوشۂ تنہائی میں یادِ الٰہی کی ہے اور خدا کے راستہ میں عبادت و ریاضت اور مجاہدات کے ساتھ دن اور راتیں بسر کی ہیں۔ لیکن اس بات کا کہ آپ ایک بہت بڑے عالم دین ہی نہیں ہیں، بلکہ بہت بڑے ذاکر و شاغل اور صاحب ریاضت بھی ہیں۔ لوگوں کو پتہ نہیں لگا۔ آپ کی پوشش اور وضع درویشانہ نہیں تھی، بلکہ عالمانہ تھی، بس طرز زندگی اور رفتار و گفتار و معاملات سے ہی ذی فہم لوگوں پر آپ کی کچھ شان ظاہر ہوسکتی۔ اکثر صرف اتنا جانتے۔ کہ اگلے زمانہ میں جیسے عالم باعمل ہوا کرتے تھے۔ ویسے ہی آپ بھی ہمارے زمانہ میں ایک عالم باعمل، صاحب زہد و اتقا، خلوت پسند اور گوشہ نشین ہیں۔

تعطیل کلاں میں وطن تشریف لائے جب مدرسہ میں شعبان۔ و رمضان دو مہینے کی بڑی تعطیل ہوتی تو

آپ وطن تشریف لے جاتے۔ اور مکان پر آکر مشغول بہ یادِ الٰہی ہو جاتے۔ اور مکان میں چپ چپاتے تشریف لے آتے اور خاموشی سے تشریف لے جاتے۔ اکثر لوگوں کو اس آمد و رفت کی خبر بھی نہ ہوتی۔



طلوعِ آفتاب ہدایتِ اسلام

(اوائلِ حالاتِ وطن شریف)

جناب مولوی مبین الحق صاحب اسلام آبادی مقیم کانپور نے فرمایا۔ "خوش قسمتی سے، میں حضرت قبلہؒ کے ہمرکاب تحصیل علم کی غرض سے مدرسہ چشمۂ رحمت میں غازی پور آیا۔ اور اپنے زمانۂ طالب علمی کے تین سال میں مجھے شرفِ خدمتِ اقدس حاصل رہا۔ آپؒ تعطیل پر ہر سال وطن میں تشریف لے جاتے تو اس بندہ کی ہمرکابی ہوتی تھی۔ اسوقت تک اشاعتِ طریقت اور سلسلۂ بیعت و تلقین، کو حضرت قبلہؒ نے شروع نہیں فرمایا تھا۔ میری طالب علمی کا دوسرا سال تھا جب کہ آپ حسبِ معمول، دولت خانہ تشریف لائے۔ دادا حضرت قبلہ سیدنا شیخ العارفین کے غلامان و مریدین عرصہ سے آرزو مند زیارت تھے۔ اور آپ کے خاموشانہ تشریف لانے اور چپ چپاتے تشریف لے جانے کے سبب محروم رہ جاتے تھے۔ حاضر خدمت ہوئے۔ اور نہایت آرزو مندی کے ساتھ درخواست گذار ہوئے کہ ہمارے غریب خانے، سالہا سال سے سعادتِ قدوم پاک کے متمنی ہیں۔ اور بہت لوگ عرصہ دراز سے اس انتظار میں ہیں کہ حضور کب ہمیں مریدی اور غلامی میں قبول فرمائیں، اور ہم کامیاب آرزو ہوں۔ لہٰذا تشریف لے چلئے۔ اور بندگان خدا کو مرید و تلقین فرمایئے اس طرح دور و نزدیک مقامات کے بہت سے عقید تمندان بارگاہ جمع ہوگئے۔ اور سب کی یہی آرزو ہوئی کہ درِ رحمت کھولا جائے۔ اور بندگانِ خدا کہ برسوں سے اس مبارک دن کے منتظر ہیں، اُن کی مراد پوری فرمائی جائے۔ انھیں لوگوں میں جناب خادم علی صاحب بھی تھے، جو اپنے گاؤں مراد آباد سے یہی آرزو لے کر حاضر خدمت ہوئے تھے۔ ایک صاحب موضع ہرآلا کے رہنے والے ہمارے دادا حضرت قبلہ قدس سرہٗ کے خاص مرید تھے۔ وہ بھی عرصہ دراز سے اس مبارک دن کے منتظر تھے۔ کہ ہمارے پیرزادہ صاحب ہندوستان سے تشریف لائیں۔ تو انھیں اپنے مکان پر لے جائیں۔ اور آپ کی موجودگی میں "ختمِ اکبر" کی تقریب عمل میں لائیں کہ اس "ختم اکبر" کی انھوں نے نذر مان رکھی تھی۔ خود موضع مرزاکھیل شریف کے لوگ بھی یہی درخواست لے کر حاضر ہوئے۔ آپؒ نے سب سے فرمایا۔ "میں ملا ہوں نہ واعظ، اور نہ میلاد خوان، صرف درس و تدریس میرا مشغلہ ہے، مرید و تلقین، میں اب تک نہیں کرتا ہوں۔ آپ لوگ مجھے لیجا کر کیا کریں گے؟" موضع ہرآلہ کے اِن معزز عقید تمندان درگاہ نے نہایت عجز و الحاح و التجا کے ساتھ

عرض کیا۔ کہ حضور پیرزادے اور ہمارے مقتدا ہیں۔ ہم نے منت مان رکھی ہے کہ جب حضور کی تشریف آوری ہوگی تو اس مبارک دن میں "ختم اکبر" ادا کریں گے۔ ہم عرصہ سے اسی انتظار میں ہیں۔ کہ کب حضور تشریف لائیں۔ اور ہماری منت پوری ہو۔" خادم علی صاحب ساکن مرادآباد نے بھی باصرار تمام عرض کیا، اور اب آپ نے بطیب خاطر ان لوگوں کی درخواست کو منظور فرمایا۔ (ہرالا گاؤں آستانۂ مقدسہ سے تخمیناً دس بارہ میل کے فاصلہ پر ہے)

یہ خادم، اور مولوی عبداللطیف صاحب ہمرکاب ہوئے۔ راستہ میں ایک گاؤں پڑا۔ یہاں دن کی دعوت ایک چودھری صاحب کے مکان پر تھی۔ وہاں پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں۔ کہ صدہا آدمی، پانی سے بھرے ہوئے ظروفِ گلی، ہاتھوں میں لئے، انتظار میں کھڑے ہیں۔ کہ آپ تشریف لائیں تو پانی پر آپ سے دم کرائیں۔ اور مریضوں کو آبِ شفا پلائیں۔ ان چودھری صاحب کے مکان پر بعد تناول طعام، آپ نے دوپہر کو قیلولہ فرمایا۔ جو لوگ منتظر تھے اُن سے ملاقات کی، اور پانی پر دم فرمایا، اور ہرالا گاؤں کی طرف روانگی فرمائی۔ راستہ میں جابجا ٹھہرنا پڑتا، کہ اہلِ حاجت کی جماعتیں منتظر ہوتیں۔ اور دعا، اور تعویذ، اور پانی پر دم کرانے کے لئے بکثرت لوگ موجود نظر آتے۔ اس طرح جگہ جگہ ٹھہرنے، اور رُک رُک کر چلنے سے یہ ہوا کہ راستہ ہی میں شام ہوگئی، اور ہرالا تک پہنچنا شام تک نہ ہو سکا۔ نمازِ مغرب، جنگل اور میدان میں ادا فرمائی گئی۔ ارشاد ہوا۔ آج کی رات یہیں قیام رہے گا۔ اس موقع پر میرے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ جنگل کا مقام ہے، اور کھانے پینے کا یہاں کوئی انتظام نہیں۔ اور ارشاد اسی جگہ شب باشی کا ہوا ہے تو کیا آج رات بغیر طعام بسر ہوگی۔ مگر تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ قرب وجوار کے لوگ یکبارگی ٹوٹ پڑے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے خلق کا ایک ہجوم اور ازدحام ہوگیا۔ اور لوگوں نے عرض کیا۔ "غریب خانے حاضر ہیں جہاں مرضی مبارک ہو تشریف لے چلیں۔" آپ نے فرمایا۔ کہ آج کی رات قیام، کسی مکان پر نہ ہوگا۔ بلکہ اسی جگہ جنگل میں قیام ہوگا۔ لوگ اپنے گھروں سے فرش فروش اور سامان لے آئے۔ اور کھانے کے انتظام میں لگے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی نیا انتظام مت کرو جو کھانا کہ گھر میں طیار رہا ہے، بس وہی کھانا لے آؤ!" مگر لوگوں نے اسے گوارا نہ کیا۔ ہر ایک کی یہی آرزو تھی کہ عمدہ سے عمدہ کھانا تازہ یہیں طیار ہو۔ اور خدمتِ مبارک میں پیش ہو۔ پس لوگ اسی وقت مچھلیاں، اور مرغ اور سب سامان لے آئے، اور وہیں کھانے پکوائے گئے، اور اس جگہ تخمیناً پچاس ساٹھ آدمیوں نے آپ کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہاں تمام شب یہ عالم رہا کہ جنگل میں منگل ہوگیا۔ لوگ جوق جوق آتے اور زیارت وقدم بوسی کرتے رہے۔ اور یہ تمام رات اسی ہجوم میں بسر ہوگئی۔ ہم میں سے کوئی سو نہ سکا۔ نمازِ فجر کے بعد یہاں سے روانگی ہوئی۔ اور اس دن ہرالا گاؤں میں آپ نے نزول اجلال فرمایا۔" یہاں ایک بہت بڑا ہجوم وازدحام خلق پہلے سے موجود تھا جس نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ صاحب خانہ کی آرزو پوری فرمائی گئی۔ اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی چہاردانہ پر دی گئی۔ اس موقعہ پر برکتِ طعام کی ایک عجیب وغریب کرامت کا آپ سے ظہور ہوا جسے باب کرامات میں

مفصل طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔
اِس موضع میں جو لوگ کہ دادا حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و حلقہ بگوش تھے۔ یکے بعد دیگرے آپکو اپنے اپنے مقام کے لئے مدعو کرنے لگے اور دوسرے مواضعات سے بھی اہل حاجت اور آرزومندان زیارت بکثرت روزانہ حاضر ہوتے رہے۔ اور کھانے کے وقت یہ کیفیت ہوتی کہ سینکڑوں لوگ آپکے دسترخوان پر موجود ہوتے۔ "ہرالا" سے واپسی میں حضرت قبلہؒ موضع مراد آباد جناب خادم علی صاحب کے مکان میں تشریف لے گئے۔ یہاں بھی لوگوں کا ایک ہجوم اور اجتماع کثیر تھا سیدنا حضرت دادا پیر صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات شریف کے بعد اتنے دراز عرصہ تک آپکے سجادۂ کرامت کا خالی رہنا۔ لوگوں پر چونکہ ازبس شاق گذرا تھا اس لئے اب جو حضرت قبلہ کی تشریف آوری ہوئی۔ تو ان ارادتمندانِ درگاہ کے جوش مسرت کی انتہا نہ تھی۔ جو لوگ کہ سیدنا حضرت "شیخ العارفین" کی اِس آخری وصیت سے واقف تھے کہ ہمارے بعد مریدوں کو چھوٹے میاں دیکھیں گے، وہ لوگ اِس وقتِ سعید کو نہایت مبارک اور نعمتِ غیر مترقبہ سمجھتے، اور خدمتِ پاک میں نہایت ذوق و شوق اور کمال مسرت و آرزومندی کے ساتھ حاضر ہوتے۔

ظاہر و باطن میں ایک ہمارے حضرت قبلہؒ "الولد سرٌ لابیہ" کے مصداق، اور ظاہر و باطن، بالکل اپنے والد ماجد قبلہ قدس سرہٗ کی طرح تھے۔ پس ان اصحاب کے سامنے آفتاب کے بعد آفتاب ہی جلوہ گر تھا۔ جب اِن حضرات "السابقون الاولون" کی اِس چہرۂ مبارک پر نظر جاتی۔ تو بے ساختہ نعرہ منہ سے نکل جاتا، اور بے ساختہ الیسی "آہ" اُن کے سوز گدازِ قلب سے پیدا ہوتی جس سے سوختگی قلب کی بُو آتی، اور حاضرینِ محفل پر وارفتگی عشاق کا ایسا اثر طاری ہوتا۔ گویا دنیائے قلوب میں آگ بھڑک اُٹھی، اور پھر تمام اہل محفل پر ایک جوش اور وجد کا عالم طاری ہو جاتا، حالانکہ نہ کوئی محفل سماع برپا ہوتی، اور نہ کوئی تقریر سوز و گداز ہوتی۔ صرف آپ کے ایک بار دیکھ لینے سے یہ حالتیں پیدا ہو جاتیں۔ عجب منظر تھے جو طلوع صبح سعادت کی ان ساعتوں میں ہر جگہ نظر آتے تھے۔ اِس موقع پر آستانۂ پاک کے خدام قدیم کی ہمارے حضرت قبلہؒ سے استدعا و التماس یہ ہی ہوتی تھی کہ بندگان خدا طالبین مولیٰ کو مریدی و غلامی میں قبول فرمایا جائے، اور سلسلۂ بیعت و تلقین و ارشاد شروع فرما دیا جائے۔ طالبین راہِ خدا کے علاوہ جو مریض، اور اہل حاجت حاضر ہوتے وہ بہت زیادہ ہوتے تھے۔ آپؒ بیعت و تلقین فرمانے سے چاہتے تھے کہ اجتناب ہی فرمائیں، اور اِس کام کے لئے آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ آپ کا فرمانا یہ تھا۔ کہ "ہم درس و تدریس کے آدمی ہیں۔ ہم ایک مولوی ہیں۔ مرید و تلقین ہم نے کبھی نہیں کیا ہے۔ ہمیں اپنے حضرتؒ سے ظاہراً ذکر و فکر وغیرہ کی تعلیم بھی نہیں ہے"! مقصود یہ تھا، کہ مرید و تلقین ہونے والے لوگ آپ کا پیچھا نہ کریں۔ صرف ملاقات پر اکتفا کریں۔ اور [illegible] طرح آپ "اظہار" سے اپنے آپ کو بچالیں۔ لیکن جو آگ کہ دلوں میں مدت سے سلگ رہی تھی۔ وہ بجھنے والی نہ تھی، لوگ عرض کرتے کہ ہمیں وہ وصیت مبارک کہ "چھوٹے میاں ہمارے مریدوں کو دیکھیں گے" یاد ہے، حضور اگر ذکر و فکر کی تعلیم دینی نہیں چاہتے نہ سہی،

صرف مرید و تلقین فرما دیجئے، اور تعلیم ذکر و فکر جس طرح کہ ہم لوگوں نے بڑے حضرت سے پائی ہے، اسی طرح ان نئے مریدوں کی تعلیم ہم کر دیا کریں گے۔ جب ارادتمندانِ درگاہ کا اصرار اس حد پر پہنچا۔ تو آپ نے خیال فرمایا کہ اب مشیتِ الٰہی اخفا اور پوشیدگی نہیں چاہتی۔ وقت آگیا ہے، اور خدمتِ اُمتِ مرحومہ کے خیال سے، آرزو والوں کی آرزوئیں پوری کرنی پڑیں گی۔ لوگوں کا یہ اصرار نہیں **غیبی اشارہ** ہے ا۔ پس چار و ناچار آپ نے اشاعت کو قبول و منظور فرمایا۔ اور بندگانِ خدا جوق جوق حاضر خدمت ہو کر آپ سے مرید و تلقین ہونے لگے۔

ہمارے حضرتؒ کے اصول اور دستور، اور معمولات جن کا، آپ کے حالاتِ غازی پور وغیرہ میں تذکرہ ہوگا۔ اُنکی **ملاحظہ** یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آپ نے اُس مقام میں جو آغاز کار اشاعتِ طریقت کا فرمایا۔ اس کا سبب محض احباب **واصحاب طریقت** کی درخواست ہی نہ تھی۔ بلکہ بحکم الٰہی و بامرِ باطنی آپ نے ایسا اقدام فرمایا۔ آپ کی ذاتی خواہش تو ہمیشہ **اخفا و گمنامی** کو چاہتی تھی۔ اس موقع پر نہ لوگوں کے کہنے سے نہ اپنی مرضی سے، بلکہ مرضی الٰہی و حکم خداوندی سے آپ نے **اپنے آپ** کو مخلوق پر ظاہر ہونے دیا۔ ہمارے پیرانِ عظام کی روش و رفتار یہ ہی چلی آتی ہے۔ کہ اپنے آپ کو نگاہِ خلق **سے پوشیدہ** رکھنا چاہتے ہیں۔ الّا یہ کہ ان کا پروردگار انھیں مخلوق پر ظاہر کر دے۔ چنانچہ ہمارے بزرگوں میں سیدنا **حضرت سید شاہ** عبد الرزاق بانسوی قدس سرہ کی کمر مبارک سے پٹکا نکلنے کی جو مشہور کرامت ظاہر ہوئی یہ اسوقت **جبکہ تین بار** آپ کو پیاپے الہام ہوا "تظاہروا" اپنے آپ کو ظاہر کرو۔!

اشاعت طریقت کے سلسلہ میں سب سے پہلا حلقۂ ذکر الٰہی اور سب سے پہلی مجلس سماع، جسکا اہتمام فرمایا گیا، اس کا **شرف جناب** خادم علی صاحب کو نصیب ہوا۔ کہ یہ محفل انھیں کے مکان پر تھی، یہ مجلس اُن کے صحنِ خانہ میں قائم ہوئی **جس کے ایک** جانب چھوٹا سا تالاب تھا۔ اس تالاب میں چار پانچ ہاتھ گہرا پانی رہا کرتا تھا۔ دو صاحبِ حال حالتِ بیخودی میں تڑپ کر حلقہ سے نکلے اور اس تالاب میں جا گرے، جس سے لوگ سخت متردد ہوئے۔ اور ان دونوں کے اقارب رونے لگے۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اور کچھ تردد نہ کرو۔ محفل بدستور کمالِ طمانیت اور نہایت جوش و خروش کے ساتھ جاری رہی۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی۔ کہ یہ دونوں صاحبِ حال لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتے تالاب سے باہر نکلے۔ اور ہوش میں آگئے!۔ اب حاجتمندوں، اور بیماروں کا ازدحام اور بھی زیادہ ہو گیا۔ اور کثرت سے دعوتیں آنے لگیں۔ آپؒ کو کسی کی دل شکنی منظور نہ تھی۔ اور امیر و غریب سب کے ساتھ آپکا یکساں معاملہ تھا۔ حکم ہوا کہ دعوت کے دن اور اوقات کو لکھ لیا جائے۔ تاکہ ہر شخص اپنے وقت پر بسہولت انتظام کر سکے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس مقام میں ان مصروفیات سے عرصہ تک آپؒ کو فرصت نہ ملی۔ اور یہاں اندازہ سے زیادہ آپ کو قیام کرنا پڑا۔

دعوتوں کا نظام | دعوتوں کا نظام آپ کے حکم سے اس طرح قائم کیا گیا تھا، کہ ایک شخص کے یہاں دن کا کھانا

دوسرے کے یہاں رات کا۔ کسی کے یہاں صرف ناشتہ کسی کے مکان پر صرف دودھ، کسی کے گھر پر صرف چائے کسی جگہ صرف پان۔ اس طرح آپ روزانہ چھ سات اصحاب کے مکان پر تشریف لے جاتے اور ہر ایک کا دل رکھتے۔ اور کسی کو مایوس نہ فرماتے۔ کوشش یہ تھی، کہ یہاں سے جلد روانگی ہو جائے۔

لوگوں کا یکبارگی ہجوم مریضوں کا تو اس قدر ہجوم ہونے لگا، کہ آپ کو دوسرے کاموں کی فرصت نہ تھی مریضوں کے لئے دستور شریف یہ تھا، کہ اگر کوئی مریض شکم یا پشت کی کسی بیماری میں مبتلا ہوتا تو اس جگہ قدم مبارک لگا دیا جاتا تھا جب مریضوں کا ہجوم حد سے گذرا، اور مریضوں کو اپنی باری کے لئے زیادہ انتظار کھینچنا پڑا، تو آپ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا۔ کہ بانس کے ڈنڈے بنوا لئے، اور ان پر پڑھ کر دم فرما دیتے۔ اور ڈنڈے کا سرا مقام تکلیف مرض سے چند منٹ تک مس کرا دیا جاتا، خدا تعالیٰ مریض کو شفا عطا فرماتا۔ کسی مریض پر کچھ پڑھ کر دم فرماتے۔ کسی کو تعویذ عطا ہوتا کسی کو پانی پر دم کر کے عطا فرماتے۔

صرف چہرۂ مبارک دیکھنے سے شفا دردسر کے مریضوں، اور دوسرے بیماروں سے یہ ارشاد فرمایا جاتا۔ کہ "ہمارا چہرہ دیکھتے رہو!" اور صرف چہرۂ مبارک دیکھ لینے سے بیمار اچھے ہو جاتے ؎

اپنے بیمار کے جینے کا سہارا تم ہو　　دیکھ کر جیتے ہیں بیمار تمہارے تم کو

لکڑی کے ٹکڑے پر اثر دم ایک شخص کے پیٹ میں درد رہا کرتا تھا، ایک لکڑی کے ٹکڑے پر دم کر کے اُسے آپ نے حوالہ کیا۔ اور فرمایا کہ جب تک درد کو آرام نہ ہو، اسکا سرا پیٹ پر لگا رہنے دو۔ جب درد جاتا رہے فوراً علحدہ کر لو، اور تاکید فرمائی۔ خبردار! آرام ہو جانے کے بعد اسے پیٹ پر رہنے نہ دینا، فوراً ہی علحدہ کر لینا۔ خدا کے فضل سے مریض کو صحت ہو گئی۔ آرام ہونے کے بعد بمقتضائے کم سنی اُس نے خیال کیا، کہ آپ نے ڈنڈے کا فقط سرا پیٹ پر رکھنے کو کیوں فرمایا، یہ کیوں نہ فرمایا کہ ڈنڈا پوری لمبان میں پیٹ پر رکھا جائے۔ اور یہ خیال کر کے کہ پورے ڈنڈے کو پیٹ پر رکھ دینے سے کوئی زیادہ بہتر بات پیدا ہوگی۔ پورا ڈنڈا لمبان میں اپنے پیٹ پر رکھ لیا جس کے بعد فوراً ہی ناقابل برداشت درد پیدا ہو گیا۔ تڑپنے لگا، اور جس طرح بن پڑا اپنے تئیں خدمت اقدس میں اُسنے پہنچایا۔ آپ نے فرمایا "ہم نے تو منع کر دیا تھا، کہ آرام ہو جانے کے بعد ڈنڈے کو پیٹ پر نہ رکھنا، تم نے کیوں رکھ لیا" پھر آپ نے اس پر شفقت فرمائی، اور آپ کی دعا سے وہ مریض اچھا ہو گیا۔

مراد آباد والوں کی مراد بر آریاں اِس موضع مراد آباد میں کئی ہفتے آپ کا قیام رہا۔ بہت لوگ داخل سلسلۂ عالیہ ہوئے، اور ان کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی۔

چونکہ مدرسہ کی تعطیل کا اختتام قریب تھا، اسلئے آپ یہاں سے رخصت ہوئے، اور دولت کدہ سے روانہ ہو کر غازی پور کے مدرسۂ "چشمۂ رحمت" میں بدستور مشغول درس و تدریس ہو گئے۔

احوالِ ابتدائی غازی پور میں | یہ احوال جو بیان کئے گئے اُن کا تعلق ہمارے حضرت قبلہؒ کے وطن شریف سے ہے اب غازی پور کے ابتدائی حالات بیان کئے جاتے ہیں۔ جو بھائی محمد حسین سے کہ غازی پور کے اولین مریدوں سے تھے، معلوم ہوئے۔

جب وطن شریف میں آپ کا "اظہار" ہو چکا۔ اور اسکے بعد غازی پور میں تشریف آوری ہوئی، تو یہ وہ زمانہ تھا کہ اسوقت تک یہاں کسی پر بھی آپ ظاہر نہیں ہوئے تھے۔ لوگ آپ کو صرف ایک بہت بڑا عالم نمونۂ سلف سمجھتے تھے۔ یہ بات کہ آپ بہت بڑے بزرگ بھی ہیں، کسی پر ظاہر نہ تھی، یہ حقیقت لوگوں پر، قدرت خداوندی اور مشیتِ الٰہی نے اس تقریب سے ظاہر کی کہ غازی پور کے حاجی قادر بخش کی بہو (بیٹے کی بیوی) پر جن کا دخل تھا۔ مریضہ کو کسی علاج اور کسی تدبیر سے آرام نہیں ہوا۔ حاجی قادر بخش دُعا کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؒ نے اپنا رومال عطا فرمایا۔ کہ مریضہ کے سر پر لپیٹ دیا جائے جس وقت کہ حاجی قادر بخش یہ رومال لیکر پہنچے، دیکھا کہ مسماۃ آسیب زدہ بیہوش پڑی ہے، انہوں نے موافق ارشاد عمل کیا، رومال کا سر پر لپیٹنا تھا کہ عورت کو فوراً ہوش آگیا۔ اور اسی وقت اچھی ہوگئی، گویا اس پر کوئی اثر ہی نہ تھا۔ اس واقعہ کا لوگوں میں چرچا ہونے لگا۔ اور محمد علی آتش باز نے میاں محمد حسین سے تذکرہ کیا۔ جو اس سے پہلے ہمارے حضرتؒ کو صرف اتنا ہی جانتے تھے کہ عالمِ دین ہیں۔ انھیں ایام میں محمد علی کے مکان پر مجلس یازدہم منعقد ہوئی۔ جس میں حضرت قبلہؒ بھی تشریف لے گئے۔ اور میاں محمد حسین نے جو میلاد خواں بھی تھے۔ اس مجلس میں انھوں نے منظوم بیان ولادت باسعادت حضرت خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام پڑھا۔ اس بیان منظوم میں دو شعر ایسے بھی تھے کہ آداب رسالت اور آدابِ شریعت کے موافق نہ تھے۔ جب میلاد ختم ہوا۔ اور لوگ چلے گئے تو آپؒ نے محمد حسین سے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ دو شعر جو تم نے پڑھے، مطابق واقعہ نہ تھے، آئندہ نہ پڑھنا۔

خدا کے محبوب | پھر یہ ارشاد ہوا۔ کہ تمامی مخلوق عاشقِ خدا ہے، اور خدا سب کا محبوب اور مطلوب ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے محبوب ہیں، اور خدا آپ کا عاشق ہے، یہ مرتبہ خاص ہے مخلوق میں اور کسی کو حاصل نہیں ہوا کل انبیاء علیہم السلام کو اللہ کا دیدار "قلب کی آنکھ" سے ہوا۔ اور ہمارے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شبِ معراج میں **اللہ جل شانہ، کو ظاہر آنکھ سے دیکھا۔**

قلب کی آنکھ | میاں محمد حسین نے بھولے پن سے عرض کی "حضور! کیا قلب کی بھی آنکھ ہوتی ہے!" آپؒ نے تبسم فرمایا۔ اور یہ ارشاد ہوا "ابھی بچے ہو نہیں سمجھ سکو گے، قلب کی بھی آنکھ ہوتی ہے! اور اس کی روشنی ایسی ہوتی ہے۔ کہ یہ شمع (سامنے شمع روشن تھی، اس کی طرف اشارہ فرمایا) اس کے روبرو ہیچ ہے۔ اور یہ روشنی شمع اُس (روشنی قلب منور) کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی!" محمد حسین متحیر ہوئے۔ کہ قلب کی بھی آنکھ ہوتی ہے۔ اور اس روز سے محبت واعتقاد کا ایک لگاؤ آپ کے ساتھ محسوس ہونے لگا۔ روزانہ حاضرِ خدمت مبارک

ہوا کرتے۔

جواب استدعائے بیعت کا

ایک دن میاں محمد حسین نے عرض کی "حضور ہمیں غلامی میں قبول فرما لیجئے۔ اور خدا کا راستہ تلقین فرما دیجئے!" حضرت نے فرمایا، ہم مرید نہیں کرتے ہیں۔" جب اُن کی التجا اور آرزو حد سے گذر گئی۔ تو آپ نے اُن کی تسلّی کے لئے فرمایا! "مجھے ہندوستان (ممالک متحدہ آگرہ و اودھ وغیرہ) میں مرید کرنے کی ابھی اجازت نہیں ہے، اگر اجازت مل جائیگی۔ تو اُس وقت مرید کرلوں گا!" میاں محمد حسین نے عرض کیا۔ حضور! کس کی اجازت نہیں ہے"؟ آپ نے فرمایا! "اپنے بزرگان دین، پیرانِ طریقت سے، ہمیں ہندوستان (یو۔پی۔ پنجاب وغیرہ) میں مرید کرنے کی ابھی اجازت نہیں!"

انھوں نے درخواست کی کہ "جب اجازت مل جائے، تو سب سے پہلے مجھے سلسلۂ غلامی میں قبول فرمایا جائے!" آپ نے منظور فرمایا۔

میاں محمد حسین اسی امید پر ایک سال تک برابر حاضر ہوتے رہے۔ اس کے بعد حضرت قبلہؒ نے زیارتِ حرمین شریفین کا قصدِ سفر فرمایا۔ اور محمد حسین سے ارشاد ہوا! "انشاء اللہ حج بیت اللہ سے واپس آکے ہم تمہیں اپنے حضرتؒ کے سلسلۂ عالیہ میں داخل کرلیں گے!"

حضرت فخر العارفین کا سفر حج و زیارت

حضرت قبلہ روحی فداہ نے اپنے سفر حج کے متعلق ایک روز ارشاد فرمایا۔

عزیز مصر ہونے کی بشارت "جوانی کا زمانہ تھا، جو ہمارا سفر حج کا ارادہ ہوا ہم نے اس سفر کے بارہ میں تفاول کیا جس سے یہ ظاہر ہوا کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام سفر کر کے "عزیز مصر" ہو گئے اسی طرح تمہارے لئے یہ سفر مبارک ہوگا!" اسوقت تو ہمیں خیال نہیں ہوا۔ پندرہ بیس برس کے بعد یہ خیال پیدا ہوا، کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا نام کیوں آیا تھا؟ شاید ہمارے معاملات حضرت یوسف علیہ السلام سے ملتے جلتے ہوں گے، اسواسطے ہم تفسیر سورۂ یوسفؑ کو خصوصیت کے ساتھ غور سے دیکھتے رہے۔ کہ اس تفسیر میں کیا کیا باتیں ہیں؟ تفسیر سورۂ یوسفؑ میں ایک موقع پر یہ شعر تھا۔ ؎

دردے است دریں سینہ کہ گفتن نتوانم　　　　ویں طرفہ کہ آں نیز نہفتن نتوانم

اخفائے درد سینہ ہمیں اس شعر سے بہت ذوق ہے۔ (چنانچہ اس شعر کو آپ اکثر پڑھا کرتے تھے۔) ایک بار خواجہ عبد القدیر بنارسی سے فرمایا "تم نے اس مضمون کا کوئی شعر دیکھا ہے؟" انھوں نے عرض کیا۔ کہ ایک شعر اس مضمون کا ملتا جلتا یاد ہے ؎

عجب دردے است اندر دل اگر گویم زباں سوزد　　　　وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

ارشاد فرمایا "یہ شعر صاحب حال" کا ہے "صاحب مقام" کا نہیں ہے "سوزش" صاحب حال کو ہوتی ہے صاحب مقام کو نہیں ہوتی ہم نے جو شعر پڑھا وہ صاحب مقام کا ہے۔ بالکل حسب حال ہے۔ ہمیں اس شعر سے بہت ذوق ہے۔ ؎

دردے است دریں سینہ کہ گفتن نتوانم　　　　ویں طرفہ کہ آں نیز نہفتن نتوانم

حالاتِ حضرت یوسفؑ ارشاد ہوا: جناب یوسف علیہ السلام نے گیارہ ستاروں اور چاند کو اور سورج کو سجدہ کرتے ہوئے خواب میں دیکھا (یعنی گیارہ بھائیوں، اور والدہ اور والد کو) حضرت یعقوب علیہ السلام کو منجانب اللہ اسکا علم ہوا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا مرتبۂ نبوت، اُن سے بڑھ کر ہوگا۔ اور تعبیر خواب کا علم اور یہ نعمت (مسجود ہونے کی) بھی عطا ہوگی۔ اس بات کا علم حضرت یوسف علیہ السلام کو بعد میں ہوا (اپنے اس مرتبہ کی وجہ سے) حضرت یوسفؑ نے باپ کے لئے اپنا پیراہن ہدیۃً بھیجا۔ اور یہ فرمایا کہ اس پیراہن کو چشم مبارک پر رکھنے سے، بینائی آنکھوں میں آجائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ نبوت کا معز زعہدہ بھی عطا ہوگا۔ اور مصر کی بادشاہی بھی نصیب ہوگی۔ اِن وعدوں میں چالیس سال تکلیفیں سہتے رہے

کنویں میں ڈالے گئے۔ غلام کی حیثیت سے فروخت ہوئے۔ قید خانے کی سخت ترین مصیبتیں جھیلیں۔ یہ سب کچھ ہوا آخر الامر خدائی وعدہ پورا ہوا۔ نبوت کے معزز عہدے سے مشرف ہوئے۔ مصر کے شاہی تاج و تخت کے وارث و مالک ہوئے۔ اور گیارہ بھائیوں اور والدین کے تعظیمی سجدہ کے مسجود ہوئے۔ وَرَفَعَ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا۔

مکتوب حضرت یعقوب بنام عزیز مصر | جب حضرت یوسف علیہ السلام "عزیز مصر" ہو گئے۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُن کے نام خط بھیجا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ انا یعقوب اسرائیل الله، ابن اسحق صفی الله اخو اسمعیل ذبیح الله ابن ابراهیم خلیل الله۔ اکتب الی عزیز الریان۔ اما بعد۔ فانا اهل بیت فی الارض مبتلاءً بالبلاء۔ اما جدی ابراهیم، ابتلی الله تعالیٰ بالنار فانجاه۔ واما عمی اسمعیل فابتلی بالذبح واما انا فکان لی قرة عینی من جمیع الاولاد وابتلانی فی مفارقته حتی عمیت وکان له اخ هو محبوس بشامته عندک بعلت السرقة، فاعلم انا لا اکون سارقا ولا ابنی، فان قفلت برده۔ فلک الاجر والثواب عند یوم الحساب ٥

(ترجمہ) میں کہ یعقوب اسرائیل اللہ ابن اسحٰق صفی اللہ جن کے بھائی اسمٰعیل ذبیح اللہ ابن ابراہیم خلیل اللہ ہوں (علیہم السلام) یہ خط عزیز ریان (عزیز مصر) کی طرف لکھتا ہوں۔ بعد حمد و نعت کے۔ ہم اہل بیت (خاندان نبوت) زمین میں بلاء کے ساتھ مبتلا کئے گئے ہیں۔ (جیسے کہ) میرے دادا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آگ کے ساتھ مبتلا کیا، اور پھر نجات دی، اور میرے چچا اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کے ساتھ مبتلا کیا گیا (اور پھر اس سے نجات دی) اور میری تمام اولاد میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک (یوسف) ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے ان کی بلائے فراق میں مبتلا کیا۔ یہاں تک کہ (اُن کے دردِ فراق میں روتے روتے) میں نابینا ہوا۔ اور اُن (یوسف) کے ایک بھائی تھے۔ جو اپنی شامتِ نفس سے، آپ کے پاس بہ علت سرقہ محبوس ہیں۔ مگر جان لیجئے کہ ہم (اہل بیت نبوت) چور نہیں ہیں۔ اور نہ میرا بیٹا چور ہے (شریعت سابقہ سے یہ بات عام طور پر لوگ جانتے تھے کہ اہل بیت نبوت چور نہیں ہوتے، اسوجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ لکھا) پس اے عزیز مصر! اگر آپ ان کو رہا کر نے اور واپس کرنے پر راضی ہو جائیں۔ تو آپ کے لئے قیامت تک اجر و ثواب ہے"۔

اپنے والد کا یہ خط حضرت یوسف علیہ السلام کو ملا، تو نقاب پوشی کی حالت میں زار و قطار روئے (از منۂ قدیمہ میں بادشاہوں کا دستور، منہ پر نقاب ڈال کر تختِ شاہی پر بیٹھنے کا تھا) پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اس خط کا جواب لکھ کر بھیج دیا۔ جب یہ خط حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔ تو آپ نے فوراً پہچان لیا کہ یہ خط حضرت یوسفؑ کا ہے۔ کیونکہ خط ان کی خوشبو سے معطر تھا۔ اور نبی کا خط پڑھ کر دوسرے نبی کو مثلاً اس بات کا علم ہو جاتا ہے

کہ یہ خط ایک پیغمبر کا ہے۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین ہو گیا، کہ ان کے لختِ جگر، نورِ نظر، حضرت یوسف علیہ السلام بقید حیات ہیں۔ اور یہ خط انہی نے بھیجا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے خط سے عظمت و احترام کا اظہار ہوتا ہے۔ خود ستائی کسی حال میں جائز نہیں ہے۔ مگر اس موقع میں اس کا عکس ہے۔ اور یہ اس لئے ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جسے عظمت و بزرگی عطا ہوتی ہے، اس کا اظہار کسی حال میں خود ستائی نہیں ہے خاصکر پیغمبروں کے لئے!۔

اظہار مفاخر حضرت غوث اعظم کا رمز چونکہ عہدۂ نبوت، اور عظمتِ نبوت کا اظہار منشائے ایزدی ہے۔ (اور ولایت ظل نبوت ہے) اس لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ) حضرت غوث الثقلین، اور دیگر حضراتِ اکابر، جنھیں اللہ جل شانہ نے عہدہ ولایت و بزرگی خاص عطا فرمایا۔ ان بزرگان دین نے بھی وقتاً فوقتاً اپنی ولایت و بزرگی کا اظہار (بامر الٰہی) فرمایا ہے۔ اور اس طرح انہوں نے خلق اللہ کو حق شناسی کا موقع دیا ہے۔ اور یہ عین مصلحت خداوندی ہے۔ لیکن تمام خلق اللہ کے لئے خود ستائی ممنوع ہے، اور خلاف شرع ہے۔

انتظاماتِ سفر حج اپنے سفر حج کے حالات کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا "جس وقت حرمین شریفین کے سفر کا قصد ہوا۔ اسوقت دس روپے میرے پاس جمع تھے۔ میں نے حساب کیا تو روانگی کے وقت تک کل ساٹھ روپے جمع ہو سکتے تھے۔ بایں ہمہ، خرچ کے لئے ساٹھ روپے کی اور کمی تھی جو میں نے ایک شخص سے قرض لئے، اس طور پر کہ میری تنخواہ میں سے پندرہ روپے ماہوار لیا کریں، اور ایسا انتظام کر دیا کہ واپسی تک ان کا قرض بھی ادا ہو جائے۔ اور خرچ کے لئے کچھ روپیہ جمع بھی رہے!" پس آپ نے مدرسے سے چار مہینے کی رخصت لی۔ روانگی کے وقت تک موجودہ ایک سو بیس روپے میں چالیس روپے کا اور اضافہ ہو گیا۔ اور کل ایک سو ساٹھ روپے ہو گئے بس اس ایک سو ساٹھ روپے میں آپ نے اتنا بڑا سفر فرما لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ بمبئی سے جدہ تک کا کرایۂ جہاز صرف پندرہ روپے تھے۔ اس طرح اونٹوں کے کرایے، اور تمام اخراجات اتنے کم تھے کہ ڈیڑھ سو روپے میں باسانی سفر حج ہو جاتا تھا۔

ایک سو ساٹھ میں سفر حج کیونکر ہو سکا ارشاد فرمایا: بمبئی کے ساحل پر گویا ہم نے اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیا مردہ کی طرح بہتے ہوئے چلے گئے۔ اور بہتے ہوئے چلے آئے۔ اگر دس ہزار روپیہ صرف کرتے جب بھی ایسا حج ہوتا نہ ایسا آرام ملتا!"

غالب الحال اور مغلوب الحال دربار شریف کے ایک مرید حکیم شمس الاسلام کے سفر حج کے بارہ میں نصیحۃً ایک بار یوں فرمایا۔ حال انسان کو مغلوب کرنا چاہتا ہے، مگر غالب الحال، مغلوب نہیں ہوتا۔ حکیم شمس الاسلام کے پاس پندرہ سو روپے تھے۔ سفر میں غلبۂ حال (جوش و خروش) کے سبب یہ سب روپیہ انہوں نے صرف کر دیا

مگر ہم نے کیا کیا تھا، یہ کیا تھا، کہ مردہ کی طرح بہتے ہوئے چلے گئے، اور بہتے ہوئے چلے آئے۔ اسلئے ہمارا حج ایک سو ساٹھ روپے میں ہو گیا۔

خطِ بادشاہی | سفر حرمین الشریفین میں جہاز پر جاتے ہوئے حیدرآباد کے ایک وکیل اکبر علی صاحب سے حضرت قبلہؒ کی ملاقات ہو گئی۔ انھیں علم جفر اور رمل اور سامدرک میں بہت اچھی مہارت تھی۔ اور جہاز میں ان کا یہ ایک مشغلہ تھا کہ لوگوں کے ہاتھ دیکھا کرتے۔ اور ہاتھوں کی لکیریں دیکھ دیکھ کر حالات بتایا کرتے۔ ایک دن انھوں نے ہمارے حضرتؒ کے کف دست مبارک کو بھی دیکھا۔ آپؒ عام مسافروں میں ملے جلے رہتے تھے، اسوقت تک کسی کو بھی آپکی شخصیت کا علم نہ تھا۔ نہ وکیل صاحب کو نہ اور کسی کو۔ انھوں نے آپ کے دستِ پاک کے ایک پیدائشی خط کو خوب غور سے دیکھا، اور حیرت و تعجب کے ساتھ بولے، "ابتک ایسے اقبال مند آدمی کا ہاتھ میری نظر سے نہیں گذرا۔ یہ صاف اور سیدھا خط جو گرہ بند دست سے شروع ہو کر تمام ہتھیلی کو پار کرتا ہو اور میانی انگلی میں دور تک چلا گیا ہو لاکھوں کروڑوں میں کسی خوش نصیب ہی کے ہاتھ میں ہوا کرتا ہے۔ اور جس کے ہاتھ میں ایسا خط ہو۔ ضروری ہے کہ وہ یا تو دنیا میں کوئی عظیم الشان بادشاہ ہو، یا اقبال مندانِ دین سے ہو۔ بہت بڑے قطب اور غوث کا رتبہ اس کا مقام ہو۔ پس یہ ہونا ہے کہ یا آپ اپنے زمانہ کے ایک جلیل القدر بادشاہ ہو جائیں گے۔ یا بہت بڑے ولی اللہ، قطب، اور غوث، اور شہنشاہِ دین ہوں گے"!

اب جو انھوں نے ہمارے حضرت سے بات چیت کی، تو ان پر آپکے بہت بڑے عالمِ دین ہونیکا حال کھلا۔ اور آپ کی بزرگی، اور آپکے ایک شمّہ عظمت و وقار سے آشنا ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے لوگوں میں اس بات کا چرچا کیا کہ ایک بہت بڑے بزرگ چھپے ہوئے ہیں لوگوں میں موجود ہیں۔ اور ہماری خوش قسمتی سے اس جہاز پر سفر کر رہے ہیں۔ اس سے یکبارگی لوگ آپ کی طرف ٹوٹ پڑے اور ہر ایک کے دل میں آپ کی ایسی عظمت و محبت پیدا ہوئی۔ کہ آپ "میر کارواں" اور "سالار قافلہ" مانے گئے۔ اور نہ صرف اسی جہاز پر، بلکہ آپکے تمام سفر حج میں ایک جماعتِ حجاج آپ ہی کے زیر قیادت رہی، اور آپ کی بدولت لوگوں کو ہر طرح آرام و آسایش، اور خیر و برکت "ارض مقدس" میں نصیب ہوئی۔

شیخ الہند حرم نبوی میں | جب آپ حرم نبوی میں غربا کو کچھ خیرات تقسیم کر رہے تھے۔ تو اطفال عرب بے اختیارانہ آپ کو "یا شیخ الہند" پکارتے ہوئے آپ کی طرف ہجوم کر آئے۔ اور اہل عرب، اکثر آپ کو "انت سید القوم" کہہ کر مخاطب کرتے۔

عزیمت پر عمل | اپنے سفر حج کے حالات میں ارشاد فرمایا۔ "راہِ مدینۂ طیبہ میں صرف ظہر کی نماز تو جماعت سے ہوتی تھی (باقی نمازیں باجماعت نہیں ہوا کرتی تھیں۔ اکثر لوگ اونٹ پر ہی نماز پڑھ لیا کرتے) میں یہ کرتا، کہ باقی نمازیں اونٹ سے

اتر کر زمین پر پڑھا کرتا۔ اس طریقے سے کہ قافلے سے کچھ آگے نکل جاتا۔ اور وہاں نماز شروع کرتا۔ اور جس وقت قافلہ وہاں تک پہنچتا۔ میں نماز سے فارغ ہو کر قافلہ میں مل جاتا۔

حج سے پہلے زیارت آپؒ زیارتِ مدینہ منورہ سے حج کے قبل مشرف ہوئے۔ حج واپسی میں ادا کیا۔ ارشاد فرمایا۔ "میں نے مدینہ منورہ مسجد نبوی میں احرام باندھا۔ پھر زیارت روضۂ اطہر سے مشرف ہوا۔ اور رخصت ہو کر ایک ملاقاتی کے پاس ملنے گیا۔ اِنھوں نے کہا آپ ذرا ٹھہر جائیں، میں میلاد شریف پڑھوں گا۔ میں ٹھہر گیا۔ اور بعد ختم میلاد شریف وہاں سے روانہ ہوا۔"

احرام مسجد نبوی میں ارشاد فرمایا: "ایک بات ہم تم لوگوں سے کہے دیتے ہیں۔ ارکانِ حج میں یہ بھی داخل ہے، کہ بیرونجات سے جو لوگ مکہ مکرمہ میں داخل ہوں۔ تو احرام بند داخل ہوں۔ اسلئے۔ جب کوئی مکہ معظمہ میں باہر سے آتا ہے۔ تو احرام باندھے ہوئے آتا ہے۔ اور مدینۂ منورہ سے چلتے ہیں، تو کچھ لوگ وہیں سے احرام باندھ لیتے ہیں اور کچھ راستہ میں احرام بند ہوتے ہیں۔ اگر حق سبحانہ تعالیٰ تم لوگوں کو حج نصیب کرے، تو مدینۂ طیبہ مسجد نبوی سے احرام باندھ کر روضۂ مبارکہ و مقدسہ پر حاضری دیتے ہوئے تب مکہ معظمہ میں آنا۔ ہم کو اسی میں ذوق معلوم ہوتا ہے!"

مناسک حج ملا علی قاری مسائل حج کے بارے میں فرمایا، اگر تم لوگوں کو اتفاق زیارت حرمین شریفین ہو۔ تو ملا علی قاری کی کتاب مناسک حج (شاید یہی نام فرمایا تھا) لے لینا۔ انھوں نے مسائل حج کو بہت تحقیق کے ساتھ بارہ برس وہاں رہ کر لکھا ہے"۔

اجازتِ دلائل الخیرات ارشاد ہوا۔ "ہمیں دلائل الخیرات شریف کی صحت و اجازت اسی سفر میں جناب سید رضوانؒ سے ملی۔ آپ ہمارے استاد دلائل الخیرات ہیں۔ یہ "اجازت" اس طرح تھی کہ جتنا جی چاہے، اور جس قدر جی چاہے، پڑھ لیا کریں۔ ہم نے دلائل الخیرات اور حزب البحر کو برسوں پڑھا ہے۔ مگر اب سب چھوٹ گئی۔ حضرت سیدنا دادا پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دلائل الخیرات جناب سید رضوان صاحب ہی سے پڑھی تھی۔ یہ بزرگ فرماتے تھے کہ پینتالیس سال سے میں اس جگہ بیٹھا ہوں!"۔ تمامی لوگ انھیں سے دلائل الخیرات پڑھتے تھے!

احترام حجاز ہمارے حضرت قبلہؒ اپنے سفر حج کے حالات بہت ہی کم فرمایا کرتے تھے۔ صرف مریدین و طالبین کے فائدے کے لئے کچھ فرما دیا کرتے۔ اور خاموش ہو جاتے۔ بعض لوگ سفر حج سے آکر حرمین شریفین کے حالات و معاملات کی حکایت و شکایت کرتے۔ تو آپ وہاں کے احترام اور پاس ادب کے سبب لوگوں کو یہ کہہ کر خاموش کر دیتے "کہ ہم کیا ہیں؟ وہاں کے تو حیوان بھی اچھے!" (ایسے الفاظ فرماتے۔ کہ جنھیں نقل کرنا دشوار ہے)۔

حضرتِ مولانا حاجی امداد اللہؒ ارشاد فرمایا! "جب ہم مکہ مکرمہ میں گئے تو مثنوی (حضرت مولانا رومؒ) کو حاجی صاحب (حاجی امداد اللہؒ) مرحوم و مغفور سے تبرکاً پڑھنے لگے۔ ہم ان کے پاس اسی وقت جاتے، جبکہ وہ درس مثنوی شریف

دیا کرتے تھے۔ اوقات خاص میں جبکہ وہ نماز اور وظیفہ میں مشغول ہوتے ہم کبھی نہیں گئے جس سے ہمیں ان کی بزرگی (ظاہراً) کچھ معلوم ہوتی۔ ایک روز ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ اور مثنوی شریف پڑھ رہے تھے کہ یکایک حاجی صاحب کراہے اور انھوں نے ایک آہ کی۔ اور اُن کے کراہنے اور آہ کرنے سے ایسا معلوم ہوا کہ اُن کے سینہ سے ایک شعلۂ آتشین نکل پڑا۔ ہم نے اُن کے کراہنے کی آواز سے سمجھ لیا کہ یہ بہت بڑے درویش اور عارف باللہ ہیں!"

حاجی صاحب کی طرف سے اجازۃ درسِ مثنوی سے فارغ ہوکر ہم چلے تو اس دن ہم نے حاجی صاحب سے کہا" ہمیں صابریہ و نظامیہ سلسلے کی بہت آرزو ہے!" حاجی صاحب نے فوراً ہی جواب دیا" ہم نے آپ کو اجازت دی!" بس اُن سے اور ہم سے یوں معاملہ ہوا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ بہت بزرگ تھے۔ جو طریقہ کہ سلفِ صالحین کا تھا، بس وہ ہی اُن کا مسلک تھا۔ حضرت نبی کریم صلعم سے لیکر جناب حاجی صاحب تک، اس سلسلۂ شریفیہ کے تمام پیران طریقت سب کے سب نور ہی نور تھے!۔

دو بزرگ معاصرین فرمایا" دو آدمی ہماری سمجھ میں آئے۔ ایک شاہ محب اللہ صاحبؒ ہوگلی کے، دوسرے حاجی امداد اللہؒ صاحب مہاجر کی، اگر ہمیں اپنے والد صاحب قبلہؒ کا زمانہ نہ ملا ہوتا۔ اور ہم مرید نہ ہوئے ہوتے۔ تو ان دو بزرگوں میں سے کسی ایک کے مرید ہو جاتے۔

سفرِ حج سے مراجعت سفرِ حرمین الشریفین سے جب آپ غازی پور واپس تشریف لے آئے، تو اب آپ نے میاں محمد حسین سے فرمایا۔

اجازت عام " آؤ! اجازت ہے، اب ہم مرید و تلقین اور حلقہ و سماع کرنے کی اجازت عام لے کر آئے ہیں۔ اب جو مرید ہونا چاہے، اُسے مرید کرلیں گے!"۔

غازی پور کے پہلے مرید محمد حسین کی دکان، پارچہ فروشی کی تھی۔ حضرت قبلہؒ کا ان سے معاملہ کبھی نقد کبھی قرض رہا کرتا تھا۔ اب ان سے ارشاد ہوا۔ کہ" اگر تم مجھ سے مرید ہونا چاہتے ہو۔ تو میں تم سے کپڑا نہیں لینے کا۔ یا مرید ہو لو یا میرے ہاتھ کپڑا فروخت کیا کرو"! انھوں نے عرض کی" یا حضرت! یہ کیوں"؟ فرمایا۔ خرید و فروخت، اور لین دین کا معاملہ جاری رہنے سے شبہ ہے، کہ تمہارے دِل میں خطرہ پیدا ہو۔ کہ پیر و مرید کا معاملہ ہے، ایسا نہ ہو کہ پیر صاحب دام نہ دیں۔ اگر اِس قسم کا خطرہ تمہارے دل میں آیا تمہارے لئے نقصان کا باعث ہوگا۔ اور ہمیں خدانخواستہ کہیں یہ خیال پیدا ہو، کہ یہ ہمارے مرید ہیں، ادا کیا تو کیا نہ کیا تو کیا۔ یا یہ خیال ہوا کہ ہم سے نفع نہیں لیں گے۔ اِس میں ہمارے لئے نقصان کا اندیشہ ہے!" میاں محمد حسین نے عرض کی" حضور ہمیں سلسلۂ غلامی میں داخل کرلیں۔ رہا کپڑے کا خریدنا یا نہ خریدنا۔ اس کا حضور کو اختیار ہے" ارشاد ہوا۔ اچھا پنجشنبہ کے دن آجانا، تم کو سلسلۂ عالیہ میں ہم داخل کرلیں گے" میاں محمد حسین مقررہ وقت پر حاضر ہوگئے۔ اور آپ نے اُن کو مرید فرمالیا۔

اور تعلیم و تلقین کے بعد اُن سے ارشاد ہوا۔ کہ آنکھیں بند کر کے مراقب ہو جائیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔
میاں محمد حسین نے اجسوقت کہ یہ واقعہ آپ کی وفات شریف کے بعد بیان کیا، اُن پر گریہ غالب تھا۔ یہ فرمانے لگے۔
"اُس وقت رحمت الٰہی کا دریا جوش زن تھا، اور کیا کیفیت تھی، اور کیسی رحمت شامل حال ہوئی۔ بس دل ہی جانتا ہے،
بیان میں یہ ماجرا نہیں آسکتا۔"

پہلے دن زیارتِ نبوی کچھ دیر کے بعد میاں محمد حسین سے ارشاد ہوا کہ آنکھیں کھول دیں۔ اور دریافت کیا "محمد حسین تم نے کیا دیکھا؟" عرض کی: "اِسوقت یہ غلام دربارِ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور حضوری کے شرف سے بہرہ وَر ہوا!" فرمایا "محمد حسین! ہزاروں اِسی تمنا اور آرزو میں مر گئے۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں آج نصیب فرمایا۔"

اَللّٰہُ اَکْبَر۔ ہندوستان میں یہ پہلا دن تھا، کہ جب آپ نے تعلیم طریقت، اور اشاعتِ سلسلۂ عالیہ کی ابتدا فرمائی۔ اِس راہ اشاعت میں جس ذاتِ مقدس کا پہلا روز ایسا بافیض اور بابرکت تھا، کہ مرید کو ایک توجہ میں زیارتِ نبوی نصیب ہو جائے، کہ اِدھر مرید ہو، اور اُدھر باریاب دربار رسالت ہو جائے۔ بھلا اُس ذات مبارک کے آخری زمانے، اور انتہائی کمالات، اور فیوض و برکات کا کیا اندازہ اور کیا حصر و بیان ہو سکتا ہے۔

مجالس کا آغاز غازی پور میں اس کے بعد رحمتِ الٰہی، اور قدرتِ خداوندی سے تھوڑے ہی عرصہ میں بہت لوگ سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے۔ اور مدرسۂ چشمۂ رحمت میں ہر پنجشنبہ کو حلقہ و سماع کی مجلس ہونے لگی، اور یہانتک نوبت پہنچی۔ کہ ہر پنجشنبہ کو سات سات سو آدمی آپ کی مجلس مبارک میں موجود ہوتے۔

طالبین کا جوش و خروش اور لوگوں کی حیرت حضور کے فیض و برکتِ صحبت اور توجہ پاک سے لوگوں میں جوش و خروش اور وجد وحال، اعلیٰ پیمانہ کا ہوا کرتا۔ پس جابجا لوگوں میں اس بات کا چرچا ہونے لگا۔ کہ جو شخص بھی اس سلسلۂ شریف میں بیعت ہوتا ہے، یا جو شخص بھی اس محفل مبارک میں حاضر ہوتا ہے۔ جذبۂ رحمتِ الٰہی اُسے تھام لیتا ہے، اُسے کیفیت اور جوش و خروش فوراً شروع ہو جاتا ہے، اور ایک خداداد ذوق خدا پرستی بے محنت و مشقت اُس میں پیدا ہو جاتا ہے، اور پھر وہ از جان و دل، آپ کا ایک ابدی غلام بن جاتا ہے!۔
بعض منکرین سماع بھی حاضر ہوئے۔ رحمتِ الٰہی کو منکرین کا محروم ہونا بھی گوارا نہ ہوا۔ انھیں بھی فوراً جوش و خروش نے پکڑا، اور ذوق و شوق اور محبت الٰہی کا حصّہ انھیں بھی نصیب ہوا۔

منکرین سے معاملہ اِن حالات نادرہ نے شہر بھر میں ایک ہلچل ڈال دی۔ اور شہر کے اکثر ذی علم، سماع و مزامیر کے مسئلہ میں باہم گفتگو اور تعجب کرنے لگے، کہ آپ ایسے جیّد ایسے عالم متبحر، اور "مدرسۂ چشمۂ رحمت" کے اعلیٰ مدرس ہوتے ہوئے سماع و مزامیر کو کس طرح جائز رکھتے ہیں؟ بعضے عوام کہتے۔ کہ ایسی باتیں تو نہ دیکھی ہیں

نہ سُنی ہیں، نہ فہم وعقل کے مطابق ہیں، کہ جو بھی وہاں داخل ہوا۔ رنگ میں رنگا گیا۔ فقرا کو وجد وحال ہو تو ہوا یہ کیا ہے، جو ادنیٰ یا اعلیٰ وہاں جاکر بیٹھتا ہے، بے خود اور بے قابو ہو جاتا ہے۔ بس معلوم ہوا کہ یہ سب بنگالہ کا جادو ہے۔ اور جادوئے بنگالہ کی روایت پہلے سے مشہور چلی آتی ہے، وہ یہ ہی ہے! عوام کے ایسے خیالات کی اطلاع آپؒ سے عرض کی جاتی، تو آپ سنکر چپ ہو جاتے، اور ایسی باتوں کی بالکل پروا نہ فرماتے۔ البتہ جب علمار کی جانب سے اِس مسئلہ میں مخالفت کی گرم بازاری ہونے لگی، تو آپ نے، اگرچہ طبع اقدس کو بحث ومباحثہ، اور اس قسم کی چیزوں کی طرف قطعًا اعتنا نہ تھا، محض حضرات پیرانِ عظام کے ادب واحترام کے خیال سے، کہ دربارۂ سماع اُن کا مسلک بالکل مطابق شریعت ہے، اور اُن کے مسلک کے سماع کو حرام قرار دینا، اِن پر مخالفتِ شرع شریف کا بہتان باندھنا، اور ان کی کمال بے ادبی کا مرتکب ہونا ہے، آپ نے ضروری سمجھا۔ کہ اِس مسئلہ پر بصیرت افروز تحقیق کے ساتھ ایک آخری فیصلہ سپردِ قلم کر دیا جائے۔ چنانچہ آپؒ نے عربی میں (عربی میں اس لئے کہ علم کی بحث ہے، علما تک ہی محدود رہے) ایک رسالہ "تحقیق الاضابیر فی سماع المزامیر" تحریر فرمایا۔

مسئلہ سماع میں آپ کی تصنیف	اس رسالہ میں آپؒ نے سماع کی تعریف کے بعد اول آیات قرآنی واحادیث

نبوی، اور آثار، واقوال صحابہ وتابعین سے جواز سماع پر استدلال کیا ہے، جو اباحتِ سماع ومزامیر کے ایسے قطعی دلائل ہیں کہ خدا ترس اہل علم کو مجال چون وچرا نہیں ہوسکتی، اس کے بعد منکرین کے دلائل پر نقد وتبصرہ کیا ہے، اور اُن آیات واحادیث اور اقوالِ آئمہ مجتہدینؒ اور آرائے اہل فقہ پر روشنی ڈالی ہے، جو منکرین کا مایۂ استدلال ہیں، اور آفتاب نیم روز کی طرح دکھا دیا ہے کہ جب کوئی ایک آیتِ قرآنی، اور کوئی ایک صحیح حدیث نبوی بھی غرض صالحہ کے لئے ہونے والے سماع ومزامیر کی حرمت پر وارد نہیں ہے، اور جب خود آئمہ محدثین کا قطعی فیصلہ موجود ہے، کہ حرمتِ سماع پر جن حدیثوں سے استدلال کیا جاتا ہے، وہ سب بعد کی اور وضعی چیزیں ہیں۔ ہرگز صحیح احادیث مصطفویہ نہیں ہیں، اور جلیل القدر صحابہ اور تابعین کا آلات پر سماع، قطعی طور پر ثابت اور متحقق ہو چکا ہے، تو پھر اِس مباحِ شرعی کو حرام قرار دینا حد سے گذر جانا، اور شریعت الٰہیہ میں ایک طرح سے تصرف کرنا ہے، آخر میں تمام تحقیق کا خلاصہ، اور ایک قول فیصل آپؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ اور سماع کے اقسام اور درجے بتائے ہیں، کہ کون سا سماع جائز اور مباح ہے، اور کون سا سماع مکروہ ہے، اور کس سماع کے لئے یہ کہنا درست ہے کہ وہ قطعی حرام ہے۔ اِس طرح مسلک حضرات اولیا اللہ کی تائید وتشریح میں آپ نے ایک ایسی آخری اور فیصلہ کن تحقیق، قلمبند کر دی ہے، کہ سماع کے مانعین ومجوزینؒ دونوں کیلئے راہ، اعتدال، حق وانصاف ظاہر ہوگئی۔ منکرین کے غلو اور تشدد، اور مجوزین کے تجاوز، اور بے راہ روی، اور پابندی ہوا، اور اقدامِ خلاف شریعت، سب کا سدِّباب ہوگیا۔ حضرت سلطان المشائخ، خواجہ

نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے بر سرِ دربار سلطانی علما سے اس مسئلہ میں بزرگانِ دین اور پیران طریقت کے جس جذبہ احترام قلبی سے مجبور ہو کر مباحثہ گوارا فرمایا تھا، وہی جذبہ یہاں کارفرما تھا، اور فرماتے، کہ بزرگانِ دین پر خلاف شرع ہونے کا الزام برداشت نہ ہو سکا۔ اس رسالہ کے آخر میں جناب مولانا عبدالعلیم صاحب آسی غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین خانقاہ رشیدیہ جون پور، اور جناب مولانا محمد فاروق صاحب چڑیاکوٹی استاد مولوی شبلی نعمانی کی لاجواب تقریظیں بھی ہیں۔ چونکہ یہ رسالہ مخاطبت عوام کے لئے نہ تھا، صرف اہل علم کے فہم و بصیرت اور رفع اختلافِ اکابر علم کی غرض سے لکھا گیا تھا۔ اسلئے عربی میں تھا جس کی اشاعت اُس زمانہ میں مذہبی اور علمی اداروں میں اچھی طرح ہو گئی تھی۔ قلوب پر ہیبت حق کا اور اس ذات مقدس کے علو و رفعت و تفوق علمی کا ایسا سکہ جما، کہ کہیں سے بھی اسکے جواب میں صدائے خلاف بلند نہ ہوئی۔ دل میں انصاف ہو، اور ترس قیامت، اور خوفِ خدا، تو اہل علم کے لئے اب اِس مسئلہ میں حضرات اولیاء اللہ کی مخالفت، ممکن نہ ہو گی۔ کج فہمی اور دل کی سختی ہو تو اس کی بات ہی جدا ہے۔

ارادتمندانِ غازی پور | پھر تھوڑے ہی عرصہ میں غازی پور کے تقریبًا پانسو آدمی ارادت لائے۔ اور آپ کی تعلیم و تلقین اور برکتِ انفاسِ مبارکہ سے رشد و ہدایت اور سعادت ازلی سے بہرہ یاب ہوئے۔

غیر مسلموں کی آمد و رفت | حضور کے فیوض و برکات کی شہرت مسلمانوں سے گذر کر غیر مسلم حلقوں میں بھی پھیلی یہ لوگ بھی دُعا، تعویذ، اور مریضوں کے لئے پانی دم کرانے، اور اپنی دوسری حاجتوں، اور مرادوں کے لئے حاضر خدمت ہونے لگے۔

برہمن کا اعتقاد | ایک روز ایک برہمن پانی پر دم کرانے کے لئے آیا۔ آپؒ نے اس سے فرمایا ہمارا دستور ہے کہ ہم پانی میں انگلی ڈبو کے دم کرتے ہیں، اگر تم اِس پر راضی ہو، تو خیر ورنہ مجبوری ہے۔ برہمن چونکہ بعض واقعاتِ کرامت دیکھ، اور سُن کر، عقیدتمندانہ حاضر ہوا تھا، کہ کیسے کیسے مایوس العلاج آپ کے دم کئے ہوئے پانی سے اچھے ہو چکے ہیں۔ اِس لئے اُس نے کہا "حضور پہلے ہمارے پانی سے انگلیاں دھولیں، پھر دستور کے موافق پانی میں ڈال کر دم کر دیں" آپ نے فرمایا: اچھا اس میں مضائقہ نہیں!"۔ اسکے بعد ہنود اہل حاجت یہ کرتے۔ کہ دو برتنوں میں پانی لاتے، ایک پانی سے ہاتھ دھلوا دیتے، اور دوسرے پانی پر دم کرا لیتے۔ مگر یہ طریقہ بس تھوڑے ہی دنوں تک رہا۔ آخر ہندوؤں کا اعتقاد، آپ کی پے در پے کرامات دیکھ کر، اس قدر بڑھا کہ دو برتنوں میں پانی لانا انھوں نے خود ہی ترک کر دیا۔ ایک ہی ظرف آپ لاتے، اور دم کرا کے لے جاتے، اور عرض کرتے، کہ آپ کے چھونے اور انگلی ڈبونے سے چھوت نہیں ہو گی۔ آپ جیسے کہ مسلمانوں کے گرو ہیں، ہمارے بھی ہیں۔ آپ تو ہمارے نزدیک اوتار (ولی) ہیں۔

برہمن کی قدم بوسی میاں محمد حسین کہتے تھے۔ کہ ایک روز میں حاضرِ خدمت تھا میں نے دیکھا کہ چند ہندو مرد و عورت حاضر ہو کے قدم بوس ہوئے۔ آپؒ نے مجھ سے فرمایا۔ "یہ برہمن ہیں۔ کسی کے قدم چھو کر سلام کرنا ان لوگوں کا دستور نہیں ہے، مگر یہ ہمیں اسی طریقہ سے سلام کرتے ہیں۔ ہم نے ان لوگوں سے پوچھا تھا کہ تم لوگ تو کسی کو سلام ہی نہیں کرتے۔ وہ بولے۔ "ہم نے آپ کو دھرم کا باپ مانا ہے ا"

غازی پور میں آپ کے معمولات اشاعتِ طریقت کے قبل آپ کا غازی پور میں یہ دستور و معمول رہا۔ کہ نمازِ فجر کے بعد آپ حجرہ بند کر لیتے، اور طلوعِ آفتاب کے بعد دیر تک مشغولی فرماتے۔ اِسکے بعد تلاوتِ قرآن مجید فرماتے۔ اور چاشت کا وقت گذر جاتا، تب آپ حجرہ سے باہر تشریف لاتے جس کے بعد کچھ ناشتہ فرماتے۔ اور جو اہلِ حاجت کہ منتظر ہوتے اُن کی حاجت برآری کے بعد مدرسہ تشریف لے جاتے، مدرسہ کے کام سے فارغ ہو کر دوپہر کے وقت کھانا تناول فرماتے۔ اس کے بعد التزاماً کچھ دیر کے لئے قیلولہ فرماتے۔ نمازِ ظہر کے بعد سے نمازِ عصر تک پھر درسِ طلباء، کتب بینی، اور ملاقاتِ وارد و صادر، ان امور میں صرفِ وقت فرماتے۔ اشاعت طریقت کے بعد یہ حال ہو گیا تھا کہ صبح ہی صبح بہت لوگ آپ کے حجرہ کے روبرو جمع ہو جاتے، اور منتظر رہا کرتے۔ کہ آپ کب حجرہ سے باہر تشریف لاتے ہیں۔ آپ معمولات سے فارغ ہو کر دروازہ کھولتے۔ اور حاجتمندوں سے مخاطب ہوتے، اور اُن کے لئے دعا فرماتے اور جو لوگ کہ ہدیۂ شیرینی پیش کرتے۔ قبول فرما لیتے، اِس کے بعد مدرسہ تشریف لے جاتے۔ مغرب کے بعد اہلِ حاجت دُعا کے لئے حاضر ہوتے۔ اور عقیدتمند اصحاب اِس وقت مرید و تلقین ہوتے۔ رات کے بارہ بجے تک لوگوں کا ہجوم رہا کرتا۔ لوگ جانا نہ چاہتے، اور آپ کا یہ منشا ہوتا کہ لوگوں سے جلد رخصت ہوں، آخر آپ بکمال شفقت و اخلاق لوگوں کو رخصت فرماتے۔ اور پھر ذکر و مراقبہ اور تہجد میں مشغول ہو جاتے۔

چھپ کر عبادت راتوں کو چھپ کر مشغولی عبادت و ریاضت، آپ کا ہمیشہ دستور رہا۔ پنجشنبہ کی رات آتی، تو دربارِ چشمۂ رحمت کے صحن میں محفل سماع منعقد ہوا کرتی۔ اور آپؒ بطرز و روشِ بزرگانِ متقدمین شرکتِ سماع فرماتے۔

خاص تقریبیں بارہویں ذوالقعدہ، اور بارہویں ربیع الاول مبارک اور گیارہویں شریف کے دن آپ غسل فرماتے، اور اچھے اور نئے کپڑے زیب تن فرماتے، سُرمہ لگاتے۔ خوشبو استعمال فرماتے، اور ان تاریخوں میں نہایت ذوق و شوق کے ساتھ اہتمام مجالس فرماتے۔

غسل سرد آب ایک عرصہ تک آپ کا یہ معمول رہا۔ کہ پنج وقتہ نماز سے پہلے غسل فرماتے۔ اور غسل کے بعد نماز پڑھتے کبھی کبھی جاڑے کی ٹھنڈی راتوں میں آپ رات کے ٹھنڈے باسی پانی سے نہا کر کھلے گریبان زیر آسمان شبنم میں ٹہلتے رہتے تھے۔ یہ حالت ذکر و ریاضت کی حرارت سے تھی۔

شیر کی آواز رحمت اللہ شاہ نے ایک بار عرض کیا۔ کہ آج رات محلے میں شیر کے ڈکرنے کی آواز آتی تھی دوسری رات

جبکہ شب کا پچھلا پہر تھا، انھوں نے پھر وہی آواز سنی۔ اور کہا کہ خیال کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ یہ آواز حضور ہی کے حجرہ سے آتی تھی۔ فرمایا "ہاں! کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے!" اسکے سوا کچھ نہ فرمایا۔ میاں رحمت اللہ شاہ نے یہ راز کسی پر ظاہر نہ کیا۔ بہت عرصہ کے بعد جبکہ آپنے غازی پور سے ترک تعلق ملازمت فرمایا۔ اور تشریف لے گئے۔ تب خاص خاص لوگوں پر یہ ماجرا ظاہر کیا۔

ارشاد غوث الثقلین | حضرت غوث الثقلین پیر محی الدین سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رح نے فرمایا کہ ایک رات سخت جاڑا تھا۔ اُس رات مجھے چالیس بار حاجت غسل پیش آئی، اور میں چالیس مرتبہ نہایا، اگرچہ سردی اس کڑاکے کی تھی، کہ میں ہلاکت کے قریب پہنچ گیا تھا۔

ارشاد حضور | حضرت قبلہ روحی فداہ نے ارشاد فرمایا۔ "ایک زمانہ میں ہماری بھی یہی حالت تھی۔ کہ رات، اور دن میں جسوقت سوتے نہانے کی ضرورت پیش آتی۔ اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں، ہم پیشتر کچھ نہیں جانتے تھے، مگر اب سمجھنے لگے ہیں"۔ کثرت حرارت قلب سے آپ کا سر مبارک گرم ہوجاتا۔ تو آپ دماغ کو ٹھنڈے پانی سے دھارتے۔

ایک مرض | کثرت و غلبۂ حرارت سے آپ کو قطرہ کی شکایت پیدا ہوگئی تھی۔ دہلی اور لکھنؤ میں آپنے اطبا کا علاج بھی کیا، مگر فائدہ نہ ہوا۔ فرمایا "دہلی میں ایک بار مولوی عبد الغفور صاحب یوسف پوری (غازی پور) سے، ہماری ملاقات ہوئی۔ انھوں نے فرمایا۔ کہ آپ نہ اپنا کام ترک کریں گے، نہ آپ کو آرام ہوگا" ہم نے کہا "جان جائے یا رہے یہ تو ہم سے نہ چھوٹے گا۔ اور نہیں چھوٹ سکتا! مولوی عبد الغفور صاحب درویش شناسی میں بہت مشہور تھے۔ یہ سلسلۂ عالیہ ابو العلائیہ کے بزرگ اور شیخ تھے۔ دہلی میں نواب دوجانہ اور حکیم واصل خاں کو ان سے بہت عقیدت تھی!"

ملازمت سے استعفا | سلسلۂ اشاعت تعلیم و تلقین شروع فرمانے کے چھ مہینے بعد آپنے ترک ملازمت اور اقامت وطن کا قصد فرمایا، اور ارشاد فرمایا "ہجوم سے ہمارا اب بہت حرج ہوتا ہے!"

وجہ ترک ملازمت | ترک ملازمت کی ایک فوری وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی۔ کہ ہم مدرسہ میں طلبا کو درس حدیث دینے میں مشغول تھے، کہ کلکٹر غازی پور مدرسہ کے معائنہ کو آئے۔ مدرسہ کے مہتمم بھی اُن کے ساتھ تھے۔ کلکٹر کو دیکھ کر ہم کھڑے نہیں ہوئے (کیونکہ درس حدیث میں مشغول تھے) اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے جو بات کہ وہ ہم سے پوچھتے، اُسکا جواب دیتے رہے۔ مہتمم صاحب نے ہمارے قریب آکر چپکے سے کہا کہ "یہ کلکٹر صاحب اور حاکم وقت ہیں" یعنی ہمیں اُن کے لئے تعظیماً سرو قد ہوجانا چاہیئے۔ ہم نے افسر یعنی مہتمم صاحب کے کہنے کی تعمیل تو اسی وقت کردی، مگر دوسرے دن استعفا داخل کردیا۔ کہ اب ہم سے بندہ کی تابعداری نہ ہوگی۔ مولوی عبد الاحد صاحب شمشاد، اور مولوی امانت اللہ صاحب اور شہر کے عمائد و معززین نے اس خبر کو سنا تو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور تمنائیں اور آرزوئیں کیں

کہ خواہ درس نہ دیجئے۔ مگر اقامت غازی پور ترک نہ فرمائی جائے مستقل طریقہ سے یہیں اقامت اختیار فرمائی جائے۔ ان لوگوں کا اصرار اس درجہ بڑھا کہ آخر ان کی دلداری سے اُسوقت آپ نے استعفا نہ دیا۔ صرف چھ مہینے کی رخصت لیکر وطن تشریف لے گئے۔ اور اختتام رخصت پر غازی پور تشریف لائے تو یہی فرمایا۔ کہ ہمیں نہ روکئے جانے دیجئے۔ بندہ کی تابعداری ہم سے اب نہیں ہوسکتی۔

مدت ملازمت مدرسہ چشمۂ رحمت میں آپ چھ سال دو مہینے صدر مدرس رہے۔ اور یہی آپ کی پہلی اور آخری ملازمت تھی۔ ۳۱ر جنوری ۱۸۹۵ء مطابق ۱۳۱۲ھ کو آپ نے استعفا داخل کیا جسکا تمام شہر کو رنج و صدمہ ہوا۔

غازی پور سے روانگی غازی پور سے رخصت ہوکر جس دن آپ اسٹیشن تاری گھاٹ روانہ ہوئے ایک محشر برپا تھا اسٹیمر پر لوگوں کا اس قدر اژدہام ہوا۔ کہ جہاز لوگوں سے بھر گیا۔ پھر بھی بہت لوگ باقی رہ گئے۔ اور باہر کھڑے رہے آپ کی جدائی کا لوگوں کو اس درجہ قلق و اضطراب تھا کہ روتے روتے بے حال ہوگئے۔ ملازمین جہاز اس محشرستانِ آہ و فغاں سے حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ جہاز کے کپتان سے نہ رہا گیا، اور اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ آدمی اس قدر کیوں روتے ہیں۔ اُسے بتایا گیا کہ ان کے بڑے مذہبی پیشوا ترک قیام غازی پور کے بعد اپنے وطن جارہے ہیں اُن کی جدائی کا صدمہ و غم ہے، اس لئے روتے ہیں۔ جہاز کے کپتان نے کہا، یہ لوگ تو اس طرح روتے ہیں جیسے کہ کسی کا باپ مرگیا ہو، یا ماں مرجائے'!۔

آپ وطن تشریف لے آئے۔ تو اعزہ اور غلامانِ بارگاہ کے وفور مسرت کی انتہا نہ تھی۔

آپ کے تلامذہ فرنگی محل، اور غازی پور میں، جن لوگوں نے آپ کے روبرو زانوئے ادب تہ کیا۔ ان میں چند ممتاز تلامذہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مولوی عبدالباقی صاحب فرنگی محلی لکھنوی۔

(۲) مولوی عبدالحمید صاحب فرنگی محلی لکھنوی۔

(۳) مولوی عبدالاول صاحب جون پوری۔

(۴) مولوی محب اللہ صاحب ساکن بکسر۔

(۵) مولوی سعادت علی صاحب۔ (۶) حکیم مولوی غلام محمد صاحب ساکن بلیا۔

(۷) حافظ فرید احمد صاحب غازی پوری۔

(۸) حکیم عبدالولی صاحب لکھنوی۔

ان کے علاوہ مئو۔ مبارک پور۔ اور ضلع اعظم گڈھ کے اور بھی اصحاب ہیں جنھیں آپ سے تلمذ حاصل ہوا آپ کے فیضان ظاہری کا یہ کھلا ماجرا ہے کہ جس نے بھی آپ کے روبرو زانوئے ادب تہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو

علی قدر مراتب عروج پر پہنچایا۔ اور تلامذہ میں سے کوئی عروج و ترقی سے محروم نہیں رہا۔

حالات بعد استعفا ارشاد فرمایا جب ہم غازی پور سے استعفا دے کر چلے آئے، گھر والوں کو کھانے پینے کی تکلیف ہونے لگی۔ اور لوگوں نے ہمیں نوکری کے لئے بہت پھسلایا مگر ہم نے نوکری نہیں کی، وہ خیال ہم سے نکل گیا۔"
بعض لوگوں نے کہا کہ ہاتھیوں کے پکڑنے کا ٹھیکہ، یا پہاڑ کے پھوس، اور لکڑی کا ٹھیکہ آپ کے نام لے لیا جائے۔ اس کام میں خوب نفع ہے، کام ہم لوگ کرلیا کریں گے، لیکن آپ نے پسند نہ فرمایا۔ بہت تنگی کی حالت پیش آئی تو کسی نے مشورہ دیا۔ کہ جائداد پر قرض لے کر اس وقت تو کام چلالیا جائے، اور قرض تو رفتہ رفتہ ادا ہو ہی جائے گا۔ اس مشورہ کو آپ نے بہت ہی ناپسند فرمایا۔

قرض لینے سے احتراز ارشاد ہوا: "کہ اگر ہم قرض کا بار جائداد پر کرلیں یا) جائداد کو فروخت کردیں تو ہمارے بعد لڑکے یہ کہیں گے۔ کہ بزرگوں نے تو جائداد اور ملکیت چھوڑی، مگر ہمارے والد ایسے ہوئے کہ اُسے بھی بیچ کھایا۔ اور ہمارے لڑکے ہمیں نالائق کہیں گے۔ لہٰذا ہم ایسا نہ کریں گے۔

مقام سکونت وطن میں خانقاہ شریف میں جہاں دادا حضرت سیدنا "شیخ العارفین" تشریف فرما ہے، اُسی جگہ ہمارے حضرت قبلہ نے سکونت اختیار فرمائی، اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔

آمدنی جائداد آپ کی آمدنی بس ایک مختصر زمینداری کی تھی، جو زمینداری کہ آپ کو اپنے والد ماجد قدس سرہٗ سے ترکہ میں ملی تھی۔ اس کی آمدنی تقریباً سو روپیہ سالانہ تھی۔ اسی آٹھ روپے پانچ آنے، ۸ پائی ماہوار میں آپ کمال متوکلانہ طریقہ سے گذارہ فرماتے رہے۔ نہ کبھی جائداد پر قرض لیا، نہ کوئی کام آمدنی کا اختیار فرمایا۔ فرمایا کرتے تھے کہ "مل گئی تو روزی ورنہ روزہ!"

عسرت کا زمانہ غازی پور کے تعلق دنیوی کو ترک کرنے کے بعد آپ کی اقامت وطن کا زمانہ صرف آٹھ روپے ماہوار آمدنی کے ساتھ جس حال میں بسر ہوا ہوگا۔ اُسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں (یہ زمانہ انتہائی عسرت کے ساتھ بسر ہوا)

صرف آٹھ روپے ماہوار میں گذارہ ایک روز ارشاد ہوا: "یہاں اب تو خدا کے فضل سے ہر طرح کی فراغت ہے اوائل میں یہاں نہایت ہی عسرت رہی، اور ایسا زمانہ گذرا ہے، کہ کیلے کی جڑیں، اور سن کے پھول اُبال اُبال کر کھائے جاتے تھے۔ سکندر شاہ، اور بنی رضا خاں، اسی زمانہ کے لوگ ہیں۔ اِن بیچاروں نے اُس زمانہ میں نہایت عسرت کے ساتھ گذارہ کیا ہے۔" فرمایا: "والد ماجد قدس سرہٗ کی قبر شریف کے کام کے لئے خرچ کا تخمینہ بارہ روپے کا تھا، مگر یہ بارہ روپے میسر نہ تھے، اس لئے عرصہ تک یہ کام نہ ہو سکا۔ اگرچہ بہت ہی جی چاہتا تھا کہ مزار شریف کی یہ خدمت ہو جائے:"

اعتکاف، چلے جب حضرت قبلہ غازی پور سے وطن تشریف لے آئے، تو انہیں ایام میں آپ نے خانقاہ شریف کے

اندر، اعتکاف (چلّہ) کیا۔ اعتکاف (چلہ) کے متعلق آپ کے جو ارشادات ہیں لکھے جاتے ہیں۔ ایک بار کتاب "جلوس الاربعین فی شرائط معتکفین" آپ نے اِس خادم کو دیکھنے کے لئے عطا کی۔ فرمایا۔ اِس کتاب میں اشعار وغیرہ خوب لکھے ہیں۔ پھر ارشاد ہوا "اعتکاف سنت کفایہ ہے، معتکف کو صائم (روزہ دار) رہنا شرط ہے۔ میں نے ایک مرتبہ محض نفس کشی کو خیال سے چلہ چالیس روز کا کیا کسی اور خیال سے نہیں کیا۔ اگرچہ چلّے میں گوشت کھانے کی اجازت ہے، مگر میں نے تو تیل کا استعمال بھی چھوڑ دیا تھا۔ یہ جوانی کا زمانہ تھا۔ میں پندرہ یا سولہ شعبان کو اعتکاف میں بیٹھا تھا، اور رمضان شریف کی ۲۵۔ یا ۲۶ تاریخ کو اعتکاف سے باہر آگیا تھا، اگر ہوسکے تو یہ کرے کہ انتیس کے چاند کا حساب لگا کر اعتکاف میں بیٹھے، تاکہ اگر انتیسویں تاریخ کو چاند ہوجائے تو چلّہ سے باہر آسکے۔ اعتکاف کے شرائط میں قلت کلام بھی ہے کلامِ قدرِ ضرورت کی اجازت ہے، وہ بھی باہر آکر۔ اور میں تو اعتکاف کے باہر بھی کسی سے بات چیت نہ کرتا تھا۔

فرمایا "چلّے میں بیٹھنا بہت مشکل ہے۔ یہ ہر شخص کا کام نہیں ہے، اگر کوئی بیٹھنا چاہے تو پہلے آزمائش کرکے دیکھ لے۔ کیونکہ چلہ اگر شروع کردیا ہے، تو اُسے پورا پورا ادا کرنا پڑے گا، اور اگر درمیان میں توڑ دیا۔ تو پھر اس کی قضا لازم ہوگی۔ اسلئے امتحاناً تین دن، پھر پانچ دن، پھر سات دن، پھر گیارہ دن (اعتکاف) میں بیٹھ کر دیکھے، اگر قلب میں ہمت معلوم ہو، تو پھر (پورے چلّے کی نیت کرے اور) اعتکاف میں بیٹھ جائے، ورنہ نہیں۔ جناب حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی کتاب "ضیاء القلوب" میں چلہ کی ترکیب لکھی ہے (یہی ترکیب اس خاندان کے حضرات پیران عظام کا بھی معمول ہے)۔

تعلیم | تعلیم کے متعلق آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا۔ پہلے ہمارا خیال فقیری اور درویشی کی طرف نہ تھا صرف یہ خیال تھا کہ ہمیں بھی اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کی طرح ایک زبردست عالم ہونا چاہیئے۔ جب علم کی تکمیل ہوچکی پڑھنا چھوٹ گیا، اور پڑھانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ تب درویشی اور فقیری کا خیال آیا۔ حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کی وفات ۱۳۰۲ھ میں ہوئی۔ اور ۱۳۰۳ھ میں ہم فارغ التحصیل ہوئے۔

تلاشِ مقصود | فرمایا "اس خیال (طلب مولیٰ) کو لے کر ہم چھپرہ شریف اپنے دادا پیر حضرت سیدنا شاہ محمد مہدی قدس سرہٗ کے یہاں گئے۔ گدّی کو خالی دیکھا، پھر رات کو وہاں سو رہے، صبح اُٹھے تو ہماری زبان پر یہ مصرعہ جاری تھا۔ ع آن قدح بشکست و آن ساقی نماند۔

اِس کے بعد بھاگل پور شریف، دادا پیر سیدنا حضرت سید شاہ امداد علی قدس سرہٗ کے یہاں گئے، وہاں ایک صاحب (سجادہ نشین) تھے، ہم نے اُن سے کہا ہمیں توجہ دیجئے، انھوں نے کہا کہ ہم اس قابل نہیں کہ آپ کو توجہ دیں۔ ہم چلے آئے۔ پھر ہم اپنے طور پر ذکر و فکر کرتے رہے۔ ہمارے حضرت قدس سرہٗ نے ظاہری طور پر ذکر و فکر، مراقبہ، مشاہدہ اور یہ کہ قلب داہنی طرف ہے یا بائیں طرف کچھ تعلیم نہیں فرمایا بس جو کچھ ہوا ہمارے حضرتؒ کی باطنی تعلیم سے ہوا

ایک مجذوب نے کیا کہا فارغ التحصیل ہونے کے بعد ابتدائی زمانۂ مدرسی میں ہم بے قرار رہا کرتے تھے، اور اس بیقراری میں ہم سفر کرتے، اور مزاراتِ بزرگانِ دین کی اکثر زیارت کرتے۔ اصغر علی شاہ صاحب، ایک بزرگ، مجذوب صاحبِ کشف تھے، ہمارے حضرت قدس سرہٗ کے پاس اکثر آیا کرتے تھے، انہوں نے ہماری بیقراری کو دیکھ کر کہا "تم تمام عالم میں گھومو گے، اور پھرو گے، تب بھی کہیں سے کچھ نہ ملے گا۔ تمہیں تو بس تمہارے والد کی قبر سے فقیری ملیگی"

شکمِ مادر میں انا الحق ایک ضعیفہ مجذوبہ، جو حضرت والد صاحب قبلہؒ کو چچا کہتی تھیں، ایک روز انہوں نے ہم سے کہا "آپ تو شکمِ مادر میں انا الحق تھے!" (مطلب یہ کہ تلاش حق میں بہت بیقراری نہ کیجئے آپ کے ساتھ والد ماجد نے عالمِ ارواح میں معاملہ کر دیا ہے، آپ شکمِ مادر سے ہی فائز المرام اور کامیاب مقصود پیدا ہوئے ہیں، یعنی آپ ولی مادر زاد ہیں! ہاں! وقت کی دیر ہے، وقت آنے پر سب کچھ ظہور میں آجائے گا!) غازی پور کا قصہ آپ نے فرمایا۔

ایک بزرگ نے کیا بتلایا؟ جب ہم لوگوں کو مرید و تلقین کرنے لگے، تو ہمارے حضرتؒ کے آستانہ کے مریدوں میں (آپ تواضعاً اپنے مریدوں کے لئے اکثر ایسے ہی الفاظ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ کہ "ہمارے حضرت کے آستانہ کے مرید") بہت جوش و خروش پیدا ہونے لگا۔ تو مولوی عبد الغفور صاحب یوسف پوری، سلسلۂ عالیہ ابو العلائیہ کے ایک بزرگ درویش شناسی میں بہت مشہور تھے۔ (ان سے دہلی میں آپ کی ملاقات کا تذکرہ، پیشتر درج ہو چکا ہے) انھیں جب ہماری پیری مریدی کا حال معلوم ہوا، تو انھوں نے ہم سے ملاقات کا شوق ظاہر کیا۔ لوگوں نے آکر ہم سے کہا کہ فلاں بزرگ آپ سے ملاقات کے شائق ہیں، اور آپ کے پاس آنے والے ہیں، ہم نے کہا وہ ضعیف اور بزرگ آدمی ہیں، انھیں یہاں آنے میں تکلیف ہوگی، ہم خود ان کے پاس چلتے ہیں۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے یکبارگی سر سے پاؤں تک نہایت غور کے ساتھ ہمیں دیکھا، اور کہا تم نے ابھی کون سی عبادت و ریاضت کی ہے، جس سے تمہارے مریدوں میں اتنا جوش و خروش پیدا ہونے لگا۔ تم سے جو کچھ ظاہر ہو رہا ہے، یہ سب کچھ تمہارے شیخ کا تصرف ہے۔ تمہارے شیخ نے تمہاری روح پر سخت قبضہ کیا ہے، ایسے شیخ نادر الوجود یگانۂ روزگار ہیں (انھوں نے یہی فقرہ کہا تھا)۔

آپ کے ایک پیر بھائی کا قول ہمارے ایک پیر بھائی نہایت نیک آدمی تھے، ایک دفعہ ہم نے کہلا بھیجا، کہ ہمارے لئے دعا کرنا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت قبلہ نے آپ کے لئے اتنی دعائیں کی ہیں، کہ آپ کو عرش تک پہنچا دیا، وہ آپ کے حق میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ! ان کو پیغمبری علم نصیب کر، اور ہمارے بعد ہمارا جانشین بنا۔ ؎

آں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست — فانی است و گفتِ او گفتِ خداست

بے معید بے کتاب و اوستا — بینی اندر دل علوم انبیاء

(حضرت مولانا رومؒ)

حضرت بایزید بسطامی اور حضرت شیخ العارفین

فرمایا: "ایک شخص نے ہم سے کہا کہ 'یا تو حضرت بایزید بسطامی کو سُنا تھا، کہ انہوں نے حضرت ابوالحسن خرقانی کی تعلیم (ظاہری طریقہ کی بجائے) روحانی کی تھی، یا اب آپ کا واقعہ دیکھا، کہ ظاہری طور پر تو آپ کی بس اتنی تعلیم، کہ ایک بار عصر کی نماز پڑھوا دی، اور باطنی طریقہ سے یہ کیا کہ آج آفتاب کی طرح ظاہر ہے!'"

حضرت ابوالحسن خرقانی کی روحانی تعلیم

فرمایا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ جب خرقان میں تشریف لے گئے تو اہل خرقان سے آپ نے کہا کہ اس دیس میں ہم سے ایک سو برس کے بعد ایک شخص ابوالحسن پیدا ہوں گے۔ ہم نے انھیں آج ہی (عالم ارواح میں) مرید کر لیا۔ اس طرح حضرت ابوالحسنؒ خرقانی کی تعلیم روحانی کر گئے۔ جب وہ پیدا ہوئے تو اسی روحانی تعلیم کے مطابق چلے۔ اور کمال کے درجہ پر پہنچے۔ ظاہر میں کچھ نہیں بتایا۔ باطن میں سب کچھ بتا دیا۔ یہ بات یادگارِ زمانہ ہے! ہم نے حضرت شاہ ابوالحسنؒ کا قصہ کتابوں میں پڑھا تھا۔ لیکن خود ہمارے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا۔ اور ایسا ہی ماجرا خود ہمارے اوپر گذرا۔ ہمارے والد قدس سرہٗ کی یہ کتنی بڑی بزرگی ہے، کہ ظاہر میں ہمیں کوئی تعلیم نہیں فرمائی (اور باطن میں سب کچھ بتا دیا اور) ہمیں "لاکھوں کا پیر" بنا دیا۔

طریقۂ اویسی کی تعلیم ہر شیخ کا منصب نہیں

آپ نے فرمایا: "مرید ہر حال میں کیا جا سکتا ہے، بزرگوں نے طفلِ شیرخوار کو ہنڈولے میں اور عالمِ ارواح میں مرید کیا ہے، بعد وفات کے بھی مرید کیا جا سکتا ہے۔ مگر ان حالتوں میں پیر کا بہت بڑا کامل ہونا ضروری ہے، معمولی شیخ ایسا نہیں کر سکتے۔"

آپ کا ایک کام

ایک روز فرمایا: "تعلیم روحانی ہمیں جس طرح ہمارے حضرتؒ نے دی (اپنے بعد) اسی طریقہ کی تعلیم ہم بھی ایک شخص کو دیں گے۔"

آپ کا خاندانِ طریقت

اپنے خاندانِ طریقت کے بارہ میں آپ نے فرمایا: "ہماری بیعت **قادریہ** شریف میں ہے۔ اور **طلب ابوالعلائیہ** میں! جیسے کہ شاہ نیاز احمد صاحبؒ بریلوی کی بیعت قادریہ میں اور **طلب چشتیہ نظامیہ** میں تھی۔ جسکے متعلق انہوں نے اپنے ان دو اشعار میں خود اشارہ فرمایا ہے ؎

بدہ دستِ یقین۔ اے دل بدستِ شاہ جیلانی — کہ دستِ او بود اندر حقیقت دستِ یزدانی

اسمیں بیعت کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرا شعر حضرت شاہ نیاز احمدؒ کا یہ ہے۔ ؎

دلا "دستِ طلب" بکشا بدرگاہِ شہنشاہے — نظام الدین والملۃ علیہ رحمۃ اللّٰہے

اسمیں طلب کی جانب اشارہ ہے اسیطرح ہماری **بیعت** طریقہ قادریہ شریف میں اور طلب ابوالعلائیہ چشتی شریف میں ہے"

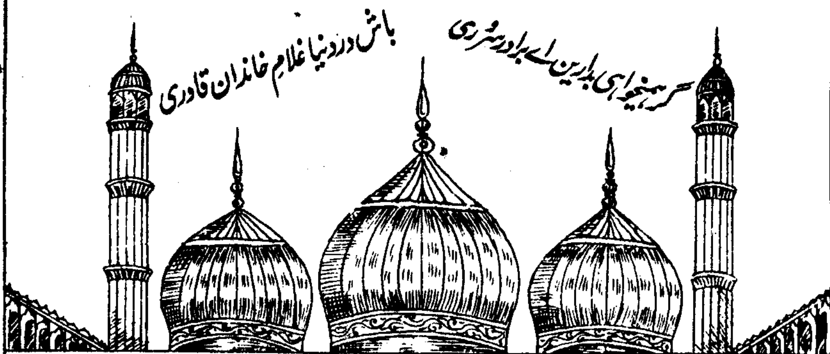
حضرت سیدنا میر ابوالعلاؒ اور اجمیر شریف

سلسلۂ ابوالعلائیہ کے سلطان الطریقت حضرت سیدنا میر **ابوالعلیٰ** قدس سرہٗ کے تذکرہ میں آپ نے فرمایا: "حضرت سیدنا میر ابوالعلیٰؒ پر ایک ایسا وقت آیا کہ بہت اضطراب و بیقراری کی کیفیت

پیدا ہوگئی۔ اور اسوجہ سے آپ حضرت اجمیر میں تشریف لائے۔ اور یہ گذارش کی کہ ہمارے جد امجد (حضرت رسالتمآب صلعم) کی نعمت سے لئے ہوئے آپ آرام فرماتے ہیں۔ کیا ہمیں بھی کچھ ملے گا؟ جب دیر گذر گئی اور کچھ امید معلوم نہ ہوئی تو آپ واپس ہوئے۔ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ جناب سیدنا کی روح کو ادراک ہوا، اور آپ سمجھے کہ طلبی ہوئی۔ پس آپ لوٹے۔ اور مزار شریف پر تشریف لے آئے۔ (اب زیارت ہوئی اور) حضرت خواجۂ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "آپ کے دینے کے لئے حضرت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی ایک امانت ہے (جس کی وجہ سے خود ہمیں آپ کا انتظار تھا) اور حضرت خواجۂ بزرگ نے آپ کو "عینی توجہ" دی۔ (ایک چیز تھی، انڈے کے برابر اور موتی کی مانند (نورانی) چمکتی ہوئی عطا فرمائی)، اور یہ فرمایا کہ جب امانت آپ کو پہنچ گئی۔ تو اب طریقہ کے موافق دستور (بیعت) بھی ادا ہونا چاہیے اور آپ نے بطریق اویسیہ، حضرت میر ابو العلا قدس سرہٗ کو (سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں) بیعت فرمایا۔ دست مبارک مزار سے باہر نکلا۔ اسی وجہ سے اِس طریقہ کو مجمع البحرین، کہتے ہیں۔ ع **زینت بزم خواجگان سیّدنا ابو العلیٰ**۔ فرمایا "تم (یہ باتیں) اچھی طرح سمجھے نہیں ہو، جب وقت آئیگا، اور اللہ فہم نصیب کرے گا، سمجھ لوگے، اچھا اسے یاد رکھنا"۔

طریقہ مجمع البحرین حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سلسلے جاری ہوئے۔ ایک حضرت امیر المومنین مولیٰ علی مشکلکشا سے، اور وہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ ہے، دوسرا سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور وہ سلسلہ نقشبندیہ ہے۔ ہمارے آقائے نامدار حضرت میر سیّد **ابو العلا** قدس سرہٗ اوّل سلسلۂ نقشبندیہ میں تھے دوسرا سلسلہ چشتیہ آپ کو "ولی ہند" حضرت خواجہ بزرگ سے پہنچا۔ چشتیہ شریف کے لحاظ سے آپ کا سلسلہ حضرت مولیٰ مشکلکشا علی شیر خدا علیہ السلام پر منتہی ہوا۔ اور نقشبندیہ کے اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ یہ دونوں سلسلے آپ کی ذاتِ اقدس میں آکر مل گئے۔ (اور آپ چشتیہ اور نقشبندیہ دونوں سلسلوں کے جامع اور) یوں "مجمع البحرین" ہوئے! "مجمع البحرین" کیا ہے؟ یہ وہ مقام ہے، جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی تھی (آپ نے ملاقات کا حال بیان فرمایا، جو قرآن مجید میں آیا ہے۔ اور فرمایا) جس مقام پر دو سمندر آکے مل جاتے ہیں (دو سمندروں کے اِس سنگم کو) مجمع البحرین کہتے ہیں، اور یہی مجمع البحرین **مقام خضر** ہے۔ علیہ السلام، جہاں دو دریاؤں کا اتصال ہوتا ہے، اس جگہ پانی کا نہایت ہی زور اور جوش ہوتا ہے، پس اِس سلسلۂ عالیہ میں زیادہ جوش وخروش ہونے کا یہی سبب ہے (کہ مجمع البحرین ہے)

آپ کے سات سلسلے ہمارے حضرت قبلہؒ کو حضرات اولیا، اللہ کے سات سلسلوں میں بیعت لینے کی اجازت پیران عظام کی طرف سے تھی، لیکن بیعت، بیشتر آپ قادریہ شریف میں لیتے تھے، لہذا اس مقام پر شجرہ شریف قادریہ درج کیا جاتا ہے، باقی چھ سلاسل شریف، اور چھ شجرہ شریف کا کامل تذکرہ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں کیاجائیگا انشاء اللہ



شجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء

اللّٰھمّ صلّ علٰی سیّدنا محمّد النّبیّ الاُمّیّ وعلٰی اٰلہٖ واھل بیتہٖ وبارک وسلّم ۵ الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین ۵ الرّحمٰن الرّحیم ۵ مٰلک یوم الدّین ۵ ایّاک نعبد وایّاک نستعین ۵ اھدنا الصّراط المستقیم ۵ صراط الّذین انعمت علیھم ۵ غیر المغضوب علیھم ولا الضّآلّین ۵ اٰمین۔ اشھد ان لّآ الٰہ الّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد انّ سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ ۵

شجرہ شریف منظوم

رحم کر مولےٰ تو ذات کبریا کے واسطے
دے رہا ہوں تجکو اتنے اصفیا کے واسطے
حرمتِ رازو نیازِ اولیا کے واسطے

مرشد و مولیٰ مرادِ عارفین عاشقین
غوثِ عالم باخطاب غیب فخر العارفین
شیخ عبدالحی مستغنی الثنا کے واسطے

وارثِ علم نبیین شاہ شیخ العارفین
ذاتِ سبحانی میں فانی پیشوائے کاملین
مخلص الرحمٰن محبوب خدا کے واسطے

نائب علم نبیؐ و وارثِ باب علیؓ
کاشفِ رمز خفیؔ و ماہرِ سرِّ جلی
شاہِ امداد علی باصفا کے واسطے

پیشوائے صاحبانِ وحدت و محبوبِ رب
قادری فاروقی ہادی رحمتِ حق کے سبب
شہ محمد مہدی راہ ہدے کے واسطے

عاشق پاک رسول انس و جاں نوری نشان
شاہِ دین مقبول کونین و امانِ عاشقان
حضرتِ مظہر حسینِ متقدی کے واسطے

دوست حضرت حسن مخدوم شاہِ معرفت
محو ذات حق فنا فی اللہ عالی منزلت
فرحت اللہ شاہِ صاحب اجتبا کے واسطے

حضرتِ مخدومِ پاک بارگاہ لم یزل
شاہ و مولانا و مخدومِ جہان و بے بدل
شہ حسن ثانی علی نامِ خدا کے واسطے

کامل الدین جان مشتاقین رئیس المنعمین
بادشاہِ واصلین حضرت امام العارفین
منعم مخدوم پاک باصفا کے واسطے

۵۱۔ تاریخ وصال دوشنبہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ موضع مرزاکھیل (شریف) ساتکنیا۔ چاٹگام۔ ۵۲۔ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۰۲ھ دوشنبہ۔ موضع مرزاکھیل۔ ساتکنیا۔ چاٹگام۔ ۵۳۔ ۶ ذیقعدہ ۱۳۰۱ھ محلہ قاضی ولی چک (بھاگل پور) ۵۴۔ ۶ جمادی الاول ۱۲۸۷ھ محلہ کریم چک (چھپرہ)۔
۵۵۔ ۱۳ ربیع الآخر ۔ محلہ کریم چک چھپرہ۔ ۵۶۔ ۹ شعبان ۱۲۲۶ھ۔ محلہ کریم چک چھپرہ۔
۵۷۔ ۲۸ ربیع الاول ۱۲۲۳ھ۔ محلہ خواجہ کلاں گھاٹ۔ شہر پٹنہ۔
۵۸۔ شب ۱۲ رجب ۱۱۸۵ھ۔ محلہ متین گھاٹ۔ شہر پٹنہ۔

سیّد السادات قطبِ وقت شاہ کاملین شیخِ دوراں مرجعِ عالم سراجِ سالکین
شہ خلیل الدین[۵۱] میرِ مجتبیٰ قدس سرہٗ کے واسطے

وہ کریم ابن الکریم و مالکِ باغِ نعیم جن کا دل بیت الحرم جو حق بصیر و حق کلیم
میر سیّد جعفر[۵۲] شمس الہدیٰ قدس سرہٗ کے واسطے

جن کی خدمت سے ملے عشق و محبت کے سبق جن کی اک ادنیٰ توجہ سے کھلے ساتوں طبق
سیّد اہل اللہ[۵۳] میر حق نما قدس سرہٗ کے واسطے

عالمِ شرعِ متین و کاشفِ اسرارِ دیں معطیِ حق الیقین و ناظمِ فتحِ مبین
شہ نظام الدین[۵۴] میر اتقیا قدس سرہٗ کے واسطے

شمعِ بزم افروزِ انس و انجمن آرائے قدس سرِّ ذاتِ حق و نورِ چہرۂ زیبائے قدس
شہ تقی الدین[۵۵] میرِ اتقا قدس سرہٗ کے واسطے

ناصرِ دین حافظِ ملت رئیس المومنین واقفِ رازِ علومِ اوّلین و آخرین
شہ نصیر الدین[۵۶] سیّد باتقا قدس سرہٗ کے واسطے

مالکِ توقیر و عزت صاحبِ فضل و شرف کامل الاوصاف و مصداقِ کلامِ مَن عَرَف
سیّد محمود[۵۷] محمود الثنا قدس سرہٗ کے واسطے

خواجۂ بندہ نواز و چارۂ بے چارگان حضرتِ سید گسائین جانِ پاکانِ زمان
میرِ فضل اللہ[۵۸] شہ حاجت روا قدس سرہٗ کے واسطے

جن پہ سب اسرارِ غیبی منکشف تھے برملا جن کو سرکارِ نبوّت سے ہوئی عزت عطا
شاہِ قطب الدین[۵۹] بنیائے خدا قدس سرہٗ کے واسطے

فانی فی اللہ باقی باللہ مظہرِ رمزِ الست حق پسند و حق نما و حق شناس و حق پرست
شاہِ نجم الدین[۶۰] قلندر پیشوا قدس سرہٗ کے واسطے

---

[۵۱] ۱۹ ذیقعدہ۔ قصبہ باڑھ ضلع بہار۔ [۵۲] ۱۲ ربیع الاوّل۔ قصبہ باڑھ ضلع بہار۔ [۵۳] محلہ بارہ دری شہر بہار شریف۔
[۵۴] ۴ محرم۔ محلہ نئی سرائے، موسومہ کٹرہ باغ بارہ دری، بہار شریف۔ [۵۵] محلہ بارہ دری بہار شریف۔
[۵۶] بارہ دری، بہار شریف۔ [۵۷] بارہ دری۔ بہار شریف۔ [۵۸] ۵ جمادی الاخر۔ بارہ دری بہار شریف۔
[۵۹] ۲۰ شعبان ۹۲۵ھ محلہ علن پور عقب قید خانہ۔ جونپور۔
[۶۰] ۲۰ ذی الحجہ۔ قریب گڑھ مانڈو۔ قصبہ تالچہ متصل گھاٹی نونہرہ۔

سیّد و ملجا و ماوےٰ و پناہِ بے پناہ — رحمتِ عالم فرید عصر منظور الٰہ
شہ مبارکؒ غزنویؒ باخدا کے واسطے

صاحبِ تمکین و حشمت شیخ عالی پائیگاہ — آفتابِ دین و ملت سیدِ عالم پناہ
شہ نظامؒ الدینؒ باصدق وصفا کیواسطے

حضرت شیخ الشیوخ سہروردیؒ ولی — افتخارِ امت مرحومۂ ختم النبی
شہ شہابؒ الدینؒ تاج الاولیا کے واسطے

غوث ثقلین و محیؒ الدین و سیّد باخطاب — قطبِ ربانی شہ محبوب سبحانی جناب
شیخ عبدؒ القادرؒ سرّ خدا کے واسطے

حضرتِ عالی مکان شاہنشہِ اقلیم جاں — سرگروہ اولیائے دہر مخزومی نشان
بوسعیدؒ ابن مبارکؒ بادشا کے واسطے

مظہر شانِ خداوندی سراپائے نبیؐ — پاک ہمنام علیؓ ہنکاری وہم غزنوی
شیخ حضرتؒ بوالحسنؒ کہف الوریٰ کیواسطے

سرّ وحدت حسن مطلق نور حق عالی جناب — شانِ رحمت خواجۂ طرطوسیؒ والاخطاب
حضرتِ بو یوسفؒ شمس الضحیٰ کے واسطے

وہ ترے نائب کے نائب شاہ یکتائے زمن — عزتِ ملکِ عرب زیبائش شہر یمن
حضرتِ عبدؒ العزیزؒ حق ادا کے واسطے

وہ کریم النفس مالک صاحب خلق عظیم — جن کی صورت دیکھ کر یاد آئین رحمٰن و رحیم
شہ رحیمؒ الدین عیاضؒ پرضیا کے واسطے

---

۵۱ ۱۳ ربیع الآخر ۶۶۲ھ شرق حوض شمسی دہلی۔ ۵۲ یہ شجرہ شریف جناب حافظ سید علیم الدین صاحب قبلہ امام مسجد شریف درگاہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو فرمایا "حضرت سید نظام الدین اور حضرت سید مبارک غزنوی قدس سرہما یہ دو اسمائے پاک مقدم موخر ہو گئے ہیں، حضرت سید مبارک غزنوی رحمہ اللہ مرید ہیں۔ لہٰذا یہ نام پاک موخر ہونا چاہیئے نہ کہ مقدم" یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت قبلہ قدس سرہٗ صدر حیات پر جلوہ افروز تھے۔ ایک خادم نے جناب امام صاحب موصوف کا قول عرض کیا ارشاد ہوا "شجرہ شریف پڑھنے سے مقصود حضرات پیران سلسلے نام پاک کا لینا (اور برکت حاصل کرنی) ہے یہ مقصود (بہرحال) حاصل ہے۔ خواہ (کوئی نام پاک) مقدم ہو، خواہ موخر" جناب امام صاحب نے جب یہ ارشاد ہمارے حضرت قبلہ کا سنا تو فرمایا! "درست ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی زمانہ میں سہو کتابت نقل کر نہیں ہوا پھر ترمیم ادباً نہیں فرمائی گئی یوں ہی نقل ہوتا چلا آیا!" ۵۳ جمعہ غرہ محرم ۶۳۲ھ بغداد شریف۔ ۵۴ شب جمعہ ۹ یا ۱۱ ربیع الآخر ۵۶۱ھ بغداد شریف۔ ۵۵ ۲۵ محرم ۵۱۳ھ بغداد شریف۔ ۵۶ ۴ محرم ۴۵۶ھ۔ ۵۷ ۱۵ ربیع الاول ۴۴۰ھ۔ ۵۸ ۴ یا ۱۰ ذیقعدہ ۴۲۷ ہجری۔
۵۹ ، محرم یا ۳ ربیع الاول ۳۸۰ھ۔

جن پر آتی تھی صدا انّی انا اللہ کی ندا ؎ جن پہ ظاہر تھے رموزِ لا الٰہ الّا انا
حضرت بوبکر شبلی قدس سرہٗ حق لقا کے واسطے

بے نظیر و بیمثال و بیعدیل و بے بدل ؎ غرقِ بحرِ سرِّ عشقِ لایزال و لم یزل
حضرت سید جنید قدس سرہٗ الطائفہ کے واسطے

مظہرِ ذاتِ خدا مستغرقِ بحرِ جمال ؎ شاہ پر تمکین و حشمت شیخ باعزّ و جلال
سِرّی سقطی قدس سرہٗ شہِ ملک بقا کے واسطے

بادشاۓ کارسازِ ملّتِ خیر الورےٰ ؎ رہنماۓ پاکباز مسلکِ صدق و صفا
حضرت معروفِ کرخی قدس سرہٗ رہنما کے واسطے

نورِ چشمِ مصطفےٰ فرزندِ ساداتِ عظام ؎ محترم ذی مرتبت ذی جاہ ذی شوکت امام
حضرت سید علی موسیٰ علیہ السلام رضا کے واسطے

میرے آقا میرے ایمان میرے سید میری جاں ؎ نورِ دل آنکھوں کی ٹھنڈک اُنپہ قرباں دو جہاں
موسیٰ کاظم امام الازکیا کے واسطے

تاجِ فرقِ اولیا سید۔ عزیز مصطفےٰ ؎ قرۃ العین حسینؓ وآل پاکِ مرتضےٰ
جعفرِ صادق علیہ السلام امام دوسرا کے واسطے

منبع لطف و کرم سرچشمۂ فیض و سخا ؎ پاسدارِ خاطرِ محزون مسکین و گدا
سید باقر شہِ جود و عطا کے واسطے

اہل تسلیم و رضا سردار سربازانِ دین ؎ سید السادات۔ فخرِ دین رئیس الساجدین
شاہ زین العابدین علیہ السلام زین العبا کے واسطے

لختِ قلبِ فاطمہؓ نورِ نگاہِ مرتضےٰؓ ؎ قرۃ العین نبی صلّ علیٰ اصلِ علیٰ
حضرت سید حسین علیہ السلام کربلا کے واسطے

شاہِ مرداں شیرِ یزداں سرِّ حق دستِ خدا ؎ شیخ و مولانا و مولیٰ الکل و شاہِ لافتےٰ
سید مولےٰ علی علیہ السلام مشکل کشا کے واسطے

---

۵۱ ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ یا ۳۳۵ھ بغداد شریف۔ ۵۲ ۲۷ رجب ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ بغداد شریف۔ ۵۳ سہ شنبہ ۳ رمضان ۲۵۳ھ بغداد شریف۔
۵۴ ۲ محرم ۲۰۰ھ بغداد کرخ۔ ۵۵ جمعہ ۹ صفر ۲۰۳ھ مشہد مقدس۔ ۵۶ جمعہ ۱۵ رجب ۱۸۳ھ کاظمین شریف۔ ۵۷ جمعہ ۱۸ رجب ۱۴۸ھ جنت البقیع۔
۵۸ دوشنبہ ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ جنت البقیع۔ ۵۹ ۱۸ محرم ۹۴ھ جنت البقیع ۶۰ ۱۰ محرم ۶۱ھ میدان کربلا ۶۱ ۲۱ رمضان ۴۰ھ (نجف اشرف)

رحمۃ للعالمین نور وشفیع المذنبین سیّد الثقلین و سردارِ گروہ مرسلین
حضرت احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ کیواسطے

لِمَنْ صَارَ تَائِبًا عَلٰی یَدِ اَضْعَفِ عِبَادِ اللهِ
اَلْقَوِیّ الشَّیْخ عَفَی اللهُ عَنْہُ فَلَقَّنْتُہٗ
کَلِمَۃَ التَّوْحِیْدِ وَالتَّوْبَۃِ وَالْاِنَابَۃِ اِلَی اللهِ تَعَالٰی
وَامْتِثَالِ اَوَامِرِہٖ وَالْاِجْتِنَابِ عَنْ نَوَاھِیْہِ



مُناجات

یا خدا تائب کو مرضیات کی توفیق دے اور رکھ ثابت قدم بھی اپنی طاعت پر اسے
ہو عطا عشق و محبت اِس گدا کے واسطے
اور رکھ محفوظ شرک و معصیت سے اے خدا اور کر اسلام وایماں پر تو اس کا خاتمہ
اپنے مقبولانِ درگاہِ عُلا کے واسطے
اور خدام مشائخ میں اسے محشور کر از طفیلِ شافع صلّ علیٰ خیر البشر
آل واہل بیت پاک مصطفیٰ کے واسطے

سلہ دو شنبہ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۸۱ھ مدینہ طیبہ۔

اب پھر سلسلۂ سوانح شریف کو شروع کیا جاتا ہے، اور حضرت قبلہ قدس سرہٗ کے حالات جن کا تعلق آپ کے زمانہ مدرسی اور بعد کے حالاتِ سفر سے ہے لکھے جاتے ہیں۔

زمانہ مدرسی اور بعد کے حالات سفر

سفر آگرہ شریف فرمایا جب ہم پہلی مرتبہ اپنے مولیٰ حضرت میر ابو العلیٰؒ کی زیارت کے لئے آگرہ شریف گئے تو اسباب ایک مسافر خانہ میں رکھا، اور دریافت کرتے ہوئے درگاہ میں حاضر ہوئے۔ مزار شریف کے پورب کی طرف ایک صحن ہے، اس میں ایک مسجد ہے، اور صحن میں ایک نیب کا درخت ہے، ہم ٹہلتے ہوئے وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ نیم کے پیڑ کے نیچے ایک بوڑھے آدمی تنہا بیٹھے ہیں، اور حقہ پی رہے ہیں۔ اُن کی صورت نورانی دیکھ کر ہم نے مصافحہ کیا، اور انہوں نے ہماری طرف دیکھتے ہی کہا کہ "آپ ابو العلائی معلوم ہوتے ہیں"۔ ہم نے دریافت کیا "آپنے کیونکر جانا"، انھوں نے کہا ایک نشانی ہے جو ابو العلائیوں کی آنکھوں میں ہوتی ہے۔ آپ کی آنکھوں میں وہ نشانی موجود ہے!"

آستانۂ پاک سے شہر خاصے فاصلے پر ہے، ہمارا ارادہ یہ تھا کہ دن میں شہر جاکر چنے وغیرہ لے آیا کریں گے، اور رات کو وہی کھالیا کریں گے۔ ہم نے اُن بوڑھے میاں سے کہا، کہ ہم نہایت آرزو کے ساتھ حضرت سیدنا کے مزار پاک پر کچھ دنوں رہنے کے واسطے آئے ہیں، امید ہے کہ آپ ہمیں یہاں ٹھہرنے کی اجازت دیں گے؟ انہوں نے (جن کا نام بعد میں معلوم ہوا، شریف اللہ خان ہے) کہا یہاں بہت سی کوٹھڑیاں خالی ہیں، ایک کوٹھڑی میں آپ شوق سے ٹھہر جائیے۔ پس ہم شہر جاکر اپنا اسباب لے آئے اور یہ خیال کر کے کہ ہم کسی وقت موجود نہ ہوں تو کوٹھری کا قفل توڑ کر کہیں کوئی ہمارا اسباب نہ لے جائے ہم نے اُس کوٹھڑی میں اپنا اسباب رکھ دیا جس میں شریف اللہ خان صاحب رہتے تھے۔ کوٹھڑی کا پکا فرش تھا، اِس پر دری بچھا کر ہم آرام سے لیٹ گئے۔ رات کو معلوم ہوا کہ شریف اللہ خاں بھی بزرگ ہیں، اور رام پور کے جنرل عظیم الدین کو انھیں سے بیعت تھی۔ انھوں نے جب تک کہ ہم وہاں رہے ہماری بہت خاطر کی، ارادہ تو یہ تھا کہ آستانۂ پاک پر چنے کھاکر یا فاقہ کر کے گذارہ کرلیں گے۔ مگر اللہ نے خوب کھلایا۔ (شریف اللہ خان صاحب کا غالباً ۱۳۴۹ھ میں بعمر زائد از صد سال آستانۂ پاک حضرت سیدنا پر میں انتقال ہوا)

سفر دہلی ایک دفعہ ہم سیاحت کرتے ہوئے دہلی گئے۔ وہاں جاکر ہم نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ صرف اس قدر روپیہ موجود ہے کہ لکھنؤ جا سکیں۔ ارادہ مکان جانے کا تھا۔ ہم نے خیال کیا کہ لکھنؤ پہنچ جائیں۔ تو مکان پر تار دے کر روپیہ منگالیں۔ اگر روپیہ مکان سے نہ آئے تو قرض لے لیں۔ چونکہ ہم کئی سال تک

لکھنؤ میں رہے، ہمیں وہاں بہت لوگ جانتے ہیں، اعتبار پر ہمیں وہاں سے ہزار روپیہ اگر ہم چاہتے تو مل سکتا مگر ہم قرض سے گھبراتے ہیں۔ پاس جو روپیہ تھا، وہ صرف لکھنؤ تک کرایہ ریل تھا۔ تار دینے کے لئے ایک روپیہ کی کمی رہی۔ اور کسی سے قرض لینا یا سوال کرنا ہمیں ہرگز گوارا نہ تھا۔ خیر ہم دہلی سے لکھنؤ روانہ ہوگئے (جب ہم دہلی سے چلے تو) دہلی کے دو شخص ہمیں غازی آباد تک پہنچانے آئے۔ وہ اگرچہ ہمارے مرید نہ تھے، مگر ہم سے عقیدت رکھتے تھے۔ رخصت ہوتے وقت وہ بہت بیقرار ہوئے، اور روئے۔ برابر کے درجہ میں ایک شخص بیٹھے ان دونوں آدمیوں کی بیقراری اور حالت گریہ وزاری کو اور ہم کو دیکھتے رہے۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو پھر بھی وہ ہمیں برابر دیکھتے رہے۔ پھر انھوں نے جلیبیاں اور دال موٹھ خریدی۔ اور وہ ان چیزوں کو لیکر ہمارے درجے میں چلے آئے، اور نہایت ادب کے طریقہ سے ایک روپیہ ہاتھ پر رکھ کر بطور نذر ہمیں دینے لگے ہم نے اُن سے کہا کہ نہ ہماری آپ کی ملاقات ہے نہ ہمارے بزرگوں میں کسی سے آپ کی ملاقات ہے، پھر آپ کی نذر ہم کیونکر لےلیں، انھوں نے کہا بس میری تمنا یہ ہی ہے۔ چونکہ وہ ایک معزز آدمی تھے، ہمیں زیادہ دیر اُن کا کھڑا رہنا پسند نہ آیا۔ ہم نے روپیہ لیکر اپنے جی میں کہا کہ ایک ہی روپیہ کی تو ہمیں ضرورت تھی خدا نے بے مانگے بھیج دیا۔

سفر میں تکلیف چاہی آرام ملا فرمایا، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم سفر میں تھے، اور ہمارے پاس خرچ کے لئے بالکل روپیہ نہیں رہا۔ ہم نے ارادہ کیا کہ جس طرح دیہات کے لوگ ایک لکڑی کے سرے پر اپنی گٹھڑی بقچی لٹکا کے اور لکڑی کو کندھے پر رکھ کر بے تکلف سفر کرتے ہیں۔ بس اسی طرح ہم بھی پیدل سفر کریں گے مگر پیدل کی بجائے ہمیں خدا کے فضل سے اس مرتبہ سکنڈ کلاس میں سفر کرایا گیا۔ ہم نے بہت چاہا کہ تکلیف کے دریا میں غوطہ لگائیں۔ مگر ہمیں تکلیف کی جگہ آرام ہی ملا۔ ہمارے پیر و مرشد کی ہمارے اوپر عنایت کی نظر تھی جہاں پہنچے، اور ہندوستان کے جن درویشوں سے ملاقات ہوئی سب ہی نے ہماری خاطر مدارات کی، اور ہمیں اپنے برابر سمجھا۔

ایک کا مقبول جہان کا مقبول (صاحب میاں کے والد سے) فرمایا۔ اگر پیر و مرشد کی عنایت ہے، تو تمام دنیا خاطر داری کرے گی، **ایک کا مقبول جہاں کا مقبول**۔ اور ایک کی سہاگن سب کی سہاگن، یہ مثل مشہور ہے۔ عبد القدیر دہلوی سے ایک بار سفر دہلی کے متعلق ارشاد ہوا کہ دہلی یہاں سے بہت دور ہے، اگر خدا کو منظور ہے تو (تمہارے لئے) قریب ہو جائیگی۔ ؎

فاصلہ کوچۂ جاناں کا نہ پوچھو یارو
جیسا مشتاق ہو نزدیک بھی ہے دور بھی ہے

دہلی کے مقامات قیام شریف

فرمایا" دہلی شریف ہم اتنی بار گئے ہیں کہ اب یاد نہیں رہا کہ ہم کتنی دفعہ گئے تھے۔ ایک دفعہ مسجد خوں بہا (کناری بازار) میں ٹھہرے تھے، ایک بار سرائے احمد بائی میں پھر اسی سرائے کے برابر جو مسجد ہے اُس میں۔ کئی بار مسجد فتح پوری میں، اور ایک دفعہ کوچہ بلاقی بیگم کی مسجد میں"۔

آپ کا سامانِ سفر

"ہم اپنے ساتھ نہایت مختصر سامان رکھتے تھے۔ بکس (ٹرنک) صرف ایک دفعہ سفر میں ساتھ لے لیا تھا۔ بکس کی وجہ سے قلی کرنا پڑا، اور اتنا خرچ قلیوں کے کرایہ کی وجہ سے ہوا کہ پھر کبھی ہم نے سفر میں بکس نہیں لیا۔ ہمارا سامان کیا تھا؟ بس کپڑے کے دو جوڑے، (ایک جسم پر دوسرا بیگ میں) ایک کمبل، ایک روئی کی رضائی، اور ایک معمولی بیگ کپڑے وغیرہ رکھنے کے لئے۔ اور چونکہ ہمیں حقہ کی عادت ہے حقہ بھی ساتھ رکھتے، اور ایک لوٹا بھی کبھی کمبل کو بچھا لیتے اور رضائی اوڑھ لیتے، کبھی رضائی کا تکیہ بنا لیتے کھانے کا وقت آتا۔ تو روٹی یا پوری اسٹیشن سے خرید کر ریل کے تختہ پر رکھ کر کھا لیتے، اور لوٹے سے پانی پی لیتے، اسی سے وضو کر لیتے، اور یہ ہی جائے ضرور طہارت کے لئے کام آتا"۔ آپ سنہ ۱۹۰۲ء میں زیارت اجمیر شریف سے واپسی پر دہلی کی مسجد خون بہا میں ٹھہرے تھے۔ فرمایا۔ وہاں (مسجد خون بہا میں) خادم علی ہمارے پاس آپہنچے۔ انھوں نے کہا۔ جیسا آزادانہ سفر آپ کرتے ہیں، ایسا آزادانہ سفر آپ کے مریدوں سے بن نہ پڑے گا۔ ہم نے کہا جو دنیا کا کام درست نہیں کر سکتے، کارِ آخرت کیونکر درست کر سکیں گے۔

تو کار زمین را نکو ساختی　　　که با آسمان نیز بر داختی

مریدوں سے برتاوا

فرمایا ہم مریدوں کے یہاں جاتے ہیں۔ تو آدمیوں کو ساتھ نہیں لیتے تنہا جاتے ہیں۔ تاکہ امیر و غریب سب کو آسانی رہے، اور سب خوش رہیں۔ اگر دہلی آنا ہوا تو تم (مولوی عبد القدیر کو مخاطب فرمایا) ہمارا انداز دیکھ لوگے۔ ہمارے بعض اصحاب کو خیال تو ہے (کہ ہماری طرح آزادانہ سفر کریں) مگر عمل نہیں ہے، ہم نے بعض (لوگوں) سے کئی مرتبہ کہا کہ پیرانہ سفر کرتے ہو تو کبھی مریدانہ یعنی یکہ و تنہا سفر بھی کر لیا کرو کیا کبھی گھوڑے کو چکر دیتے ہوئے دیکھا ہے؟ (یاد رکھو) کبھی شائستہ گھوڑے کو بھی چکر دیا کرتے ہیں، تاکہ "تھان کا ٹرا"، نہ ہو جائے (یعنی کاہل نہ بن جائے۔ یہ نفس بڑا دشمن، پیچھے لگا ہوا ہے اگر خدا توفیق دے تو کبھی کبھی اس نفس کے گھوڑے کو ضرور چکر دینا چاہیئے (تاکہ اس کی دشمنی اور سرکشی سے امان ملے)۔

سفر گلبرگہ شریف

ارشاد ہوا "جب آدمی کے مزاج یا بدن میں گرمی آجائے تو چاہیئے کہ بالکل یکہ و تنہا سفر کرے، اور اجنبی لوگوں میں جا کر رہے۔ اِس بات کی ہمیں تعلیم تو نہیں ہوئی، مگر مدرسی سے استعفا دینے اور پھر مکان آنے کے بعد حد سے زیادہ بے چینی اور بے قراری ہم میں رہا کرتی تھی، اور قلب کی وجہ سے

جسم میں بہت گرمی آجاتی تھی پس ہم حیدرآباد وغیرہ دور دراز کا سفر بالکل یکہ وتنہا کرتے، اور اجنبی لوگوں میں رہتے۔

؎ جہاں گردا در جہاں تاختن — خوش آید سفر در سفر ساختن

برس چھ مہینے کے بعد جب ٹھنڈک آجاتی، تب مکان واپس آتے" ارشاد فرمایا کبھی آدمی پر دنیا تنگ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایسا ہوا، کہ میری طبیعت بہت گھبرائی۔ اور گھبراہٹ میں اس قدر زیادتی ہوگئی، اور روح میں ایسی بے قراری آگئی کہ جی چاہتا تھا کہ بس ہم خودکشی کرلیں مگر شرع کے خلاف کیونکر کوئی بات کر سکتے تھے۔ یک بیک سفر کا ارادہ کرلیا، اور گھر میں ایک روپیہ دے کر کہہ دیا، کہ جائداد، اور زمینداری یہ سب تم لوگوں کے پاس چھوڑی، ہم تنہا سفر پر جاتے ہیں۔ اگر ہم دنیا میں نہ رہے اس وقت تم لوگ کیا کروگے؟ اور گھر کے لوگوں سے کہہ سن کر آخر ہم سفر پر چلے۔ لوگوں نے پوچھا کہ "آپ کہاں جاتے ہیں" ہم نے کہا، دنیا کے روپے پیسے اور وجاہت وعزت کی تلاش میں نہیں جاتے۔ ہم اپنی موت کی تلاش میں ہیں۔ اِس سفر میں اور لوگوں سے ہم یہ کہتے بھی رہے کہ اپنی جان سے تنگ ہیں، ہماری زندگی ہمارے اوپر بھاری ہے، اور موت کے خواہاں ہیں دعا کرو، مگر (خدام سے فرمایا) تم لوگ موت کی دعا مت مانگنا۔ موت مانگنی منع ہے، ہم نے موت کے معنی سمجھ لئے ہیں، ہم کہہ سکتے ہیں تم لوگ ایسا مت کہنا۔ اپنی منزلِ سفر کی بابت گھر کے لوگوں پر کچھ ظاہر نہ کر کے ہم مکان سے شہر چاٹگام، اور وہاں سے کلکتہ چلے آئے (جہاں آپ کے برادر بزرگوار مولانا عبدالقیوم صاحب مرحوم اور دیگر ہم وطن بھی تھے، اور کلکتہ ٹھہرتے ہوئے پھر آپ غازی پور پہنچے۔ قصد وارادہ سفر حیدرآباد کا تھا) فرمایا "ہم غازی پور ہی میں تھے۔ جو ہمارے وطن میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ ہمارا دنیا سے انتقال ہوگیا۔ اور چاٹگام سے رنگون تک ہر جگہ ہمارے مرجانے کی شہرت پھیل گئی۔ حال معلوم کرنے کے تار کلکتہ اور کہاں کہاں دوڑ گئے، اور پھر غازی پور ہمارے پاس ایک تار پہنچا، ہم نے جواب دے دیا کہ "ہم خیریت سے ہیں!"۔ ہمارا یہ سفر نو مہینے کا رہا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس سفر سے ہماری بے قراری اور گھبراہٹ بالکل جاتی رہی۔ اِس سفر میں گلبرگہ شریف بھی گئے، اور حیدرآباد بھی"۔ اسکے بعد ارشاد ہوا! "یاد رکھنا طریقت (خدا کا) راستہ نہایت ہی نازک ہے!"

موت کی آرزو مثنوی شریف میں قصہ لکھا ہے کہ "ایک بزرگ اپنی جان سے تنگ آگئے۔ اور موت کی آرزو میں نکلے۔ چلتے چلتے ایک پہاڑ پر پہنچے وہاں شیر کے غار میں دو بچے نظر آئے۔ اِنھوں نے کیا کیا کہ ایک بچہ کو ایک بغل میں، دوسرے بچہ کو دوسری بغل میں لے کر لیٹ رہے، اور شیر کا انتظار کرنے لگے کہ ضرور اپنے بچوں کے پاس آئیگا۔ اور بچے" ہمارے قبضہ میں دیکھے گا، تو اسی وقت ہمارا کام تمام کردے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیر نر آگیا۔ مگر باہر ہی کھڑا رہا اپنی کچھار کے اندر نہیں آیا۔ اسکے بعد شیر مادہ آئی وہ

چاہتی تھی کہ آواز نکالے مگر شیر نر نے شیرنی کے منہ پر تپانچہ رسید کیا۔ اس لئے اُسے چپ رہنا پڑا۔ پھر شیر چپکے چپکے کچھار کے اندر آیا۔ اور ایک بچّہ کو آہستگی کے ساتھ اِن بزرگ کی بغل سے نکال کرلے گیا اسی طرح دوسری بار آیا اور دوسرے بچّہ کو آہستہ سے نکال کرلے گیا۔ یہ ماجرا دیکھا تو یہ درویش رو پڑے اور بولے یا اللہ اب شیر بھی ہماری جان لینے کا روادار نہیں"!۔

پہاڑ سے گر کر بھی بچ گئے؟ | حضرت ابو الحسنؒ شاذلی پر بھی ایسی حالت طاری ہوئی، اور انھوں نے بھی چاہا کہ پہاڑ سے گر کر اپنے آپ کو ہلاک کرڈالیں۔ مگر ایسا نہ کرسکے۔ پہاڑ سے گر تو پڑے مگر ہوا کو حکم ہوا کہ دریا میں لیجا کر گرائے، اور آواز آئی "ہم تمہیں مرنے نہ دیں گے۔ ہم اپنے سالک کو ہلاک ہونے نہیں دیتے!"

حضرت محبوب الٰہی کا ارادۂ ہلاکت | **سیر الاولیا** میں حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا ہے کہ کس طرح آپ کنوئیں میں گر کر اپنے آپ کو ہلاک کردینے کو چلے، اور کس طرح بچالئے گئے۔ اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرسکے۔

تاخیر نزول وحی کے ایام میں حضرت رسالت مآب کی بے قراری | حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ حالت طاری ہوئی۔ اور آپ نے چاہا کہ دنیا سے پردہ فرمائیں۔ پہاڑ پر اس ارادہ سے تشریف بھی لے گئے کہ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرادیں، مگر جبریل علیہ السلام نظر آتے اور آپ کی تسلّی کرتے اور یہ بشارت دیتے کہ فضل قریب ہے! (چنانچہ طمانیت وسکون رحمت خداوندی سے حاصل ہوا)۔ اِن ارشادات مبارک سے واضح ہوا، کہ راہِ سلوک میں یہ کیفیت پیش آتی ہے۔ آپ پر بھی یہ کیفیت طاری ہوتی تھی اس لئے قصد سفر فرمایا گیا۔

زیارت گلبرگہ شریف کی وجہ | ارشاد ہوا کہ "ہم گلبرگہ شریف کیوں گئے تھے، اِس لئے گئے تھے کہ حضرت (مخدوم سیّد محمد) **بندہ نواز گیسو دراز** رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیر ومرشد سے جو عشق تھا، اُس عشق پر ہمیں اُن سے عشق ہوا، اور ہم نے اُن کی زیارت کے لئے سفر کیا!۔ اُن کا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت مخدوم شاہ **نصیر الدین چراغ دہلی** رحمۃ اللہ علیہ پالکی میں تشریف لئے جارہے تھے، اور حضرت مخدوم شاہ سید محمد گیسو دراز نے بکمالِ محبت وعقیدت اپنے حضرت پیر ومرشد کی پالکی کو اپنے دوشِ اقدس پر اٹھایا تھا۔ چونکہ آپ "گیسو دراز" تھے۔ اتفاقاً پالکی کے بم میں گیسو آپ کے اُلجھے، اور پھنس کے رہ گئے۔ مگر آپ نے اپنی تکلیف کی پروا نہیں کی، اور اُلجھے ہوئے گیسوؤں کو پالکی کے بم سے نہ نکالا۔ گردن ٹیڑھی، گیسو بم میں الجھے ہوئے، اِسی حالت سے پالکی کو لئے ہوئے دور تک چلے گئے۔ اور اس خیال سے کہیں نہ رُکے کہ مبادا حضرتؒ کی طبع نازک پر گراں گذرے مبادا حضرتؒ کے آرام میں خلل آئے، پس اپنی ایسی سخت تکلیف کو برداشت کیا اور اپنے حضرت پیر ومرشد کی

بے آرامی اور تکلیف کو ذرا گوارا نہ کیا۔ اِس سے ظاہر ہے کہ آپ کیسے عاشق مرید تھے۔ حضرت مخدوم کو جب اپنے مرید کی اس حسنِ عقیدت اور رعایت ادب کا علم ہوا۔ تو بہت خوش ہوئے۔ اور آپ کے حق میں دعا کی ؎

ہر کو مرید حضرتِ گیسو دراز شد   واللہ خلاف نیست کہ او عشقباز شد

آپ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مخدوم گیسو دراز رح کو **مرتبۂ قطبیت** پر پہنچایا۔ اُن کی درگاہ کے صدر دروازہ پر یہ شعر کندہ ہے۔ ؎

نیست کعبہ در دکن جز درگہِ گیسو دراز   بادشاہِ دین و دنیا خواجۂ بندہ نواز!"

آپ کا نزول اجلال بنارس میں

ارشاد فرمایا: "کہ غازی پور سے ہم **ردولی شریف** حضرت مخدوم الملک **احمد عبدالحق** رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کر کے گلبرگہ شریف جانے والے تھے۔ نواب حیدر علیخان جو غازی پور میں آکر سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ تھے۔ ہم نے کہا۔ **بنارس** بھی ایک پرانا شہر ہے اسے بھی دیکھنا چاہیئے۔ حیدر علی خاں امیر آدمی ہیں۔ اُن کے لئے اچھے مکان کا انتظام کرنا تھا۔ ہمارے ایک دوست نے بنارس اپنے ایک عزیز کو خط لکھا۔ اور پرانی عدالت کے دو منزلہ مکان کو ٹھیک کر دیا گیا۔ ہم لوگ وہاں اترے! بنارس پہنچکر ایسا معلوم ہوا کہ ہماری روح گویا بند ہو گئی ہے ایک روز کے لئے آئے تھے تیرہ دِن صرف ہو گئے۔ اور یہ حال ہوا جیسے کٹورے کو اوندھا کر کے کوئی چیز اُس کے نیچے رکھ کر بند کر دیتے ہیں اِس طرح معلوم ہوا کہ کسی نے ہماری روح کو بند کر دیا۔ اور ڈھانک دیا۔ ہم نے مثنوی شریف میں فال دیکھی۔ اُس میں نکلا جسے اللہ نے اپنے اور اپنے بندوں کے معاملہ میں واسطہ ٹھہرایا ہو۔ اُسے بندگان خدا کی فریاد رسی کرنی چاہیئے۔ ہم نے کہا۔ کون فریاد رس ہیں آجائیں اور پھر ہمیں جانے دیں۔ دیوان حافظ میں فال دیکھی تو اس میں یہ مقام نکلا ؎

الا اے طوطیِ گویائے اسرار   مبادا خالیت شکر زمنقار
سرت سبز و دلت خوش باد جاوید   کہ خوش نقشے نمودی از خطِ یار
سخن سربستہ گفتی با حریفان   خدارا زیں معما پردہ بردار
بروئے ما زن از ساغر گلابی   کہ خواب آلودہ ایم اے بختِ بیدار
خداوندی بجائے بندگان کرد   خداوندا ز آفاتش نگہدار

اِس مکان کے قریب ایک مسجد تھی۔ ہم نے ارادہ کیا۔ کہ عصر کی نماز اس مسجد میں پڑھیں۔ تسبیح لے کر ہم مسجد میں چلے گئے۔ جس پر ہم نماز عصر کے بعد وظیفہ پڑھتے رہے۔ اس مسجد کا نام **نگیلے شاہ کی مسجد** ہے ہم تسبیح ہاتھ میں لئے مسجد میں ٹہل رہے تھے کہ ہم نے دو آدمیوں کو دیکھا۔ جو آہستہ آہستہ آپس میں باتیں

اور ہماری طرف اشارہ کر رہے تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ یہ گفتگو کر رہے تھے۔ کہ ایک نواب صاحب یہاں آئے ہیں۔ اُن کے ساتھ ایک درویش بھی ہیں۔ اور وہ بڑے درویش معلوم ہوتے ہیں۔ مغرب کی نماز پڑھ کر ہم چلے آئے۔ ہماری عادت ہے کہ جب ہم کسی شہر میں جاتے ہیں تو یہ ضرور دریافت کرتے ہیں۔ کہ یہاں کون کون درویش ہیں۔ یہ ہی ہم نے یہاں بھی لوگوں سے دریافت کیا۔ ہمیں بتلایا گیا کہ یہاں ایک درویش نواب حسین علی صاحب ہیں۔ اس کے ایک روز بعد ہم بعد نمازِ فجر رنگیلے شاہ کی مسجد میں مراقب تھے۔ سورج نکل آنے کے بعد جب ہم نے پلٹ کر نگاہ کی تو ہم نے دیکھا کہ مسجد کے صحن میں ایک شخص باقاعدہ نشست سے بے حس و حرکت جمے بیٹھے ہیں۔ ہم نے سمجھا کہ یہ شخص درویشوں کی نشست و برخاست سے واقف ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک نابینا حافظ صاحب آئے اور اس شخص کے برابر بیٹھ کر مثنوی شریف پڑھنے لگے۔ مثنوی کے اشعار سن کر اس شخص پر بہت رقت طاری ہوئی۔ اور پھر وہ چلے گئے۔ ہم بھی مسجد سے اپنی قیام گاہ پر چلے آئے۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ نواب حسین علی صاحب یہ ہی ہیں۔ جو رنگیلے شاہ کی مسجد کے متولی بھی ہیں۔ اب ہماری اور نواب حسین علی صاحب کی ملاقات ہو گئی۔ کبھی کبھی وہ ہمارے پاس آنے لگے۔ حیدر علی خاں اور ماموں صاحب کے پاس ہر وقت آدمیوں کا ہجوم رہا کرتا تھا۔ ہمیں خلوت زیادہ پسند ہے، اسلئے ہم نے نواب حسین علی صاحب سے کہا۔ کہ رنگیلے شاہ کی مسجد میں جو کوٹھا ہے۔ اگر اجازت ہو تو ہم وہاں بیٹھا کریں۔ اُنھوں نے اسے خوشی سے منظور کر لیا۔ پھر ہم زیادہ وقت اسی کوٹھے پر رہنے لگے۔ ایک بوریا بچھا لیا۔ اور ایک گوریّا بھی (بنارس کا وہ حقہ جو اُس زمانہ میں ایک پیسہ کو آتا تھا) ہم نے وہاں رکھ لیا۔ سکندر شاہ اُس وقت لڑکے تھے، وہ بھی ہمارے پاس آنے لگے۔ جمعہ کا روز صبح کا وقت تھا کہ نواب حسین علی صاحب ہمارے پاس آئے، اور ہم سے جمعہ کی نماز پڑھانے کی خواہش کی۔ ہم نے منظور کر لیا۔ اور جمعہ کی نماز میں امامت کی۔ اِس کے بعد ہم نے وہیں عصر اور مغرب کی نماز پڑھی اور ہمیں کسی بات کا کچھ خیال نہیں ہوا۔ لیکن مغرب کی نماز کے بعد ہمیں مراقبہ میں معلوم ہو گیا کہ نواب حسین علی صاحب نے خواب میں ہمیں اس مسجد میں امامت کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ تب اُنھوں نے ہم سے امامت کے لئے کہا تھا۔

اپنے معمول سے فارغ ہو کر ہم کوٹھے سے نیچے اتر رہے تھے کہ ہم نے نواب حسین علی صاحب کو اوپر آتے دیکھا۔ ہم نے اُن سے کہا نواب صاحب آپ نے کل رات اس مسجد میں امامت کرتے ہوئے ہمیں دیکھا تب آپ نے آج صبح ہم سے نماز جمعہ پڑھانے کے لئے کہا۔ اُنھوں نے جواب دیا "حضور مالک ہیں اور میں غلام ہوں" پھر انھوں نے اپنا خواب بیان کیا

اولیاء اللہ کے امام

نواب حسین علی صاحب نے خواب میں یہ دیکھا کہ رنگیلے شاہ کی مسجد بہت وسیع ہو گئی ہے۔

اور احاطہ پیدا ہوگیا ہے جس میں ایک اچھا باغ بھی ہے، اور بہت اولیاء اللہ جمع ہیں۔ نماز کا اہتمام ہے حضرت قبلہؒ نے امامت کی اور سب اولیاء اللہ نے اقتدار کی ہے، اور نواب صاحب بھی جماعت میں شریک ہیں۔ اور حضرت قبلہؒ کے سر پر عربی عمامہ اور ٹوپی ہے، اور زرد چادر اوڑھے ہوئے ہیں۔

عرس شریف بنارس میں ارشاد ہوا۔ اب ذیقعدہ شریف کی بارہ تاریخ آگئی۔ مامون صاحب وغیرہ نے کہا کہ یہیں عرس کیا جائے۔ چنانچہ بارہ روپے ہم نے نواب حسین علی صاحب کو دیدیئے۔ کہ ان کی چاول پکوا دیجئے۔ آج ہمارے پیرومرشد کا عرس ہی ہم نیاز دلائیں گے۔ نیاز ہوئی۔ اتفاق سے قوال بھی آگئے، اور بعد مغرب قوالی ہوئی۔ نبی رضا خان صاحب مرحوم کو بہت زور کا حال آیا۔ سب سے پہلے سکندر شاہ مرید ہوئے۔ اسکے بعد نواب حسین علی صاحب نے ہم سے کہا کہ مجھے مرید کرلیجئے۔ ہم نے جواب دیا کہ ظاہر حالت میں آپ ہم سے اچھے ہیں۔ آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ ہم آپ کو مرید نہیں کریں گے۔ اُنھوں نے کہا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر فرمایا ہے کہ میرے پیر آپ ہی ہیں۔ خیر ہم نے اُنھیں مرید کرلیا۔ اس کے بعد بنارس میں اور لوگ مرید ہوئے۔

سادہ غذا ارشاد فرمایا نواب حسین علی صاحب کو ہم سے بہت عقیدت ہے، اور وہ جانتے ہیں کہ پیرومرشد کی خدمت و خاطر کیونکر کرنی چاہیئے؟ ہمیں یاد نہیں کہ وہ ہمارے لئے ایک پیالہ دال کا اور ایک پیالہ سالن کا اس سے زیادہ کھانے میں لائے ہوں۔ ایک دفعہ روٹی میں گھی ڈال کر لائے۔ ہم نے کہا کہ نواب صاحب ہمارا معدہ بہت کمزور ہے، اسکے بعد وہ ہمیشہ سادی روٹی لاتے رہے۔

بنارس کی درگاہ آپ تیرہ روز بنارس میں تشریف فرما رہے۔ اور بنارس سے روانہ ہوکر پھر کہیں زیادہ قیام نہ فرمایا۔ بنارس میں آپ حضرت شاہ طیّب قطب بنارس رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو بھی تشریف لے گئے راستہ میں عاشق و معشوق کی مشہور قبریں ہیں۔ واپسی پر وہاں بھی فاتحہ پڑھی۔

بنارس سے ظفر آباد، اور جون پور زیارتوں کے لئے تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے ردولی شریف اور وہاں سے لکھنؤ۔

عربی عمامہ اور زرد چادر کی تعبیر ارشاد ہوا کہ ایک شخص نے خواب دیکھا کہ ایک مسجد ہے۔ ہم اس میں امام ہیں اور کئی صفیں مقتدیوں کی ہیں۔ ہمارا اور مقتدیوں کا لباس زرد ہے۔ جس میں زیادہ تعداد ہندوستانی لوگوں کی ہے۔ لکھنؤ میں ایک اور صاحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت قبلہ عربی عمامہ، اور چادر زرد زیب تن فرمائے ہوئے ہیں۔ اور نواب حسین علی صاحب نے عربی عمامہ اور زرد چادر کو دیکھا تھا کہ زیب بدن مبارک ہے ایک صاحب نے عرض کی۔ کہ آپ نے تو کبھی ایسا لباس نہیں پہنا۔ پھر یہ لوگ خواب میں کیوں ایسا دیکھتے ہیں۔ ارشاد ہوا۔ عربی عمامہ اور ٹوپی، یہ تاج شریعت ہے۔ اور چادر زرد چادر طریقت ہے۔

اِنْ شَآءَ اللّٰہ ہم سے شریعت اور طریقت دونوں ادا ہوگی۔ اور یہ سب باتیں ہمارے اختیار میں نہیں۔ خدائے تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔"

کان پور لکھنؤ سے آپ کان پور تشریف لائے۔ نواب حیدر علی صاحب وغیرہ کان پور تک ہم کاب رہے۔ وہ چاہتے تھے کہ "گل برگہ" ہم کابی میں حاضری دیں۔ مگر آپ نے فرمایا ہم سفر تنہا کرتے ہیں۔ آپ یہاں سے رخصت ہو کر مکان جائیں۔ چنانچہ آپ تو تنہا گلبرگہ تشریف لے گئے۔ اور نواب حیدر علی خان وغیرہ مع ہمراہیان اپنے مکان گئے۔

جھانسی میں وقفہ ارشاد ہوا۔ گلبرگہ شریف جاتے ہوئے ہم نماز جمعہ ادا کرنے کی غرض سے جھانسی میں ریل سے اتر گئے۔ سفر میں جمعہ کا ہم بہت خیال رکھتے ہیں، اور جمعہ قضا ہونے نہیں دیتے جھانسی میں ایک سرائے تھی۔ جہاں بانس کا ٹٹّر تھا۔ ایک ضعیف بھٹیاری اُس سرائے میں رہتی تھی۔ سرائے کے پاس ایک مسجد ہے جس میں ایک بزرگ کا مزار ہے۔ یہ اچھے بزرگ تھے۔ زمانۂ حال ہی میں گذرے ہیں ولایتی تھے۔

اگر اُس سرائے میں جانا ہو تو ہمیں بھی یاد رکھنا!

جھانسی کی سرائے میں جس جگہ ہم ٹھہرے تھے۔ وہاں کوٹھڑیاں اور کمرے تھے۔ ہمارے کمرہ سے کچھ فاصلہ پر ایک کوٹھڑی تھی، جس میں ایک ایرانی مسافر مقیم تھے، ان دنوں ہم اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

نیست کعبہ در دکن جز درگہِ گیسو دراز بادشاہِ دین و دنیا، خواجۂ بندہ نواز

وہ ایرانی مسافر اِس شعر کو سُن کر، ہم پر بہت خفا ہوئے، اور ہمیں بہت سخت و سُست اور بُرا بھلا کہا۔ ہم خاموش رہے۔ ہم نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور صبر کیا۔ جب ہم گلبرگہ شریف کے سفر سے لوٹے۔ تو ہمارے حضرت قدس سرہٗ کی شان میں حافظ مقبول احمد نے یہ شعر کہا ؎

بمرزا کھِل بیا، لبّیک گویان بالیقین کوکب اگر کعبہ نہ دیدستی بخاک ہند بین اینجا

ہم نے دل میں کہا کہ اُس ایرانی مسافر کی خفگی اور بدزبانی پر ہم نے صبر کیا تھا، اس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیر و مرشد کی شان میں یہ شعر ہم کو نصیب فرمایا۔

پابندیٔ معمولات سفر میں ہمارا دستور سفر و حضر ہر جگہ صبح و شام کے اوقات میں پابندیٔ معمولات کا رہا۔ اور نماز عشا کے بعد ہم فارغ ہوا کرتے تھے۔ سرائے کے قریب جو مسجد ہے، عشا تک اس میں رہے۔ نماز عشا پڑھ کر ہم نکلے۔ راستہ میں دکان سے ایک آنے یا پانچ پیسے میں کھانا خریدا۔ اور سرائے میں آ گئے۔

بازاری عورت یہاں آ کر دیکھا کہ کوئی عورت چارپائی پر بیٹھی ہوئی ہے۔ ہم نے پوچھا: "تم کون لوگ ہو۔ اور

یہاں آنا کس غرض سے ہے" اُس نے کہا" ہم لوگ مسافروں کی خدمت کرتے ہیں"! ہم نے سمجھ لیا۔ کہ یہ بازاری عورت ہے۔ ہم نے کہا سنو! ہم مسلمانوں کے پیر ہیں۔ اگر ہم نامرضیاتِ الٰہیّہ کا خیال نہ کریں تو آسمان زمین پر ٹوٹ پڑیگا پھر اُس عورت سے کہا کہ پیسوں کی اگر ضرورت ہو تو ہم کچھ پیسے تم کو دے سکتے ہیں۔ پیسے لو اور چلی جاؤ۔ یہ سنکر وہ عورت چپکے سے اُٹھ کر چلی گئی۔

معراج کی رات اِس کے بعد ہم وقت پر اسی سرائے میں سو رہے۔ اِس رات کو حق سبحانہ تعالیٰ نے ہم پر رحمت کا دروازہ کھول دیا۔ اور ہمیں معراج ہو گئی۔ بہت نعمت اور بہت علم عطا ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیاب کر دیا اور یہ بات ہمیں اِسی شب میں معلوم ہوئی کہ حضرت مخدوم الملک احمد عبد الحق ردولوی قدس سرہٗ اپنے وقت کے قطب تھے۔ تم لوگ ہمارے مرید ہو۔ اتنا ہمیشہ یاد رکھنا، کہ فرائض، واجبات اور سنن کے بعد اگر ہو سکے تو ذکر و فکر کرنا۔ مگر" نامرضیات الٰہی" (اور ممنوعات شرعی) سے ضرور بچنا اور ہمیشہ دین و دنیا کی برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا (تمہارے لئے) بس یہی سب سے بڑی عبادت ہے"

گلبرگہ جھانسی سے آپ گلبرگہ شریف لے گئے۔ ارشاد ہوا" گلبرگہ مزار مبارک پر زیارت کے لئے ہم حاضر ہوئے۔ تو حضرت مخدوم صاحب نے (بعالمِ ارواح) اس حد تک تواضع اور فروتنی کو راہ دی جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم سید محمد بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ میں کمال درجہ انکسار، و خاکساری و فروتنی تھی"

شیر سوار ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ حضرتِ مخدومؒ گلبرگہ شریف کی ملاقات کے لئے اسطرح آئے کہ شیر پر سوار تھے۔ اور سانپ کا کوڑا ہاتھ میں تھا۔ شہر میں خبر گرم ہو گئی کہ فلاں بزرگ اس ہیئت کے ساتھ ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ مخدوم صاحب نے سنا۔ اور کچھ نہ فرمایا۔ مگر آپ کے صاحبزادے یا پوتے صاحب (کہ یہ بھی بزرگ تھے) دیوار پر بیٹھے ہوئے تھے، اور وضو فرما رہے تھے، اُنہوں نے جب یہ سُنا تو ان آنے والے بزرگ کا یہ انداز اور یہ اخلاق وطریقہ آپ کو پسند نہ آیا، کہ اِن کو اگر آنا تھا تو سادگی کے ساتھ آجاتے۔ اظہار کرامت و بزرگی کے ساتھ آنے کے کیا معنی ہیں۔ پس جونہی وہ درویش شیر سوار آئے اِن صاحبزادہ صاحب نے دیوار سے کہا۔ چل، اور چل کر استقبال کر۔ اور اُن کے فرمانے کی برکت سے وہ دیوار چلنے لگی۔ مگر خود حضرت مخدوم صاحب نے تواضع ہی فرمائی۔ کسی کرامت کا اظہار نہ فرمایا۔

فرمایا۔ حضرت مخدوم گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ایک سو بیس سال کی ہوئی۔ اور انکے زمانہ میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ کو بہت عروج ہوا۔

فرمایا۔ میں گلبرگہ کے قبرستان میں جو شہر سے باہر تھا۔ ایک ٹوٹی ہوئی قبر کے پاس ٹھہر گیا تھا۔

تاجدار دکن سے ملاقات نہیں فرمائی

گلبرگہ کے بعد میں نے کہا کہ حیدر آباد ایک اسلامی شہر ہے، یہاں تک آیا ہوں، تو اب اسے بھی دیکھ لوں۔ اسلئے حیدر آباد گیا (راوی کو مدت قیام کی بابت شک ہے) غالبًا دو ہفتہ قیام فرمایا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ نواب نظام الملک (میر محبوب علیخاں) والیٔ دکن بزرگوں سے معتقد ہیں۔ آپ بھی ملاقات کیجئے۔ مگر آپ نے اسے پسند نہ فرمایا۔ اور ایک روز چپکے سے وہاں سے روانہ ہو گئے۔

آخری سفر اجمیر شریف

آپ تمام عمر میں اجمیر شریف بغرض زیارت تین بار تشریف لے گئے۔ آپ کا معمول تھا کہ اجمیر شریف کا قصد ہوتا، تو پہلے اکبر آباد شریف میں حضرت سیدنا میر ابو العلیٰ قدس سرہٗ کی زیارت فرماتے اور اجمیر شریف سے واپسی پر دہلی شریف میں حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ اور سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگان دین کی کہ خطۂ دہلی میں آسودہ ہیں، زیارت فرماتے۔ فرمایا "ہم اجمیر شریف میں مریدانہ یعنی تن تنہا گئے۔ پیرانہ طور پر نہیں گئے۔"

آپ کا دستور انتظام و بندوبست کے ساتھ سفر کرنے کا تھا، یعنی خرچ آمد و رفت کا پاس رکھتے مگر اجمیر شریف کا آخری بار سفر ہوا، تو مکان سے زاد راہ صرف گیارہ روپے آپ نے لئے تھے۔ مگر بفضلہ سب سامان غیب سے ہوا، حالانکہ یہ سفر سو روپے کے مصارف کا تھا، مکان واپس تشریف لائے تو گیارہ روپیہ تحویل میں باقی تھے۔ اس کے متعلق ارشاد ہوا "یہ بات اسرار الٰہیہ سے ہے، اور یہ امر میرے لئے ہی خاص ہے، میرے مریدوں کے لئے نہیں ہے، ان کو چاہیئے کہ انتظام کے ساتھ سفر کیا کریں اور آمد و رفت کا خرچ پاس رکھا کریں"

اجمیر شریف میں آپ کا قیام سید عنایت علی صاحب مرحوم (المتوفی ۱۳۵۲ھ) کے مکان میں، جو جھالرے پر ہے، ہوا۔ اور درگاہ شریف میں اُن کا جو حجرہ ہے، خلوت اور شب باشی اسی حجرہ میں فرمائی۔ سید صاحب مرحوم نے راقم سے کہا کہ آپ کے جود و عطا اور داد و دہش کا یہ عالم تھا، کہ ایک بار مجھ پر تین سو روپے کا قرضہ ہو گیا تھا۔ قرضخواہ سے وعدہ عرس شریف کے بعد ادا کرنے کا تھا، مگر وہ ایام عرس ہی میں تقاضے کو چلا آیا۔ آپ نے کسی طرح سن لیا کہ قرضخواہ کی مجھ پر سختی ہے، اور اسی وقت خدا معلوم کہاں سے نکال کر تین سو روپے قرضخواہ کو میری طرف سے ادا کر کے میری گلو خلاصی کرائی۔

غربا کے ساتھ

چونکہ فقیری اور درویشی کا اظہار کسی موقع پر بھی دستور مبارک نہ تھا اس لئے اجمیر شریف میں بھی آپ یہ کرتے کہ سماع خانہ میں عوام کے ساتھ کھڑے ہو کر سماع سن لیتے۔ حلقۂ مشائخ میں نہ بیٹھتے۔ اسی طریقہ سے آپ ایک بار سماع سن رہے تھے، اور آپ کے مرید و خلیفہ حضرت نبی رضا خاں مرحوم اندرونِ مجلس حلقۂ مشائخ میں

بیٹھے تھے۔ کہ ناگاہ اُن کی نظر آپؒ پر پڑی، اور وہ از خود رفتہ اور بیتابانہ اگرتے پڑتے، آپ تک پہنچے، اور آکر آپ کے قدموں پر گرے۔ نبی رضا خان صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ہر دل عزیز بنا دیا تھا، اور حضرتؒ کی دُعا کی برکت تھی، کہ عوام ہی نہیں، مشائخ ان کی تعظیم و توقیر کرتے تھے، اور مشائخ اُنھیں اصرار و التجا کے ساتھ اندرونِ مجلس جائے ممتاز پر بٹھاتے تھے۔ اب جو اتنے بڑے شیخِ وقت کو لوگوں نے آپ کے قدموں پر دیکھا، تو حیرت میں رہ گئے، کہ اِس دنیاوی لباس میں چھپے ہوئے یہ کون بزرگ ہیں، کہ ایسے ایسے مشائخ زمانہ جن کی تعظیم بجالاتے ہیں؟ نبی رضا خان صاحب نے کہا لوگو! میں انھیں کا غلام، اور یہ ہی میرے مولیٰ ہیں۔

دل و جانم فدائے نامش باد

تب لوگوں نے آپ کو جانا، اور خیال کرنے لگے کہ نبی رضا خان صاحب جیسے بزرگ جن کے مرید خادم ہوں تو آپ خود کیا ہوں گے؟۔

اجمیر شریف کا احترام آپؒ فرمایا کرتے۔ کہ" بزرگوں کے آستانہ پر مثل عوام کے رہنا چاہیئے، اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ جیسے دس مُرید یا دس لوگ اور ہیں ویسے ہی ایک مرید ہم بھی ہیں۔ آفتاب کے آگے شمع کی روشنی کی ضرورت نہیں۔ پس اجمیر شریف میں (اور دوسرے بزرگانِ دین کے آستانوں میں) اپنی پیری، دکھانی (اور اپنے آپ کو نمایاں کرنا) ٹھیک نہیں ہے"

فرمایا" حضرت اجمیرؒ میں ۲-۳- آدمیوں نے مرید ہونے کی خواہش کی۔ ہم نے کہا کہ اس مقامِ اقدس میں ہم کسی کو بھی مرید نہ کریں گے۔ اگر آپ کو خواہش اور آرزو بہت ہو تو ہم جے پور جانے والے ہیں، وہاں ہم سے ملاقات کیجئے، اُس وقت آپ کو مرید کریں گے" (آپ کا یہ فرمانا اَدَباً تھا) بعض خادموں سے ارشاد ہوا" اجمیر شریف میں یہ ہرگز نہ کرنا، کہ آستانۂ مقدسہ میں گدّی بچھا کر بیٹھو، یا اور کسی طریقہ سے وہاں اپنے آپکو نمایاں اور ممتاز کرو، بس مُریدانہ طریقہ سے وہاں جانا، اور عوام میں ملے جلے رہنا!"

سلسلہ عالیہ کی ترقی اجمیر شریف میں ہمارے حضرت قبلہؒ نے، حضرتِ اجمیرؒ میں کمال احترام اور لطیف نازک خیالی کا اظہار فرمایا۔ اِس کا صلہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ، اور پیرانِ عظام کی خوشنودی سے یہ ملا، کہ آپ کے خادم اور غلام حضرت **نبی رضا خاں** صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سے اجمیر شریف میں اور نواح میں اِس سلسلہ عالیہ کی از بس ترقی ہوئی۔ اور ایسا نوازا اور ایسا عروج دیا کہ آج ہزار در ہزار بندگانِ خدا وہاں فیضیاب سلسلۂ عالیہ ہیں۔

۱۹۰۲ء میں آپ کا یہ آخری سفر اجمیر شریف تھا۔ یہاں سے آپ دہلی تشریف لائے، اور دہلی سے حضرت نبی رضا خان صاحب مرحوم آپ کو اپنے مکان واقع ریاست رام پور لے گئے۔ یہاں سے آپ دولتکدہ

کے لئے رخصت ہوئے۔

خانقاہ شریف میں مستقل قیام | اجمیر شریف کے اس آخری سفر کے بعد، پھر آپ کا کوئی سفر نہ ہوا۔ اور اب آپ بہ امر الٰہی خانقاہ شریف میں ہمیشہ کے لئے بٹھا دئے گئے۔ چنانچہ اس بار مکان تشریف لاکر آپ نے بعض خادموں سے ارشاد فرمایا "بس یہ ہمارا آخری سفر تھا۔ اب ہمیں سفر کی آیندہ اور امید نہیں ہے" یہ گویا آپ کی خانہ نشینی کا اشارہ تھا۔ اس کے بعد یہی امر ظہور میں آیا، کہ پھر آپ کا کوئی سفر نہ ہوا۔ آخری زمانۂ حیات تک قیام مبارک بس خانقاہ ہی میں رہا۔ آپ کے زمانۂ خانہ نشینی کی مدت تقریباً اٹھارہ برس ہے۔ (اب یہاں سے اذکار واشغال سلسلہ شریفہ لکھے جاتے ہیں)۔

ذکر

ذکر عربی لفظ ہے۔ لغت میں اسکے معنی ہیں "یاد کرنا" اور صوفیۂ کرام کی اصطلاح میں اسکے معنی ہیں۔ "تمام عالم سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا۔ اور ایک دھیان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا" بمصداق آیۂ کریمہ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (سورۃ المزمّل ع۱) یعنی اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو۔ اور سب سے الگ ہو کر اسی کے ہو رہو۔

سلسلۂ عالیہ کے اذکار واشغال

ذکر نفی واثبات | لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کو ذکر نفی واثبات کہتے ہیں۔ جس کے چار طریقے ہیں۔

(۱) قادریہ جلی (۲) ضرب خفی (۳) پاس انفاس خفی (۴) حبس دم خفی۔

ذکر قادریہ جلی | مرید خدمت شیخ میں چار زانو بیٹھے۔ اگر مرید شیخ کی خدمت میں حاضر نہیں ہے تو پھر شیخ کو سامنے تصور کرے اور بلند آواز سے کہے حَسْبِیْ رَبِّیْ جَلَّ اللّٰہ، مَافِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللّٰہ۔ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ اگر مجلس میں مرید زیادہ ہوں تو مرید حلقہ بنا کر بیٹھیں۔ اور سب کے سب موزوں اور بلند آواز سے ملکر یہ ذکر کریں +

ذکر ضرب خفی | ذاکر چار زانو قبلہ رُخ ہو کر حضوریٔ شیخ میں بیٹھے۔ اگر مجلس شیخ میں حاضر نہیں ہے تو پھر شیخ کا تصور کرے۔ اور بائیں گھٹنے کے نیچے جو رگ ہے جسکو "کیماس" کہتے ہیں اسکو اپنے داہنے پاؤں کی دو بڑی انگلیوں سے مضبوط پکڑے۔ کمر سیدھی رکھے۔ اور دونوں ہاتھ دونوں زانو پر رکھ کر اور سر کو بائیں طرف جھکا کر بائیں گھٹنے کے قریب لے جائے اور وہاں سے لفظ لَا شروع کرے۔ پھر سر کو داہنے گھٹنے پر لے آئے اور وہاں إِلٰهَ شروع کرے اور داہنے شانے پر ختم کرکے سر کو تھوڑا سا پشت کی جانب خم کرے۔ اور تصور کرے کہ ماسوی اللہ کی نفی کی۔ اور وہاں سے لفظ إِلَّا اللّٰهُ کہکر قلب پر زور سے ضرب لگائے۔ اور تصور کرے

کہ ہستیٔ حق کا اثبات کیا اور آتش عشق الٰہی دل میں بھڑکی۔ یہ ذکر خفی ہونا افضل ہے۔خیال سے دل ہی دل میں ذکر کرے۔ زبان سے تلفظ نہ کرے۔اِس ذکر کو ذکر چار ضربی بھی کہتے ہیں۔ اسلیئے کہ بائیں گھٹنے پر پہلی ضرب۔ داہنے گھٹنے پر دوسری ضرب۔ داہنے شانہ پر تیسری ضرب۔ اور قلب پر چوتھی ضرب ہوتی ہے۔اس طرز عمل میں رمز یہ ہے کہ بائیں گھٹنے میں خطرۂ شیطانی داہنے گھٹنے میں خطرۂ نفسانی۔ اور داہنے شانہ میں خطرۂ ملکوتی۔ اور قلب میں خطرۂ رحمانی کے مقامات ہیں۔ ذاکر نے پہلی تین ضربوں سے گویا ان تین خطروں کی نفی کی۔ اور چوتھی ضرب سے خطرۂ رحمانی کو دل میں قائم اور ثابت کیا۔شب کے وقت ذکر کرے۔ اِس حالت میں کہ معدہ نہ تو پر ہو نہ خالی۔جو شخص چلّہ میں ہو اس کے لیئے دن اور رات برابر ہیں۔تاریک مقام ذکر کے لیئے زیادہ مناسب ہے۔

ذکر پاس انفاس خفی | جب سانس باہر آئے (تب ذاکر تمام کائنات اور اپنے کو نفی کرے) اُس وقت لَا اِلٰہَ دِل سے کہے (سانس باہر پھینکے)۔اور جب سانس اندر جائے (تب اللہ تعالیٰ کی ذات حقیقی کو قائم اور باقی تصور کرکے قلب میں اُسکا اثبات کرے) اور اُس وقت اِلَّا اللہُ خیال کے زور سے قلب پر ضرب کرے (اور سانس اندر کھینچے) سر یا کسی عضو کو نہ ہلائے۔ یہ ذکر بھی خفی ہونا افضل ہے۔تلفظ نہ ہونا چاہیئے۔ ذاکر ہمیشہ اِس ذکر میں مشغول رہے۔ چلتے، بیٹھتے، سوتے، کام کرتے۔غرضکہ ہر وقت پاس انفاس کا ذکر جاری رکھے۔ ایک دم بھی اِس سے خالی نہ رہے۔

ذکر حبس دم خفی، طریقۂ اوّل | ذاکر چار زانو بطریق مذکورہ، ورنہ جس نشست سے اُسکو آرام ہو بیٹھے بعدہٗ سانس کو بند کرے۔ اور پھر کلمہ لَا اِلٰہَ کو ناف سے کھینچکر اُمّ الدماغ تک پہنچائے۔ اور کلمہ اِلَّا اللہُ کو دماغ سے قلب پر دل کی زبان سے ضرب کرے۔ اور اُسوقت ذات وحدۃ الوجود کو قلب میں قائم اور ثابت کرے۔ یہ ذکر بھی خفی کرے۔کسی عضو کو نہ ہلائے۔ اِسی طرح پہلے ایک دم میں تین ذکر کرے۔ اور دم کو چھوڑے۔ بعد اسکے پھر اسی طرح دم بند کرکے تین ذکر کرے۔ اِس طور پر جبتک کہ قلب میں طمینان اور ذوق رہے۔ ایک نشست میں ذکر کرتا رہے۔ اِس طریقہ سے ہر رات جتنی دیر تک توفیق ہو ذکر کرتا رہے دوسرے ہفتے ایک دم میں پانچ ذکر کرے۔تیسرے ہفتے ایک دم میں سات ذکر کرے۔ اور اِس ترکیب سے ہر ہفتے ایک دم میں دو دو ذکر بڑھاتا رہے۔ جہاں تک ممکن ہو۔ یہ ذکر خصوصًا دن میں نماز ظہر کے بعد۔

ذکر حبس دم خفی۔ طریقۂ ثانی | ذاکر سانس کو بند کرے۔ اِس ترکیب سے کہ دونوں ہاتھوں کے دونوں انگوٹھوں سے دونوں کان۔ اور پہلی انگلیوں سے دونوں آنکھیں۔ اور دوسری دونوں انگلیوں سے دونوں نتھنے۔ اور تیسری دونوں انگلیوں سے دونوں لب بند کرے۔ اور سانس کو روک کر ایک ایک سانس میں حسب

ترتیب متذکرۂ بالا ذکر کرے ؎

گوش بند و چشم بند و لب ببند　　گر نہ بینی نورِ حق بر من بخند

برکات ریاضت | سالک کو لازم ہے کہ بہ قلب سلیم بلالحاظ کمال نفسانی و مراتبِ باطنی ایک دھیان سے ذکر میں مشغول رہے۔ اور ذکر میں محو و مستغرق ہو جائے۔ اپنے کو فراموش کرے۔ اور خود ذکر بن جائے۔ ذاکر کو جب تک فنا حاصل نہ ہوگی۔ اُسوقت تک ذکر کا مطلب بھی حاصل نہ ہوگا۔ ذکر کی کثرت و مداومت اور رحمتِ مولیٰ سے جب ذاکر مقام فنا میں پہنچے گا۔ تب زہد، تقویٰ، توکل، قناعت، صبر، شکر، رضا، تسلیم۔ بلا قصد حاصل ہو جائیں گے۔ اور قلب کے اندر انوار و تجلیات کا ظہور ہوگا۔ اِس مقام میں ذاکر کے حواس خمسہ ظاہری بالکل ساقط ہو جائیں گے۔ نہ ذاکر رہے گا نہ ذکر۔ ذاکر و مذکور ایک ہو جائیں گے بندہ کا ذکر وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (یعنی گواہی دیتا ہے اللہ کہ نہیں کوئی موجود مگر وہ ہی اللہ) صادق آئے گا ؎

یہ تصوّر یاد رکھیو یار وقت ذکر ھُوْ　　ذکر ہو جسکا وُہی ذاکر وُہی مذکور ہے

طریقۂ توجہ | ذکر کی تعلیم کے ساتھ شیخ مرید کو توجہ دے۔ مگر بمصلحت جائز ہے کہ توجہ ظاہری کو موقوف رکھے توجہ کے وقت شیخ تصوّر کرے کہ ذکر کی کیفیت قلب شیخ سے قلب مرید میں پہنچتی اور اثر پیدا کرتی ہے۔ اور مرید تصوّر کرے کہ قلبِ شیخ سے فیض رحمانی اُسکے قلب میں پہنچتا ہے۔ اور اُسکا قلب فیض رحمانی سے متاثر ہوتا ہے۔ اگر رحمتِ ایزدی شامل حال ہے تو فوراً مرید کے قلب میں ذکر جاری ہو جائے گا اور سرور یا جذبہ طاری ہوگا۔ اگر پہلے دِن کسی مرید کے قلب میں ذکر جاری نہو یا کیفیت طاری نہو تو مرید کو مایوس نہونا چاہیئے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تعالیٰ آیندہ اپنے وقت پر ذکر جاری ہو جائے گا۔ اور کیفیت طاری ہو جائیگی۔

طالب کے لئے ہدایت ضروری | طالب کو چاہیئے کہ اپنے ہر سانس پر بیدار اور ہوشیار رہے۔ جب تک پاسِ انفاس کی تائید نہ ہوگی۔ کدورتوں سے دل کا صاف ہونا دشوار ہے۔ سوتے وقت بھی ذکر پاسِ انفاس کرتا رہے۔ تاکہ سو جانے پر بھی ذکر جاری رہے۔ مبتدی آخر شب میں روزانہ گھنٹہ دو گھنٹہ یا اس سے کم (مطلب یہ کہ) جس قدر بھی توفیق ہو، ذکر کرتا رہے تاکہ قلب میں ۲۴ گھنٹے ذکر جاری اور اس کا اثر قائم رہے دِن رات میں ۲۴ گھنٹے ہوتے ہیں۔ اور ہر گھنٹہ میں تخمیناً ایک ہزار سانس ہیں۔ پس اس حساب سے ایک دِن رات میں چوبیس ہزار مرتبہ ذکر اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تعالیٰ ہو جائے گا۔ اور پھر کوئی سانس ذکر سے خالی نہ جائے گا اور جب رات، دن، سوتے، جاگتے، قلب میں ذکر جاری ہو جائے گا، تو اُس قلب کو قلبِ ذاکر، قلب زندہ قلب بیدار کہیں گے۔ طرق مذکورہ سے ذکر کے وقت کبھی بیخودی اور کبھی جذبہ طاری ہوگا۔

پس جب تک کہ بیخودی یا جذبہ غالب رہے۔ ذاکر کو ذکر میں کوشش کرنے کی حاجت نہیں۔ لیکن جب بیخودی نہ رہے۔ تو ذکر میں پھر مشغول ہونا چاہیئے۔ آخر میں وہ کیفیت سالک کی مِلک اور حال ہو جائے گی۔

ایک علاج کثرت ذکر کی وجہ سے اگر ذاکر کے دماغ میں بے انتہا گرمی محسوس ہو یا مرض بیچش کی علامت نمودار ہو تو چند روز ذکر کو ترک کر کے فقط درود شریف پڑھا کرے۔ ہر روز قریب ایک ہزار جب طبیعت میں اعتدال پیدا ہو جائے تو اپنی عادت کے موافق پھر ذکر شروع کر دے۔ اگر کثرتِ ذکر سے ذاکر کا بدن گھلنے لگے تو غذا سے پہلے دو چار لقمے کچے گھی کے ساتھ کھا لیا کرے۔ جس کی مقدار ایک چھٹانک ہو۔

اِس سلسلۂ عالیہ کی تعلیم مختصر ہے اِس سلسلۂ عالیہ میں عموماً اِسی طور سے ذکر کی تعلیم کی جاتی ہے۔ اور اسی پر ختم ا۔ اِس لئے کہ کثرت ریاضت اور رحمت مولیٰ سے جب مرید سلوک میں ترقی کرے گا تو خود ہی اُس کے مراتب طے ہوتے رہیں گے۔ اور ذکر مقامِ قلب سے مقام روح میں سرایت کر کے یعنی ملکوت سے ذکر ترقی کر کے جبروت میں اثر کرے گا۔ اور خود بخود ذاکر کے قلب میں اَللّٰہُ ذکر اسم ذات جاری ہو گا۔ اگر اِس پر مرید نے اور ترقی کی تو قلبِ مدوّر یعنی اُمّ الدّماغ میں جس کو مقام لاھوت کہتے ہیں۔ ذکر ھُو آپ سے آپ جاری ہو گا۔

نسبت

ضرب سے صفائی قلب، پاسِ انفاس سے اجرائے قلب، اور حبسِ دم سے دفع خطرات، یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اور ان اذکار کی کثرت سے قلب میں ایک شعاعِ نوری اِنْ شَآءَ اللّٰہُ پیدا ہو گی جس طرح چھت کے سُوراخ یا روزنِ دیوار سے روشنیٔ آفتاب اندر داخل ہوتی ہے، اور روشنی کا ایک تار نظر آتا ہے۔ اسی طرح قلب کے اندر سے بھی نور کا ایک تار اوپر کی طرف نمودار ہو گا۔ اِس کیفیت کو نسبت کہتے ہیں۔ سالک جب اِس مقام پر فائز ہو گا تو خود اپنے قلب میں شعاع نوری کا مشاہدہ کرے گا۔ اور ایک لذت خاص اُسے محسوس ہو گی۔ حضرت مولانا روم ؒ نے اِس مقام کی طرف مثنوی شریف میں یوں اشارہ کیا ہے ؎

دوزخ است آن خانہ کان بے روزن است
اصلِ دین اے بندہ روزن کردن است

مراقبہ

مراقبہ عربی لفظ ہے۔ اسکے معنی ہیں، "رقیب ہونا"۔ یعنی "نگہبان ہونا"۔ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں

اسکے معنی ہیں غیر اللہ سے قلب کا نگہبان ہونا۔ اور غیر اللہ کے جتنے خطرات ہیں اُن سب کو قلب سے بالکل دور کرنا۔ اس لیئے کہ وہ سب فانی ہیں۔ بمصداق آیہ کریمہ۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (سورۃ الرحمٰن ع۲) یعنی سب کچھ فنا ہونے والا ہے، اور باقی رہیگی صرف اللہ کی ذات صاحب اکرام اور صاحب جلال) اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار اپنے باطن میں مشاہدہ کرنے کے لئے ایک دھیان اور ایک تصور میں بنشست قُرفصا دوزانو بیٹھنا۔ اسکو مراقبہ کہتے ہیں۔ ابتدا میں طالب کو لازم ہے کہ بمصداق آیہ کریمہ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (یعنی صبح وشام اپنے پروردگار کو یاد کرو) فجر اور مغرب کی نماز کے بعد کچھ دیر مراقبہ کرے۔ اور ایک زمانہ تک اِس کی مداومت کرے۔ اگر ہو سکے تو ہر نماز کے بعد تھوڑی دیر مراقب رہے۔ مراقبہ کو روز بروز ترقی دے۔ یہاں تک کہ ایک لمحہ بھی قلب سے مراقبہ ساقط نہ ہونے پائے۔

ہدایت مبتدی کے لئے مبتدی ہر قسم کا مراقبہ مقام تاریک میں کرے۔ اگر روشن جگہ میں ہو، تو چادر میں چھپ کر یا نقاب ڈال کر مراقب ہو۔ چادر میں اپنے کو پوشیدہ کرکے مراقب ہونا دونوں حالتوں میں بہتر ہے۔

اقسام مراقبہ

مَراقبۂ برزخ شیخ

طالب دوزانو بطریق نشست قُرفصا (یعنی داہنی پشتِ پا کو بائیں پاؤں کے تلوے پر رکھ کر) بیٹھے۔ آنکھیں بند کرے۔ اور بمصداق آیہ کریمہ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (پ۱ع) (یعنی جدھر پھروگے اُدھر اللہ ہی اللہ ہے) برزخ شیخ کو چہرۂ حقیقی سمجھ کے اور یقین کرکے صحیح ملاحظہ کے ساتھ مراقب رہے اُس وقت طالب کے قلب میں جو تجلی پیدا ہو اسکو وہاں قرار دے۔ وہ صورت کبھی سامنے کبھی قلب کے اندر نظر آئے گی۔ کبھی موجود ہوگی۔ اور کبھی غائب ہو جائے گی۔ لیکن طالب کو چاہیئے کہ اپنے تصور سے برزخ شیخ کو ایک لمحہ بھی نہ اترنے دے۔ مراقبہ میں برزخ شیخ کے علاوہ اقسام طرح کے انوار وتجلیات ظاہر ہوں گے لیکن ان کی طرف ہرگز متوجہ نہ ہونا چاہیئے۔ صرف برزخ شیخ ہی کو مطمح نظر رکھے۔ اور اپنے قلب کے اندر مشاہدہ کرے۔ اسکو طریقۂ رابطہ بھی کہتے ہیں۔ اس مراقبہ کی مداومت سے اور ظاہر میں متصف بصفات شیخ ہونے سے شیخ کے جمیع کمالات مرید میں پیدا ہو جائیں گے۔ شعر

چوں خلیل آمد خیالِ یارِ من　　صورتش بت معنیٔ او بت شکن

شکر یزداں راکہ چوں او شد پدید در خیالش جان خیالِ حق بدید

مراقبہ لفظ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم | سالک اپنے سر کو لفظ محمدؐ کی میم دھیان کرے۔ گردن سے کمر تک حاء اور کمر کو میم ثانی اور کمر سے نیچے کے دھڑ کو دال خیال کرے۔ لفظ محمدؐ ہر انسان کی عین حقیقت ہے اور یہ بھی دہیان کرے کہ اسم عین مسمیٰ ہے۔ اِس میں سالک اپنی ہستی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہستی تصور کریگا حضرت جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

محمدؐ کش قلم چون نامور ساخت زمیمش حلقہ طوق و کمر ساخت

مراقبۂ وحدت | شاغل مراقبہ کی نشست سے تار و تاریک جگہ آنکھیں بند کرکے ایک دھیان میں بیٹھے۔ اور تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولے اُسوقت اُسکو کچھ تجلّی محسوس ہوگی۔ پھر آنکھیں بند کرے اور قلب کی طرف مشغول رہے۔ اور جب تک نسبت نہ آئے۔ اِسی طرح اکثر اوقات عمل کرتا رہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعالیٰ نسبت آجائے گی ؛

مراقبہ توحید افعالی | لَا فَاعِلَ اِلَّا ھُوَ (کوئی فاعل نہیں مگر اللہ) کی حقیقت کو طالب اپنے قلب میں دھیان کرے۔ یعنی اِس عالم میں جتنے افعال۔ حرکات۔ سکنات صادر ہوتے ہیں۔ سب کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھے۔ اور اپنے کو اور تمام عالم کو محض آلہ تصور کرے۔ اور یقین کرے کہ اس کو کسی فعل کا اختیار نہیں ہے بلکہ کسی اور کی قوت سے وہ حرکت کرتا ہے۔ جیسا کہ قلم لکھتا ہے۔ لیکن جب تک ہاتھ اسکو نہ چلائے اسوقت تک وہ کچھ بھی نہیں لکھ سکتا۔ اور جب تک روح کے ارادہ سے ہاتھ جنبش نہ کرے ہاتھ کو قلم چلانیکی مجال نہیں۔ اسی طرح اِس کائنات میں جتنے افعال صادر ہوتے ہیں حقیقتہً وہ اللہ تعالیٰ سے ہی صادر ہوتے ہیں۔ طالب اور تمام موجودات مثل قلم اور ہاتھ کے ہیں۔

توحید افعالی کے مراقبہ میں طالب اپنے دل میں اِس تصور کو جگہ دے اور اس میں مستغرق رہے۔

؎ درین نوعے از شرک پوشیدہ است کہ زیدم بیازرد و عمرم بخست

شغل حضرت موسیٰ علیہ السلام | شاغل اپنی ہستی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہستی تصور کرے۔ اور ام الدماغ کو کوہِ طور خیال کرے۔ اور دل سے رَبِّ اَرِنِیْ (اے پروردگار! تو اپنے آپ کو مجھے دکھادے) کہتا رہے اور اُم الدماغ کی طرف جس کو قلبِ مدوّر بھی کہتے ہیں، تفکر اور بصیرت کی نظر سے اللہ تعالیٰ کی تجلّی کی طرف متوجہ رہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کوہِ طور کی تجلّی اِس مقام پر جلوہ گر ہوگی بیت۔

شعلۂ نورِ قدم بر دلِ طورم تابید سوختم خاک شدم سوزشِ جانم باقیست

شغل معراج | طالب اپنی ہستی کو حضرت سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی تصور کرے اور قوتِ

طہاں سے اپنے آپ کو مقامِ معراج ہیں کہ کمال عروجِ انسانی اور قربِ حق سبحانہٗ تعالیٰ ہے پہنچا کر یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا رہے۔ اور وہاں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اَنَا اَنْتَ وَاَنْتَ اَنَا کا خطاب ہوا تھا ویسا ہی اللہ تعالیٰ سے سنتا رہے۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نہ گوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

شغل حضرت ابراہیم علیہ السلام | طالب حسبِ قاعدہ مراقبہ میں بیٹھے۔ اور مانند حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام عالم کو اٰفِل (فانی) یقین کرے۔ اور آیہ کریمہ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (یعنی میں نہیں دوست رکھتا فنا ہو جانے والوں کو) کے معنی کے مطابق اپنے قلب کو اٰفِلَانِ یعنی کائنات کی محبت سے پاک کرکے بمصداق آیۂ کریمہ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (یعنی جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا) یقین کی نظر سے اللہ تعالیٰ کی طرف بالکل متوجہ ہو۔ جس طرح عالمِ ظاہر میں کسی شئے کو موجود جان کے انسان اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُسی طرح اللہ تعالیٰ کو یقین کامل سے واحد، موجود، اور باقی، جان کے اس کی طرف طالب کو متوجہ ہونا چاہیئے۔ اور اپنے کو بھی اٰفِل جان کر بمصداق آیۂ کریمہ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ (میں سب سے منہ پھیر کر اُس ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں) اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر جانے۔ اور وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (اور میں مشرکوں سے نہیں ہوں) کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا کلمہ ہے، اپنے دل کے اندر رکھے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعالیٰ۔ وَاللّٰہُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (اللہ ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے) کی حقیقت ظاہر ہوگی۔

شغل محمدی صلی اللہ علیہ وسلم | طالب حسب قاعدہ مراقب بیٹھے اور یقین کامل سے تصوّر کرے کہ اپنی ہستی صورتِ ظاہری محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور اپنی ہستی باطنی اللہ جل شانہ ہے۔ اور اپنی ظاہری نظر پرّہ بینی پر جسکو مقام سُلْطَانًا نَّصِیْرًا کہتے ہیں۔ یا کہ دونوں ابروؤں کے درمیانی مقام پر جسکو مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کہتے ہیں رکھے۔ اور اس تصور میں اپنے آپ کو مستغرق کردے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ باب رحمت وا ہوگا۔

شغل درود شریف | طالب اپنی ہستی کو ہستی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تصوّر کرے۔ اور درود شریف پڑھنے کے وقت تصوّر کرے کہ اللہ جل شانہٗ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر بواسطۂ جبریل علیہ السلام صلوٰۃ وسلام بھیج رہا ہے۔ اور طالب کی زبان جبریل علیہ السّلام کا مقام ہے۔ اِس شغل کی برکت سے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعالیٰ محبت اور ذوق وشوق میں ازدیاد اور رحمت حق کا ظہور ہوگا۔

طریق دیگر | سالک اپنے سینہ کی داہنی طرف مقامِ روح کو اللہ تعالیٰ کا عرش تصور کرے۔ اور بائیں طرف

مقام قلب کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام سمجھے اور تصوّر کرے کہ اَللّٰہُ جل شانہٗ عرش سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پہنچاتا ہے۔ اور اس درود شریف کا نور ذات اطہر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر روح اور قلب کے درمیان جو راستہ ہے اُس راستہ سے پہنچ رہا ہے۔ مراقبہ کرنے سے وہ نور جو روح اور قلب کے درمیان راستہ میں ہے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی ظاہر ہوگا۔

اصولِ فنا ہر شئے پر فنا ممکن ہے۔ پس سالک جس شئے پر فنا اسکو مقصود ہو۔ اُس شئے کو اپنی ہستی خیال کر کے مراقب رہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی فنا حاصل ہو جائیگی جس طرح فنافی العالم میں سالک سارے عالم کو اپنی ہستی میں ملاحظہ کرتا ہے۔ اور اپنی ہستی کو سارے عالم میں ملاحظہ کرتا ہے۔ اسی طرح خلفائے راشدین میں سے حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہستی اپنی ہستی تصور کر کے مراقب رہے۔ اسی طور سے جملہ خلفائے راشدین رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ کی بھی فنا حاصل ہوسکتی ہے۔ اور اگر کسی بزرگ کی خاص حالت کے ساتھ فنا مقصود ہو تو اسی حالت کے ساتھ اُس بزرگ کی ہستی اپنی ہستی دھیان کر کے مراقب رہے۔ غیر اللہ کی محبّت کم ہونے کے واسطے اکثر اوقات یہ مراقبہ کرے کہ سالک اپنے آپ کو قبر میں مردہ تصوّر کرے اور سمجھے کہ سارے عالم سے واسطہ منقطع ہو گیا ہے۔ اور اب صرف رحمتِ الٰہی کا انتظار ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی رحمتِ ایزدی شاملِ حال ہوگی۔

بیس برس سے پہلے فنا نہیں ہوسکتی اصولِ فنا لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی کو کسی بزرگ سے محبت کم ہو تو اِس طریقہ سے محبت زیادہ ہو سکے گی۔ ورنہ طریقت میں تو تین ہی فنائیں مقصود ہوتی ہیں۔ (۱) فنافی اللہ (۲) فنافی الرسولؐ (۳) فنافی الشیخ۔ جو بیسؔ برس کے اندر کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی۔ طریقت میں اگرچہ فنافی اللہ اور فنافی الرسول اور فنافی الشیخ اصل ہے۔ لیکن اکثر فنافی الشیخ کی تعلیم کیجاتی ہے کیونکہ فنافی الشیخ کے بعد فنافی الرسول اور فنافی اللہ دونوں آپ ہی حاصل ہو جاتی ہیں۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

واضح ہو کہ رسالہ "یادگار جہانگیری" میں اس سلسلۂ عالیہ کے دیگر اشغال نیز حضرت سیدنا میر سید ابوالعلیٰ قدس سرہٗ کے ارشادات عالیہ کہ تعلیم معرفت فنا کے باب میں نہایت واضح اور مشرح میں درج ہیں یہ رسالہ ۱۳۴۳ھ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کی گنجایش کے لحاظ سے اسی قدر پر اکتفا کیا گیا۔

معمولاتِ شیخ

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں **معمولاتِ شیخ** ان امور کو کہتے ہیں جنکو شیخ نے اختیار کیا۔ مرید پر اپنے حضرتِ شیخ کے معمولات کو اختیار کرنا واجب اور لازم ہے لَا تَوْفِیْقَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

اس سلسلۂ عالیہ کے پیران عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک فرائض اور سنن کے بعد ذکر اور مراقبۂ مذکورہ اور ان معمولات میں مشغول رہنا بہتر ہے (اسوقت تک کہ فنا حاصل ہو جائے)

اوراد (الف) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ + گیارہ مرتبہ۔ (ب) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ + ۳۴ مرتبہ۔ (ت) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ + ۲۰ مرتبہ۔

سیّد الاستغفار

(ث) اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ + سید الاستغفار ہر نماز پنجگانہ کے اختتام اور دعا کے بعد ایک بار پڑھنے کا معمول شریف ہے۔ اور نماز عصر و مغرب کے درمیان کم سے کم تین بار زیادہ جہانتک ہو سکے۔

وظیفہ غوثیہ

(ج) اَلْمُحِیْطُ الرَّبُّ الشَّہِیْدُ الْحَسِیْبُ الْفَعَّالُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ + ۱۱ مرتبہ۔

چہل کاف

(ح) کَفَاکَ رَبُّکَ کَمْ یَکْفِیْکَ وَاکِفَۃً + کِفْکَافُھَا کَکَمِیْنٍ کَانَ مِنْ کَلَکَا تَکُرُّ کَرًّا کَکَرِّ الْکَرِّ فِیْ کَبَدٍ + تَحْکِیْ مُشَکْشَکَۃً کَلُکْلُکٍ لَکَکَا + کَفَاکَ مَا بِیْ کَفَاکَ الْکَافُ کُرْبَتَہٗ + یَا کَوْکَبًا کَانَ یَحْکِیْ کَوْکَبَ الْفَلَکَا + جہانتک ممکن ہو یا کم سے کم تین مرتبہ۔

ترجمہ چہل کاف | اے دل! جس پروردگار نے بہت مصیبتوں میں تیری کفایت (وحمایت) کی ہے

وہی پروردگار ان مصائب میں جو بھاری لشکر کی طرح گھات میں ہیں، اب بھی تیری کفایت کرے گا (۲) اُن مصائب میں تیرے لئے کافی ہوگا جو مصائب کہ پئے دَرپئے، (اور) سخت (اور) مضبوط رسّی (کی مانند) اور نیزہ زن، مسلح لشکر اور فربہ اور قوی اونٹ کی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ (۳) اے ستارے! (اے قلبِ روشن) جو آسمانی ستارے کے مانند (منور اور دُرخشاں) ہے (یقین رکھ! کہ)

تیرا رب (تیرا مولیٰ) تمام پریشانیوں سے اب بھی تجھے کفایت کریگا۔ جیسے کہ گزشتہ پریشانیوں میں (اُس قادر وکریم نے) تیری کفایت کی (وَاللّٰهُ قَادِرٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔)

حلّ لغات چہل کاف | وَاكِفَةٌ مصیبت ناگہانی یا بلائے آسمانی۔ كِفْكَافٌ۔ روکنا، پھیرنا، دفع کرنا۔ كَمِيْنٌ۔ گھات لگانا۔ كَلْكَلٌ۔ بڑا بھاری لشکر۔ تَكُرُّ۔ بار بار حملہ کرتا ہے۔ كَرًّا۔ بار بار حملہ کرنا۔ كَرَّ الْكَرِّ۔ خوب بل کھائی ہوئی (اچھی طرح بٹی ہوئی) مضبوط، رسّی۔ كَبَدٌ۔ سختی و درشتی و تکلیف۔ تَجَلّٰی ظاہر ہوتا ہے مُشَكْشَكَةٌ۔ مسلح نیزہ زن، فوج و لشکر۔ لَكْلَكٌ۔ خوب موٹا، اونٹ۔ لَكِكٌ۔ گتھے ہوئے گوشت والا اونٹ، اَلْكَافِ۔ مخفف الکافی۔ کفایت کرنے والا۔ كُرُبَتْ۔ سختی و دشواری۔ کوکب ستارہ۔ فَلَكٌ۔ آسمان۔ تَحَكِّىْ۔ مشابہت رکھتا ہے۔

ارشاد | ہمارے حضرت قبلہؒ کا ارشاد ہے کہ ہم چہل کاف بہت پڑھا کرتے تھے۔ ایک پیر بھائی نے کہا۔ (ہمارے والد ماجد) حضرت قدس سرہ چہل کاف بہت پڑھتے تھے۔"

درود شریف

(خ) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔
ہمارے حضرت قبلہؒ کا ارشاد ہے کہ درود شریف بعد عصر ٹہلتے ہوئے پانسو مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔ یا کم سے کم تین سو مرتبہ۔"

درود شریف غوثیہ

(د) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الطَّاهِرِ الزَّكِيِّ صَلٰوةً تُحَلُّ بِهَا الْعُقَدُ وَتُفَكُّ بِهَا الْكُرَبُ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًى وَلِحَقِّهٖ اَدَاءً وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ؛ گیارہ مرتبہ۔

(ذ) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى سَيِّدِنَا الْغَوْثِ الْاَعْظَمِ؛

معمولات شریف یہ ہیں | (۱) پچھلی رات تہجد کی نماز گزارنا (۲) بعدہٗ فجر تک ذکر و مراقبہ میں مشغول رہنا۔

(۳) نماز فجر کے بعد تھوڑی دیر مراقبہ کرنا (۴) اسکے بعد تلاوتِ قرآن مجید۔ (۵) پھر دلائل الخیرات شریف بروایت علی حریری رحمۃ اللہ علیہ۔

ایک ارشاد | اس کے متعلق دربارِ عالی میں ایسا ارشاد ہوا ہے "جن مریدوں کو میرے استاد حضرت سید ضوان مرحوم و مغفور مدنی سے اجازت حاصل ہو، یا اُن کے صاحبزادہ سے۔ یا مولوی عبدالحق صاحب گورکھپوری کی سے اجازت ہے۔ اُن کو میری طرف سے بھی اجازت ہے۔ بار دیگر مجھ سے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ان کی اجازت عین میری اجازت ہے۔ (۶) بعدہٗ دعائے حزب البحر بروایت مولوی برہان صاحب فرنگی محلی لکھنوی پڑھنا۔ (۷) بعد اسکے نماز چاشت چار رکعتیں دو سلام کے ساتھ پڑھنی (۸) پھر دنیا کے کاموں کو دیکھنا۔ (۹) دو پہر کو کھانا کھا کر فرصت ہو تو قیلولہ کرنا (۱۰) بعد نماز ظہر امورات دنیوی۔ (۱۱) بعد نماز عصر تسبیح پر اوراد مذکورہ میں سے کسی ورد کو اور درود شریف کو ۳۰۰ مرتبہ شغل یا بے شغل پڑھنا ٹہلتے ہوئے۔ (۱۲) نماز مغرب کے بعد عشا تک مراقبہ۔ (۱۳) عشا کے بعد کھانا کھانا۔ مرید کو ان معمولات پر مداومت چاہیئے۔

کار کن کار بگذراز گفتار کاندریں راہ کار دارد کار

ایک دُعا | حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا "ہم کبھی کبھی یہ دعا پڑھا کرتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ ۝

دعا نماز چاشت | لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ، لَاتَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ، وَلَا حَاجَۃً لِّیْ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَضَیْتَھَا، یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

سورۂ مریم | سورۂ مریم کا ورد بھی آپ کا رہا ہے۔ آپ نے اِس سورۂ شریف کو وظیفہ کے طور پر پڑھا ہے، اور ترقیِ حافظہ کے لئے سورۂ یوسفؑ کا پڑھنا، آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

نماز جمعہ | جمعہ کے دن آپ خانقاہ شریف میں وضو فرما کر (حجرہ شریف میں) دو رکعت ایک سلام کیساتھ پھر چار رکعت سنت ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے اس کے بعد مسجد تشریف لے جاتے۔ اوّل داہنا قدم مبارک مسجد شریف میں رکھتے، پھر بایاں مسجد میں تشریف لا کر دو رکعتیں ادا فرماتے (غالبًا تحیۃ المسجد) اس کے بعد منبر پر تشریف لے جاتے۔ اور خطبہ ارشاد فرماتے۔ اس کے بعد نماز جمعہ، (دو رکعت فریضۂ جمعہ کے بعد) پھر چار رکعت سنت پھر دو سنت، دو نفل ادا فرماتے۔ مسجد سے باہر تشریف لانے کے وقت اوّل بایاں قدم مبارک باہر رکھتے پھر داہنا۔

عید الفطر ارشاد فرمایا۔ "تم نے عید الفطر کی نماز کتنی بار ہمارے ساتھ پڑھی ہے" عرض کیا گیا "یاد نہیں"۔ فرمایا۔ "دو بار" پڑھی ہے۔ ارشاد ہوا۔ "عید گاہ میں ہمارے ساتھ ایک علم جاتا تھا، پھر کئی علم لوگ لے جانے لگے ہم نے غور کیا، اور منع کر دیا۔ اسلئے کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ کہ نیزہ پر ایک نشان لگایا جاتا تھا، (جو علم کہ حضرت سرور کائنات صلعم کے ساتھ جایا کرتا تھا) پس ہم نے زیادہ کو منع کر دیا۔ ہم بہت ڈرپوک آدمی ہیں خیال رکھنا، سمجھ کر رہنا۔ ہم بات کو بہت (سوچتے اور) بہت خیال کیا کرتے ہیں۔

نماز تراویح نماز تراویح (بیس رکعت) آپ تمام ماہ صیام میں ادا فرماتے، اگر کوئی حافظِ قرآن اس موقع پر حاضر ہوتے۔ تو محراب ختم قرآن ادا فرماتے۔ محراب جلد ختم ہونے پر بقیہ ایام ماہ صیام میں پھر سورۃ تراویح یوں ادا فرماتے۔ کہ الم ترکیف سے قل یاایھا الکفرون تک ایک رکعت میں الم ترکیف اور دوسری میں قل ھو اللہ اس طرح دس رکعتیں ادا فرماتے۔ اس کے بعد چھ رکعتوں میں (ہر رکعت میں) قل ھو اللہ پڑھتے گویا اس طرح ۱۶ رکعتیں ہوئیں۔ اسکے بعد دو رکعتوں میں اذا جاء اور تبت یدا اور دو رکعتوں میں سورۂ فلق اور سورۂ والناس پڑھ کر نماز تراویح کو پورا فرماتے، اسکے بعد وتر باجماعت ادا فرماتے۔ اوّل رکعت میں انا انزلنا۔ دوسری میں قل یاایھا الکافرون تیسری میں قل ھو اللہ معمول تھا۔ بعد وتر دو رکعت نماز تشفیع الوتر۔ کبھی بیٹھ کر ادا فرماتے۔ اور کبھی نہیں۔

اصول طریقت ارشاد فرمایا۔ ہمارے طریقہ کا اصول معلوم ہے کہ کیا ہے۔ (۱) فنا فی الشیخ (۲) فنا فی الرسول (۳) فنا فی اللہ۔ یہ اشغال سہ گانہ اصل ہیں۔ ان کے علاوہ جو اذکار و اشغال ہیں وہ سب ان کو حواشی ہیں تعلیم فنا ان میں بھی ہے، مگر اسے ابھی نہیں سمجھو گے۔

لطائف فرمایا اس سلسلہ میں لطائف وغیرہ کے جھگڑے نہیں ہیں۔ ایک شخص نے ہم سے لطائف کے متعلق پوچھا۔ ہم نے جواب دیا۔ قادریہ شریف چشتیہ شریف۔ اور قدیم نقشبندیہ شریف میں لطائف کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

جامع اور مکمل تعلیم ان اشغال سہ گانہ، (فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، فنا فی اللہ) سے بہتر اور برتر دنیا میں کوئی شغل نہیں ہے (اپنے خادموں سے فرمایا) ابھی تم لوگ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ (اس سہ گانہ) شغل اور دیگر اشغال کا نتیجہ اور اثر کیا اور کہاں تک ہے؟ ۔ دوسرے جس قدر اشغال ہیں۔ وہ سب، ان تین شغلوں میں سے کسی نہ کسی میں آ کر درج ہو جاتے ہیں۔

شغل آفتابی ایک شغل آفتابی ہے "مثنوی گنج راز" میں بھی شغل آفتابی کو لکھا ہے۔ اس کو اکثر ہنود۔ اور مجازی لوگ کرتے ہیں۔ اور مجذوب بھی کرتے ہیں۔ اور سالکوں میں (اس شغل کا رواج نہیں سنا گیا۔ مگر صفی پور کے

مشائخ یہ شغل کرتے ہیں۔ آفتابی و ماہتابی شغل وہ کرے۔ جو اپنے پیر و مرشد کے چہرہ کو آفتاب سے کم جانے شغل آفتابی میں شاغل فنافی الشمس ہو جائے گا۔ لوگ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ کون شغل ذاتی اور مقصود ہے۔ اور کون (بالذات مقصود نہیں) بلکہ (مقصود کی) استمداد و اعانت کے لئے کیا جاتا ہے۔ آفتاب میں اگرچہ روشنی ہے، مگر ملاحت کہاں ہے ؟ ؎

نور پیدا ہے جمالِ یار کے سایہ تلے　　شمس شرمندہ رخِ دلدار کے سایہ تلے

اسمِ ذات کا نقش طلائی "مثنوی گنج راز" میں ایک شغل لکھا ہے۔ کہ اسمِ ذات (اللہ) کو نقرئی یا طلائی، روشنائی سے منقش کر کے مشق کیا کرے۔ فرمایا "مشق اور ملاحظہ کی وجہ سے اس قدر نظر جم جائے گی۔ کہ جس طرف نظر جائے گی، کثرت ملاحظہ سے اسی اسم کا مشاہدہ ہوگا۔ اگر چادرِ سفید شکن دار پر بھی نظر پڑے گی۔ تو معلوم ہوگا کہ وہی لکھا ہے، اور ہر طرف وہی وہ نظر آئے گا"

اس شغل کی نسبت بھائی شیر علی نے عرض کیا "حضور نے کیا ہے ؟" فرمایا "میں نے نہیں کیا۔ تمام شغل کرنے سے کچھ نہ ہوگا۔ دوام بس ایک ہی شغل کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ جب اس شغل کا کامل انکشاف کر دے گا۔ تو تمام شغل و اشغال کی ماہیت اور باریکی معلوم ہو جائے گی۔ دیگر تمام اشغال ہیچ معلوم ہوں گے۔ سب (شغل) کرنے سے ایک بھی نہ ہوگا۔ اذکار و اشغال بہت ہیں۔ مگر ہم کو اپنے پیرانِ طریقت کے فرمان پر عمل کرنا چاہیئے اور اس فرمودہ میں جس شغل پر زیادہ ذوق و شوق معلوم ہو۔ یا جس شغل کا اشارہ ہو۔ اُس کے دوام کی سعی و کوشش کرنی چاہیئے۔ مختلف اذکار و اشغال کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیئے۔ ایک ہی ذکر و شغل کافی ہے۔ دو ایک تو بن پڑتے نہیں ہیں۔ بہت سے کر کے کیا کریں گے۔ ع

علم شطّار است برتر ذات باری بے نیاز

ریاضت صرف رضائے مولیٰ کے لئے ارشاد ہے، کہ "خواہشات نفسانی سے ریاضت کرنی گمراہی ہے۔ محض عبادت کی نیت سے عبادت کرنی، یہ منصب اولیاء اللہ کا ہے، جو ریاضت کہ تحصیل مراتب و درجات کے لئے ہو گی۔ وہ بالکل دُنیا ہے۔ اور جو عبادت و ریاضت کہ محض رضائے مولیٰ کے واسطے ہو۔ وہ ہمارا راستہ ہے، جس میں یہ بات نہیں، وہ سمجھ لے کہ اُس نے (خدا کا) راستہ نہیں پایا"

بہترین ذکر و شغل فرمایا تمام شغل میں فلاں شغل بہتر ہے (اور اذکار میں) ذکر نفی و اثبات اولیٰ ہے۔ پاس انفاس کی مداومت اور تھوڑا ذکر چار ضربی کر لیا کرے۔

مذاکرۂ علمیہ

ہمارے حضرتؒ تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد، مدرسۂ چشمۂ رحمت غازی پور کے صدر مدرس ہوئے یہ اُس دور کے علمی دائرہ کی ایک بڑی اور ممتاز درسگاہ تھی۔ جہاں مولوی شبلی نعمانی صاحب کے استادِ معظم مولانا محمد فاروق صاحب چڑیا کوٹی صدر مدرس رہ چکے تھے۔ اتنے بڑے علاّمہ کی جگہ پر، اتنی بڑی درسگاہ کا اوّل ہی اوّل صدر مدرس ہونا ہمارے حضرتؒ کے فضل و کمال، اور تبحرِ علمی کی ایک ظاہر شہادت ہے۔ آپؒ علم و فضل میں ایسے فائق تھے، کہ زمانہ کے بڑے بڑے علما بھی، آپ کے روبرو بحث میں لب کشائی کی تاب و طاقت نہیں رکھتے تھے آپ مشکل سے مشکل مسائل کو نہایت مدلّل اور دل نشین، اور جامع و مانع طریقہ سے "الفاظِ قلیل اور معنی کثیر" کے ساتھ، اِس انداز میں بیان فرماتے، کہ خواص و عوام میں سے ہر ایک کو سمجھنے میں آسانی ہوتی، اور ہر ایک کی تسلّی و تسکین ہو جاتی۔

کلام الملوک ملوک الکلام آپ کا کلام شیریں، دلکش، اور پُر جوش ہوتا تھا، اور جب آپ تقریر فرماتے تھے، تو سننے والوں پر ایک ہیبت حق طاری ہوتی، اور ایسا ذوق و شوق پیدا ہوتا، کہ بعض سننے والے تو آپے سے بے خبر ہو جاتے۔ آپؒ نہایت حاضر جواب تھے، برجستہ فی الفور، ایسا جواب دیتے کہ سامعین دنگ رہ جاتے تھے۔ اور یقین ہوتا، کہ واہب العطایا نے ابوابِ علوم معرفت آپ پر کھول دیئے ہیں۔

حضرتؒ کے مصنفات آپ کی تصنیف سے ایک کتاب تحقیق الاصابیر فی سماع المزامیر عربی میں شائع ہو چکی ہے اور جیسا کہ ہم نے آپ کے حالات غازی پور کے سلسلہ میں لکھا، یہ کتاب جواز و عدم جواز سماع کے مسئلہ میں ایک حجّت قاطعہ اور آخری فیصلہ ہے۔ جس کی بڑے بڑے علماء نے تحسین کی ہے۔

مناظرہ غازی پور کے ترک تعلق کے بعد پھر آپ نے کوئی ملازمت نہیں کی، آپ وعظ بھی نہیں فرماتے تھے۔ اور بحث و مناظرہ کا آپ کو اصلاً ذوق نہ تھا، غازی پور سے وطن تشریف لے آئے تو اب صرف اتنا علمی سلسلہ رہا کہ فتاوے جو آپ کے روبرو پیش ہوتے، صرف اُن پر دستخط فرما دیا کرتے تھے (بیشتر بہت فتاوے آپ نے تحریر فرمائے) اِس زمانہ میں ایک بار خدمت اقدس میں ایک فتوے مولوی ابوالخیر صاحب (ساکن سا نکنیہ) کی طرف سے پیش ہوا، جس کا یہ مضمون تھا کہ "اللہ جل شانہٗ چونکہ علام الغیوب ہے، لہٰذا بندہ کو دعاء مانگنی چاہیئے، ہر شخص کی تقدیر میں جو کچھ پیش آنے والا ہے، روز ازل میں لکھ دیا گیا۔ وہ ہو کر رہے گا۔ پس دعا ایک عبث اور بے فائدہ چیز ہے!" اِس فتوے پر دستخط کرنے سے آپؒ نے اِنکار کر دیا، اور آپ کے اتباع میں

دوسرے علمائے اہل سنت نے بھی دستخط نہیں کیئے۔ اس اختلاف کا لوگوں میں چرچا ہونے لگا۔ اور مولوی ابوالخیر نے ہمارے حضرت قبلہؒ کے خلاف، اپنے فتوے کی حمایت، شروع کی۔ اس کی تصفیہ کی خاطر عامۃ مسلمین کی خواہش نے آخر، ایک مجلس مناظرہ کی صورت اختیار کی۔ دور و نزدیک سے مسلمان کثرت کے ساتھ آئے اور اس مجلس میں شریک ہوئے۔ حکام اور پولیس کا انتظام تھا۔ آپ سے بھی شرکت مجلس کی استدعا کی گئی۔ ہر چند ایسی مجالس سے قطعاً آپ کو رغبت نہ تھی، لیکن استدعائے اہل اسلام سے، اور خصوصاً اصغر علی شاہ صاحب کے فرمانے سے کہ جو ایک بزرگ تھے، اور جن کا آپ لحاظ اور ادب فرماتے تھے، اس مجلس میں شرکت کو آپ نے منظور فرمایا۔ اور پالکی میں آپ تشریف لے گئے۔ اس وقت مولوی ابوالخیر جلسہ میں تقریر کر رہے تھے، جسے آپؓ نے خاموشی سے سنا، تقریر کے بعد جب وہ بیٹھ گئے تو آپ نے حاضرین سے مخاطبہ فرمایا۔ اور دریافت کیا "کیا آپ لوگ پانچوں وقت بعد نماز یہ آیت پاک دعا اور مناجات کے طور پر پڑھتے ہیں یا نہیں، رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ مجمع سے آوازیں آئیں کہ بیشک پڑھتے ہیں!" آپ نے فرمایا "مولوی ابوالخیر صاحب سے کہا جائے کہ قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ کھڑے ہو کر سنا دیں!!" ہر چند لوگوں نے اصرار کیا کہ مولوی صاحب کھڑے ہوں اور اس آیت کا ترجمہ سنائیں، مگر ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ دم بخود بیٹھے رہے، جس سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ اپنی شکست اور عاجزی کا احساس ہے، اور ہمت باقی نہیں ہے کہ مولوی صاحب کھڑے ہو کر اس آیت کا ترجمہ سنائیں جب انتظار میں خاصا وقت گذر چکا۔ تب ہمارے حضرتؓ نے خود ارشاد فرمایا! "اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو تعلیم و ہدایت فرمائی ہے۔ کہ اے بندو! مجھ سے دعا مانگو، اور اس طرح مانگو تو بندے اب مولیٰ سے کیوں نہ مانگیں!" (خدا تو فرمائے اور حکم دے کہ مجھ سے مانگو، اور بندے کہیں کہ ہم تجھ سے نہیں مانگتے۔ یہ بندگی نہیں ہے، بلکہ اس آیت شریف میں جو حکم دیا گیا ہے، اس کی خلاف ورزی ہے) اسی پر مجلس مناظرہ ختم ہو گئی۔ اور حضرت قبلہ کی اسی مختصر اور جامع و مانع تقریر نے امر حق کو، لوگوں پر واضح اور منکشف کر دیا۔ مولوی ابوالخیر صاحب ایک حرف زبان سے نہ نکال سکے۔ اور خاموشی کے ساتھ مجلس سے چلے گئے۔ مجمع میں سرور اور خوشی کا ایک تلاطم برپا ہو گیا۔ لوگوں نے ادب و تعظیم کی راہ سے حضرتؓ کی پالکی اپنے کندھوں پر اٹھائی اور دولت تک لائے۔

مخالفین اور ان پر صبر ہمارے حضرتؒ کا طریقہ حضرات سلف صالحین و بزرگان متقدمین کا طریقہ تھا۔ حلقہ ذکر الٰہی، نیاز و فاتحہ، سماع اور عرس وغیرہ جس طرح کہ سلاسل حضرات اولیاء اللہ میں خصوصاً خاندان قادریہ شریف اور سلسلہ چشتیہ عالیہ میں قدیم سے ہوتے چلے آئے ہیں۔ اسی طرح خانقاہ شریف میں

ہوتے تھے۔ لوگ آپؒ کی تعظیم و تکریم، ذوق و شوق، اور ارادت و عقیدت کے ساتھ بجالاتے، اور آپ کے حلقۂ ارادت میں منسلک ہوتے۔ اہلِ حاجت ہزار در ہزار قریب و بعید سے حاضرِ خدمت ہوتے۔ اور آپ کی دُعا و توجہ سے کامیاب ہوتے۔ خدا نے آپ کو مرجع خلائق اور ہر دلعزیز اور مقصودِ خاص و عام ایسا بنایا، کہ ہر شخص کی زبان پر آپ کا تذکرہ تھا۔ یہ حالات تھے، جن کی وجہ سے (جیسا کہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے،) بعض منکرین طریقت مولوی صاحبان میں حسد اور رشک اور مخالفت کے جذبات پیدا ہوئے۔ اور مخالفتوں کا ہنگامہ شروع ہوا۔

اعتراض منکرین و مخالفین اس کے متعلق ارشاد فرمایا" اوائل زمانہ میں، مولوی صاحبان نے ہمارے ساتھ عرس سماع اور فاتحہ اور قدمبوسی وغیرہ مسائل میں سخت مخالفتیں کیں۔ اور کہا کہ بدعتی ہیں۔ کفر کے فتوے بھی دیئے۔ مجالس وعظ میں برسرِ عام، مذمتیں اور برائیاں کرتے رہے۔ عرس کی نسبت کہا کہ یہ کوئی چیز نہیں ہے اور خانقاہ مثل ہوٹل کے ہے، آوارہ لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے، اور طرح طرح کے کھانے پکا کر کھلائے جاتے ہیں اور سماع ہوتا ہے۔ یہ سب حرام ہے۔ اس طرح کی باتیں یہ سب مخالفین کہتے، اور کوشش کرتے، کہ لوگوں کو یہاں آنے سے روکیں (علانیہ کہتے) کہ لوگو! مرزا کھیل نہ جانا، وہاں تو آوارہ اور اوباش لڑکے بالے جاتے اور برائے نام مرید ہوتے ہیں۔ وہاں جاؤ گے۔ تو تم بھی کافر اور زندیق ہوجاؤ گے (معاذ اللہ) ہمارے احباب اور مُرید کہتے کہ" دوزخ میں جانا منظور، مگر ان کا ساتھ چھوڑنا منظور نہیں!" ایک بار مولوی صاحبان نے ساتکنیہ اور ڈیوڈیکی ہاٹ میں جلسہ کیا۔ اور ایک مولوی صاحب نے قرآن مجید ہاتھ میں لے کر کہا۔ کہ یہ (مسائل مختلف فیہ) قرآن میں نہیں ہیں" اور لوگوں کو مرزا کھیل جانے سے ممانعت کی، لیکن اسی جلسہ میں لوگوں نے اُن سے کہا کہ "آپ ہمیں ممانعت کے وعظ تو سناتے ہیں، مگر جب ہمارے اوپر مشکلیں، اور مصیبتیں آتی ہیں۔ اسوقت ہم مرزا کھیل جائے بغیر رہ نہیں سکتے ہیں۔ اُن کی دعا سے ہماری مشکلیں آسان اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔ ؎

(اُن کا دم کردہ آب، آبِ حیات　　　تھی زبان منہ میں چشمۂ حیوان)

آپؒ کے صبر کا راز فرمایا" جن ایام میں لوگ طرح طرح کی مخالفتیں کرتے۔ اور مشرک و بدعتی کہا کرتے تھے۔ ہمارا **عجب حال** تھا جس طرح کسی چیز کو کڑاھی میں تلتے اور الٹتے پلٹتے ہیں۔ تاکہ گھی، اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جائے۔ اور وہ (اندر اور باہر سے اور) ہر طرف سے بھن کر خوب پختہ ہو جائے۔ اسی طرح ہماری حالت تھی۔ ہماری روح تو الٹی پلٹی جاتی تھی، اور لوگ ہمیں برا کہتے، اور ہماری مخالفتیں کرتے تھے۔ لیکن ہم یہی کہا کرتے۔ کہ ان باتوں کا ہم پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ ہم رویا کرتے اور یہ پڑھا کرتے۔ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ بیشک ہمارا پروردگار صراط مستقیم پر ہے (اُس کی راہ پر چل کر) ہم کیونکر گمراہ ہوسکتے ہیں ؎

در طریقت پیش سالک ہر چہ آید خیر اوست　　　در صراط المستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

سوختگان آتش عشق کی فنا اور بقا فرمایا "انھیں ایام میں ایک شخص نے ہماری نسبت خواب دیکھا کہ ایک مقام پر راکھ کا ڈھیر ہے، اور اس میں سے کچھ دھواں اٹھ رہا ہے، اور لوگ میرا نام لے کر کہہ رہے ہیں دیکھو یہ وہ بیچارہ ہے کہ جل کر خاک ہوگیا ہے!" اور ان لوگوں نے اسی خواب دیکھنے والے سے کہا یہ پھر اسی راکھ، اور اسی خاکستر سے زندہ ہو جائیں گے!!"

دورِ سوز و گداز ارشاد فرمایا "اس زمانہ میں ہم مضامین سوز و گداز کے بہت اشعار پڑھا کرتے تھے، اور حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی میر محی الدین سید شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا یہ شعر بہت پڑھا کرتے ۔

اذا تصاعدت النفوس فی الھویٰ — فالخلق یضرب فی حدید بارد

جس وقت بعض نفوس محبت الٰہی کے زینہ پر چڑھتے ہیں۔ تو مخلوق انھیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتی ہے۔ جس طرح کہ سندان (لوہار کی نہائی) پر (پیاپے) ضرب لگائی جاتی (اور لوہے کو کوٹا جاتا) ہے!"

اللہ والوں کی مخالفتیں کیوں ہوتی ہیں فرمایا "اللہ کے راستہ کے سالکوں پر طرح طرح کی تکلیفیں پیش آتی ہیں (ہجوم مصائب و تکالیف ہیں) جو ثابت قدم رہا۔ اس پر اللہ کا رحم ہوگیا۔ اور جو ڈر کر راستہ سے ہٹ گیا وہ نامراد اور ناکامیاب رہ گیا" (تمثیلاً فرمایا) جیسے کہ یہ سامنے کا تالاب ہے، اس کے چاروں طرف لوگ ہاتھوں میں پتھر اور کیچڑ لئے، کھڑے ہیں۔ اور جو شخص اس تالاب میں داخل ہونا چاہتا ہے، اس پر چاروں طرف سے بوچھاڑ پڑتی ہے، اور اگر ڈر کر بھاگ گیا۔ ناکام رہا۔ اگر نہ ڈرا۔ اور ثابت قدم رہا۔ اپنے کام سے کام رکھا۔ لوگوں کی باتوں کی مطلق پروانہ کی تو ان شاء اللہ اپنے مقصد کو پہنچے گا!"

آپؒ کے اس ارشاد سے ثابت ہوا۔ کہ راہ عرفان الٰہی میں سالک کو ایسے مقام سے بھی گذرنا ہوتا ہے کہ اس مقام کے مؤثرات سے سالک کی روح میں بیقراری آجاتی ہے۔ اور انتہائی سوز و گداز پیدا ہو جاتا ہے۔ باطناً تو سالک کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ خود اپنی آگ میں جل کر سوختہ ہوتا رہتا ہے، اور ظاہراً مخلوق کا اسکے ساتھ یہ سلوک ہوتا ہے کہ بیچارہ کے ساتھ بدرجۂ کمال مخالفت و عداوت کا برتاؤ کرتی ہے۔ اس راہ کی بھی رمز ہے۔ جس کی تائید اس مضمون سے ہوتی ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حضرت محبوب الٰہیؒ اور ان کے مخالفین ایک موقع پر فرمایا۔ سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بعض معاصر علماء نے سخت مخالفت کی۔ کفر کے فتوے دئیے۔ دور دراز سے جو لوگ کہ آپ کی زیارت کے لئے آتے۔ انھیں روکنے کے لئے راستوں اور گذرگاہوں پر آدمی مقرر کئے۔ بادشاہِ وقت کو دشمنی پر آمادہ اور برانگیختہ کیا۔ غرض مخلوق کو برگشتہ اور بد اعتقاد بنانے کے لئے کوشش و تدبیر کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ یہ واقعات سیر الاولیا اور دوسری کتابوں میں مفصل طریقہ سے

موجود ہیں، مگر نتیجہ کیا ہوا؟ یہ ہوا کہ خدا نے آپ کو مرجع خلائق اور محبوب بنادیا (اور آپ کے مخالفین کا نام و نشان باقی نہ رہا) اسی سلسلہ میں آپ نے حضرت محبوب الٰہیؒ کی **ایک حکایت** بیان فرمائی۔ کہ ایک درویش آپؒ کی زیارت و ملاقات کی غرض سے چلے راستہ میں جس سے بھی آپ کی نسبت پوچھا ہر ایک نے آپ کی تعریف ہی کی۔ یہ بزرگ **رموز طریقت** سے واقف اور باخبر تھے، کہ ولایت ظلّ نبوت ہے (ولایت سایہ ہی نبوت کا) پس ضرور ہے کہ مثل نبی کے ولی کی بھی مخالفت ہو، اور یہاں یہ حالت ہے کہ جس سے پوچھا گیا، اُس نے حضرتؓ کی تعریف ہی کی، کسی نے بھی آپ کی برائی نہیں کی، سخت متحیر رہے کہ ایسا کیوں ہے؟ اور حضرت محبوب الٰہی کی بزرگی میں انھیں وسوسہ، اور خطرہ پیدا ہونے لگا۔ آپؒ کی خدمت میں پہنچے۔ اور حیرت سے خاموش بیٹھے رہے، اشراق باطن سے آپ پران کے خطرہ کا انکشاف ہوگیا۔ پس حضرتؒ نے اِن درویش سے فرمایا آپ جس راستہ سے آئے، اِس راہ میں ہمارے احباب و مریدین ہی آباد ہیں، واپسی دوسرے راستہ سے کیجئے گا اور اِس سمت کے لوگوں سے بھی ہماری نسبت دریافت کرلیجئے گا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا، اور اب جس سے بھی دریافت کیا، کسی نے بھی حضرتؓ کی تعریف نہ کی، بلکہ برائی کی اور کہا کہ سلطان المشائخ نہ معلوم دہلی میں کتنے ہوں گے۔ یہ دیکھ اور سُن کر ان درویش کے جی کا خطرہ دور ہوا۔ اور وہ حضرت محبوب الٰہیؒ کے پورے طور پر قائل و معتقد ہوئے، اولیا، اللہ کو جہاں ہزاروں لوگ اچھا کہتے ہیں، وہاں ایسے لوگ بھی ہوا کرتے ہیں جو بُرا کہتے ہیں۔ ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آتا ہے۔

مخالفین کے لئے جواب "ہمارے حضرت قبلہؒ نے مخالفین و منکرین طریقت کے اعتراضات کے جواب میں کبھی کوئی جلسہ منعقد نہیں فرمایا ہمیشہ صبر و سکوت ہی کو کام فرمایا۔ ایک بار یہ ارشاد ہوا کہ جب لوگوں نے انتہا درجہ کی مخالفت اختیار کی، تو اس وقت اس لئے کہ آخر ہم بھی بشر ہیں، ہماری زبان سے صرف اتنا نکلا۔ کہ اگر ہمارے خیالات اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی مرضیات کے موافق ہیں، تو ہمارے خیالات، لوگوں کے سینے شق کرکے اور اِن کے قلوب کو چیر کر، ان میں گھس جائیں گے۔ اور سما جائیں گے!۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج ہمارے خیال کے لاکھوں آدمی ہوگئے۔ باوجودیکہ ایک مولوی صاحب نے قرآن مجید ہاتھ میں لیکر لوگوں کو منع کیا، اور روکا، (تاکہ اسی تدبیر سے مخلوق کو روک سکیں) مگر لوگ یہاں آنے سے نہ رکے (اور اُن کے حلف اٹھاکر، اور قرآن ہاتھ میں لے کر بیان کرنے سے بھی متاثر نہ ہوئے) ہم (اگرچہ) یہاں کسی کو نہیں بلاتے ہیں، لیکن لوگ ہیں، کہ بے بُلائے خود بخود (کھنچے) چلے آتے ہیں۔ بھلا اس میں ہمارا کیا اختیار ہے!" (یہ سب کچھ بس خدا تعالیٰ کے تصرفاتِ قدرتِ کاملہ ہیں)۔

ہمارے حضرتؓ کی عادت شریفہ یہ تھی، کہ مخالفین و منکرین کو کوئی جواب نہ دیتے۔ نہ اِسے پسند فرماتے

کہ آپ کے خادموں، اور مریدوں میں سے (جن میں بڑے بڑے جیّد علما بھی تھے) کوئی بھی مخالفین کو جواب دے، حتیٰ کہ مجلس مبارک میں اِن باتوں کا، کہ فلاں مخالف نے ایسا کہا تذکرہ پسند نہ فرماتے۔ البتہ کبھی کبھی، آپؒ اظہارِ حق، اور مسلک حضرات اولیاء اللہ کی تائید وحمایت اور خادموں کی طمانیت اور واقفیت کی خاطر دلائل محکمہ، اور الفاظِ مختصر ودل نشین کے ساتھ، کچھ فرمادیا کرتے تھے، تاکہ ہم خدام درگاہ پر ظاہر ہوجائے کہ جن باتوں کو مخالفین اپنی قلّتِ نظر، یا جوشِ مخالفت سے شرک۔ حرام، اور بدعت، کہا کرتے ہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے نزدیک، اور مسلّمہ حضراتِ اولیاء اللہ کہ شریعت اور طریقت کے جامع البحرین گذرے ہیں، ان کی تحقیق، اور ان کے مسلک واعتقاد کی رُو سے وہ باتیں کتنے کھلے طریقہ سے جائز، مباح اور موجب برکات وخیرات وحسنات ہیں۔

جواباتِ اعتراضاتِ منکرین

مخالفین کے اعتراضات میں سے ایک بڑا اعتراض سماع پر تھا۔ آپؒ نے جوازِ سماع میں ایک مستقل کتاب تحقیق الاضابیر (جیسا کہ پیشتر بیان کیا گیا) لکھنے، اور طبقۂ اہل علم میں شائع کرنے، کے علاوہ ایک اور حدیث عامرؓ بن سعد بیان فرمائی۔

ایک حدیث جوازِ سماع

نسائی شریف کے باب اعلان النکاح میں ہے "عن عامرؓ بن سعد قال دخلت علی قرظۃ بن کعب وابی مسعودؓ الانصاری فی عرس واذا جواری یغنین ای صاحبیؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واھل بدر یفعل ھذا عندکم؟ فقال اجلس ان شئت فاسمع معنا وان شئت فاذھب فانہ قد رُخِّص لنا فی اللّھو عند العرس!" (رواہ النسائی)

ترجمہ۔ عامرؓ بن سعدؓ سے روایت فرماتے ہیں۔ کہ میں قُرظۃؓ بن کعب اور ابومسعودؓ انصاری کے پاس جبکہ ایک شادی کی مجلس تھی آیا۔ اتفاقاً اس وقت لونڈیاں گانا گا رہی تھیں، میں نے کہا کہ آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اور اہل بدر سے ہیں۔ آپکے سامنے یہ (گانا بجانا کیا) امر ہو رہا ہے؟ (یہ سنکر رسول اللہ صلعم کے) اِن دونوں صحابیوں نے فرمایا۔ اگر تمہارا جی چاہے، تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر (یہ گانا بجانا) سنو۔ جی نہ چاہے، تو چلے جاؤ۔ بے شبہ ہمیں (بارگاہ رسالت سے) اِس کام کی شادی کے موقع پر اجازت دی گئی ہے!"۔ یہ حدیث اُن احادیث میں ہے کہ جن سے حضرات چشتیہ اور وہ حضرات قادریہ کہ جو مجوزین سماع ہیں۔ استدلال کرتے ہیں۔

دونوں فریق اہل حق ہیں

ارشاد فرمایا "حضراتِ صوفیائے کرام میں، جو حضرات نقشبندیہ کہ اپنے لئے سماع کو جائز نہیں رکھتے ہیں میں اُن کو بھی اہل حق سے سمجھتا ہوں۔ دونوں فریق کے عمل کا منشا صحیح ہے۔ ایک فریق پر شوق کا غلبہ ہے (اور اس فریق کے حضرات سماع کے بغیر رہ نہیں سکتے) اور دوسرے

فریق پر احتیاط غالب ہے (پس وہ اپنے لئے سماع کو پسند نہیں کرتے) مگر جو لوگ کہ سماع کو حرام قرار دیتے ہیں حالانکہ کسی آیتِ قرآن مجید یا کسی صحیح حدیث سے اس کا حرام ہونا ثابت نہیں ہے) البتہ میں ان لوگوں کی زیادتی) کو برا سمجھتا ہوں۔ (کہ مباح کو حرام ٹھہرانا صرف اللہ اور اللہ کے رسول کا کام ہے۔ یہ لوگ معتدین حد سے گذر جانے والوں میں ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (اللہ حد سے گذر جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا)

جواز سماع شامی میں | اقوال فقہاء میں سے علامہ شامی کا قول ارشاد فرمایا ۔ کہ رد المحتار جلد خامس کے صفحہ ۳۴۳ میں جواز سماع کے متعلق لکھا ہے، کہ اُن آلات پر حکم حرمت ولہو ولعب کا جاری نہ ہو گا جن آلات پر کہ سادات صوفیا نے گانا سنا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

وھذا یفید ان آلۃ اللھو لیست محرمۃ لعینہا بل لقصد اللھو منہا اِمّا من سامعہا او من المشتغل بہا وبہ تشعر الاضافۃ الا تری ان ضرب تلک الالۃ بعینہا حلّ تارۃ وحرم اخری باختلاف النیۃ والامور بمقاصدھا وفیہ دلیل لسادا تنا الصوفیہ الذین یقصدون بسماعہا امورًا ھم اعلم بہا فلا یبادر المعترض بالانکار کی لا یحرم برکتہم فانہم السادۃ الاخیار امدنا اللہ تعالیٰ بامداداتہم واعاد علینا من صالح دعواتہم وبرکاتہم۔

(جلد خامس رد المحتار۔ (شامی) صفحہ ۳۴۳) ترجمہ۔ در المختار کی یہ عبارت (جو نوبت نقارہ بجانے کے متعلق ہے) یہ فائدہ دیتی ہے کہ بیشک (کوئی) آلہ لہو لذاتہ حرام نہیں ہے۔ بلکہ (اس وقت حرام ہو گا) جبکہ وہ قصد لہو کے ساتھ ہو۔ اور قصد لہو کی تعیین کہ آیا یہ لہو ہے یا نہیں) یا تو سامع کے اعتبار سے ہو گی۔ یا بجانے والوں کے اعتبار سے۔ (یعنی اگر سامع اور بجانے والے کا مقصد لہو ہو گا تو حرام ہو گا) اور عبارت "ان آلۃ اللھو لیست محرمۃ" میں اضافت لفظ آلہ کی جو اللھو کی طرف ہے، یہ اس بات کی طرف خبر دیتی ہے، کہ اگر قصد لہو بھی مقصود ہو تو حرام ہو گا۔ نیز یہ کہ ہر آلہ آلۂ لہو نہیں ہے (اسی لئے تو آلہ پر لہو کی اضافت کی گئی) کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بعینہٖ اِن آلات کا بجانا حسب اختلاف نیت کبھی تو حرام ہے، اور کبھی حلال۔ اور افعال کا حکم نیت کے ساتھ ہوا کرتا ہے (جیسی نیت ویسا حکم، (اور) اس میں ہمارے سادات صوفیا کے لئے دلیل ہے،

جو ان آلات (مزامیر) کے ساتھ گانا سننے سے امور خیر کا قصد کرتے ہیں، اور ان امور کے قصد کو وہی لوگ جانتے ہیں، جو سادات صوفیا سے ہیں (کہ اُن کا سماع کس قصد کے ساتھ ہے؟) پس سادات صوفیا کے سماع کے انکار پر معترض (کو لازم ہے کہ) جلدی نہ کرے۔ تاکہ (انکار و مخالفتِ اہل اللہ کی شامت میں گرفتار اور) اُن (حضراتِ صوفیائے کرام) کی برکت سے محروم نہ ہو۔ اور (یہ) وہ سادات اخیار ہیں۔ کہ اُن کی

(دعا اور توجہ کی) مدد سے اللہ تعالیٰ (ہمارے حال پر رحم اور ہماری) مدد فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن (ساداتِ صوفیا) کی دعواتِ صالحہ اور ان کی برکات کا ہم پر اعادہ فرمائے۔ آمین۔

جواز فاتحہ مخالفین و منکرین کا دوسرا اعتراض جواز فاتحہ پر تھا۔ اس کے متعلق مولوی محمد وقاص صاحب جوارادتمندانِ دربار شریف سے ہیں ارشاد ہوا: "تم جانتے ہو کہ فاتحہ و نیاز کیا چیز ہے؟" جواب میں خود ہی ارشاد فرمایا: "یہ فاتحہ اور نیاز بزرگوں کے افعال و اعمال ہیں۔ بزرگان دین کے سامنے جب کوئی چیز لائی جاتی۔ تو اپنے شیخ اور پیران طریقت کی ارواح مقدسہ پر کچھ ایصال ثواب کرتے۔ اور پھر وہ چیز خود بھی کھاتے دوسروں کو بھی کھلاتے۔ مشائخ دین سے ایسا دیکھا تو مریدین و معتقدین بھی اسی طرح کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ بات پھیل گئی۔ تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہم نے بزرگوں سے ایسا ہی دیکھا ہے!"

فرمایا: "مولوی عبدالحمید مرادآبادی نے ایک دفعہ ہم سے پوچھا کہ اس کے متعلق (تعاملِ حضراتِ اولیاء اللہ رضہ کے علاوہ) کوئی دلیل (شرعی) بھی ہے۔ اور کیا شریعت کی کتابوں سے بھی اس کی اصلیت ثابت ہے؟۔ ہم نے کہا کہ (کتب شریعت میں) دلیلیں بھری ہوئی ہیں، فتح القدیر اور فلاں فلاں کتابوں میں (نام کاتب کے حافظہ میں محفوظ نہیں رہے) دیکھ لینا"

حدیث اصلِ جواز فاتحہ اور فرمایا: "(جواز فاتحہ کی) اصل تو حدیث شریف ہی ہے، جیسے کہ مسلم شریف میں ہے غزوۂ تبوک میں جب اصحاب (مجاہدین) کی کھانے کی چیزیں ختم ہوگئیں۔ تو بعض صحابہ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی، یا رسول اللہ! ہمارا سامانِ رسد ختم ہوا۔ اگر حکم ہو تو ہم لوگ اپنے اونٹ ذبح کر ڈالیں، اور ان کے گوشت پر گذارہ کریں، آپؐ نے فرمایا! اگر ایسا ہے (سامان خورد و نوش ختم ہوگیا ہے) تو اچھا (اجازت ہے) تم لوگ اپنے اونٹ ذبح کرو۔ اور انھیں کھالو۔ جب حضرات صحابہ کو یہ حکم ملا۔ تو برچھے اور چھریاں لے کر چلے۔ (تاکہ اونٹ ذبح کئے جائیں) راستہ میں حضرت عمر فاروق رضؓ سے ملاقات ہوئی۔ یہ سب واقعہ صحابہ نے اُن سے بیان کیا۔ حضرت عمرؓ حضور سرور کائنات کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "یا رسول اللہ! گرمی کا موسم ہے۔ اور ملک ریگستانی، اگر ہم لوگوں نے اپنے اونٹ (سواری کے) ذبح کردیئے۔ تو ہم لوگوں سے (پھر راستہ) چلا نہ جائے گا۔ اور ہم ہلاک ہوجائیں گے!" حضرت رسول اللہ صلعم نے، حضرت عمرؓ کی باتوں سے معلوم فرمایا۔ کہ عمرؓ کوئی غیبی چیز (معجزہ) طلب کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے سب کو حکم دیا۔ کہ جس کے پاس جو شئے باقی رہ گئی ہو۔ اُسے لیکر حاضر ہوجائیں۔ اِس پر کوئی صحابی (جن کے پاس تھوڑا سا آٹا باقی رہ گیا تھا) تھوڑا سا آٹا لے آئے۔ کوئی چھوارے لے آئے۔ اور کوئی (تھوڑے) چنے غرض جن کے پاس جو چیز جس قدر موجود تھی، سب لے آئے۔ اور یہ سب سامان حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے سامنے لاکر رکھا گیا جس کا ڈھیر اتنا اونچا ہوا، جتنا کہ ایک بکری کا لیٹا ہوا بچہ اونچا ہو۔ یعنی بہت ہی تھوڑا سا سامان تھا، جو اُس وقت خدمتِ مبارک میں صحابہ کی طرف سے پیش ہوا تھا۔ اِس کے بعد آپؐ نے دونوں مبارک ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ اس کے بعد تمام لوگوں کو آپ کا یہ حکم ہوا کہ اپنی تھیلیاں بھر بھر کر لے جائیں۔ سب نے اپنی اپنی تھیلیاں بھر لیں۔ مگر (سامان کا) وہ ڈھیر جیسا کہ تھا، ویسا ہی رہا کم نہ ہوا اب غور کرو۔ کہ (کھانے کی) اشیاء کو سامنے رکھ کر دعا کرنا، حضرت رسول مقبول صلعم سے (کس قدر صاف اور کھلے طریقہ پر) ثابت ہے۔ اگرچہ دعا غیبت سے بھی ہو سکتی تھی (کہ چیزیں سامنے نہ ہوتیں اور آپ دعائے برکت فرما دیتے) مگر آپ نے ایسا نہیں کیا (بلکہ چیزوں کو سامنے رکھ کر دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دُعا فرمائی) پس (اہل سنت کے موجودہ طریقۂ فاتحہ کا جواز سنتِ نبویہ سے ثابت ہے) اور یہ ضروری نہیں، کہ وہ دعا، خیر و برکت کے لئے ہی ہو۔ جنس کا واحد ہونا کافی ہے، نوع کا واحد ہونا ضروری نہیں ہے، (یعنی جب خیر و برکت کے لئے کھانے کی چیزیں روبرو رکھ کر دعا آپ سے ثابت ہے تو اسی طریقہ سے ایصال ثواب کے لئے دعا اور فاتحہ خود بخود ماکول چیز پر جائز ہوا۔ اس لئے کہ دونوں جنس واحد ہے۔)

مکالمہ فرمایا جب ہم ہندوستان میں تھے۔ تو ہمارا ایک دفعہ میرٹھ جانا ہوا۔ وہاں مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی سے ہماری ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو میں جواز فاتحہ، اور حضرت غوث اعظم یا کسی ولی کے نام پر جو گائے یا بکری موسوم ہو اس کی اباحت پر گفتگو ہوئی۔ مولوی محمود الحسن صاحب نے کہا کہ شیرینی سامنے رکھ کر ایصال ثواب بیشک مباح ہے، لیکن آپ لوگ چونکہ اسے ضروری سمجھتے ہیں، اس لئے ہم لوگ حرام کہتے ہیں۔ مباح یہ ہے کہ حاضر و غائب دونوں حالتوں میں برابر ہو۔ ہم نے جواب دیا' (خدام سے فرمایا، تم لوگ اسے یاد رکھنا) چاروں آئمہ کا مذہب ہے کہ جب کسی امرِ مباح کو حرام قرار دیا جائے تو اس کی اباحت کے قائم و برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہو جائے گا۔ کہ اس کی اباحت پر اصرار کیا جائے۔ چونکہ آپ لوگ امر مباح کو حرام قرار دیتے ہیں۔ ہم اس کی بقائے اباحت کے لئے کہتے ہیں۔ کہ ضروری ہے آپ لوگ حرام نہ کہیں، ہم مباح کہیں گے۔ بخاری و مسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کھانے کی چیز سامنے رکھ کر دعا کی، حالانکہ دعا غیبت سے بھی ہو سکتی تھی۔ پس سامنے رکھ کر دعا کرنی اس (فعل نبوی) سے مباح ثابت ہوئی۔ انھوں نے کہا۔ "آپ دور سے مثال لائے، مگر نوع مختلف ہے!" ہم نے کہا کہ مثال کے لئے نوع کا متحد ہونا ضروری نہیں ہے، جنس تو متحد ہے، بس اتحاد جنس کافی ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا نام وہاں بھی ہے، اور یہاں بھی، وہاں صرف خیر و برکت مقصود تھی، اور یہاں ایصال ثواب، ایسی مثال جائز ہے!" پھر انہوں نے کہا "شاہ عبدالعزیز صاحب نے گائے بکری کو جو حضرت غوث اعظمؓ یا احمد کبیرؒ کے نام سے ہو۔ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے

تحت میں لے کر حرام لکھا ہے۔" ہم نے کہا: "یہ مغالطہ ہے، اور دلیل کیا پیش کی ہے کہ "جب اس بکری سے اچھا گوشت دیا جائے۔ تو نہیں لیتے۔ اسی بکری کو ذبح کرتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اہراق دَم (خون گرانا) ہی مقصود ہے۔" ہم نے کہا کہ ایک نذر میں دو محل ہیں، ایک ایصالِ ثواب دوسرے نذر لوجہ اللہ، اور اسکا ثبوت فعل سے ہوتا ہے، کہ جب ذبح کرتے ہیں۔ تو "بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرْ" کہتے ہیں، یہ تو نذر لوجہ اللہ کا ثبوت ہے، اور ایصال ثواب ولی کے لئے ہے "منذور"، یعنی نذر والی چیز کا بدلنا شرعًا جائز نہیں، اسلئے نہیں بدلتے۔ حرام کیونکر ہوا؟ (طبقہ خواص میں یہ بات مشہور چلی آتی ہے، کہ فتاویٰ عزیزیہ میں حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے بھانجے صاحب نے بعض مسائل میں تصرف کیا۔ یہ قول شاہ صاحب کا نہیں ہو سکتا اُن کی طرف بعد کو منسوب کر دیا گیا ہے)

جواز فاتحہ و عرس و میلاد از شاہ عبد العزیز صاحب

فرمایا مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ سے فاتحہ و عرس کے متعلق استفسار کیا گیا، انھوں نے جواب میں فرمایا: "در تمام سال دو مجلس در خانۂ فقیر منعقد می شود۔ اوّل کہ مردم روز عاشورا یا یک دو روز پیش ازین قریب چار صد پانصد کس بلکہ قریب یک ہزار کس و زیادہ ازاں فراہم می آیند۔ درود می خوانند۔ بعد ازان کہ فقیر می آید۔ می نشیند۔ و ذکر فضائل حسنینؓ کہ در حدیث شریف وارد شدہ در بیان می آید۔ و آنچہ در حدیث و اخبار شہادت این بزرگان وارد شدہ نیز بیان کردہ می شود۔ بعد ازاں ختم قرآن و پنج آیت خواندہ بر ماحضر فاتحہ نمودہ می آید۔ پس اگر این چیز ہا نزد فقیر جائز نمی بود۔ اقدام بر آن اصلا نمی کرد۔ باقی ماند مجلس میلاد شریف، پس حالش این است کہ بتاریخ دوازدہم ربیع الاول ہمیں کہ مردم موافق معمول سابق فراہم شدند و در خواندنِ درود شریف مشغول گشتند۔ و فقیر می آید۔ اولاً بعضے از احادیث فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مذکور می شود۔ بعد ازان ذکر ولادت باسعادت و نبذے از حال رضاع و حلیہ شریف و بعضے از آثار کہ در آن اوان بظہور آمد بمعرض بیان می آید۔ پس ماحضر از طعام یا شیرینی فاتحہ خواندہ تقسیم بحاضرین مجلس شود (فتاویٰ عزیزیہ مطبوعہ قدیم) یعنی سال بھر میں فقیر کے گھر میں دو مجلسیں برپا ہوتی ہیں۔ پہلے عاشورے کے دن یا ایک دو روز پہلے قریب چار پانسو بلکہ (بعض دفعہ) قریب ایک ہزار یا اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ اور درود پڑھتے ہیں۔ بعد ازاں فقیر آکر بیٹھتا ہے۔ اور ذکر و فضائل حسنینؓ جو حدیث شریف میں وارد ہوئے ہیں۔ بیان کئے جاتے ہیں۔ اور جو کچھ کہ اِن بزرگون کی شہادت کے بارہ میں احادیث و اخبار میں وارد ہوا ہے، وہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ بعد ازان ختم قرآن و پنج آیت (فاتحہ اور قل) پڑھکر، ماحضر پر فاتحہ کی جاتی ہے پس اگر یہ باتیں فقیر کے نزدیک جائز نہ ہوتیں، تو ہرگز ان کی طرف پیش قدمی نہ کرتا۔ باقی رہی مجلس میلاد شریف اس کی حالت یہ ہے، کہ بارہویں ربیع الاول کو سابق معمول کے موافق جونہی لوگ جمع ہوئے، اور درود شریف

پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ فقیر (مجلس میں) آجاتا ہے، اولاً احادیث سے بعض فضائل آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کئے جاتے ہیں۔ بعد ازاں ذکر ولادت باسعادت اور کچھ زمانہ شیر خواری کے حالات، اور حلیہ شریف، اور بعض آثار جو اُس زمانہ میں آپ سے ظہور میں آئے بیان ہوتے ہیں۔ بعد ازاں کھانے یا شیرینی پر فاتحہ دے کر حاضرین مجلس پر تقسیم کر دی جاتی ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کون ہیں؟ فرمایا "شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدث دہلوی علما منکرین فاتحہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ جن تک ان مولوی صاحبان کی سند حدیث کا سلسلہ پہنچتا ہے، وہ فرماتے ہیں" بلاشک جائز ہے" یہ کہتے ہیں "حرام ہے!"

قدم بوسی قدم بوسی کے متعلق ارشاد فرمایا "مشکوٰۃ شریف میں مصافحہ اور معانقہ کے باب میں حدیث ہے۔ وعن زارع وکان فی وفد عبد القیس قال لما قدمنا المدینۃ فجعلنا فتبادر من رواحلنا فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رجلہ رواہ ابوداؤد۔ (ترجمہ) حضرت زارع عبدالقیس کے وفد میں تھے، بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مدینے پہنچے تو اپنے کجاوؤں سے اترنے میں ہم لوگوں نے جلدی کی۔ پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک اور قدمِ مبارک کو بوسہ دیا۔

سیر الاولیاء میں ہے، کہ مؤلف نے جو حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ کے مرید تھے، بچشم خود حضرت محبوب الٰہیؒ کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا "قال صہیب، رأیت علیًّا، یقبل ید العباسؓ و رجلہ" یعنی صہیب (صحابی) نے کہا۔ میں نے حضرت علی (علیہ السلام) کو (اپنے چچا) حضرت عباسؓ کے ہاتھ اور پاؤں چومتے دیکھا۔

طعنِ منکرین کا جواب منکرین کا طعن کہ "آوارہ اور اوباش جمع ہو جاتے ہیں" اس کے جواب میں آپ نے اپنے ایک مرید و خلیفہ سے ارشاد فرمایا "مخالف و منکر طریقت، لوگوں کے وہ اعتراض اور طعنے، جو غریب، اور مفلس، یا آوارہ اور بے پڑھے لوگوں کے مرید ہونے کی وجہ سے ہوا کرتے ہیں، خبردار! تم ان غریبوں کی غربت سے اور غریبوں کے مرید ہونے سے نہ جھینپنا، اور معترضین کے کہنے کا کچھ خیال نہ کرنا۔

اولین اہل ایمان اوائل اسلام میں اکثر غریب اور نوجوان ہی اسلام لائے، جن کو یہ لوگ کہتے تھے کہ چور اور آوارہ اور اوباش ہیں۔ مکہ کے شائستہ اور شریف طبقہ کے لوگ حضرت رسول مقبول صلعم کی جناب میں اعتراض و طعن کی راہ سے کہا کرتے تھے۔ کہ آپ پر تو غریب لڑکے اور چور اُچکے ہی ایمان لائے ہیں۔ حدیث میں "سُرَّاقُ الحاج" کے الفاظ ہیں (حاجیوں کے کپڑے چرا لینے والے) اسی طرح حقارت و اعتراض کی راہ سے یہ بھی کہتے۔ کہ آپ کی مجلس کی بیٹھنے والے غریب اور حقیر لوگ ہی ہیں۔ جب (اسلام کا دبدبہ اور شوکت و عروج کا دور شروع ہوا) اور اسلام کی

خوب دہوم دھام ہوئی اور دین حق ترقی کر گیا تو اب شائستہ اور مہذب لوگوں نے سمجھا، اور جانا کہ جن لوگوں کو ہم نے آوارہ، اور چور، اور اوباش سمجھا اور کہا، یہ وہی لوگ تو ہیں، جو ایمان اور اسلام لانے کے بعد اس درجے پر پہونچے (اور بدولت اسلام ان کا یہ دبدبہ اور یہ وقار قائم ہوا) ان "شائستہ اور مہذب" لوگوں نے یہ سب کچھ دیکھ لینے کے بعد پھر ایمان لانا شروع کیا۔

ابوسفیان وغیرہ وعمائدین قریش، پہلے ایمان نہیں لائے تھے، بلکہ فتح مکہ کے بعد (جبکہ شوکتِ اسلام خاکم محکم واستوار ہوگئی) ایمان لائے۔

فرمایا "حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلے ایمان کون لایا۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے مگر کتب معتبرہ میں (اقوال مختلفہ کی) یوں تطبیق کی گئی ہے۔ کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور مردوں میں سب سے پیشتر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور لڑکوں میں سب سے اول حضرت ہوئی مشکلکشا علی شیر خدا علیہ السلام آپ پر ایمان لائے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مدینہ شریف کے لوگ بہت جلد ایمان لے آئے تھے (اہل مدینہ کیوں جلدی ایمان لے آئے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت رسول مقبول صلعم کے مدینہ تشریف لے جانے سے پیشتر قبائل عرب کی خانہ جنگی اور معرکہ آرائی میں مدینہ اور نواح مدینہ کے قبیلوں کے بہت سے معمر، دوراندیش اور تجربہ کار لوگ مارے جاچکے تھے (زیادہ تر نوجوان لڑکے رہ گئے تھے) اگر عمر رسیدہ اور تجربہ کار اور بہت سوچ بچار کرنے والے موجود ہوتے۔ تو لوگوں کیلئے قبول اسلام کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالتے اور لوگوں کو (سبقت خیر اور) قبول اسلام سے روکتے۔ جب اُن نوجوانوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا (اور چہرۂ انور کے لمعاتِ نورانی ان کے قلوب صافی پر منعکس ہوئے) تو فوراً ہی ایمان لے آئے۔

بات یہ ہے کہ ناسمجھ اور غیر دوراندیش لڑکے نیکی کی راہ میں بھی جلدی قدم رکھتے ہیں۔ اور بدی کے رستے میں بھی سب سے پہلے قدم رکھتے ہیں۔ (جیسا ماحول ہو۔ اُس سے فوراً اثر پذیر ہوتے ہیں) "تجربہ کار" اور "معمر لوگ" سوچتے سمجھتے ہی رہ جاتے ہیں۔ چنانچہ ابولہب اور ابوطالب وغیرہ سوچ بچار ہی میں رہ گئے۔

السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن کی دوسری نظیر دیکھو، اولیاء اللہ کے سردار، اور ہمارے آقا پیران پیر غوث الثقلین سید محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، کے دست حق پرست پر سب سے پہلے جن لوگوں نے توبہ کی، اور مرید ہوئے۔ وہ کون لوگ تھے؟ وہ ساٹھ نوجوان ڈاکو رہزن تھے (کہ فیضان حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی نے سب سے پہلے انھیں لوگوں کو نوازا)۔ اس کے بعد شائستہ اور مہذب لوگ" آپ کے دست مبارک پر تائب اور مرید ہونے شروع ہوئے"۔

ولایت ظلِ نبوت ہے

فرمایا " ہمارے بزرگوں کے یہاں جو باتیں ہیں۔ وہ پیغمبری اصول اور طریقے کی ہیں۔ کیونکہ ولایت ظلِ نبوت ہے (ولایت نبوت کا سایہ ہے) چنانچہ ہمارے حضرت پیرومرشد والد ماجد قبلہ قدس سرہٗ کی سب سے پہلی مریدہ عورت ہماری خالہ صاحبہ تھیں۔ اور ہمارے حضرت رضؓ پر شروع میں جو لوگ ارادت و اعتقاد لائے۔ وہ نوجوان، آزاد لڑکے۔ غریب و مفلس لوگ تھے جس پر منکرین اعتراض و طعن کرتے تھے۔ کہ اتنے بڑے عالم ہیں، مگر آوارہ اور اوباش لوگوں کو مرید کرتے ہیں۔ اور ان کو سماع میں نچاتے ہیں۔ حضرت قدس سرہٗ فرماتے کہ " ہمیں بس آوارہ اور اوباش لوگوں سے ہی کام ہے۔ ہمارا ربط وضبط انھیں لوگوں کے ساتھ ہے، ہمیں بھلا " نیک لوگوں سے کیا سروکار ؟ " (حضرت سرور کائنات کا ارشاد ہے " اَلصَّالِحُوْنَ لِلّٰهِ وَالطَّالِحُوْنَ لِیْ " (نیک لوگ اللہ کے لئے ہیں اور برے میرے لئے)

ہمارے سلسلہ کو ترقی ہو گئی۔ اب یہ ہوا ہے کہ عالم اور مولوی (مہذب اور شائستہ) لوگ مرید ہونے لگے ہیں (اس سے پہلے یہ لوگ کہاں تھے ؟)۔

معاملات انبیاء کا فہم ہی، کوئی چیز ہے

میاں ! حرام وحلال کے مسئلے تو بس چند گنتی کے ہی ہیں۔ یعنی زنا حرام ہے۔ نماز فرض ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اِن کو سمجھنا اور سمجھا دینا دشوار نہیں۔ دشوار یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ حضرات انبیاء علیہم السلام کے جو معاملات ہیں۔ اِنسان ان کو کماحقہٗ سمجھے۔

اوائل کے اہل ایمان

اوائل میں ہمارے حضرت سرور کائنات پر، اور دوسرے حضراتِ انبیاء پر، بے شبہ زیادہ تر دہ ہی لوگ ایمان لائے جو نوجوان اور غریب طبقہ کے لوگ تھے۔ اور انبیاء علیہم السلام کو سب ہی نے تو اچھا نہیں کہا۔ بلکہ برا کہا، "جادوگر" بتلایا۔ (اور جو جو نہ کہنا تھا، کہا)

معاملہ حضراتِ اولیاء اللہ کا

اسی طرح حضراتِ اولیاء اللہ کا معاملہ ہے کہ شروع میں انھیں بھی سب لوگ اچھا نہیں کہتے۔ بلکہ اکثر لوگ برا ہی کہتے (اور اُن کی مخالفتیں ہی کرتے) ہیں۔ اولیاء کے ساتھ معاملہ اسی طور پر ہوتا ہے۔ جس طور پر کہ انبیاء (علیہم السلام) کے ساتھ ہوتا چلا آتا ہے۔ جاؤ ! ہم نے تم لوگوں سے کہہ دیا۔ اسے لکھ لیا جائے اور تفصیل کے ساتھ، پھر کبھی لوگوں کو سمجھا دیا جائے۔

آپ کی ایک پراسرار تقریر اور علماء ظاہر اور علماء ربانی کا فرق و امتیاز

ارشاد فرمایا " فلسفہ کے دقیق اور پیچیدہ مسئلے، اور فلسفہ کی انتہائی کتابیں۔ شرح چغمنی۔ شمس بازغہ۔ افق المبین۔ شفا۔ قدیمہ جدیدہ۔ مسائل اصطرلاب، اوران کے علاوہ دوسرے فنون کی کتابیں مجھے آسان معلوم ہوئی تھیں لیکن تحصیل علم ظاہر کے بعد جب مجھے مسائلِ تصوف کا ذوق پیدا ہوا۔ اور میں طریقت کے مسئلوں پر غور وفکر کرنے لگا، تو میرے دماغ میں اس قدر جوش پیدا ہوا۔ جیسا کہ کڑھائی میں تیل

جوش کھاتا ہے، اور میرا سر چکرانے لگا۔ میرا کلیجہ خون اور مغز پانی پانی ہوگیا۔ اور میرا علم ظاہری اِس بحرِ بے پایاں کے سامنے ہیچ ثابت ہوا اور پانی کی طرح، بہ گیا! ؎

جبھی جا کے "مکتبِ عشق" میں سبق مقام فنا لیا
جو لکھا پڑھا تھا نیازؔ نے اُسے صاف دل سے بھلا دیا

علم تصوف تمام علوم سے زیادہ مشکل ہے۔ اور یہ اسلئے کہ جس علم کا موضوع ذات واجب الوجود ہے اس سے بڑھ کر کیا کوئی دوسرا علم بھی دقیق اور دشوار ہو سکتا ہے؟"

تصوف کا موضوع ارشاد ہوا۔ ہر ایک علم کا ایک موضوع ہوتا ہے۔ "موضوعِ علم" اُسے کہتے ہیں۔ کہ جس کے "عوارض ذاتیہ سے" اُس علم میں بحث کی جائے۔ جیسے کہ علم فقہ کا موضوع، افعال مکلفین ہے۔ علم نحو کا موضوع کلمہ و کلام ہے۔ اور علم طب کا موضوع بدن انسان ہے۔ اسی طرح علم تصوّف کا موضوع ذات واجب الوجود ہے!۔

ہر ایک علم کی شرافت اُس کے موضوع کے لحاظ سے ہوا کرتی ہے۔ جس درجہ کا موضوع شریف ہوگا۔ اُسی درجہ کی شرافت، اُس علم میں ہوگی۔ چونکہ "ذاتِ واجب الوجود" تمام اشیاء سے اشرف و اعلیٰ اور واجب ہے اسلئے تمام علوم کے موضوع اس کے مقابلہ میں غیر اشرف اور ممکن ہیں۔ لہذا علم تصوّف تمام علوم سے اعلیٰ و اشرف ہوا۔ تصوّف دنیا کے تمام علوم سے زیادہ مشکل علم ہے۔ اسی سے معلوم ہوا، کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی محبت اور بھی مشکل چیز ہے، علمِ طریقت کے مشکلات کو ہم اپنے علم ظاہر سے حل نہ کر سکے۔ جب اللہ کی رحمت اور تائید ہمارے شامل حال ہوئی۔ تب بات ہماری سمجھ میں آئی۔ علم تصوف کے سمجھنے میں جب ہمارا یہ حال ہوا، تو بعض وہ علمائے ظاہر (جن میں سے بعض کی تو تحصیل ظاہری بھی معقول و منقول میں پایۂ تکمیل کی نہیں ہوتی) تھوڑے دنوں میں اس علم کو کس طرح سمجھکر کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی دعوے کرے، کہ تھوڑے دنوں میں مسائل علمِ تصوف کو اس نے حل کر لیا۔ اور مسئلہ توحید و معرفت اُس نے پوری طرح سمجھ لیا، تو اُس کے کہنے کا بھلا ہم کس طرح اعتبار کر سکتے ہیں؟ ؎

تحصیلِ عشق و رندی آسان نمود اوّل — جانم بہ سوخت آخر در کسبِ این فضائل

دوسرے فنون کی انتہا، اس کی ابتداء ہے۔ تصوف کا ایک مشکل مسئلہ حل کرنے، اور ایک ادق مقام طے کرنے میں دس بیس سال کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ع

جس جگہ پہنچے آغاز ہے انجام نہیں۔

اگر کوئی شخص تمام دنیا کے علوم و فنون کو پڑھ کر علامۂ دہر ہو جائے۔ اور اس علمِ تصوّف کو سمجھنا

چاہے ہرگز نہ سمجھ سکے گا جب تک کہ رحمتِ الٰہی شاملِ حال نہ ہو۔

ابنِ جوزی کی توبہ اگر علم کے ذریعہ سے کوئی سمجھ لیتا، تو علامہ ابن جوزی جیسا عالم تو ضرور ہی سمجھ جاتا، اور سیدنا حضرت غوث پاکؓ کی مخالفت میں "تلبیس ابلیس" کتاب نہ لکھتا۔ جب ابن جوزی نے حضرت رسول مقبول صلعم کو خواب میں دیکھا، اور پوچھا، کہ یارسول اللہ! خدا کا راستہ کہاں ہے، اور مجھے کہاں سے ملیگا؟" فرمایا" میرے بیٹے شیخ عبدالقادر کے ذریعے سے!" اب ابن جوزی (حضرت کی مخالفت سے تائب ہوکر) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور حضرت غوث الثقلینؓ کے مرید ہوئے۔ اور آپ کی مدح و منقبت میں ایک کتاب لکھی (یہ واقعہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مفصل طریقہ سے لکھا ہے)

نبوت اور ولایت کا سمجھنا رحمت پر ہے دنیا کے عقلا، اور فلاسفر، اِن دو باتوں کے سمجھنے سے قاصر ہیں، ایک نبوت۔ دوم ولایت انھیں علم و عقل (محدود) سے کوئی بھی سمجھ نہیں سکتا۔ یہ علمائے ظواہر "علم الیقین" اور "عین الیقین" کا فرق سمجھنے سے قاصر ہیں۔

علم کسبی اور وہبی ارشاد فرمایا" قرآن پاک کو جیسا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھا ہے۔ دوسرے لوگوں نے ویسا نہیں سمجھا۔ اِس لئے کہ دوسروں کے لئے (علم قرآن) کسبی ہے، اور آپ پر القا کیا گیا تھا۔ آپ کے لئے وہبی ہے، آنحضرت صلعم پر آیاتِ قرآنی جس جاہ و جلال کے ساتھ نازل ہوتی تھیں۔ اور آپ کے قلبِ مبارک پر اُن کے نازل ہونے کا، جس طرح اثر ہوتا تھا، دوسروں کے قلوب پر ہو نہیں سکتا۔

قرآن ناطق ایک قرآن ناطق ہے، اور ایک قرآن ساکت۔ یہ قرآن ساکت ہے، اور رسول مقبول صلعم قرآنِ ناطق تھے۔ کسی نے اللہ تعالیٰ کو پڑھتے نہیں سنا، بلکہ رسول مقبول کی زبان مبارک سے سُنا۔ حضرت مولانا روم رحؒ فرماتے ہیں ؎

گرچہ قرآن از لبِ پیغمبر است ہر کہ گوید حق نگفتہ، کافر است

آنحضرت صلعم کے بعد قرآن مجید اور احادیث شریفہ کو جس طرح حضراتِ اولیاء اللہ نے سمجھا ہے، اس طرح دوسرا کوئی بھی سمجھ نہیں سکتا۔ کیونکہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس کے ساتھ اُن کی قربت، "قربت روحی" ہے۔

قربتِ روحی آنحضرت کے ساتھ! ارشاد فرمایا:۔ تنویر الحلک فی امکان رویت النبی والملک۔ یہ کتاب علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی ہے۔ اس میں انھوں نے ایک حکایت لکھی ہے۔ کہ ایک شاہ صاحب نہایت بزرگ اور صاحب تصرف تھے، اور ان کے رفیق ایک نہایت زبردست عالم تھے، دونوں میں نہایت ربط و ضبط اور میل جول تھا، دونوں ایک دوسرے کو بزرگ اور نیک سمجھتے تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے، کہ اِن عالم

صاحب نے ایک حدیث بیان کی، جسے سنکر شاہ صاحب نے کہا۔ یہ حدیثِ رسول اللہ نہیں ہے۔ (حضرت رسول مقبول صلعم نے ایسا نہیں فرمایا ہے۔ اِس بات کو سنکر مولوی صاحب عجب کشمکش میں پڑے۔ ایک طرف یہ خیال کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں، اور اصول علم حدیث کے لحاظ سے یہ حدیث پایۂ صحت و استناد کی ہے دوسری طرف شاہ صاحب کی بزرگی کا احترام، جو پہلے سے ان کے دل میں تھا، تعجب کے ساتھ پوچھا: "آپ نے کیونکر جانا کہ یہ حدیث نبوی نہیں!" بزرگ نے فرمایا "چلئے خود حضور سے دریافت کر لیجیے۔ کہ آپ نے ایسا فرمایا ہے یا نہیں؟" اِن بزرگ کے تصرف و فیضان سے مولانا کو اُسی وقت کشف ہو گیا۔ زیارت و حضوری حضرت رسول مقبول صلعم نصیب ہوئی۔ اِن بزرگ کے ساتھ، عالم صاحب نے اپنے آپ کو بھی دربار رسالت مآب میں حاضر پایا۔ اور بزرگ نے مولانا سے کہا۔ اِس حدیث کے بارہ میں معروضہ پیش کیجیے۔ اُنھوں نے عرض کیا، جواب ارشاد ہوا "یہ حدیث ہماری نہیں ہے، ہم نے ایسا نہیں کہا!" مولانا کو خود حضور سرورکائنات فخر موجودات کی زبان پاک سے اِن بزرگ کے فرمانے کی تصدیق ہو گئی۔ اور بعد میں تحقیق سے اِس حدیث کی نسبت کتابوں سے بھی معلوم ہوا کہ پایۂ صحت کی نہیں ہے)۔

اِس حکایت کو بیان کرنے کے بعد فرمایا "بتلاؤ! کہ شاہ صاحب کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی۔ (کہ یہ حدیث نبوی نہیں ہے) کیا انہوں نے تمام اخبار اور جزئیات کو (حضور رسول مقبول سے) پوچھ رکھا تھا؟ ہرگز ایسا نہ تھا، بلکہ (بات یہ تھی کہ) اِن بزرگ کی روح کو قربت حاصل تھی۔ اس وجہ سے "مزاج داں" تھے۔ کلام کو سنتے ہی سمجھ گئے کہ یہ کلام حضرت رسول مقبول کا نہیں ہے۔ بس جس کی روح کو حضرت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت روحی حاصل ہے، وہ جو کچھ سمجھتا ہے اُسے نہ کوئی عالم سمجھتا ہے نہ فاضل۔

حاصلِ کلام | پس جب تک کہ حضرات انبیاء اور اولیاء کی ذات کے ساتھ قربت روحی نصیب نہ ہو، مقتضائے نبوت اور مقتضائے ولایت کو ہرگز سمجھ نہیں سکتا۔ نہ اُس وقت تک علم وہبی عطا ہوتا ہے۔

علماء مثل انبیائے بنی اسرائیل | ارشاد ہوا "علماءُ امتی کا نبیاءِ بنی اسرائیل (میری امت کے علماء مثل انبیائے بنی اسرائیل کے ہیں) اِس حدیث شریف کا کیا مطلب ہوا۔ مماثلت کس چیز میں ہے؟ فرقہ ضالہ میں ایسے ایسے زبردست علماء پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے سنی علماء کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔ جیسے محقق طوسی وغیرہ۔ تو کیا اِس حدیث کے مصداق ایسے علماء بھی بنیں گے؟

میرا خیال یہ ہے۔ کہ علم دو قسم کا ہے۔ کسبی اور وہبی، علم کسبی میں شک بھرا ہوا ہے۔ اور علم وہبی میں یقین ہی یقین ہے۔ شک کو دخل نہیں۔۔۔

علم وہبی حضرات انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہوا ہے۔ اور وہ کسی مکتب، کسی مدرسہ، اور فنون میں سے

کسی فن کے محصل نہ تھے، اِس امت مرحومہ میں حق سبحانہ تعالیٰ نے جن "علماء" کو علم وہبی نصیب کیا ہے۔ حدیث "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" کے مصداق صرف وہ علماء ہیں گے۔ (نہ کہ ہر وہ شخص، جو صرف ظاہری طریقہ سے چند علوم و فنون کا محصّل ہو)۔ امت مرحومہ کے علماء، اور حضرات انبیائے بنی اسرائیل میں ما بہ الاشتراک صرف یہی علم وہبی ہے (جو بارگاہِ واہب العطایا سے ملتا ہے) پھر حضرت مولانا روم رح کا یہ شعر ارشاد فرمایا ؎

بے کتاب و بے معید و اوستا بینی اندر دل علومِ انبیاء

اسی بحث پر دوسرے موقع پر ارشاد ہوا۔ کہ "العلماءُ ورثۃ الانبیاء" میں الف لام معرفہ کا ہے۔ استغراق کا نہیں ہے۔ مراد وہ علماء ہیں جن کو باطنی علم نصیب ہوا۔ تمام علماء وارث انبیاء نہیں ہیں۔ کیونکہ علم انبیاء کسبی نہیں۔ بلکہ لدُنی ہے۔ اگر تمام علماء مراد ہوں۔ تو اسکے یہ معنی ہوں گے کہ ہر عالم خواہ وہ بے عمل ہو، خواہ با عمل، (اِس ارشاد نبوی کے) تحت میں داخل ہوگا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے کسی نے استفسار کیا کہ اِس شعر کا کیا مطلب ہے؟ ؎

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ چون ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

اِس استفسار کے جواب میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے مندرجہ ذیل مستزاد لکھا، جو فتاوائے عزیزیہ میں موجود ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کا مستزاد

؎ ہفتاد و دو ملت در رہت می پویند۔ اے بے مانند
گم کردہ ترا بہر طرف می جویند سرگردانند
سر رشتۂ حق بدست یک طائفہ ایست درویشانند
باقی بہ تکلف سخنے می گویند ایشانند

شاہ صاحب کے جواب سے صاف ظاہر ہے کہ درویش اور صوفیۂ کرام ہی صراطِ مستقیم پر ہیں۔

منصب اجتہاد فرمایا۔ "جو مجتہدین، اور علماء کہ مشہور گذرے ہیں۔ اُن کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اور لوگوں کو بھی اجتہاد کا مادّہ دیا۔ مگر چونکہ ضرورت نہ تھی، اِس لئے اِن لوگوں نے اجتہاد نہ کیا۔ اجتہاد کے لئے علم ظاہری کی بھی ضرورت ہے، اور اجتہاد بڑے رُتبہ کے لوگوں کا کام ہے۔ (تواضعاً فرمایا) اجتہاد ہمارے جیسے لوگوں کا کام تھوڑا ہی ہے"۔

دعائے حضرت شیخ العارفین رح ہمارے حضرت والد ماجد قبلہ قدس سرہٗ ہمارے حق میں دُعا فرماتے تھے۔ "یا اللہ"! انھیں پیغمبری علم نصیب کر"۔ آپ کی دُعا کی برکت سے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ہمیں وہ علم عطا فرمایا، کہ ہم قرآن مجید سے ہی سب کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ چنانچہ مسئلہ توحید کو ہم نے قرآن مجید سے ہی سمجھ لیا

ہم آجکل کے مولویوں کی بات پر خیال نہیں کرتے۔ ہم ان ظواہر کی باتیں نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے) ہم پر جو ظاہر کیا (اور جو سمجھا دیا) ہم اسی کو مانتے ہیں (اس کے غیر کو نہیں جانتے، اور نہیں مانتے۔

قرآن قیامت تک کے لئے | ہم کہا کرتے ہیں۔ کہ صرف قرآن ہی ہے جو قیامت تک، تمام عالم کے لئے نازل ہوا ہے۔ مگر علم قرآن (یعنی حقائق و معارف قرآن کا علم) ہر ایک کو نہیں دیا گیا ہے۔

آخری نبی اور آخری کتاب! | نبوت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو چکی، آپ خاتم النبیین ہیں اب قیامت تک آپ کے سوا کوئی نبی نہیں، اور قرآن کے سوا کوئی (الہٰی) کتاب نہیں!۔ مگر حق سبحانہ تعالیٰ کو منظور ہوا۔ کہ موجودہ صدی میں بھی امت مرحومہ کے حال پر رحم فرمائے۔

جب تک کہ یہ نبی اور یہ کتاب باقی ہے (اپنا اسم گرامی لیکر فرمایا) کہ ہمیں کوئی کتاب مت دکھاؤ۔ ہم بات سمجھ گئے، نبی صلعم کو پہچان لیا، اور کتاب کو جان لیا ہے۔

حدیث بخاری اور صحابی کے سامنے؟ | فرمایا "اگر ایک صحابی کے سامنے صحیح بخاری کی حدیث پیش کی جائے لیکن ان صحابی نے حضرت رسول مقبول صلعم کا عمل اس حدیث کے خلاف دیکھا ہو، تو وہ صحابی اس حدیث پر کبھی عمل نہ کریں گے۔

بعینہ یہ ہی میری حالت ہے، میرے بعض معاملات بہت پیچیدہ ہیں جو عام لوگوں کے فہم و ادراک سے بالاتر ہیں۔ اگر میں علمائے ظاہر کے کہنے پر عمل کرنا بھی چاہوں، تو میری روح مجھے جھٹلائے گی!

ایک بینا اور پانسو اندھے | تمثیلاً فرمایا "پانسو اندھوں میں اگر ایک بینا ہو۔ جو آفتاب کا طلوع ہونا دیکھ رہا ہو اگر اندھوں سے وہ یہ بات کہے کہ سورج نکل آیا۔ اور اندھے انکار کریں، اور کہیں کہ دن نہیں، رات ہے، تو کیا بینا اندھوں کی بات مانے گا؟۔ ہاں! جوں جوں آفتاب بلند ہو گا، اور حرارت آفتاب اندھوں میں موجودگی آفتاب کا احساس پیدا کرے گی۔ تب اندھے خود بول اٹھیں گے، ہاں ہاں (آفتاب نکل آیا) اب دن ہے! اندھوں کا دن کو رات کہنا، آنکھوں والے کے یقین کو زائل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ **بالیقین دیکھ رہا** ہے۔ اگر وہ اندھوں کی ہاں میں ہاں ملائے۔ اور اُن کی خاطر سے کہے (کہ دن نہیں رات ہے) تو اس کی روح اُسے جھٹلائے گی۔ کیونکہ وہ آفتاب کو یقینی طور سے "دیکھ" رہا ہے۔ (آج کل کے) علمائے ظواہر کے مقابلہ میں بس ایسا ہی حال میرا ہے۔

دلی را ولی می شناسد | نبوت اور ولایت کے تعلقات اور معاملات کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔ یہ راہ نہایت دشوار گذار ہے، رحمتِ حق جس کے شاملِ حال ہو۔ اُس کی اور بات ہے۔

نبوت کو نبی، اور ولایت کو ولی خوب جان سکتے ہیں۔ اگر انبیاء علیہم السلام پر ایک شخص بھی ایمان نہ لائے۔ تو کیا انھیں اپنی نبوت میں شک ہوگا؟ ہرگز نہ ہوگا۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی امت میں سے جن پر حق سبحانہ تعالیٰ کا فضل ہو جائے۔ اور خدا انھیں اپنا راستہ دکھائے۔ تو انھیں بھی کوئی شک وشبہ نہ ہوگا۔ (خواہ ایک شخص بھی اُن پر ارادت نہ لائے) مگر ہم کیا ہیں، ہم کیا ہیں؟ (تواضعًا ایسا فرماتے رہے)

الہامات فرمایا مجھے علم وہنر اور لیاقت کی قدر نہیں، اِس لئے کہ کسی ذی قدر چیز کی عزت اُس وقت نظر سے گر جاتی ہے، جبکہ اُس سے اعلیٰ پر نظر پڑے۔ اور اس سے اعلیٰ شے حاصل ہو جائے۔ مثلاً جس کسی کو اشرفی ملتی ہے، اُسے روپے کی قدر نہیں ہوتی، حالانکہ روپیہ، ذی قدر چیز ہے۔ جس کو کثرت سے روپیہ ملتا ہے۔ اُس کے نزدیک پیسہ قدر کی چیز نہیں رہتا۔

علم یقین انبیائے عظام، اور اولیائے کرام کو علم وہبی یعنی عطائی علم حاصل ہے۔ اِس کے مقابلہ میں علوم کسبی کی قدر نہیں ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی، کیا اُس وحی کے مقابلہ میں آپ دوسروں کے علم کسبی کو مانتے تھے؟۔ ہرگز نہیں مانتے تھے۔ بلکہ وحی کے خلاف ہر بات کو منسوخ فرما دیتے تھے۔

علم وہبی، وحی والہام ومکاشفہ، ومشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ جس کا اظہار انبیاء علیہم السلام کو واجب ہے، اور اولیائے کرام پر واجب نہیں ہے؟۔

علماء کو اِس بات کا شوق ہوتا ہے، کہ اپنے اعمال کو کتابوں کے موافق ثابت کریں، اور وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ اور میرا شوق یہ ہے، کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی رضا کے موافق ہوں۔

کتابوں سے ظن حاصل ہوتا ہے۔ علم یقین حاصل نہیں ہوتا "یقین"، رحمت حق اور صحبتِ پیر کامل کے بغیر ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔

آپ کے فرمودہ معارف و نکاتِ قرآن و حدیث شریف

راہ حق میں فدائے جان ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ۵ یعنی " جو نعمت کہ ہم نے تم کو دی ہے۔ اسے ہماری راہ میں خرچ کرو۔ قبل اسکے کہ موت آئے "۔
(انسان تو سر سے پاؤں تک نعمت خداوندی میں غرق ہے۔ پس) اس نعمت سے کون سی نعمت مراد ہے؟ (جسے اپنی راہ میں خرچ کرنے کا مومنین سے ارشاد ہوا ہے) مال و دولت اور روپیہ پیسہ تو راہِ خدا میں کفار بھی خرچ کرتے ہیں پس (مومنین سے) جس نعمت کے خرچ کرنے کو فرمایا گیا ہے، یہ وہی نعمت ہوگی۔ جو موت کے مقابلہ پر ہو۔ (اب غور کرنا چاہیئے کہ) موت کے مقابلہ پر جسے نعمت فرمایا ہے۔ وہ کیا چیز ہے۔ وہ حیات اور زندگانی ہے۔ جو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ " ہماری راہ میں (فنا ہو جاؤ) اپنی زندگی قربان کر دو، بیشتر اس کے کہ تمہیں موت آئے۔ ابمقتضائے حدیث شریف موتوا قبل ان تموتوا۔ مرنے سے پہلے مر جاؤ۔

فرمایا" آیۂ کریمہ کی یہ تفسیر کسی کتاب میں ہماری نظر سے نہیں گذری۔ یہ علم حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا!"

مرادِ ذکر کثیر ارشاد ہوا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا۔ اے ایمان والو! اللہ کا " ذکر کثیر" کرو۔ (اب غور کرو) نماز۔ روزہ، اور تمام فرائض کے لئے اللہ جل شانہٗ نے حد، اور وقت کو مقرر فرمایا ہے۔ مگر ذکر کے لئے کسی حد اور وقت کو مقرر نہیں فرمایا۔ بس ذکر کثیر کا ارشاد ہوا۔
ذکر کی تعریف کیا ہے؟ اور اس پر کثرت کا اطلاق کب ہوگا؟۔ واذکر اسم ربک (سورۂ مزمل) اپنے پروردگار کے نام کو (بکمال محویت) یاد کرو"۔ یہ تو ذکر کی تعریف ہوئی۔ اب اس پر " کثیر" کا اطلاق اسی وقت ہوگا جبکہ کوئی سانس ذکر (اور یاد الٰہی) سے خالی نہ جائے۔

ایک گھنٹہ میں ایک ہزار انسان (معمولی طور پر) ہر گھنٹہ میں ہزار بار سانس لیتا ہے۔ ۲۴ گھنٹے کے سانس ۲۴ ہزار ہوئے۔ پس" ذکر کثیر" کا مصداق اُس وقت صحیح ہوگا۔ جبکہ ہر سانس ذکر کے ساتھ جاری ہو۔ (کوئی سانس بھی ذکر سے خالی نہ جائے) اور یہ اس لئے کہ ظرف میں جب تک کہ مظروف کی جگہ باقی ہے۔ اس وقت تک یہ نہیں کہیں گے کہ ظرف پُر ہوگیا۔ جب کسی برتن میں اتنا پانی بھر دیا جائے کہ لبالب آجائے۔ اور پانی کی گنجایش نہ رہے تب اس (پانی پر)" ماء کثیر" کا اطلاق صحیح ہوگا۔ اِس طرح " ذکر کثیر" کا اطلاق اُس وقت ہوگا جب کہ کوئی سانس ذکر سے خالی نہ جائے۔ اور سدا پاس انفاس اور ذکر قلبی جاری رہے۔ پس حضرات صوفیائے کرام کا

ذکر قلبی اس آیہ کریمہ کے مطابق ہے۔

عبدالرسول ارشاد ہوا۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (یا نبی!) کہیئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہوا۔" اس آیت کریمہ میں لفظ عباد بہ صیغۂ جمع ارشاد فرمایا ہے جسکا مفرد عبد ہے۔ اور اس مفرد لفظ عبد کی دوسری جمع عبید بھی آتی ہے۔ مایبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید۔ (سورۂ ق رکوع ۲) نہیں بدلی جاتی بات میرے نزدیک اور نہیں میں ظلم کرنے والا بندوں پر"۔ اس آیت میں عبید کے معنے مخلوق خدا کے ہیں۔ اور لفظ عبد کے دو معنی ہیں۔ اوّل بندہ یعنی مخلوق خدا۔ دوم۔ بندہ، مملوک، معنی غلام، آیت قل یا عبادی الذین اسرفوا الخ میں معنی بندہ اور غلام، مملوک کے ہیں۔ تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمانا کہ یوں کہہ دیجئے یا عبادی یعنی اے میرے بندو! .... اس کا مطلب یہ ہوا کہ (اے ہمارے محبوبؐ) لوگوں کو اپنا بندہ کہہ کر مخاطب کیجئے!

پس جبکہ اس آیت سے انسان کا بندۂ رسول پکارا جانا صاف طور پر ثابت ہے تو پھر عبدالرسول اور عبدالنبی نام رکھنا بھی صحیح اور جائز ہے۔

مولانا روم کا استدلال مولانا روم نے بھی اس آیت سے یہ معنیٰ اخذ کئے ہیں ؎

جملہ عالم را بخواں قل یا عباد | بندۂ خود خواند احمد در رشاد
که منم بنده واو مولائے ماست! | پس روی من باین معنی گواست

محبت اہل بیت ارشاد ہوا:۔ قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودة فی القربیٰ۔ میں تم سے قرآن کی اجرت نہیں چاہتا مگر (اپنے) اہل بیت کی محبت چاہتا ہوں۔ پس آنحضرت صلعم کے اہل بیت سے محبت رکھنا اولین فرائض میں سے ہے۔ اگر اہل بیت سے محبت رکھنا شیعیت ہے۔ تو ہمیں اقرار ہے کہ سب سے پہلے ہم شیعہ ہیں۔ شیعہ اگر حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو برا نہ کہتے۔ تو وہ سب سے اچھے تھے۔ چونکہ وہ خلفائے راشدین (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم) کو برا کہتے ہیں، اس لئے ہم میں اور ان میں فرق ہے۔ ان کی حالت ایسی ہے، کہ دودھ تو ہے مگر اس میں موت (پیشاب) بھی ملا ہوا ہے۔

مقام بے نیازی فرمایا میرا دل کچھ دنوں سخت پریشان رہا۔ مگر یہ دنیاوی پریشانی نہ تھی، میرا خیال جب اس آیت پر پہنچا تو پریشانی فوراً جاتی رہی، (اور طمانیت وتسکین آگئی)۔ وہ آیت یہ ہے۔ حتّٰی اذا استایئس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا جاءھم نصرنا (سورۂ یوسف) میرے ذوق کے مطابق اس آیت کے

یہ معنے ہوئے کہ جب پیغمبران ہماری نصرت سے ناامید ہو گئے، اور کفار (منکرین و مخالفین) نے گمان کر لیا کہ پیغمبر لوگ مکذوب کئے گئے (یعنی اُن کے پروردگار نے وعدہ نصرت و حمایت، اُن سے جھوٹ کہا) تب ہماری نصرت اُن کے پاس آئی۔

واقعہ حضرت یونس علیہ السلام حضرت یونس علی نبینا و علیہ السلام نے بحکم خداوندی اپنی قوم سے کہا تھا کہ لوگ اب بھی ایمان نہ لائے تو چالیس دن کے اندر اندر، ان پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ انتالیس روز تک عذاب نہ آیا تو حضرت یونسؑ بایں خیال بستی کے باہر چلے گئے کہ اگر عذاب نہ آیا تو اب قوم مجھے زندہ نہ چھوڑیگی، مگر عذاب (وعدہ الٰہی کے مطابق) چالیسویں دن آگیا۔ قوم نے (علانیہ) توبہ کی اور حضرت یونسؑ پر ایمان لے آئی (آیا ہوا) عذاب الٰہی پلٹ گیا۔ (واضح ہو کہ) قوم یونسؑ کے سوا اور کسی قوم سے عذاب الٰہی آکر واپس نہیں ہوا ہے۔

حاضرین میں سے ایک شخص نے استفادۃً عرض کیا: "حضرت یونسؑ خدا کے پیغمبر تھے: خدا کے وعدہ پر انھیں کیوں اطمینان نہیں ہوا، کہ مایوس ہو کر بستی سے باہر چلے گئے؟

اللہ بے نیاز ہے ارشاد ہوا" ذات الٰہی بے نیاز ہے۔ کسی کام کو پورا کرنے پر مجبور نہیں ہے۔ اس کی شان مستغنی اور بے نیاز اور لاابالی ہے۔ جب اس کی صفتِ صمدیّت (بے نیازی) پر نظر جاتی ہے تو اُس وقت (احساس بندگی، اور عاجزی سے) مایوسی لاحق ہوتی ہے۔ البتہ یہ عادت اللہ ہے، کہ وہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ یہ اور بات ہے (یعنی بارگاہِ الٰہی کے مقربین کا شانِ بے نیازی سے خائف اور ترساں رہنا اپنے محل پر ہے۔ اور وعدۂ الٰہیہ کا کبھی خلاف نہ ہونا یہ اپنے محل پر ہے۔ دونوں باتیں الگ الگ ہیں)۔

واقعہ حُدیبیہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا، کہ متبعین آپ کے ساتھ ہیں اور سب کو ساتھ لے کر آپ حج عُمرہ کر رہے ہیں۔ اس خواب کو ظاہر کرنے کے بعد پندرہ سو آدمی ساتھ لے کر آپ نے حج عمرہ کا احرام باندھا۔ (اور روانہ ہوئے) حُدَیبیہ کے مقام پر کفار نے، آپ کے مکّہ جانے میں مزاحمت کی، آخر صلح اس پر قرار پائی کہ یہ ارادہ اس سال آپؐ ملتوی رکھیں۔ آیندہ سال ایک ہفتے کے لئے مکّہ آپ کی خاطر سے خالی کر دیا جائے گا۔ چنانچہ سب کے سب نے احرام توڑا اور واپس آگئے۔

بعض صحابہ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا، کہ حضورؐ نے فرمایا تھا، کہ حج عمرہ مکہ میں داخل ہو کر ہم سب ادا کریں گے۔ مگر ہم تو مکّہ میں داخل نہیں ہو سکے (اور واپس جا رہے ہیں)، آپؐ نے جواب دیا کہ "(حج عمرہ کا) ادا ہونا اسی سال میں تو ضروری نہیں، اگلے برس ادا ہوگا۔ (اور یہ ہو کر رہے گا کہ وعدۂ الٰہی ہے۔ اور اس سال ملتوی ہونا جس مصلحت سے ہے وہ ظاہر ہوئی جاتی ہے)۔

ایسا ہی بعض صحابہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبت میں عرض کیا۔ کہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا تھا، کہ حج عمرہ مکہ میں داخل ہو کر ہم سب ادا کریں گے۔ مگر ہم تو مکہ میں داخل نہ ہو سکے۔" اس کا بجنسہ وہ ہی جواب حضرت ابو بکر صدیق نے دیا۔ جو آنحضرت نے صحابہ کو دیا تھا، (حالانکہ اسوقت تک حضرت صدیق اکبر کو ظاہری طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس جواب کا کچھ علم نہ تھا) یہ بات، حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی کمال اتحاد اور فنا فی الرسول ہونے پر دال ہے، (سبحان اللہ کیا شان ہو صدیق اکبر کی) اگرچہ حدیث میں کوئی لفظ اِس معنی کا اس محل پر نہیں ہے۔ لیکن جواب حضرت ابو بکرؓ کے مقتضیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہو، کہ جب تک (عاشق) مرتبۂ فنائیت کو نہ پہنچے، وہی کلام کرنا، جو زبانِ پاک محبوب پر جاری ہوا ہو، ناممکن ہے۔

المختصر وعدۂ الٰہی پورا ہوا۔ اور اگلے برس آنحضرتؐ اور سب صحابہ نے حج عمرہ ادا کیا۔ اور صلح حُدیبیہ نے راہ اشاعت اسلام صاف کر دی۔ (اور ایک سال کے التوا میں جو مصلحتِ عظیمہ مخفی تھی بے نقاب ہو گئی)۔

قرآن مخلوق نہیں ہے | فرمایا "قرآن (یعنی کلام اللہ) مخلوق نہیں ہے۔ بلکہ امر الٰہی کی صفت ہے، قرآن کو جو مخلوق کہے گا۔ کافر ہو گا۔ اور روح بھی امر ربّی ہے اور امر بھی کلام (الٰہی) ہے تو (اس روح) کو مخلوق کیوں کہتے ہیں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ - فرمایا "یہ روح روح اضافی ہے جس کو مخلوق کہتے ہیں، مثلاً روح زید، روح خالد) اس ارشاد میں بعض لطیف انکشافات تھے۔ جو فہم عامہ سے بالاتر تھے۔ لہٰذا مختصر کیا گیا۔

معرفت روح | "من عرف نفسہ فقد عرف ربّہٗ" جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اُس نے اپنے پروردگار کو جانا۔ اس میں معرفتِ نفس سے مراد معرفتِ روح ہے۔ جب تک کہ معرفت نفس حاصل نہ ہوگی معرفتِ حق حاصل نہ ہوگی۔ اور نفس سے مراد وہ روح ہے۔ جو آیت قل الرّوح من امر ربی، اور آیت فنفخت فیہ من روحی میں، مذکور اور منسوب ہے۔ نہ کہ وہ روح جسمانی، جو حِسّ و حرکت کا سبب ہو، اور دل میں اور تمام اعضا، اور شرائین میں سرائت کئے ہوئے ہے، اور آنکھوں کو بینائی، اور کانوں کو شنوائی، اور تمام حواس میں ادراک، اور تمام اعضاء میں قوت کا فیضان کرتی ہے، اس کو روح حیوانی بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں تمام چوپائے اور تمام اشیائے جاندار شریک ہیں۔

یہ روحِ حیوانی مرنے سے فنا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ روح اخلاط اربعہ (چار خلطوں) کے بخارات کا نام ہے جو حرارت غریبیہ کی تائید سے پیدا ہوتی ہے۔ جن (اخلاط اربعہ) کے اعتدال پر مزاج معتدل اور جن کے بگڑ جانے سے مزاج غیر معتدل ہو جاتا ہے، اور اس طرح روح حیوانی کے فنا ہو جانے کے دو سبب ہیں۔ (۱) داخلی اور (۲) خارجی۔ داخلی سبب حیوان سے غذائے جسمانی کا منقطع ہو جانا ہے، جو روح حیوانی کو خراب، اور پھر فنا کر دیتا ہے۔ کیونکہ غذا اس کی بقا کا سبب ہے۔ جیسے کہ چراغ کے لئے تیل، اس لئے کہ

تیل کے ختم ہونے پر چراغ کا گل ہو جانا لازم ہے۔
خارجی سبب اس حیوان کا قتل اور ہلاکت ہے۔ جیسے کہ چراغ کو ہوا کے جھونکوں سے، یا پھونک مارکر ٹھنڈا کر دینا، اس کی روشنی کو فنا کر دیتا ہے۔
یہ ہی وہ روح حیوانی ہے، کہ جس کی تعدیل اور تقویت سے علم طب میں بحث کی جاتی ہے۔ یہ روح جسمانی امانت و معرفت الٰہی کا محل نہیں ہے۔ بلکہ امانت کی متحمل وہ روح ہے۔ جو خلاصۂ انسان اور حقیقت اصلیہ ہے جس کی طرف آیہ من امر ربی میں اشارہ ہے۔
یہ روح نہ مرتی ہے، نہ فنا ہوتی ہے، بلکہ (مومن کے) انتقال کے بعد سعادت کے ساتھ نعمت میں اور غیر مومن کے انتقال کے بعد شقاوت کے ساتھ بلا میں باقی رہتی ہے،
ایمان و معرفت کا محل یہ ہی روح ہے۔ اور ایمان و معرفت دونوں کے اس محل کو مٹی بھی نہیں چھوتی۔ شرع نے اس روح کی حقیقت بیان کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، اس لئے کہ اس راز کے انکشاف کا ہر شخص متحمل نہیں ہو سکتا۔ وَاللّٰہُ یَعلَمُ مَن یَّشَآءُ بِحَقِیقَتِہَا، اور اللہ جس کو چاہتا ہے، اس کی حقیقت سے خبردار کر دیتا ہے۔
رویت ہلال ایک زمانہ میں، اختلاف رویت ہندوستان میں بار بار ہوا۔ اور اختلافِ رویت کے سبب روزہ اور عید میں فرق اور اختلاف درمیان مسلمانان، ظہور میں آیا۔ لہٰذا عامۂ مسلمین کی خیر خواہی کی غرض سے آپ نے اس مسئلہ میں بھی وقتاً فوقتاً بہت ارشادات فرمائے۔
فرمایا۔ "نزہت المجالس میں ہے۔ خامس رمضان الماضی اول رمضان الاتی۔ وقد امتحنوا خمسین سنۃً فوجدوہ صحیحاً۔ (رمضانِ گذشتہ کی پانچویں (جس دن ہو) رمضان آیندہ کی پہلی (اسی دن ہوگی) اور اس کا امتحان پچاس برس کیا گیا۔ صحیح پایا۔
عبدالرحمٰن صفوری کی کتاب "منتخب النفائس" میں لکھا ہے۔ کہ سیدنا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے، کہ رمضان (حال) کی پانچویں تاریخ کو آنے والے رمضان کی پہلی تاریخ ہوگی۔
اس کا انھوں نے تجربہ بھی فرمایا ہے جسے درست پایا۔
اسی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حساب کے سبب، مجھ سے شب قدر کبھی فوت نہیں ہوئی۔ جب سے کہ میں بالغ ہوا ہوں۔
ارشاد فرمایا۔ میرے استاد مولانا عبدالحی صاحب مرحوم فرنگی محلی لکھنوی نے ایک کتاب میں لکھا ہے کہ "میں نے سالہا سال اس کا تجربہ کیا اور اسے درست پایا ہے"

فرمایا:" میں نے خود بھی ایک عرصہ دراز سے اسکا تجربہ کیا ہے، اور اسے درست پایا ہے۔"

یوم صوم یوم نحر قول "یوم صومکم یوم نحرکم" (تمہارے رمضان کا پہلا دن، دسویں ذی الحجہ کا دن ہوگا) حجاز و ممالک اسلامیہ میں زبانِ زد خاص و عام ہے، اِسی حساب کی وجہ سے حج اکبر (حج یوم الجمعہ) کا تقرر بہت پہلے سے کر دیا جاتا ہے۔ (موجودہ حکومتِ نجدیہ سعودیہ نے بھی ۱۳۵۰ھ کے حج اکبر کے لئے اس قاعدہ پر عمل کیا اور مہینوں پہلے حج اکبر کا اعلان کر دیا۔)

اقسام رویت ہلال ارشاد فرمایا۔ رویت ہلال دو طرح کی ہوتی ہے۔ قمر متوالی، اور قمر غیر متوالی۔

قمر متوالی، قمر غیر متوالی اوّل الذکر وہ رویت ہے کہ چاند پے در پے ۲۹۔ ۲۹ یا پیاپے ۳۰، ۳۰ کے ہوں ثانی الذکر وہ رویت ہے کہ ایک چاند ۲۹ کا اور دوسرا ۳۰ کا ہو، اگر دو چاند ۳۰، ۳۰ کے ہوں، تو تیسرا چاند ضرور ۲۹ کا ہوگا۔ اگر تین چاند متواتر ۲۹، ۲۹ کے ہوں تو چوتھا چاند ۳۰ کا ہوگا، تین چاند متواتر ۳۰، ۳۰ کے اور چار چاند متواتر ۲۹، ۲۹ کے نہیں ہوتے۔

قاعدہ رویت ہلال فرمایا۔ کہ اسلام کے بزرگانِ اوّلین نے (اشارہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف تھا) رویت ہلال کے اختلاف کو دور کرنے کی طرف خیال فرمایا، اور یہ قاعدہ مقرر کر گئے۔ کہ رمضان کی پہلی ذوالحجہ کی دسویں ہوگی، اور شوال کی پہلی تاریخ جس دن ہوگی اُسی دن محرم کا عشرہ ہوگا۔ اور گذشتہ رمضان کی پانچویں تاریخ کا روز آیندہ رمضان کی پہلی تاریخ کا دن ہوگا۔ (اور رجب کی چوتھی، رمضان کی پہلی، یہ بھی مشہور رہے)۔

رفع اختلاف مسلمین ارشاد فرمایا:" رویت ہلال کے متعلق (یوم صومکم یوم نحرکم) کے قاعدہ پر اگر عمل کیا جائے تو شاید رویتِ ہلال کے اختلافات کے بارہ میں بہت آسانی پیدا ہو جائے گی۔

جھگڑے سے احتراز لیکن جو لوگ اس قاعدہ کو تسلیم نہ کریں (بلکہ اصرار کریں کہ صرف چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھیں گے وغیرہ) اُن سے جھگڑا ہرگز نہ کیا جائے۔ (کہ امتِ مرحومہ میں کسی جھگڑے اور فتنے کو گوارا کرنا خلافِ سنت نبوی ہے)۔

ترک مستحبات چنانچہ بعض دفعہ امور مستحبہ چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ اُسوقت جبکہ خوف لوگوں کے اعتقاد بگڑ جانے (اور فتنہ پیدا ہونے) کا ہو۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول مقبول صلعم نے اُمّ المومنین حضرت بی بی عائشہؓ سے فرمایا:" اے عائشہؓ! اگر تیرے خاندان میں جدید الاسلام (نو مسلم) نہ ہوتے۔ تو میں یہ کرتا کہ میں بیت اللہ کے دو دروازے بنوا دیتا۔ اور موجودہ دروازہ کو توڑ کر بڑا کر دیتا" (تاکہ لوگوں کو آسانی ہوتی) ارشاد فرمایا:" حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر اس کام کا سر انجام فرماتے۔ تو بعض (جدید الاسلام)

مرتد ہو جاتے۔ اور کہتے کہ آپ نے خدا کا گھر توڑ ڈالا۔ (کعبہ کا احترام اہلِ حجاز میں متوارث چلا آتا تھا) اِس خوف سے آپ نے سر دست اِس کا (ارادہ) ترک فرمایا۔

ترکِ مہم بخوف اہم اس مسئلہ کو (شریعت میں) اہم ومہم اور ترک مہم بخوف اہم کہتے ہیں جس پر اور بہت سے مسئلے تفریع کئے گئے ہیں (اور فقہاء نے ترک مہم بخوف اہم کے باب باندھے ہیں)۔

ارادہ توسیع کعبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر اسلام کو قوت حاصل ہوئی۔ تو بشرط زیست اس کام کو پورا کروں گا"

حجۃ الوداع اور غلطیوں کی معافی عام فرمایا۔ احکام شرع میں حضرت رسول مقبول صلعم کی طبیعت سہولت پسند تھی (شدت پسند نہ تھی) حجۃ الوداع (آپ کے آخری حج) میں آپ کے ساتھ بہ اختلاف روایات ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمی تھے۔ احرام اور امورِ حج میں لوگوں سے بکثرت غلطیاں ہوئیں۔ اور حج سے فارغ ہونے پر لوگوں نے آپ کے روبرو اپنی غلطیاں ظاہر کیں۔ آپ یہی فرماتے رہے کہ لاحرج لک، لاحرج لک، تیرے لئے کوئی حرج نہیں، تیرے لئے کوئی حرج نہیں ہے۔ (باتباع حضرت رسول خدا صلعم) حضرات مشائخ رح نے مخلوق کے ساتھ سہولت، اور نرمی، اور شفقت کا برتاؤ فرمایا ہے، ہمیں بھی تشدد پسند نہیں ہے!"

ارتداد مراد آباد (چاٹگام) کے مولوی عبدالحمید ایک بار خدمت میں آئے، اُن سے ارتداد وعدم ارتداد کے متعلق گفتگو فرمائی۔ اور دریافت فرمایا۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد، کیا بعض لوگ مرتد ہو گئے تھے؟ مولوی صاحب نے جواب اثبات میں دیا اسکے بعد آپ نے حضرات خلفائے راشدین اور صحابائے کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے نام لیکر پوچھا کہ یہ لوگ کیوں مرتد نہ ہوئے انہوں نے کہا کہ ان میں نور ایمان وثوق کیساتھ تھا اسلئے مرتد نہ ہوئے۔ فرمایا "تم نے کتابوں میں لفظ وثوق دیکھا ہے۔ کیا مجھے مغالطہ دینا چاہتے ہو صحبتِ رسول پانے میں دونوں فریق برابر تھے، ایک فریق میں نور ایمان کا "وثوق" کے ساتھ نہ پایا جانا، یہ کیوں ہے؟ اس سے ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے۔ جو تمہارے اہل منطق کے نزدیک بھی جائز نہیں۔

مولوی صاحب سے کوئی جواب بن نہ پڑا ساکت ہو گئے۔ پھر آپ نے بہ آواز بلند فرمایا "یہ کہو کہ فریق مرتدین میں ارتداد کا مادہ ازلی تھا، مادۂ ازلی سبقت کر گیا۔ پس جو لوگ کہ مرتد ازلی ہیں اُنھیں رسول مقبول کی صحبت کیا فائدہ دیگی؟" مولوی صاحب نے اِس جواب کی تحسین کی۔

کتب احادیث کلام مجید کے سوا کوئی کتاب سہو وخطا سے خالی نہیں ہے، کیونکہ بندہ بشر ہے (اور بشر سہو وخطا سے معصوم نہیں ہے)۔ بخاری کی نسبت کہا جاتا ہے اصح الکتاب، بعد کتاب اللہ (کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب ہے) مگر بخاری ومسلم کی روایات قیل وقال سے بالکل سالم ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔

شرح نخبۃ الفکر میں لکھا ہے: "ان الرجال الذین تکلم فیہم من رجال مسلم، اکثر عددا من الرجال الذین تکلم فیہم من رجال البخاری" یعنی مسلم کے جن راویوں کے (ضعف وسقم) پر

کلام کیا گیا ہے۔ وہ باعتبار عدد کے زیادہ ہیں۔ بخاری کے اُن راویوں سے جن پر کلام کیا گیا ہے۔ یعنی اگرچہ بخاری کے راویوں پر نسبتۃً کم کلام کیا گیا ہے، مگر کیا تو گیا ہے)۔

اِس مقام پر ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے۔ فان الذین انفردا البخاری بھم اربعمائۃ وخمسۃ وثلاثون رجلا والمتکلم فیہم بالضعف نحو من ثمانین رجالا والذین انفرد بھم مسلم ستمائۃ وعشرون رجلا والمتکلم فیہ منہم مائۃ وستون رجلا علی فی شرح الغیۃ العراقیۃ علی الضعف کذا ذکرہ البخاری۔

راویان بخاری و مسلم یعنی جن لوگوں سے صرف امام بخاری نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ وہ چار سو پینتیس [۴۳۵] آدمی ہیں۔ جن میں ضعیف راوی اسّی کے قریب ہیں۔ اور جن راویوں سے امام مسلم نے روایت کی ہے۔ وہ چھ سو بیس [۶۲۰] اشخاص ہیں۔ جن میں ضعیف راوی ایک سو ساٹھ [۱۶۰] اشخاص ہیں جو بخاری کے کمزور راویوں اور کمزور روایتوں سے دگنے ہیں۔ امام سخاوی نے الفیہ عراقیہؒ کی شرح میں اسی طرح ذکر کیا ہے (انتہے)

(یہ حدیث کی کتابوں کا ذکر تھا، کہ جن میں، خود محدثین کو ضعیف روایتوں کا کسی میں کم کسی میں زیادہ ہونا تسلیم ہے۔ اب فقہ کی کتابوں کا حال دیکھئے)

فقہ کی مستند کتابوں، مثلاً شامی اور ہدایہ کے بعض مقامات میں مسامحت ہے۔

حقہ نوشی اور فقہاء مثلاً شامی کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ حقہ نوشی کے ساتھ بِسمِ اللہ کہنی مکروہ ہے۔ مگر اسی شامی کے دوسرے مقام کتاب الاشربہ میں لکھا ہے۔" تمباکو کا استعمال میری تحقیق سے جائز اور مباح ہے، میرے بزرگوں کا (اگرچہ) اس پر تعامل نہیں ہے۔ مگر میری تحقیق سے جو ثابت ہوا وہ یہی کہ تمباکو کا استعمال مباح ہے" اب حسب قاعدۂ اصول۔ اس امر مباح پر بسم اللہ کہنی بھی مباح ہوگی۔ نہ کہ مکروہ۔

اصول یہ ہے کہ امر حرام (مثلاً زنا، و شراب) پر بِسمِ اللہ کہنی حرام ہے۔ اور مکروہ پر مکروہ، اور فرض و واجب پر فرض و واجب، اور مباح و مستحب پر مباح و مستحب۔

پس اصول کے اس قاعدہ کے مطابق تمباکو پر بسم اللہ کا کہنا مباح ہوگا۔ مکروہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

صاحب شامی کے اِس تسامح کا ماخذ یہ ہے کہ اپنے خاندان کی بڑی بڑی کتابیں اُن کے پیش نظر تھیں، اُن کے کسی بزرگ نے تمباکو کی نسبت لکھا کہ مکروہ ہے، اُن کے نزدیک اس پر بسم اللہ کہنی بھی مکروہ تھی۔ پس انھوں نے یہ مسئلہ تو لے لیا کہ تمباکو پر بسم اللہ کہنا مکروہ ہے۔ مگر یہ یاد نہ رہا کہ پہلے خود ہی تمباکو کو مباح لکھ چکا ہوں، اس لئے یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ استعمال تمباکو پر بسم اللہ کا پڑھنا مکروہ ہے۔ اُن کے اِس تسامح کا سبب اُن کا سہو حفظ تھا۔

اِسی طرح ہدایہ کے قول کلّ لھو حرامٌ پر کلام ہے۔ (آج کل کے مولوی صاحبان اِسی قسم کے اقوال فقہاء سے استدلال کرتے اور حضراتِ صوفیاء کے سماع کو حرام قرار دیتے ہیں۔ مگر اکابر فقہاء میں سے صاحب

ردالمحتار نے اسکا رد کیا ہے اور سماع حضراتِ صوفیاء کے قائل ہوئے ہیں۔

جواز سماع شامی میں | علامہ شامی کا قول ردالمحتار جلد خامس کے صفحہ ۳۴۳ میں ہے، کہ ان آلات مزامیر پر حکم لہو ولعب اور حرمت کا جاری نہ ہوگا۔ جن پر سادات صوفیاء نے گانا سنا ہے۔ (علامہ شامی کا یہ قول بلفظہ اوراق گذشتہ میں لکھا گیا ہے)۔

سیدنا حضرت فخر العارفینؒ کے فتاوے اور بعض وہ ارشادات جن سے احکامی مسائل ثابت ہیں

استفتاء | یہ فتویٰ فارسی میں ہے، ذیل میں صرف اردو ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

لفظ "علیہ السلام" آئمہ اہل بیت کی شان میں | ما قولکم رحمکم اللہ۔ اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین کے اکثر شجراتِ طیبات میں لفظ علیہ السلام ائمہ اہل بیت کی شان میں بالاستقلال لکھا جاتا ہے، اس کے جواز کی سند کتب معتبرۂ اہل سنت میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب | اس کے جواز کی سندیں اہل سنت والجماعت کی معتبر کتابوں میں بہت ہیں۔ جیسا کہ ابوداؤد کے باب میں "مقتدیوں کے انتظار امام میں بیٹھے رہنے" کے بارہ میں لکھا ہے کہ "علی ابن طالب علیہ السلام سے روایت ہے" (یعنی حضرت علی کی شان میں لفظ علیہ السلام کو ابوداؤدؒ نے تحریر کیا ہے، اسی طرح ابوداؤد کے دوسرے باب میں جو "چوٹی دار بال لے کر نماز پڑھنے" کے بارہ میں ہے۔ لکھا ہے "مَرَّ بِحسن ابن علی علیہما السلام!" (یعنی حضرات حسن وعلی دونوں کی شان میں لفظ علیہم السلام لکھا ہے۔ (اسی کے ساتھ) بخاری اور بخاری کی شرحوں میں لفظ علیہ السلام شان اہل بیت میں لکھا گیا ہے۔ اور تفسیر کبیر میں اللہ تعالیٰ کے قول ویطعمون الطعام الآیۃ۔ کے تحت میں لکھا ہے کہ "یہ آیت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے!" اور اسی آیت کے تحت میں ان الحسن والحسین علیہما السلام بھی لکھا ہے۔ اور حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تو غیر اہل بیت کی شان میں بھی اس لفظ کا اطلاق فرمایا ہے جیسے کہ مجالس ستین میں آسیہ علیہا السلام فرمایا۔ اور بہجۃ الاسرار میں، حضرت غوث الثقلین کی زبان سے نقل کیا گیا ہے (کہ آپؒ نے) اولیائے کبار میں سے ایک بزرگ کی شان میں (فرمایا) ھو من رجال الغیب السیارۃ علیھم سلام اللہ" اور قلائد الجواہر فی مناقب سیدنا عبدالقادرؒ میں لکھا ہے "الشیخ محی الدین سلام اللہ علیہ" اور اس طرح کی مثالیں حدیث اور

تفسیر وغیرہ کی کتابوں میں بہت ہیں۔ جیسا کہ ناظرین پر مخفی نہیں ہے۔ اور مدارج النبوۃ میں نقل ہے کہ ؛" قدیم کتابوں میں اہل بیت نیز ازواج مطہرات کی شان میں لفظ علیہ السلام دیکھا جاتا ہے۔ اور غیر انبیاء پر لفظ علیہ السلام کے جواز وعدم جواز میں ائمہ مجتہدین سے کوئی روایت نہیں پائی جاتی۔ جیسے کہ (غیر انبیاء پر لفظ) صلوٰۃ (کے عدم جواز میں (روایت) پائی جاتی ہے۔ باوجودیکہ زمان آئمہ مجتہدین میں اہل بیت نبوت پر شیعہ اصالتہً صلوٰۃ بھی بھیجتے تھے اور سلام بھی بھیجتے تھے۔ ائمہ مجتہدین نے صلوٰۃ کی تو ممانعت کی، مگر سلام کی نہیں کی) اور متاخرین میں علمائے شافعیہ سے امام الحرمین کے والد شیخ ابو محمد جوینی نے کہا ہے کہ " سلام بمعنی صلوٰۃ کے ہے۔ تو غائب پر لفظ سلام کا استعمال نہ کیا جائے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے سوا دوسرے کے لئے لفظ سلام تنہا نہ لایا جائے گا۔ اور علی علیہ السلام نہ کہا جائیگا۔ اور اس میں احیاء واموات برابر ہیں۔ لیکن حاضر پر لفظ سلام بولا جا سکتا ہے اس طرح کہ السلام علیک یا سلامٌ علیک، اور اس پر سب کا اجماع ہے۔ جیسے کہ رد المحتار وغیرہ میں ہے"۔

مگر ابو محمد جوینی (شافعی) کا یہ کلام تین وجہوں سے صحیح نہیں ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ سلام کے مواقع میں لفظ صلوٰۃ کا استعمال (جسے ابو محمد جوینی) نے "بالاتفاق ناجائز" کہا ہے، بہ شان ترادف سے بعید ہے (یعنی لفظ صلوٰۃ اور اور لفظ سلام ایک معنی سے مستعمل نہیں ہے۔ جیسے ابو محمد جوینی نے خیال کیا) دوسری وجہ یہ ہے، کہ جوینی کا یہ قول کہ غائب پر لفظ سلام استعمال نہ کیا جائے صحیح نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں غائب کے سلام کے جواب میں لفظ علیہ السلام آیا ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ جوینی کا یہ کہنا کہ (غائب پر لفظ سلام کے عدم جواز پر) سب کا اجماع ہے یہ بھی صحیح نہیں۔ جیسے کہ علامہ سخاوی نے قول البدیع فی صلوٰۃ علی الحبیب الشفیع میں نقل کی ہے، کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ کہ لفظ سلام آیا صلوٰۃ کے ہم معنیٰ ہے یا نہیں ؟ جنہوں نے سلام وصلوٰۃ کو ہم معنی سمجھا ہے انھوں نے جناب علیؓ کی شان میں علیہ السلام کہنا ناجائز سمجھا۔ اور انھیں میں ابو محمد جوینی ہیں۔ جنہوں نے جناب علیؓ کی شان میں علیہ السلام کہنے کو منع کیا۔ اور دوسرے فریق نے سلام وصلوٰۃ کو ہم معنے نہیں کہا۔ اس لئے کہ سلام مومن، زندہ، ومردہ، غائب، وحاضر (سب) کے لئے مشروع، اور اہل اسلام کا تحیۃ ہے، بہ خلاف صلوٰۃ۔ کیونکہ صلوٰۃ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق سے ہے۔ اسی لئے نمازی التحیات میں السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام کہتا ہے اور الصلوٰۃ علینا۔ ہم پر صلوٰۃ ہو" نہیں کہتا۔ بس للہ الحمد فرق معلوم ہو گیا۔

اور ملا علی قاری نے فقہ اکبر کی شرح خلاصہ سے یونہی نقل کیا ہے کہ " اجناس میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک انبیاء اور ملائکہ کے علاوہ غیر پر صلوٰۃ نہ بھیجے۔ اور ابو علی جس نے انبیاء وملائکہ کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ بھیجا وہ غالی شیعوں میں سے ہے۔ جنھیں ہم رافضی کہتے ہیں"۔

مفہوم اِس عبارت کا یہ ہے کہ سلام کا حکم صلوٰۃ کی طرح نہیں کہ شاید اس کی یہ وجہ ہو۔ کہ سلام اہل اسلام کا تحیۃ ہے۔ اور السلام علیہ اور علیہ السلام میں کچھ فرق نہیں۔ پس یہ ہو سکتا ہے کہ علی علیہ السلام کہنا شعار اہل بدعت سے ہو۔ پس لازمی طور سے کہنا مستحسن نہ ہوگا" اور رد المحتار میں کہا کہ "اہل بدعت کے ساتھ تشابہ ہمارے نزدیک بھی مکروہ ہے۔ لیکن مطلق تشابہ نہیں۔ بلکہ امر مذموم اور جس میں تشابہ مقصود ہو، منع ہے!" اور مجموعہ فتاویٰ عزیزیہ (شاہ عبد العزیز صاحب۔ دہلوی) میں لکھا ہے "علیہ السلام حضرت امیر المومنین اور حضرت سیدۃ النساء اور جناب حسنین اور دوسرے آئمہ رضی اللہ عنہم کے حق میں مذکور ہے، لیکن اہل سنت کا مذہب یہ ہی ہے کہ لفظ صلوٰۃ مستقلاً غیر انبیاء پر درست نہیں۔ اور سلام غیر انبیاء پر بولا جا سکتا ہے۔ اور اس کی سند یہ ہے کہ اہل سنت کی قدیم کتابوں خصوصاً ابو داؤد و بخاری میں حضرت علی و حضرات حسنین و حضرت فاطمہ اور حضرت خدیجہ اور حضرت عباس کے ذکر کے بعد لفظ علیہ السلام مذکور ہے۔ ہاں ماوراء النہر کے متقشفین علما نے شیعوں کے مشابہ ہونے کی وجہ سے منع لکھ دیا ہے۔ لیکن امر خیر میں بروں کے ساتھ تشبہ ہونے کی وجہ سے ممنوع نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے لوگوں کو الزام دینے کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ اصول حنفیہ کی پہلی کتاب شاشی کے خطبہ میں بعد حمد و صلوٰۃ کہا ہے۔ کہ "السلام الی حنفیۃ واحبابہ" اور یہ امر ظاہر ہے کہ جن حضرات کے اسماء مرقوم ہوئے۔ امام اعظم کے رتبے سے کم نہیں۔ پس ان کے نزدیک بھی ان بزرگوں پر لفظ سلام بولنا جائز ہے۔ اس کے علاوہ حدیث شریف میں بھی غیر انبیاء پر علیہم السلام کی تجویز آئی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ "علیہ السلام بلا تخصیص مردوں کا تحیۃ ہے!"

اور قرآن مجید میں ہے۔ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اِس آیت میں تو انبیاء کی تخصیص نہیں ہے (تمام برگزیدہ بندوں پر سلام ہے) اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ طٰہٰ میں والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ بے تخصیص انبیاء فرمایا ہے۔

اور قول البدیع میں وارد ہے کہ "عبد الرحمٰن ابن مہدی نے کہا کہ رسول اللہ کی شان میں صلی اللہ علیہ وسلم کہے۔ علیہ السلام نہ کہے۔ اس لئے کہ علیہ السلام مُردوں کا تحیۃ ہے، جس کی ابن بشکوال وغیرہ نے روایت کی ہے!" اور قبل ازیں معلوم ہو چکا۔ کہ (غیر انبیاء کے لئے علیہ السلام کہنے کی) یہ بحث متقدمین میں نہ تھی۔ بلکہ متاخرین میں ہے۔ لہٰذا دلائل مجوزین زیادہ قوی، اور اولیٰ ہیں۔ اس لئے کہ متقدمین اور ان کی کتابوں میں ایسے علماء پائے جاتے ہیں۔ جو آئمہ اہل بیت کی شان میں لفظ علیہ السلام کہنا جائز رکھتے ہیں۔ پس شجرۂ طیبہ اور دیگر آثار بزرگان دین میں اولیٰ وانسب یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے تغیر و تبدل نہ کرے۔ بلکہ ارباب طریقت کے نزدیک یہ امر واجب کی طرح ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ متقدمین پیران طریقت نے شجرۂ طیبہ (شجرۂ شریف) کو اسی روش پر پایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(آپؒ کے دستخط مبارک)

اس فتوے پر فرنگی محل لکھنؤ کے چار علماء کے، اور غازی پور کے تیرہ۔ اور عظیم آباد کے اٹھارہ۔ اور کلکتہ کے ۳۲ علماء۔ اور چاٹگام کے ۵۶ علماء کے دستخط ہیں جنھوں نے ہمارے حضرت قبلہ کے اس فتوے کی تحسین و تصویب و تائید کی۔

آپ کے بہت سے فتاوے

مختلف مسائل پر، اسی طرح مدلل اور جامع و مانع ہیں، جو قلم مبارک سے نکلے جنھوں نے علماء کو آپ کے علم وفضل کا معترف بنایا۔

دستور مبارک فتووں کے بارہ میں یہی رہا۔ کہ کوئی نقل نہیں رکھی جاتی۔ قلم برداشتہ تحریر فرمادئے جاتے اور سائلوں کے حوالہ کردئے جاتے۔ کوشش کی گئی مگر اُن کا کوئی معتدبہ حصہ میسر نہ آیا۔ تاہم حضور کے بعض فتوے جو نصیب ہوسکے وہ یہ ہیں۔

حکم طاعون طاعون کے بارہ میں غازی پور کے مریدین نے آپ کی خدمت میں تار بھیجا کہ "شہر میں طاعون ہے۔ شہر خالی ہوگیا۔ آج مولوی ابوالخیر بھی چلے گئے۔ ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

جواب عطا ہوا "تم لوگوں کو ہر چہار طرف جانے کی اجازت ہے، جہاں چاہو جا سکتے ہو!"

حاضرین دربار شریف سے وضاحتہً ارشاد فرمایا "جہاں طاعون ہو، وہاں جانا نہیں چاہیئے۔ اور جہاں طاعون ہو وہاں سے دوسری جگہ نہ جانا چاہیئے۔ لیکن جب اور لوگ چلے جائیں اُسوقت جاسکتے ہیں"۔

افیون بطور دوا عرض کی گئی۔ کہ "اگر کسی دوا میں افیون شامل ہو۔ تو اُس دوا کا استعمال جائز ہوگا یا نہ ہوگا"۔

فرمایا "مُسکر سیال شے مثل شراب، قاطبۃً اور قطعاً حرام ہے، مُسکر غیر سیال جیسے کہ افیون ہے، قدر سُکر پر، اگر نہ پہنچے۔ تو دوا، کھانی جائز ہے، (قدر سُکر پر وہ بھی حرام ہے) اور یہ استعمال افیون خواہ منفرداً (تنہا) ہو۔ خواہ مرکبًا (دوسری چیزوں میں ملاکر) ہو (ہرحال میں)، جائز ہے۔ مگر افیون پانی میں گھول کر استعمال نہ کی جائے (کہ پھر اس کے لئے مسکر غیر سیال کا حکم باقی نہ رہے گا)۔

جماعتِ ثانیہ اور علم غیب خادم علی صاحب نے عرض کی کہ "میرے بھتیجے مولوی عبدالحمید سند دیوبند "جماعۃ ثانیہ" کو ناجائز کہتے ہیں۔ اور آنحضرت ؐ کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے بارہ میں کیا ارشاد ہے؟"

فرمایا بیت اللہ شریف میں چار مصلّے ہیں (صدیوں سے بالاتفاق جمہور علماء نے انھیں جائز رکھا ہے) شافعی مصلّے پر جب نماز ہوجاتی ہے، تو پھر اُس کے بعد دوسرے مصلوں پر یکے بعد دیگرے نماز ہوا کرتی ہے۔ جب کعبۂ شریف میں جماعت ثانیہ جائز ہوئی تو اور مسجدوں میں "جماعۃ ثانیہ" بطریق اولیٰ جائز ہے۔ جماعۃ ثانیہ کے لئے البتہ جگہ کی تبدیلی ضروری ہے۔ دوسری جماعت کا امام پہلے امام کے مقام پر کھڑا نہ ہو۔

علم غیب کے بارہ میں ارشاد ہوا" مشکوٰۃ کی کتاب الایمان فصلِ اوّل میں حدیث جبریل علیہ السلام حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب تشریف فرما تھے۔ کہ ایک بدوی صورت کے شخص آئے۔ اور انھوں نے رسول اللہ صلعم سے سوالات کئے۔ اور آپؐ نے جوابات دیئے۔ جب وہ بدوی (جو درحقیقت حضرت جبریل علیہ السلام تھے) چلے گئے۔ تو آپؐ نے صحابہ سے پوچھا، تم جانتے ہو کہ یہ کون شخص تھے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اللہ کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں)

قاعدہ یہ ہے کہ واو حرف عطف، اللہ ورسولہ معطوف اور معطوف علیہ کا حکم ایک ہوتا ہے گویا حضرات صحابہ نے بالاتفاق" زیادہ جاننے والے" کی نسبت جس طرح اللہ کی ذات پاک کی طرف کی۔ اسی طرح، رسول مقبول کی ذات مقدس کی طرف نسبت کی۔

پس اس مسئلہ میں ہمارا وہ ہی اعتقاد ہے، جو صحابائے کرام کا تھا!۔

زیارت قبر | سائل نے عرض کی، معترضین کہتے ہیں کہ زیارت کے وقت رو بقبلہ ہو کر زیارت کرنے والے کھڑے نہیں ہوتے۔ بلکہ رُو بہ مزار، اور پشت بہ جانب قبلہ، اس ہیئت سے کھڑے ہوتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟۔

ارشاد ہوا" نماز کا قبلہ بیت اللہ (کعبہ مکرمہ) ہے، اور دعا کا قبلہ وقت دُعا آسمان ہے۔ نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہونے کا حکم ہے، اور دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھانے کا کسی سمت خاص کی قید نہیں۔ لہذا جائز ہے۔ البتہ زیارت قبر کے آداب سے یہ ہے کہ زیارت کرنے والا صاحب مزار کے داہنی طرف کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھے۔

پہلوانوں کی کشتی کا حکم | فرمایا" بعض علماء کشتی کو حرام بتاتے ہیں۔ اور زانو کے اوپر کپڑا چڑھانے والے، اور کاچھا مارنے کو، تارک فرض اور فاسق خیال کرتے ہیں۔ اُن کے خیال سے تو شاید ہی کوئی ہوگا۔ جو فسق سے بچا ہو۔ اگر ران کا کھولنا موجب حرمت وفسق ہے، تو کاشتکاروں کا ہل جوتنا۔ مچھلی کا تالاب میں گھس کر شکار کرنا، اس ملک کے رواج کے مطابق یہ کام، اور ان کے مثل جو کام ہیں وہ سب کے سب لوگوں کے لئے حرام ہو جائیں گے۔ اِس لئے کہ اِن حالتوں میں لوگوں کی پوری رانیں کھل جاتی ہیں۔ شاید معترضین یہ نہیں جانتے کہ ستر کی فرضیت میں کتنے مذاہب ہیں؟"

فرمایا" ستر میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک مرد کے لئے ناف سے گھٹنے تک ستر ہے۔ اور امام شافعی فخذ (ران) تک ستر میں شمار کرتے ہیں گھٹنے کو شمار نہیں کرتے۔ اور امام مالک محض الیتین (چوتڑ) اور سبیلتین، کو ستر کہتے ہیں۔ ران اور گھٹنے ان کے نزدیک ستر میں داخل نہیں ہیں۔

پس ران اور گھٹنے کا ستر ہونا مختلف فیہ ہوا۔ اور مذہب امام مالکؒ یعنی چوتڑ وغیرہ کا ستر ہونا متفق علیہ ہوا

(لہٰذا) متفق علیہ پر، عوام کی رفتار کافی ہے، مختلف فیہ پر خواص عمل کریں گے۔ جیسے کہ علما اور صلحا۔ ورنہ ران کھولنے سے اگر آدمی فاسق ہو جاتے۔ تو شافعی اور حنبلی مذہب کے لوگ اور خود امامین بھی فاسق ہو جائیں گے (معاذ اللہ) ایسے مختلف فیہ مسائل میں کسی کو جھٹ فاسق کہدینا ٹھیک نہیں ہے۔

کشتی کا جواز حدیث سے | حدیث میں آیا ہے کہ ایک زبردست پہلوان تھا، اس نے حضرت رسول مقبول صلعم سے شرط کی کہ اگر آپ نے اُسے کشتی میں زیر کر لیا۔ تو وہ ایمان لے آئے گا۔ آنحضرت صلعم نے اُس سے کشتی کی۔ اور آپ نے کئی دفعہ اُسے پچھاڑا اور زیر کیا۔

متفق علیہ اور مختلف فیہ مسئلے | فرمایا: "شریعت میں دو قسم کے مسائل ہیں (۱) متفق علیہ (۲) مختلف فیہ مسائل متفق علیہ وہ ہیں کہ جن کے سب دلائل یک طرفہ ہوتے ہیں۔ یعنی جملہ، دلائل سے ایک ہی حکم ثابت ہوتا ہے مثلاً فرضیت صوم و صلوٰۃ کیلئے جسقدر احکام ہیں اُنسے فرضیت ہی ثابت ہوتی ہے عدم فرضیت نہیں۔ اسی طرح حرمتِ زنا و خنزیر کیلئے جتنے حکم ہیں۔ سب سے حرمت ہی ثابت ہوتی ہے، کسی ایک حکم سے بھی حلت ثابت نہیں ہوتی۔ اس قسم کے مسائل کو متفق علیہ کہتے ہیں۔

مختلف فیہ مسائل وہ ہیں کہ جن کے دلائل دو طرفہ ہوتے ہیں۔ یعنی اُن دلائل سے جواز و عدم جواز دونوں پہلو نکلتے ہیں، مثلاً قرأتِ خلف الامام (یعنی امام کے پیچھے الحمد پڑھنی) سماع، سجدۂ تعظیمی، وغیرہ، بعض دلائل ہیں کہ جن سے اِن مسائل کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور بعض سے عدم جواز۔ اِس طرح کے مسائل کو مختلف فیہ کہتے ہیں مختلف فیہ مسائل میں جس پہلو کو اختیار کیا جائے۔ وہ شرع ہے۔ مختلف فیہ مسائل کے دونو جانب کے قائل اور معتقد خلاف شرع نہیں کہے جا سکتے۔ اس لئے کہ دلائل شرعیہ دونوں فریق رکھتے ہیں۔ ایسے مختلف فیہ مسائل کے کسی فریق کو از روئے شریعت ہرگز کافر، ملحد، زندیق، اور گمراہ، نہیں کہا جا سکتا۔

ایک شخص پابند شرع اور خلاف شرع متفق علیہ مسائل کی پابندی اور خلاف کرنے کے اعتبار سے ہی ہو سکتا ہے ورنہ حنفی کے نزدیک شافعی، اور شافعی کے نزدیک حنفی خلاف شرع ہو جائیں گے۔ پس جو لوگ کہ مختلف فیہ مسائل کے کسی فریق کو خلاف شرع یا کافر وغیرہ کہہ بیٹھتے ہیں، یہ اُن کی لاعلمی، یا حسد، یا تعصب محض پر مبنی ہے، اور یہ شانِ دین داری کے سراسر خلاف ہے،

مختلف فیہ مسائل میں اطمینان اور یقین کتب بینی سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف رحمت الٰہی، اور مشائخ کبار کے فیضانِ صحبت سے ہی ہو سکتا ہے۔ اسے خوب یاد رکھنا چاہیئے۔

متابعت امام مقتدی کے لئے | جب حضرت قبلہؒ کا جسم شریف کبر سنی کی وجہ سے بھاری ہو گیا۔ اور رکوع، سجدہ وغیرہ کے ارکان تکلف اور دیر سے ادا ہونے لگے۔ تو نماز جماعت میں یہ ہوتا کہ بعض مقتدی، آپ سے پہلے رکوع میں جھک جاتے

یا آپ سے آگے سجدہ میں چلے جاتے۔ ارشاد ہوا" امام سے پہلے سجدہ میں نہ جانا چاہیئے۔ اور نہ جلدی کرنی چاہیئے۔ امام کے ساتھ ساتھ یا امام کے بعد جانا چاہیئے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے، کہ جب حضرت رسول مقبول صلعم کا جسم اطہر بھاری ہو گیا تو آپ نے فرمایا، کہ ہمارے جسم کے بھاری ہونے کی وجہ سے ارکان ادا کرنے میں جلدی نہیں ہو سکتی، سجدہ وغیرہ میں امام سے آگے نہ جانا چاہیئے"۔

قیام میلاد شریف محفل میلاد شریف کے قیام کے جائز یا ناجائز ہونے کو، فریقین میں سے ہر ایک اپنے اپنے قیاس، اور دیگر دلائل سے ثابت کرتا ہے، کیونکہ اس باب میں کوئی نصِ قرآنی نہیں ہے۔ اب اُن اہل اسلام کے لئے کیا چارہ کار ہے، جو کم پڑھے یا بالکل ناخواندہ ہیں۔ اور مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں۔ اس بارہ میں ہمارے حضرت قبلہؒ کا ایک عام فہم ارشاد ہے، جس ارشاد سے شرفیاب ہونے کے بعد ہر فرد بشر، اور ہر مرد مسلم سمجھ سکتا ہے، کہ اس کے حق میں کیا بہتر ہے؟۔ ارشاد فرمایا" قیام میلاد شریف کے متعلق دو گروہ ہیں، ایک گروہ قیام کو جائز اور مستحسن سمجھتا ہے۔ اور دوسرا گروہ ناجائز کہتا ہے۔ خدا کے نزدیک دونوں میں سے ایک حق پر ہوگا قیامت میں دونوں گروہ پیش ہوں گے، اگر ناجائز کہنے والا گروہ جھوٹا نکلا۔ تو بے ادبی میں سزایاب ہوگا۔ اور اگر جائز کہنے والا گروہ غلط نکلا۔ تو ادب کرنے کے جرم میں سزایاب ہوگا۔ لہذا ادب کر کے سزا پانا، بے ادبی کر کے سزا پانے سے بہتر ہے!"

فرمایا" گنج مراد آباد کے شاہ فضل الرحمن صاحبؒ کے پاس ایک شخص جا رہے تھے۔ ہم نے اُن سے کہا، کہ قیام میلاد شریف کے متعلق اُن سے دریافت کرنا۔ اُنہوں نے وہاں پہنچ کر دریافت کیا، اُنھوں نے جواب دیا، سائل سے کہہ دینا کہ (مسئلہ) قیام محفل میلاد شریف محلِّ ادب ہے، محلِّ بحث نہیں!"۔ فرمایا" فلاں جماعت کے علماء علی العموم بے ادب اور گستاخ ہیں عظمتِ انبیاء و اولیاء، اُن کے قلوب میں نہیں، ان کے بحث و مجادلہ کا خاتمہ ہمیشہ تعظیم انبیاء و اولیاء میں ہوتا ہے۔ کہ خدا کے نزدیک جن کی عظمت ہے۔ (اور جن کا ادب موجب رضائے حق ہے)۔

لقطہ کا حکم ارشاد ہوا کہ" لقطہ (یعنی کسی کی گری پڑی چیز زمین سے اٹھائی جائے۔ اور اعلان پر، مالک اُسکا نہ ملے) غیر کی ملکیت کا احتمال باقی رہنے کی وجہ سے صاحبِ تقوٰی کو نہ کھانی چاہیئے، مگر جو لوگ، کہ صاحبِ کمال اور مقتدائے وقت ہیں۔ انھیں فتوے پر عمل کرنا چاہیئے، یعنی کھا لینا چاہیئے، ورنہ عوام سمجھیں گے کہ ناجائز ہے۔

امامت اگر دو شخص، علم، حسن، قرأت۔ صلاحیت۔ ورع، عمر وغیرہ میں برابر ہوں۔ تو امامت کون کرے گا؟ ارشاد فرمایا" اِس مسئلہ میں فقہا کا، اتفاق ہے کہ دونوں میں سے جس کی زوجہ زیادہ خوبصورت ہو، وہ امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ اس میں راز ہے، کہ اس شخص میں تسکین و طمانیت نفس حاصل ہونے کی وجہ سے عفت زیادہ ہوگی۔

علمی حکایتیں
جو وقتاً فوقتاً حضرت قبلہؒ سے سنی گئیں

شاہ عبدالعزیز صاحب کے تحفہ کا جواب تلوار

فرمایا "شاہ عبدالعزیز صاحب نے شیعہ مذہب کے خلاف ایک کتاب لکھی جسکا نام تحفۂ اثنا عشریہ ہے۔ جانتے ہو۔ کہ یہ کتاب کیونکر لکھی گئی؟ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلی کے معزز لوگوں میں تھے۔ ہندو، مسلمان، شیعہ، سُنّی، غرض ہر فرقہ اور ہر مذہب کے لوگوں سے ان کی دوستی تھی۔ آصف الدولہ جو بعد میں لکھنؤ کے نواب ہوئے، بہت دنوں دہلی میں رہے، ان سے، اور شاہ عبدالعزیز صاحب سے بہت رفاقت رہی۔ جب آصف الدولہ لکھنؤ کے بادشاہ ہوگئے۔ تو اس کی اطلاع میں اپنے دوستوں کو خط لکھا، شاہ عبدالعزیز صاحب سے چونکہ بہت دوستی رہی تھی اس لئے ان کو بھی خط لکھا، کہ آپ کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوگی، کہ اب میں اودھ کا بادشاہ ہوں۔ آصف الدولہ کے تمام دوستوں نے مبارک باد کے خطوط بھیجے۔ مگر شاہ عبدالعزیز صاحب کا کوئی خط آصف الدولہ کو نہ ملا تو انھیں تعجب ہوا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب تو بہت خلیق آدمی ہیں، اُنھوں نے مبارک باد کا خط کیوں نہ بھیجا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد شاہ عبدالعزیز صاحب نے خط لکھا۔ کہ آپ چونکہ اب بادشاہ ہوئے لہٰذا اس کی تہنیت و مبارک باد میں تحفۂ اثنا عشریہ میں بطور نذر آپ کو بھیجتا ہوں۔ آصف الدولہ نے شیعی علماء۔ و مجتہدین کو جمع کیا، اور کہا میرے دوست شاہ عبدالعزیز نے مجھے یہ تحفہ بھیجا ہے، اسکا جواب دینا چاہیئے۔ مولوی دلدار علی وغیرہ نے تحفہ اثنا عشریہ کی ایک نقل ایران بھیجی۔ کہ اس کا جواب دیا جائے۔ اور خود بھی جواب لکھ کر آصف الدولہ کے پاس لائے۔ آصف الدولہ نے پوچھا۔ کہ اس کا نام کیا رکھا ہے؟۔ انھوں نے جواب دیا۔ صمصام حیدری! آصف الدولہ نے کہا، نالائقو! جب تمھیں نام رکھنا بھی نہیں آیا۔ تو جواب کیا خاک دوگے۔ صمصام کے معنے ہیں تلوار، بھلا تحفہ کے جواب میں کوئی تلوار سا ہوتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تو ہمیں تحفہ بھیجا ہے۔ اور تم تلوار مارتے ہو۔ تمھاری کتاب اس لائق نہیں کہ بھیجی جائے"۔

نورجہاں اور مناظرہ

فرمایا "نورجہاں، (جہانگیر بادشاہ کی بیگم) شیعہ تھی۔ نورجہاں نے بادشاہ سے کہا ہم اور تم دو مذہب کے ہیں، بہتر ہے کہ ہمارے اور تمہارے مذہب کے عالموں میں مناظرہ کرادیا جائے دونوں میں جو غالب آئے، اُسکا مذہب حق مانا جائے۔ اور پھر ہمارا اور تمہارا دونوں کا ایک مذہب ہو جائے

اس بناپر، نور جہاں کی تحریک سے مُلّا شوستری ایران سے بلوائے گئے۔ سنیوں نے سوچا، کہ ہمارے علماء میں سے کسے مقابلہ پر پیش کیا جائے۔ حضرت مولانا شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی کا اخیر زمانہ تھا۔ لوگوں نے کہا کہ کبر سنی کی وجہ سے آپ کو سوال و جواب میں زحمت ہوگی، ملا دو پیازہ نے کہا کہ ہم مناظرہ کریں گے؟۔ نور جہان کہہ چکی تھی کہ مجلسِ مناظرہ میں ملا دو پیازہ نہ آئے۔ مگر ملا صاحب عمامہ وغیرہ باندھ کر سنیوں کی طرف سے بحیثیت مناظر پیش ہوئے ملا شوستری نے کہا "چیزے در شان امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام بخواں"۔ ملا دو پیازہ نے مذہب احناف کے مطابق حضرت علی کی بہت سی منقبت بیان کی۔ پھر ملا شوستری نے کہا باش (ٹھہرو)۔ تاکہ اب ہم کوئی دوسرا سوال کریں۔ ملا دو پیازہ نے کہا "شما باش!" (تم ٹھہرو) تم نے ایک سوال کیا۔ ہم نے جواب دیدیا، اب ہم ایک سوال کرتے ہیں، تم جواب دو۔ جہانگیر اس پیچ کو سمجھے نہیں۔ نور جہاں سے کہا کہ تمہارے مذہب کے عالم نے سوال کیا، اِس طرف سے اُس کا جواب دیا گیا۔ اب ہمارے مذہب کا عالم سوال کرے، تمہارا عالم جواب دے۔

اِس اجازت سلطانی کے بعد ملا دو پیازہ نے کہا "چیزے در شانِ حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ بخواں"! چونکہ شیعہ ولایت اور حضراتِ اولیا، اللہ کے قائل اور معتقد نہیں ہیں، اس لئے "ملا شوستری"، نے اِس کے جواب میں حضرت کا نام لے کر، گالی دے کر کہا وہ کون ہے میں نہیں جانتا۔ ملا دو پیازہ نے فوراً بادشاہ کو مخاطب کیا۔ اور عرض کیا ظلِ سبحانی! اِس نے حضرت کے پیر و مرشد کو گالی دی، اِس کو سمجھا دیا جائے، کہ تہذیب و آدمیت سے کلام کرے۔ اِس پر جہانگیر آگ بگولا ہو گیا۔ اور بے ساختہ حکم دے دیا۔ کہ اِس شخص کو ابھی قتل کر دیا جائے (اِس نے بلا وجہ میرے حضرت کی شان میں ایسی سخت گستاخی کی ہے، جہانگیرؒ آپ ہی کی دُعا سے پیدا ہوا تھا، اور جہانگیر کے باپ اکبر نے جہانگیر کا نام شہزادہ سلیم حضرت ہی کے نام سے برکت حاصل کرنے کی غرض سے رکھا تھا، اور بچپن میں جہانگیر کی پرورش بھی آپ ہی کی خانقاہ میں ہوئی تھی) حکم ملنا تھا، کہ ملا شوستری، ہاتھی کے پاؤں سے بندھوا کر مار ڈالے گئے۔

بادشاہ نے کہا کہ اگر نور جہاں سفارش کرے تو اسکا ہاتھ قلم کر دیا جائے۔ مگر نور جہاں نے سفارش کی۔ کہا کہ حکم بادشاہی پلٹ نہیں سکتا۔ خیر۔ ہاتھ قلم نہ کیا جائے۔ مگر ہاتھ پر چاقو پھیر دیا جائے۔ کہ چاقو کا نشان ہاتھ پر رہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ عورتیں ہاتھوں میں جو کنگن پہنتی ہیں، وہ ایجاد نور جہاں سے ہے، جسے ہاتھ کا یہ نشان چھپانے کی غرض سے ایجاد کیا گیا تھا۔

ذکر شیعہ قرآن میں ایک شخص شیعہ تھے، ایک مرتبہ انہوں نے ہم سے کہا، کہ شیعوں کا ذکر تو قرآن پاک میں ہے بھلا کہیں اہل سنت والجماعت کا بھی ذکر ہے، ہم نے کہا شیعوں کا ذکر قرآن میں ہے۔ ان الذین فرقوا دینھم وکانو شیعًا لست منھم فی شئی۔ مگر تفرقہ ڈالنے والوں کی حیثیت سے وہ چپ ہو گئے۔

شیعہ کہتے ہیں کہ شیعہ معنے پاک کے ہیں۔ مگر لغات میں شیعہ کے معنے گروہ کے ہیں، شیعہ کہتے ہیں۔ کہ ہر قوم کے دو معنے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جسے قوم خود رکھے، دوسرے وہ معنے جو دشمن رکھدے۔ دشمنوں نے شیعوں کو رافضی نام دیا ہے۔ اور انہوں نے اپنا نام شیعہ رکھا ہے۔ ہم نے کہا یہ رافضی منسوب ہے، طرف رافضہ کے۔ رافضہ اُس گروہ کو کہتے ہیں، جو اپنے سردار کو چھوڑ دے، جب تم نے اپنے سردار حضرت زید بن حضرت امام زین العابدینؓ کو چھوڑ دیا، اس وجہ سے کہ انہوں نے مدح شیخین کی تھی، انہوں نے تمہارا یہ نام رکھ دیا (اور حضرت زید مدح شیخین کی وجہ سے، اگر سنّی تھے تو حضرت سیدنا امام جعفر صادقؓ بھی سنّی ہوں گے، جن کی زبان سے لفظ "ابو بکر صدیق" نکلنے پر جب لوگوں نے کہا، کہ کیا آپ بھی انھیں صدیق کہتے ہیں، آپ نے جوش کے ساتھ فرمایا صدیق، صدیق، ہاں صدیق، جو اُن کو صدیق نہ جانے۔ خدا اُس کی دعا قبول نہ کرے)۔

امیر معاویہ کی خطائے منکر | حضرت جامی علیہ الرحمۃ بہت ہوشیار آدمی تھے۔ انہوں نے کہا کہ ع

جنگ با او خطائے منکر بود

یعنی معاویہ کی لڑائی حضرت علی مشکلکشاؓ سے خطائے منکر تھی۔ مولوی کہتے ہیں کہ خطائے منکر کیوں کہا۔ ارشاد ہوا کسی خلیفہ نے اپنے لڑکے کو جانشین اپنا نہیں بنایا۔ حضرت مولیٰ مشکلکشا کی خلافت، خلافت حقہ تھی۔ پھر معاویہ نے کیوں مخالفت کی۔ اپنے غلام سے کہا، کہ اس خط کو، جس سے خلافتِ حضرتِ مولیٰ کا صاف اثبات ہوتا تھا، پھاڑ ڈالو۔ اور پھر یہ کہ اپنے لڑکے کو اپنا جانشین کیا۔ یہ خلافت نبوت تھی یا خلافتِ بادشاہی۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنی بیٹے کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا۔ نہ حضرت عمر فاروق نے ایسا کیا۔ پس امیر معاویہ نے اپنے بیٹے کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ یزید خبیث کو لوگ کہتے ہیں، کہ جانشینی سے پہلے اچھا تھا، بعد تخت نشینی کے اُس میں خباثت پیدا ہوئی۔

فرمایا شرح وقایہ کے حاشیہ پر یا اور کسی کتاب کا نام لیا۔ یاد نہ رہا کہ مولانا لکھنویؒ نے مولانا جامیؒ کا یہ شعر لکھا ہے۔

منبر نبوی اور سورج گہن | فرمایا "جب خلافت" شام میں چلی گئی۔ تو لوگوں نے کہا کہ جہاں خلیفہ ہے، وہیں منبر نبوی بھی ہونا چاہیئے، مگر جب منبر شریف کے لے جانے کا ارادہ کیا، تو سورج میں گرہن لگا۔ اور تمام شہر تاریک ہوگیا۔ (لوگ خوف زدہ ہو کر آخر باز رہے) کہ بے ادبی اچھی نہیں۔

نعمت بلا کے سر پر اور بلا، نعمت کے پردہ میں | فرمایا کبھی نعمت بصورت نعمت ہو کر آتی ہے، اور کبھی نعمت کے پردہ میں بلا (مصیبت) ہوتی ہے اور کبھی بلا بلا ہو کر آتی ہے۔ اور کبھی بلا نعمت ہو کر آتی ہے۔ یہ عالم، عالم التباس ہے۔ اس کی فہم آدمی پر دشوار ہے۔"

فرمایا "ایک نبی کے زمانے میں ایک قوم پر ابر نمودار ہوا۔ لوگوں نے سمجھا کہ پانی برسے گا قحط کا زمانہ تھا، مگر سانپ اور بچھو برسے

یہ شر بہ صورتِ خیر تھا۔

قوم یونس علیہ السلام پر عذاب آیا۔ مگر وہ عذاب نہ تھا، تہدید تھی، راہ ہدایت پر لانے کے لئے عذاب نمودار ہوا تھا۔ جب دھواں گھروں کی اولتی تک آگیا، تو سب چھوٹے بڑے سجدے میں گر پڑے۔ قوم ایک لاکھ آدمیوں کی تھی۔ سب آدمی ایمان لے آئے (اور عذاب ٹل گیا)"۔

جہل علم سے بہتر! فرمایا "کبھی جہل، علم اور تجربہ سے بہتر ثابت ہوتا ہے۔ اس کی مثال علمائے یہود ہیں۔ جان لینے کے باوجود رسول اللہ صلعم پر ایمان نہ لائے (اور اُن کا علم ان کے حق میں کچھ مفید نہ ہوا) اور جاہل آپ پر ایمان لانے میں اُن پر سبقت کر گئے۔ (اور ان کا جہل اِن کے حق میں مضر نہ ہوا)۔

نظر ہوشیار! ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، مقبولیت دے دیتا ہے، حضرت شیخ سعدی کا یہ شعر ؎

برگ درختانِ سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

جب فیضی نے سُنا، کہا کہ ہم بھی اِس پایہ کا شعر کہیں گے۔ چنانچہ فیضی نے کہا۔ ؎

ہر گیاہے کہ برز میں روید وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

فیضی نے خواب میں سنا بس قدر عالمِ بالا معلوم شد" سعدی کا یہ شعر (اس قدر مقبول ہوا کہ) زبان زد ہر خاص و عام ہوگیا۔ (اور فیضی کا شعر اس قدر مقبولیت کو نہ پہنچا)

فیضی بہت بڑا عالم تھا، ایک تفسیر بے نقط (یعنی بے نقطہ والے حروف عربی میں پورے قرآن کی تفسیر) لکھی ہے۔ (مگر مقبول نہیں) ابوالفضل سے کہا کرتا تاکہ میرے بھائی کو لکھنا نہیں آتا۔ بنارس میں گیا، اور دو برس میں سنسکرت پڑھ کر ویدوں کا ترجمہ کر دیا۔ اکبری نورتن میں سے تھا، اور اکبر کے وزراء میں مشہور عقلمند وزیر تھا۔ کہ جس کی صرف دھمکی سے ایران مرعوب ہوگیا تھا، (یہ سب باتیں تھیں) مگر مقبولیت سعدی کے مرتبہ کو نہ پہنچا ؎

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مثنوی شریف اور بحر العلوم ارشاد ہوا " مولانا بحر العلوم نے مثنوی حضرت مولانا روم کے اشعار مندرجہ ذیل کی جو شرح لکھی، ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ ؎

آدمی چوں نور گیرد از خدا ہست مسجود ملائک زا جتبا

نیز مسجود کسے کو، چوں ملک رستہ باشد جانش از طغیان و شک

مولانا بحر العلوم نے اِن دونوں شعروں کے کچھ اور معنے لکھے ہیں: "نور گرفتن" کنایہ "از صاحبِ نسبت شدن" یعنی "قلب نورانی شدن"! (سے ہے)

آدمی جب اپنی برگزیدگی کی وجہ سے "فرشتہ خصلت" ہو جاتا ہے، تو نور گرفتہ خدا ہوتا ہے۔ جس کی طرف

حضرت مولانا روم نے اشارہ کیا ہے، ع

اصل دین اے بندہ روزن کردن است۔ (یعنی صاحبِ "نسبت" شود)

مولانا روم اور ابن عربی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ مولانا بحر العلوم کو فتوحات مکیہ ابن عربی سے بہت ذوق تھا اور اسی کے مطالب انھیں خوب یاد تھے۔ پس گویا انھوں نے "فتوحات" سے "مثنوی" کی شرح کی ہے۔ حالانکہ ع

ہر نبی و ہر ولی را مسلکے است

مولانا روم کا ذوق جدا ہے۔ اور مصنف فتوحاتِ مکیہ کا ذوق دوسرا۔

صاحب فصوص الحکم کی بعض باتیں مولانا روم کے ذوق اور آپ کی روش کے موافق نہیں ہیں۔

ذوق علمی فرمایا "علمی خیالات کیا اب دنیا سے اٹھ جائیں گے؟ لوگ شرح وقایہ اور ہدایہ پڑھ پڑھ کر اسی میں رہ جاتے ہیں۔ اور علم میں وسعت (اور نظر میں گہرائی، اور فکر و رائے میں صفائی پیدا) ہونے نہیں پاتی۔ چاہیئے کہ تمام مذاہب کی کتابیں دیکھیں۔ ایسے لوگ اب نادر الوجود ہیں" فرمایا ہم مسائل معلوم کرنے کے لئے یہ چار کتابیں دیکھا کرتے تھے، یہ اچھی ہیں، (۱) ہدایہ (۲) زیلعی کا حاشیہ جو کنز پر ہے، (۳) کبیری (۴) فتح القدیر ذوقِ علم اب رہا نہیں۔

اقسام فہم "اقسام فہم اور ذوق علمی کئی طرح کا ہے، ایک ترجمہ و عبارت کا سمجھنا، ایک اُسکے اشاروں کو سمجھنا ایک اس کی لطافت کو حاصل کرنا۔ لطافت حاصل کرنا یہ کام صوفیائے کرام کا ہے"

اقسامِ جواب ارشاد فرمایا "جواب تین قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) ایک جواب طلبا (۲) جواب علما (۳) جواب حکما جواب خواہ صحیح ہو یا غلط، مگر دیا ضرور جائے۔ یہ جواب طلبا ہے۔ جواب علما یہ ہے کہ وہ سائل کے سوال پر غور کریں گے، اگر ان سے جواب نہ بن پڑا تو اپنی دانست میں وہ اس سوال کو ایسے سوال پر محمول کریں گے جس کا جواب نہیں ہے، گو حقیقت میں جواب ہے، لیکن انھیں معلوم نہیں ہے (اس لئے جواب کی بجائے خاموشی اختیار کریں گے اور یہ علما کا جواب ہے)

جواب حکما یہ ہے کہ وہ سائل کی استعداد پر غور کریں گے، کہ سائل آیا فہم جواب کی لیاقت بھی رکھتا ہے یا نہیں؟ اور اس کا اہل بھی ہے یا نہیں (کہ اُسے جواب دیا جائے) اگر دیکھیں گے کہ وہ فہم رکھتا ہے تو غور کریں گے، کہ جواب کے ظاہر کرنے میں کسی فساد کا تو اندیشہ نہیں۔ اگر اندیشہ دیکھیں گے تو سکوت اختیار کریں گے۔ (یہ جواب حکما ہے)

ایک شعر کے دس معنی آج کل علماء کی کیا حالت ہے؟ عربی کا ایک شعر ہوگا۔ تو اس کے دس معنی بیان کردیں گے بیچارے شاعر کا تو مطلب ایک تھا، مگر اب اُسکے شارحین اس میں دس معنے پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ علم ہے یا کیا؟ مولوی صاحب اگر ایک خط لکھتے ہیں تو ایک مطلب و مدعا ہوتا ہے، یا دس معانی (مقصود) ہوتے ہیں۔

(بات یہ ہے کہ) حقیقت کو نہیں پایا۔ اور احتمالات (اور دس دس معنے پیدا کرنے کی دھن میں) پڑ گئے۔

فرمایا" ایک بار میں فلاں کتاب دیکھ رہا تھا، اس میں ایک خاص مسئلہ کی چند دلیلیں باختلاف روایت قوی اور ضعیف اور صحیح آئی تھیں تو مصنف نے کیا کیا کہ امام صاحب کے قول کی دلیل میں ضعیف روایت نقل کر دی تھی۔ اور دلیل کو نقل کر دینے کے بعد حاشیہ لکھ دیا تھا، کہ یہ روایت ضعیف اور غیر معتبر ہے، اس طرح امام صاحب کے ساتھ درپردہ مخالفت اور ناحق کوشی کا ثبوت دیا تھا) یہ بات نامناسب ہے۔

مولانا قفّال | ایک بادشاہ نے اپنا قصد ظاہر کیا۔ کہ مذاہب اربعہ میں سے جس کا مذہب حق ہو، یا جس مذہب کی حقانیت زیادہ ثابت ہو، ہم اُس مذہب کی تقلید (اختیار) کریں گے۔ مولانا قفّال سے کہا کہ مذاہب (اربعہ) کی دلائل حقانیت پیش کرو۔ قفال نے کہا کہ سب مذاہب میں اصل نماز ہے، آپ ہر مذہب کی نماز دیکھ لیں۔ اس سے آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا، کہ کون مذہب حق ہے۔

مولانا قفال چونکہ خود شافعی تھے۔ انھوں نے امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی نماز اس طرح پڑھ کر دکھائی کہ ایک کتے کو ذبح کر کے اُس کا مصلّٰے بنایا، کہ امام اعظمؒ کا قول ہے کہ بسم اللہ کہہ کر خنزیر کے علاوہ اگر کوئی اور غیر ماکول جانور ذبح کر لیا جائے۔ تو دباغت کر لینے سے اس کی کھال پاک ہو جاتی ہے، جیسے کہ شیر یا کتے وغیرہ کی کھال اور نبیذ (تمر) سے وضو کیا۔ اب مکھیاں لپٹ گئیں، اور بھنبھنانے لگیں۔ پھر مصلّے پر کھڑے ہو کر نیت کی۔ اور تکبیر تحریمہ کہی۔ کہ اللہ بزرگ ہے۔ پھر قرأت کی تو کہا "دو برگ سبز است" کہ مدھامتان کا فارسی ترجمہ ہے آخری نشست میں التحیات پڑھی۔ اور قصداً حدث کیا۔ نماز سے باہر آئے۔ کہ اخراج بصنعہ امام صاحبؒ کے نزدیک جائز ہے، اور کہا کہ حنفی مذہب کی نماز ایسی ہے۔

بادشاہ نے کہا لاحول ولا۔ ایسا مذہب اور ایسی نماز؟

فرمایا" یہ امر دیانت داری کے خلاف ہے، کہ ضعیف اور غیر مفتی بہ، باتیں اکٹھی کر کے کسی مذہب کا حسن بگاڑ کر دکھایا جائے۔ اور ایسی ترکیب سے نماز پڑھی جائے (جیسی کہ قفال نے پڑھی) فارسی میں جواز قرأت کا قول امام صاحب سے ضعیف مروی ہے، اور قوی یہ ہے، کہ فارسی میں قرأت نہ کرے،

مقتدایان زمانہ کو اپنا کہہ دینا | فرمایا" ملا شوستری نے ایک کتاب لکھی، جس میں حضرت غوث پاک اور مولانا روم اور جامی وغیرہ کہ مقتدائے اہل سنت والجماعت ہیں۔ ان سب کو شیعہ لکھ دیا۔

کسی نے اُس سے کہا کہ تمہارے لکھنے سے کیا ہوتا ہے، اُس نے جواب دیا، ہم سے سَو دو سو برس کے بعد یہی کتاب، مستند و معتبر ہو جائے گی۔

حضرت امام اعظمؒ کا مناظرہ | امام کے پیچھے قرأت کا عدم جواز جب امام اعظم ابو حنیفہؒ کی طرف سے مشہور ہوا تو اس کی

نہایت شورش ہوئی۔ اور مابین علما، چہ می گوئیاں ہونے لگیں۔ امام اوزاعی جو اُس زمانہ کے ایک بڑے عالم اور مشہور امام تھے، چند دیگر علما، کے ساتھ امام اعظم کی خدمت میں مناظرہ کرنے کے لئے نہایت شد و مد کے ساتھ آئے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا "میں ایک شخص، ایک ہی زبان سے ہر شخص کے ساتھ کس طرح مناظرہ کر سکتا ہوں۔ مناسب ہے کہ آپ میں سے ایک شخص مناظرہ کے لئے منتخب ہو جائے۔ اُس کی جیت، سب کی جیت، اور اس کی ہار سب کی ہار ہو"

سب نے اس بات کو پسند کیا، اور سب نے امام اوزاعی کو، اُن کے علم و فضل کے اعتراف کے ساتھ، مناظرہ کے لئے منتخب کیا۔

امام صاحبؒ نے فرمایا "میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں، کہ قوم نے جس کو فضل مان کر اپنا امام بنالیا، اور نیت و نماز میں سب لوگ متحد ہو کر اُس کے پیچھے ہاتھ باندھ کے کھڑے ہو گئے، بس امام کی درخواست و قرأت ہی مقتدیوں کی عین قرأت اور عین درخواست ہو گی۔ (گویا امام سب کی طرف سے عرض گذار ہے)" اللہ تعالیٰ نے فرمایا " واذا قرء القرآن، فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون ٥ یعنی جب پڑھا جائے قرآن، تو کان لگا کر سنو، تاکہ تم رحم کئے جاؤ، اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآۃ الامام قرآۃ المقتدی امام کی قرأت (عین) مقتدی کی قرأت ہے، اور لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ اس حکم کو میں منفرد (تنہا نماز پڑھنے والے) یا امام القوم کے لئے سمجھتا ہوں (کہ اس کی نماز سورۃ فاتحہ کے بغیر نہ ہو گی)۔ فبھت الاوزاعی۔ بس اوزاعی اس تفصیل کو (امام صاحبؒ سے) سن کر مبہوت ہو گئے!۔

موجودہ اذکار و اشغال کب سے جاری ہوئے؟

آپؒ کی خدمت میں ایک شاہ صاحب آئے۔ اور عرض کی کہ میرے پاس ایک کتاب سیدنا امام حسین علیہ السلام کی لکھی ہوئی موجود ہے، آپؒ نے فرمایا مجھے بھی زیارت کرایئے کتاب کو دیکھ کر اُسی وقت آپ نے فرمادیا۔ کہ یہ کتاب ہرگز سیدنا امام حسینؓ کی لکھی ہوئی نہیں، اس لئے کہ اس میں اذکار و اشغال مروّجہ کا ذکر ہے۔ فرمایا " کہ زمانۂ رسالت مآب صلعم سے لے کر زمانۂ حضرت غوث پاک تک، اذکار و اشغال کی ضرورت، اور ان کی تعلیم ہمارے زمانہ کے رواج کے موافق نہ تھی، ان بزرگان دین کی صرف زیارت سے منازل طے ہو جاتے تھے۔ جب زمانہ دور پڑا۔ اور غفلت و معصیت زیادہ ہو گئی، تب حضرات مشائخ نے تزکیہ نفس، اور تصفیہ قلب کے لئے ذکر و اذکار، مراقبے و مشاہدے وغیرہ کے طریقے کتابوں میں شائع کئے۔ اِس محققانہ اور معقول بیان کو سن کر شاہ صاحب نے تسلیم کیا، اور اپنے خیال سے باز آئے۔

جنوں میں بھی ایک نبی ہوئے ہیں

ارشاد ہوا " ابلیس نے ایک لاکھ ۴۲ ہزار برس عبادت کی ہے، آٹھ

ساڑھے آٹھ ہزار برس سے بادشاہی، انسان کے تعلق میں آئی ہے۔ ورنہ پہلے اجنہ تھے۔ قوم اجنہ سے ایک نبی بھی ہوئے ہیں جن کا نام یوسف تھا۔

جنات کے عذاب وثواب کے بارہ میں (اختلاف ہے) تین امام تو فرماتے ہیں۔ کہ "ہوگا" مگر امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر نیک عمل کریں گے، عذاب سے محفوظ رہیں گے، ورنہ مثل بہائم کے مٹی بنا دئے جائیں گے۔ قرآن شریف میں امام ابوحنیفہ کے موافق وارد ہوا ہے۔ اور امام شافعی کہتے ہیں، کہ اجنہ جنت میں جائینگے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنی تفسیر میں یہ مسئلہ بھی لکھا ہے، اور دلیل امام شافعی لائے ہیں۔ دلیل امام صاحب نقل نہیں کی ہے۔

قتل ذمی اگر مسلمان ذمی کو مار ڈالے تو قصاص ہوگا، یا نہ ہوگا۔ ہمارے امام صاحب کے نزدیک ہوگا۔ اور امام شافعی کے نزدیک نہ ہوگا۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں ہے، ذمی کا خون تمہارا خون ہے، اس لئے قصاص ہوگا امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ کافر کے بدلہ مسلمان نہیں مارا جائے گا۔

ایک علمی حکایت امام فخر رازی ارشاد فرمایا۔ امام فخر رازی صاحب اور ایک شخص یہ دونوں ہم سبق تھے۔ امام صاحب تو بعد تحصیل علم درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اور دوسرے صاحب خدا کی معرفت کی طرف متوجہ ہوگئے۔ خدا نے ان کو بزرگی دی۔ امام صاحب کا زمانہ جب قریب انتقال کے آیا تو یہ خیال ہوا کہ ہم نے تصنیف تالیف سب کچھ کیا مگر خدا کی معرفت نہیں حاصل کی۔ چلو ہمارے ہمدرس اور ہم سبق جو صاحب تھے خدا نے ان کو بزرگی دی ہے۔ اُن ہی کے پاس چل کر کچھ عرض ومعروض کریں۔ شاید ان کی توجہ باطنی سے ہمارا مطلب حاصل ہو۔ یہ خیال کر کے امام صاحب گئے۔ انکی خانقاہ میں پہونچکر جہاں مرید موجود تھے وہاں اپنا نام بھی اُن ہی میں کر لیا۔ اتفاق سے ایک روز ایک بہت بڑے فاضل علم کلام کے آئے اور اُن بزرگ سے کچھ مسائل پوچھنے لگے۔ اُن بزرگ نے کہا۔ ہم تو یہ سب باتیں جانتے نہیں۔ ہاں ہمارے ہمدرس امام صاحب فخر رازی ہیں وہ یہ سب باتیں جانتے ہیں۔ اُن ہی سے جاکر پوچھئے۔ یہ سنکر امام صاحب بولے حضور آپ کے غلاموں میں ایسے لوگ ہیں جو بڑی سے بڑی بات کا جواب دے سکتے ہیں۔ پس ان فاضل صاحب کو ایسے جوابات دیئے کہ دنگ ہوگئے۔ ان بزرگ نے کہا کیا آپ امام فخر رازی ہیں۔ امام صاحب نے کہا جی ہاں۔ فرمایا آپ کیسے آئے۔ آپ تو میرے پرانے رفیقوں میں ہیں۔ امام صاحب نے اپنا مطلب کہا۔ اِن بزرگ نے کہا اچھا ہم دعا کرتے ہیں۔ اللہ پاک آپ کو ایمان کے ساتھ اس عالم سے اُٹھائیگا۔

گر باستدلال کارِ دین بُدے — فخر رازی رازدارِ دین بُدے

ادن بزرگ کی دعا کی برکت سے امام صاحب ایمان لیکر دنیا سے گئے۔

طحاوی اور ابن حجر کا میلان امام اعظم کی طرف

فرمایا" طحاوی اور ابن حجر عسقلانی کی طبیعت کا میلان امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی طرف تھا، اگرچہ یہ لوگ خود جید محدث، اور مجتہد تھے۔ محدثین نے جب دیکھا، کہ ان کی طبیعت کا میلان، امام صاحب کے مذہب کی طرف ہے، تو یہ کیا، کہ انھیں چوتھے طبقہ کے مجتہدین میں ڈال دیا، تاکہ ان کا مرتبہ گھٹ جائے۔ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ طحاوی اور ابن حجر عسقلانی نے یہ کہاں لکھا ہے کہ مقلد امام اعظم ہیں۔ فرمایا" ان کی تصنیف سے فلاں کتاب ہے (نام مؤلف کی، یاد سے اتر گیا) ایں ایک مسئلہ پر اور ائمہ کے اقوال و دلائل نقل کرنے کے بعد آخر میں امام ابوحنیفہ کا قول نقل کیا ہے، اور لکھ دیا ہے کہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے، (جو امام صاحب کا ہے)۔

حضرت خضر زندہ ہیں!

حضراتِ صوفیا بالاتفاق قائل ہیں۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں، مگر علما ہیں دو قسم کے لوگ ہیں، بعض کہتے ہیں، کہ زندہ ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ مر گئے۔

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ، نے لکھا ہے کہ" ابوالعباس (الیاس) آئے۔ اور ملاقات ہوئی!"

لوگوں نے مولوی فضل الرحمٰن صاحبؒ گنج مرادآبادی سے کہا کہ مولوی صاحبان کہتے ہیں۔ کہ خضر علیہ السلام نے انتقال کیا (آپ کی تحقیقات اِس بارہ میں کیا ہے؟) انھوں نے کہا کہ" جن لوگوں سے ملاقات (حضرت خضرؑ) ہو چکی ہے، وہ کس طرح (مماتِ حضرت خضرؑ کا) یقین کریں گے؟"

سیّدنا حضرت فخر العارفینؒ کے اخلاق حمیدہ

خلقِ عظیم آپ کا حُسنِ اخلاق، خلقِ محمّدی (صلعم) تھا۔ آپ ہر چھوٹے اور بڑے ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی سے کلام فرماتے۔ اور ہر ایک سے اُسکے مرتبہ کے لائق ترحم اور شفقت اور تعظیم کا برتاؤ فرماتے، آپ کے خلق کا یہ عالم تھا، کہ مریدوں اور خادموں میں سے ہر شخص یہ سمجھتا کہ حضرت قبلہؒ سب سے بڑھ کر مجھ پر شفقت اور مہربانی فرماتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ نگاہِ کرم جس پر ہے، وہ میں ہوں۔

کبھی غصہ نہیں آیا آپ کے مخصوصات میں سے یہ ہے۔ کہ آپ نے کسی پر غصہ اور غیظ و غضب نہیں فرمایا۔ جو لوگ کہ سالہا سال خدمت مبارک رہے جانتے ہیں، کہ خلوت و جلوت میں آپ نے کسی پر غصہ نہیں فرمایا۔ لوگوں سے قصور ہو جاتے، اور خطائیں سرزد ہوتیں لیکن آپ غصہ نہ فرماتے۔ بلکہ مواعظِ حسنہ کے ساتھ نصیحت فرمادیتے وہ بھی اس حلم و بردباری اور شفقت عنایت کے ساتھ کہ سننے والے پر گراں نہ گذرتا، اور تربیت و اصلاح ہو جاتی۔ خود ارشاد فرمایا "ہمیں غصہ نہیں آتا ہے اور یہ غصہ نہ آنا ہمارا اختیاری امر نہیں ہے"! اور یہ شعر فرمایا ؎

خصم بر شاہان و شہ مارا غلام غصہ را من بستہ ام زین و لگام

اور یہ بات عجائباتِ روزگار سے ہے۔

غصہ کیا ہے؟ ایک بار ارشاد فرمایا "جانتے ہو کہ غصہ کے وقت کیا ہوتا ہے؟ (یہ ہوتا ہے کہ) غصہ والے کے دل سے بخارات اُٹھتے ہیں، جو دھوئیں کے مانند ہوتے ہیں، اور جن کے اثر سے عقل مکدر ہو جاتی ہے، اور پھر اس سے غیظ و غضب کے افعال سرزد ہونے لگتے ہیں۔ (اس ارشاد سے، مقصد تربیت مریدین تھی کہ اپنے غصہ اور غیظ البشری سے خبردار اور ہوشیار رہیں، غصہ آیا اور عقل گئی)۔

خطا کاروں سے درگذر لوگوں کی دانستہ یا نادانستہ خطاؤں کی معافی اور درگذر یہ ہمیشہ آپ کا معمول رہا۔ کسی نقصان پر خواہ وہ بہت ہوتا یا تھوڑا، کبھی کسی سے مواخذہ آپ نے نہیں فرمایا۔ چنانچہ ایک بار تقریب عرس پر ایک قیمتی قندیل بے خیالی اور بے پروائی میں ایک شخص کے ہاتھوں سے ضائع ہو گئی۔ وہ خوفزدہ اور شرمسار تھے۔ کہ دیکھا چاہیئے اس قصور پر مجھ سے کیا مواخذہ ہو، آپ نے مڑ کر فوراً دیکھا، اور اُن سے بکمال ملاطفت فرمایا کہ "آپ کچھ خیال نہ کریں۔ قندیل ٹوٹ گئی ٹوٹ گئی، چیز ہوتی اس لئے ہے (کہ رہی رہی نہ رہی نہ رہی)۔ اور اس طرح عام مجمع میں عام طریقہ سے اپنے خادموں اور غلاموں کو بندگانِ خدا کے ساتھ حسن سلوک کا سبق سکھایا، (اس قسم کے اور بہت سے واقعات ہیں، کہ اگر لکھے جائیں، تو مجلدات طیار ہو جائیں)

مولوی مبین الحق صاحب فرماتے ہیں، کہ میں اپنے زمانۂ تعلیم میں جبکہ حضرت قبلہؒ غازی پور میں تشریف فرما تھے تین سال آپ کی خدمت میں حاضر رہا۔ اس تمام عرصہ میں کبھی ایک بار بھی آپؒ مجھ پر خفا اور ناراض نہیں ہوئے حالانکہ مجھ سے خطائیں بھی ہوئیں۔ اور بعض امور خلافِ مرضیٔ مبارک بھی سرزد ہوئے۔ نصیحتہً کچھ ارشاد بھی ہوتا۔ تو بکمال ملاطفت و شفقت، زیادہ سے زیادہ اتنا ارشاد فرمایا جاتا" اس میں تمہارا نقصان ہے۔ آئندہ ایسا کام نہ کرنا!"

وہ کہتے ہیں، کہ ایک رات میں کتاب شرح وقایہ کا لیٹ کر مطالعہ کرنے میں مشغول تھا، کہ نیند آگئی۔ اور نیند کی غفلت و بے خبری میں کتاب میرے ہاتھ سے چھوٹ کر چراغ پر جا گری جس سے کتاب کے کچھ ورق تو جل گئے۔ اور کچھ ورق چراغ کا تیل گر پڑنے سے چکنے اور خراب ہو گئے۔ خیر گذری کہ آگ وہیں بجھ بجھا کر رہ گئی۔ اس واقعہ پر حضرت قبلہؒ نے نہایت نرمی کے ساتھ بس اتنا فرمایا!" دیکھو! آئندہ ایسا نہ کرنا۔ ہمارا یہ کہنا ناراضی سے نہیں ہے، کہ ہماری کتاب جل گئی اور نقصان ہو گیا۔ بلکہ اس وجہ سے ہے کہ آئندہ تمہارا نقصان نہ ہو۔ نیند کی غفلت میں اگر یہ ہوتا کہ آگ پھیل کر تمہارے کپڑوں کو لگ جاتی۔ اور تمہیں جسمانی صدمہ پہنچ جاتا۔ یا گھر کو جلا ڈالتی۔ تو کیا ہوتا؟ صاحب خانہ نے تو ترس خدا، اور مہربانی اور مروّتِ شریفانہ سے تمہیں ایک پردیسی طالب علم سمجھ کر ٹھہرنے کی جگہ دی۔ اور اس کا نتیجہ اس کو یہ ملتا۔ کہ اس کا مکان جل جاتا۔ (تو کیسا برا ہوتا) لہذا آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اگر نیند آنے لگے۔ تو چراغ گل کر کے اور کتاب کو ہاتھ سے رکھ کے سو جانا!"

شیرینیٔ گفتار | دہن مبارک ایک چشمۂ آبِ حیات اور مخزن شہد و شکر تھا۔ کبھی کوئی تلخ لفظ کسی کے لئے بھی آپؒ کی زبان سے نہیں سنا گیا۔ نہ حاضر کے لئے، اور نہ غائب کے لئے۔

اِس کمال حلم و بردباری، اور شفقت علی الخلق کے باوجود آپ کا رعب اور دبدبہ ہر شخص پر تھا، نگاہ روبرو کر کے بات کرنا دشوار تھا، یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ ہم شہنشاہ دین کے سامنے ہیں۔

سلوک مخالفین کے ساتھ! | آپؒ میں معاملاتِ دنیوی کے لئے تو غصہ کا شائبہ تک نہ تھا۔ البتہ دین کے معاملات میں آپ نہایت غیور اور زکی الحس تھے۔ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ (محبت اللہ کے لئے اور بغض اللہ کے لئے)۔ آپ کی یہ شان تھی۔ مگر مخالفین کے لئے طبع مبارک میں نرمی اور حمیت تھی، غیظ و غصہ ان کے لئے بھی نہ تھا۔ شخصاً کسی کی برائی خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم نہایت ناپسند تھی، اور شخصاً نفرت کسی سے بھی نہ تھی۔

بندہ کو مجلس مبارک میں سالہا سال حاضری نصیب ہوئی، لیکن خود بھی دیکھا، اور یہی ہر ایک سے سنا۔ کہ آپ کی مجلسِ مبارک میں نہ تو کسی کی غیبت ہو سکتی تھی، اور نہ کسی مخالف و معاند کے لئے بُرے لفظ بولے جا سکتے تھے۔ کسی دشمن اسلام یا کسی مخالفِ طریقت یا کسی مخالف، دشمن و معاند کے لئے آپ کی زبان مبارک پر کوئی دشنام کا کلمہ اور غیظ و غضب کا لفظ کبھی نہیں سنا گیا۔ آپ کی اس عادت اور روش کے خلاف حاضرین مجلس میں سے بھی کسی کی

مجال نہ تھی۔ کہ ایسا لفظ آپ کے روبروزبان سے کسی کے واسطے بھی نکال سکے۔

ایسے لوگ بھی تھے، کہ سالہاسال جنھوں نے آپ کی مخالفتیں کیں، اور طرح طرح سے تکلیفیں پہنچائیں۔ الغرض بدلہ اور انتقام لینا کہاں، اُن کے لئے کوئی بُرا لفظ آپ سُن نہ سکتے تھے، بلکہ اِن مخالفین و معاندین کے لئے، جب موقع آتا آپ طرح طرح سے نوازشیں فرماتے۔ چنانچہ **ایک واقعہ ہے**، کہ اسی نوارح میں ایک مولوی صاحب تھے جنھوں نے رشک و حسد کی راہ سے برسوں آپ کی مخالفتیں کیں، اور آپ کے بارہ میں ایک فتویٰ شائع کیا جس میں اینچ پینچ کے ساتھ، اور کھینچ تان کر لفظ کفر تک لکھ دیا تھا۔ (معاذ اللہ) مگر اس طرف سے مطلق سکوت اور قطعی خاموشی رہی کسی طرح سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ بلکہ آپ تو علمائے منکرین۔ اور ان کی مخالفتوں کا تذکرہ تک سننا پسند نہ فرماتے تھے۔ اِن مخالف مولوی صاحب کا ایک زمانہ اس حال میں بسر ہوگیا۔ خدا کی رحمت سے اِن کے برادر عم اور بعض دوسرے افرادِ خاندان اِس عرصہ میں ہمارے حضرتؓ پر ارادت لے آئے۔ مگر مولوی صاحب کا رنگ وہی رہا۔ اتفاق ایسا ہوا، کہ ان کا لڑکا مرض طحال میں مبتلا ہوا، اور کسی علاج سے شفا نہ ہوئی۔ علاج سے مایوسی ہوگئی، تو اب مولوی صاحب نے اپنے برادر عم سے خواہش کی کہ اس لڑکے کو اپنے ساتھ حضرت کی خدمت میں لے جائیں، تاکہ آپ دعا فرمائیں۔ مولوی صاحب میں یہ خواہش اس لئے پیدا ہوئی، کہ وہ بیماروں حتیٰ کہ مایوس العلاج مریضوں کا آپ کی برکت دعا سے صحتیاب ہونا دیکھ چکے تھے، غرض یہ لڑکا اپنے چچا کے ساتھ دربار شریف میں حاضر ہوا، ایک شب قیام رہا۔ آپ نے دعا کی اور شفقت فرمائی۔ ایک رومال عطا فرمایا گیا، کہ اسے مریض کے پیٹ پر باندھا جائے۔ خدا نے لڑکے کو شفا عطا فرمائی۔ ایک **دوسرا واقعہ** اسی قسم کا ہے، کہ ایک مولوی صاحب تھے جن کی عمر مخالفت میں گذری طرح طرح کی گستاخیاں اور بے ادبیاں مثل مذکور الصدر مولوی صاحب کرتے رہے۔ ایک زمانۂ دراز اس حال میں گذر گیا، تو قدرتِ خداوندی نے انھیں مرض فالج میں مبتلا کر دیا۔ یہ بڑھاپے کا زمانہ تھا، اور فالج کا مرض، آرام کیونکر ہوتا، کہ مرض ہی اِس عمر میں قابلِ علاج نہ تھا۔ مولوی صاحب ہر قسم کا علاج کرتے رہے۔ آخر درویش اور فقیروں سے بھی رجوع کی۔ لیکن کسی کوشش و تدبیر نے کامیابی کا منہ نہ دیکھا۔ ایک روز خود بخود خیال آیا، کہ میں نے برسوں مخالفتیں کیں، مگر کبھی نہ مجھ سے انتقام لیا گیا۔ نہ کوئی جواب دیا گیا۔ حالانکہ زمانہ میں خدا نے انھیں قبولیت خاص و عام اس درجہ کی دی ہے، کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔ ایک اشارہ بھی کر دیتے تو میرے لئے عرصۂ زیست دشوار ہو جاتا۔ اِس ذاتِ مقدس کی کرامت اور بزرگی کا اِس حسنِ اخلاق کے سوا اور کیا نشان ہوگا چلو اُن سے بھی التماس دعا کر دیکھیں۔ بالفرض مرض سے نجات نصیب نہ ہوئی، تو معذرت تقصیرات ہی سہی۔ بظاہر آخری وقت ہے، بے ادبیوں کا بوجھ تو سر سے اُتر جائیگا۔ مولوی صاحب اِن خیالات کے ساتھ ہمارے حضرتؒ کی خدمت میں پہنچے۔ سادات مشائخ اور علما کی تعظیم و مدارات (خواہ وہ کسی خیال اور کسی عقیدہ کے ہوں)

آپ کا ہمیشہ سے دستور تھا حسب معمول آپ نے اِن مولوی صاحب کی تعظیم فرمائی۔ آخر ایک روز مولوی صاحب کو نگاہ کرم نصیب ہوئی۔ اُن کے حق میں دعا فرمائی گئی۔ اور وہ اللہ جل شانہ کی قدرتِ کاملہ سے شفایاب اور کامیاب ہوئے۔ بیمار گئے تھے۔ تندرست ہو کر گھر آگئے۔

ہمارے حضرت قبلہؒ کے حسنِ خلق کا سب کے ساتھ یہی معاملہ تھا، جن مخالفین میں شرافت و انصاف کا مادہ ہوتا۔ اور توفیقِ ازلی سازگار ہوتی۔ تو بے ادبی اور مخالفت پر آخر خود شرمندہ ہوتے۔ اور آپ پر ارادت لے آتے تھے۔ چنانچہ آپ کے بہت سے مخالفین تھے۔ جن کو محض آپ کے حسنِ اخلاق اور آپ کی شفقت کریمانہ کی بدولت سعادت ازلی کا حصہ مل گیا، اور وہ حلقۂ ارادتمندی میں داخل ہوئے۔

خصوصیاتِ مجلسِ مبارک آپ کی مجلس مبارک کے بعض خصوصیات ہیں۔ مثلاً یہ کہ آپؒ قصداً یا سہواً کبھی قسم نہیں کھاتے تھے۔ اور حاضرین بارگاہ میں سے جو لوگ کہ آپؒ کی اِس عادت شریف پر آگاہ تھے، اُن کی مجال نہ تھی کہ آپؒ کے روبرو کبھی قسم کھاتے۔ کسی معاملہ اور قضیہ میں، اگر کسی نے قسم اور حلف لینے کا خیال ظاہر کیا تو آپؒ اس کو منع فرماتے کہ ہمارے سامنے ایسا نہ کرو۔ مجلس مبارک میں کسی کی غیبت اور برائی کا تذکرہ نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ کے روبرو کوئی شخص مرید ہوتا یا غیر مرید، اگر اتفاقاً غلط فہمی سے ایسی بات منھ سے نکال بیٹھتا، جو کسی کے لئے توہین و تحقیر آمیز ہوتی تو آپ نہایت خوبی سے غلط فہمی کی اصلاح فرماتے کہ قائل کو نصیحت ہو جائے، اور بُرا بھی نہ معلوم ہو۔ اور تحقیر شدہ کی برأت اور امر واقعی کا اظہار و انکشاف ہو جائے۔ تمثیلاً بعض واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

ایک بار آپؒ کے ایک مرید نے اپنے ایک پیر بھائی کی حمایت و طرفداری میں اپنے محترم استاد کی شکایت کی کہ "وہ زید کی ترقی تنخواہ نہیں کرتے۔ جو اُن کے ملازم ہیں۔ دوسرے ملازموں کو ترقی دیتے ہیں۔ زید خود ترقی کا طلب گار نہیں، اور زید کا کام اچھا ہے۔ زید دیانت دار ہے" اگرچہ زید کے آقا سے آپؒ کی کبھی ملاقات نہ تھی لیکن آپؒ نے اِس شکایت کو سُن کر یہ فرمایا کہ "زید کے آقا، تمھارے اُستاد شفیق ہیں۔ مربی اور محسن ہیں۔ اور اُن کے تم پر بہت احسانات ہیں۔ اور زید کے وہ آقا اور مالک ہیں۔ تم لوگوں کو کوئی ضرورت ہو تو ہم سے کہو ہم موجود ہیں۔ باقی ایسے محسن، اور شفیق اُستاد کے لئے اچھی رائے رکھنی چاہیئے!" یہ آپ کی نصیحت کا مفاد و منشا تھا۔ گویا آپ کے نزدیک یہ شکایت بچپنے اور تنگ خیالی پر محمول ہوئی۔ اور ہمیشہ کے لئے سبق ملا۔ کہ محسن، و مُربی، اور آقا، و اُستاد کی شکایت خلافِ ادب ہے!۔

جو ارشاد ہوا۔ وہ سب حق اور بجا تھا۔ چند روز کے بعد، زید کے آقا نے اُسے از خود نمایاں ترقی دے دی اور کمال شفقت و قدردانی کا سلوک کیا۔

ایک دفعہ ریاست رام پور میں حضرت قبلہؓ کے ہمرکاب آپ کے بعض مرید، بنگال کے رہنے والے ایک دعوت میں مدعو تھے، یہ مرید آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ننگے پاؤں۔ اور جوتہ اتار دیتے۔ ان لوگوں کو پابرہنہ دیکھ کر، ایک صاحب نے کہا، کہ آپ لوگ جوتا خرید لیں، تو فرش پر بلا تکلف آجا سکیں گے۔ کہنے والے صاحب نے اِن کو غریب و مفلس سمجھ کر، یا اور کچھ خیال کر کے ایسا کہا، آپؓ نے فرمایا "یہ لوگ ہمارے سامنے (بہ رعایتِ ادب) جوتا نہیں پہنتے ہیں!" اور یہ واقعہ تھا، کہ خاص مریدین خدمتِ پاک میں حاضر ہوتے۔ تو جوتی پہنے ہوئے حاضر نہ ہوتے۔ بلکہ اتار کر حاضر ہوتے۔ اور صحن خانقاہ میں بھی جوتیاں پہن کر نہ چلتے۔ جس کا تذکرہ اپنے موقع پر آئے گا۔

ایک دفعہ بنارس کے رہنے والے بعض خادم دربار عالی میں حاضر ہوئے۔ جب اِس قافلہ کو رخصت فرمایا گیا۔ تو یہ گرمی کا موسم اور دھوپ کا وقت تھا۔ اِن لوگوں کے پاس ضروری سامان سفر تو تھا، مگر چھتری کسی کے پاس نہ تھی۔ اِن کا سامان دیکھ کر، بنگال کے رہنے والے ایک صاحب نے فرمایا۔ آپ کے پاس چھتری نہیں، چھتری تو آپ کو رکھنی چاہیئے۔ چھتری نہ رکھنے کو شاید انھوں نے غربت یا بخل پر محمول کیا۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا "ہندوستان کے لوگ چھتری کا استعمال کم رکھتے ہیں" یعنی جس طرح کہ اہل بنگال ہر موسم میں اور بارش اور دھوپ اور شبنم میں چھتری کا استعمال کرتے ہیں۔ ہندوستانی اس طرح چھتری استعمال کرنے کی عادت نہیں رکھتے۔ یہ مضبوط لوگ ہیں۔ سردی اور گرمی کی برداشت رکھتے ہیں۔

آپؓ کے ایک خلیفہ صاحب کو بعض برادران طریقت دعوت دے کر، اپنے گاؤں میں لے گئے۔ پیر بھائی جو ایک مست قسم کے درویش تھے، وہ بھی اِن کے ساتھ ہو لئے۔ اِن "مستان شاہ" کی عادت کھانے پینے میں بہت بے تکلفی کی تھی، خوب فرمائشیں کرتے، کہ یہ پکاؤ، اور وہ لاؤ۔ خلیفہ صاحب کو مستان شاہ کی یہ باتیں اچھی معلوم نہیں ہوئیں، مگر اُن کو منع بھی نہ کر سکے کہ خفا ہو جائیں اور بگڑ نہ بیٹھیں، دعوتوں سے فارغ ہو کر یہ خلیفہ صاحب جب حضرت قبلہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو اس سفر کے واقعات، اور دیگر حالات کا تذکرہ کیا۔ اور ضمناً مستان شاہ کی کھانے پینے کی بے تکلفی، اور ان کی فرمائشوں کا ذکر بھی تحقیر کے طور پر کیا۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا "بابو! ایک عابد و زاہد کم خوراک کے پیچھے، بہت کھانے پینے والے ہزاروں انسانوں کی نجات و بخشش ہے!" وہ خلیفہ صاحب اپنے دل میں بہت نادم ہوئے، اور خیال کیا کہ مستوں کی بات کی گرفت نہیں، ہم نے کیوں شکایت کی۔ ہمیشہ کے لئے نصیحت ہو گئی۔

وہی قول اور وہی عمل آپؓ جس طرز پر زندگی بسر فرماتے تھے، اُس کا پورا نقشہ، آپؓ کی نصیحتیں ہیں۔ جو آپ نے اخلاق، اور تواضع کے باب میں وقتاً فوقتاً اپنے مریدوں سے ارشاد فرمائی ہیں۔ "جو آپ کا قول تھا

وہ ہی آپؒ کا عمل تھا، قول اور فعل دونوں طریقوں سے آپؒ نے اپنے غلاموں کی تربیت و پرورش فرمائی ہے یعنی آپؒ کا قول آپ کے فعل کا آئینہ اور آپ کا ہر فعل ہزاراں ہزار دفتر پند و نصیحت کا قائم مقام تھا، آپؒ کے نصائح ٹھیک آپ کے اخلاق و عادات کے آئینہ بردار ہیں۔ اس لئے آپ کے چند نصائح جو آپؒ نے اپنے مریدین سے وقتاً فوقتاً ارشاد فرمائے، بندگان خدا کی نفع رسانی کے لئے عامۃً اور ارباب طریقت کی ہدایت و رہنمائی کی غرض سے خاصۃً لکھے جاتے ہیں۔

اعزّہ کے ساتھ معاملہ اپنے اعزّہ و اقارب اور اہل دربار کے ساتھ، آپ کا حسنِ خلق اور حسنِ معاملہ جس درجہ کا تھا، بیان میں نہیں آسکتا۔ جس کا کچھ اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے، کہ آپ کے والد ماجد قدس سرہٗ کی وفات شریف کے بعد جب اقربا میں تقسیم وراثت کا معاملہ پیش ہوا۔ تو بعض اصحاب نے عرض کی کہ "حضور زمینداری اور حیثیت آراضی کے کاغذات کو ایک نظر خود ملاحظہ فرمالیں۔ تاکہ بسبب ناواقفی، تقسیم جائداد میں حضور کی کوئی حق تلفی نہ ہو۔" آپؒ نے فرمایا۔ "ہم کاغذات نہیں دیکھیں گے۔ ہماری کوئی خواہش نہیں ہے۔ جناب بھائی صاحب خوشی سے جو کچھ ہمیں دے دینگے لے لیں گے۔ اُن سے اس بارہ میں ہمارا کوئی مطالبہ نہیں ہے!"

بڑوں کا ادب آپؒ اپنے بڑے بھائی صاحب کا نہایت ادب فرماتے تھے۔ اور انھیں دیکھ کر سروقد ہو جاتے تھے۔ ایک بار وہ کہیں جا رہے تھے۔ آپؒ کی نظر پڑ گئی۔ وہ اگرچہ آپؒ سے فاصلہ پر تھے۔ اور انھوں نے آپؒ کو دیکھا بھی نہ تھا مگر آپؒ فوراً اپنی جگہ پر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ اور کھڑے رہے۔ جب تک کہ وہ نگاہ سے اوجھل نہ ہو گئے۔ آپؒ نے بڑے بھائی صاحب کے سامنے کبھی حقہ نوش نہیں فرمایا۔ کہ بڑوں کے سامنے حقّہ پینا اِس دیار کے شرفا میں ادب کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ آپؒ کی عمر شریف چالیس برس کی تھی، اس زمانہ کا واقعہ ہے، کہ ایک روز اپنے بڑے بھائی صاحب کے اپنے پاس تشریف لانے کی خبر سنی، تو خادم سے آپ نے فرمایا۔ "حقّہ اٹھا کے لیجاؤ۔ بھائی صاحب آرہے ہیں"۔

احترام سادات پیشوایان مذاہب خواہ کسی مذہب و ملت کے ہوں، آپ ان کا اعزاز فرماتے تھے۔ سادات، مشائخ اور علما، سب کے ساتھ آپ کا برتاؤ احترام و تعظیم کا تھا۔ آپؒ کے ایک مرید جو سلہٹ کے مشہور خاندان سیادت سے ہیں، قدم بوسی کرتے، یا آپ کے پاؤں دبانے چاہتے۔ تو آپ انھیں روکتے۔ اور لوگوں سے فرماتے، کہ یہ سیّد ہیں۔

برہمن کے ساتھ سلوک آپؒ سے بڑھ کر احترام و تعظیم و ادب کا اہتمام، اُن کے لئے جو اسکے مستحق ہیں۔ بہت مشکل کام ہے۔ مذاہب غیر کے پیشواؤں میں سے اگر کوئی شخص خدمت شریف میں آتے۔ تو آپؒ ان کی نہایت خاطرداری فرماتے۔

ایک نوجوان برہمن جو دق میں مبتلا تھے، پالکی میں سوار ہو کر خدمت مبارک میں آئے، کمزوری و ناتوانی اتنی ہو چکی تھی، کہ پیدل نہیں چل سکتے تھے۔ حضرتؒ نے حکم دیا کہ ان کی آسائش اور خاطرداری کا خاص طریقہ سے

انتظام کیا جائے۔ فرمایا "اِن کا تعلق برہمنوں کے ایسے خاندان سے ہے۔ کہ اس خاندان کے لوگ برہمن کے سوا اور کسی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاتے۔ ان کی رسوئی کے لئے ایک برہمن کو بلا لیا جائے۔ پنڈت جی نے عرض کیا "اِس دربار میں میں جیون اَمرت (آبِ حیات) کے واسطے آیا ہوں، کیونکہ یہ بیماری لا دوا ہے۔ موت سامنے نظر آتی ہے، مجھے تو بس زندگی کی بھکشا (بھیک) مل جائے۔ میری رسوئی کا بابا جی فکر نہ فرمائیں یہاں سے آدھے میل کے فاصلہ پر میرے خاندان کے ایک پریمی کا گھر ہے، پالکی موجود ہے، اس میں بیٹھ کر کھانے کے لئے میں وہاں چلا جاؤں گا۔ البتہ بابا جی اپنا جھوٹا (اُلش) اپنے ہاتھ سے ایک لقمہ مجھے کھلا دیں گے تو یقین ہے کہ مجھے بس اسی سے آرام ہو جائے گا!"

اس شائستہ اور شریف برہمن، مبتلائے مرضِ دِق پر ہمارے حضرتؒ نے نگاہِ کرم فرمائی، اور خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس بیچارہ کو از سر نو زندگانی عطا فرمائی، اور خوب تندرست ہو گئے، تو اپنے گھر کے لئے رخصت ہوئے۔

شفقتِ والدین آپؒ کی شفقت و مہربانی مثل شفقتِ والدین عام طور پر سب کے لئے تھی۔ آپؒ نے اپنے ایک مرید کو جن کو خدمت بندگانِ خدا سپرد تھی۔ نصیحت فرمائی "تم سب سے محبت کرنا۔ سب تم سے محبت کرنے لگیں گے!" مسلم و غیر مسلم ہر شخص آپؒ کو حضرت قبلہ، اور حضرت صاحبؒ کے علاوہ "باباجی" (بنگلہ زبان میں "بازی") یعنی "باپ" کہا کرتا تھا یہاں تک کہ آپ کے وہ اقربا جو سن و سال میں آپ سے بڑے تھے۔ وہ بھی آپ کو بابا اور حضرت صاحب کہا کرتے تھے۔ درحقیقت آپؒ ہر ایک کے شفیق باپ تھے۔

ہمسایوں کے ساتھ سلوک اہل دیار اور ہمسایوں کے ساتھ بخشش و کرم کی کیا حالت تھی؟ اس کے بہت واقعات ہیں۔ منجملہ اُن کے یہ کہ جس زمانہ میں آپؒ غازی پور سے استعفا دے کر اور ملازمت ترک کر کے وطن تشریف لائے۔ اُس وقت اِس دیار میں نمازِ عید کا یہ دستور تھا، کہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کے ساتھ لوگ اپنے اپنے گاؤں میں پڑھ لیا کرتے۔ اور فطر کا صدقہ اپنے اپنے پیش نماز کو دے دیا کرتے تھے۔ مگر سنت نبویؐ یہ ہے کہ عیدین کی نماز جماعتِ کثیر اور اجتماعِ عظیم کے ساتھ پڑھی جائے۔ متفرق اور چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں نہ پڑھی جائے۔ آپ وطن تشریف لائے۔ تو آپ نے احیائے سنتِ نبویؐ کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی، اور لوگ اس پر آمادہ ہو گئے۔ اور اب جو عید آئی، تو اس پر جنگل میں ایک اجتماعِ عظیم ہو گیا۔ لوگوں نے اصرار کے ساتھ ہمارے حضرتؒ کو امام مانا۔ اور فطرہ کی رقم اکٹھی کر کے یہاں کے رواج ملک کے مطابق آپ کے روبرو پیش کی۔

صدقہ اور زکوٰۃ سے احتراز مگر آپ کا دستور تھا، کہ کسی قسم کے صدقہ، اور زکوٰۃ کو قبول نہیں فرماتے تھے اور صدقہ نافلہ بھی نہیں لیا کرتے تھے۔ اس کے متعلق ارشاد ہے "فقہ کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر

خدا کسی کو استطاعت اور توفیق دے تو چاہیئے کہ صدقۂ نافلہ بھی نہ لیا کرے" اور بعض مریدوں کو نصیحت فرمائی کہ صدقہ نافلہ نہ لینا"

اِس موقع پر لوگوں نے صدقۂ فطر کی رقم کو پیش کیا۔ تو آپؒ نے یہ کیا کہ بعد ادائے نماز و خطبہ ہر گاؤں کے امام عیدگاہ کو (جو مقتدیوں میں شامل تھے) طلب فرمایا۔ اور ہر ایک سے پوچھا۔ کہ آج کے دن آپکو نمازیوں سے کیا ملا کرتا تھا؟ اور پھر جس پیش نماز نے جو رقم بتائی۔ وہ رقم اِسی تحویل سے لے کر اس کے حوالہ کر دی۔ اور اس طرح اس تمام رقم کو مستحقین پر آپؒ نے تقسیم کر دیا۔ بعض امام تھے کہ وہ رہ گئے۔ اور رقم تقسیم ہو گئی۔ اِن لوگوں کو آپؒ نے اپنے پاس سے دیا۔ تاکہ آج یہ بھی یہاں سے محروم نہ جائیں۔

احیائے سنت اپنے زمانہ میں آپؒ نے اور سُننِ نبویّہ کا بھی احیار فرمایا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر طریق وصول الی اللہ کہ سنت اعظم اور عین مقصد بعثت حضرات انبیاء علیہم السلام ہے، اُسے ہمارے زمانہ میں زندہ سرسبز و شاداب فرمایا۔ ع

حیات تازہ بگرفتہ از و دین مسلمانی

تواضع آپؒ کی تواضع کا یہ حال تھا۔ کہ اپنے مریدوں اور غلاموں کو اپنا مرید بہت کم فرماتے۔ اکثر یہ فرمایا کرتے ہمارے حضرت پیر و مرشد کے آستانہ کے مرید، ہمارے حضرت والد قدس سرہٗ کے آستانہ کے خلفا! ایک جگہ دعوت میں، مریدوں میں سے ایک شخص ہمرکاب تھے۔ اور اس مجلس دعوت میں ایک درویش بھی تھے۔ اِن درویش نے آپؒ سے آپ کے اِن مرید کی نسبت پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا" ہمارے یارانِ طریقت سے ہیں!" اِن درویش کے ساتھ ایک مرید بھی موجود تھے۔ کسی نے اِن سے پوچھا کہ یہ کون ہیں جواب دیا کہ" یہ ہمارا غلام ہے اور ہمارا مرید ہے!" ایک دوسرے موقع پر ایک مرید کے متعلق آپؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں۔ تو آپؒ نے فرمایا" یہ ہمارے شاگرد ہیں!"

احترام مشائخ احترام مشائخ میں آپ کو انتہائی اصرار اور تقدغن تھا۔ چنانچہ اپنے مریدوں اور خادموں کے لئے آپ کی وصیت ہے کہ" ہم نے تمام جہان کے بزرگوں کی تعظیم کی ہے، تم لوگ بھی ایسا ہی کرنا!" آپؒ کے ایک مرید کا بیان ہے۔ کہ میں ہندوستان میں، اور باہر اکثر خانقاہوں میں حاضر ہوا ہوں۔ جو بات کہ یہاں دیکھی کسی خانقاہ میں فی زمانناہٰذا نہیں دیکھی۔ ایک روز ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ اس دربار شریف کی شان اور کہیں نہیں پائی!۔ ارشاد فرمایا" اِس طرح مت کہو۔ اس طرح کہو کہ اِس خانقاہ میں بزرگوں کی یاد زیادہ کی جاتی ہے، مثلاً کھانے پر ہر روز سب سے پہلے بزرگوں کی فاتحہ دلائی جاتی ہے۔ اس کے بعد اُسے لوگوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، فاتحہ سے مقصود کیا ہے؟ یادِ بزرگان"

دل میں غم چہرہ پر سرور ایک عالم حزن وملال، اکثر آپ پر رہا کرتا تنہائی کو زیادہ پسند فرماتے۔ مگر چہرہ انور پر جب دیکھا سرور وشادمانی کو پایا جس سے بات کرتے شفقت وملاطفت کے ساتھ، اور اپنے بعضے خدام کو آپ کی ذمیت تھی کہ ہمیشہ "ہنس مکھ" رہنا۔ اس رہنے کا جو غم ہو۔ بس وہ قلب میں رہے چہرے سے ظاہر نہ ہو، محزون القلب بہجۃ البشرۃ

سب کے ساتھ شفقت کریمانہ بچوں پر نہایت شفقت فرماتے۔ بوڑھوں کی بہت رعایت کرتے، کمزوروں اور مصیبت زدوں پر از بس مہربانیاں کرتے۔ کسی سے بات کرتے ہوتے۔ اور دوسرا شخص درمیان میں بول پڑتا۔ اسی کی طرف مخاطب ہو جاتے، اور یہ نہ فرماتے کہ ہمیں بات تو پوری کر لینے دو۔ محلہ کے بچے اگر کھیلتے کھیلتے آجاتے اور آپ کو روک لیتے۔ ٹھہر جاتے کسی کام کے لئے کہتے کر دیتے۔ ایک دفعہ دیکھا کہ نماز جمعہ کے بعد مسجد شریف سے باہر تشریف لائے۔ دہوپ اُس وقت خاصی تیز تھی، بہت سے بچے آس پاس کے گاؤں کے رہنے والے شیرینی کا حصّہ لینے آگئے۔ (نماز کے بعد اس خطہ میں دستور اکثر فاتحہ و نیاز کا اور نیاز و فاتحہ کی اشیا تقسیم کرنیکا ہے) یہ بچے یکے بعد دیگرے قدم بوسی کرنے لگے۔ جب تک کہ یہ سب بچے اپنے اس کام سے فارغ ہوئے۔ آپ اسی دہوپ میں کھڑے رہے۔ کسی بچے نے کہا باباجی۔ ہمارا فلاں کام کردو۔ وہ کام آپ خود کر دیتے۔ کسی خادم سے نہ فرماتے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک سن رسیدہ عورت پانی کا بھرا ہوا گھڑا دم کرانے کو لائی۔ اور آپ کی نشست گاہ کے باہر جنگلے کے برابر آ کے کھڑی ہو گئی۔ لوگ مجلس پاک میں حسب معمول نیچی نظر کئے بیٹھے تھے قبل اسکے کہ اس بڑھیا کی طرف کوئی شخص دیکھے۔ اور پانی کا گھڑا اس کے ہاتھ سے لے کر آپ کی خدمت میں پیش کرے۔ آپ خود اُٹھے اور پانی کا گھڑا اُس کے ہاتھ سے لے کر اپنی جگہ پر تشریف لائے اور پانی دم کر کے لوگوں سے باتیں کرتے کرتے چپکے سے اُٹھے۔ اور گھڑا اس کے حوالہ کیا اور پھر اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد بڑی بی نے دو پیسے نکال کر اپنے ہاتھ پر رکھے۔ کہ یہ پیسے وہ پیش کرتی ہے، اسلئے تیسری بار بھی آپ خود اُٹھے اور پیسے لے لئے اور فرمایا۔ "بابو! ہم غریب کی خدا یونہی پرورش کراتا ہے!"

کوشش کر کے اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے اور اس طرح غلاموں کو فروتنی اور عاجزی کی تعلیم عملی طریقہ سے فرماتے۔

بندگانِ خدا کی پردہ پوشی معاملات دینی ہوں یا دنیاوی! سب میں آپ کی طرف سے نرمی، اور ملاطفت اور آسایش، بندگانِ خدا کے ساتھ تھی۔

پردہ پوشی ہر ایک کی فرماتے کسی کی کونسی بات تھی، جو آپ سے پوشیدہ تھی۔ مگر کسی کا عیب وگناہ جو درونِ پردہ ہوتا۔ اُس پر ظاہر کر کے تنبیہ و تہدید نہ فرماتے۔ بلکہ ڈھکے ہوئے قصور و گناہ کے لئے ڈھکی ہوئی نصیحت فرماتے۔ تاکہ اس کا پردہ فاش نہ ہو۔ مریدوں کے علاوہ اور بھی کسی کے عیب و گناہ کی پردہ دری نہ فرماتے۔

ایک مرید کی حالت بارہ برس سے دگرگوں چلی آتی تھی۔ مگر آپؒ کا رحم و کرم ہمیشہ پردہ پوش رہا۔ اُن کو تنہائی اور علیحدگی میں سمجھاتے۔ وہ بھی عام پند و نصیحت کے رنگ میں، اور دوسری باتوں پر رکھ کر ایک عام طریقہ اور خوشگوار لہجہ میں انھیں تنبیہ فرمائی جاتی، اُن کا نفع اور دوسروں کی محافظت جس سے مقصود ہوتی تھی۔

طرزِ نصیحت — مُریدوں کے لئے نصیحتیں خواہ متعلق بہ امورِ دینی ہوں یا دنیاوی، طرزِ نصیحت بہ اسلوب عامّہ ہوا کرتا تھا۔ یعنی حاضرین میں سے سب کو مخاطب فرما لیتے، اور جو فرمانا ہوتا عام نصیحت کے طریقہ سے فرما جاتے حاضرین خیال کرتے، کہ یہ ایک عام نصیحت سب کے لئے تھی۔ مگر شخص مقصود سمجھ جاتا ؎

کمان جانبِ دیگران می کشد — ولے تیر بر جانِ ما می زند

بعض صاحبوں کو منفرداً بھی نصیحت فرمائی جاتی تھی۔ غرض اشارہ ہوتا یا کنایہ، صراحت ہوتی یا وضاحت جو بات جس روش پر سمجھانے کی ہوتی "اسی نہج" اسی روش پر سمجھا دی جاتی۔ صراحت کے محل پر صراحت اور اشارت کے محل پر اشارہ! "گفتگوئے اشارات" اس دربار کی شان خاص تھی۔ مگر یہ اُسکے لئے جو اسکا اہل ہوتا۔ خطرات پر گرفت عامّۃً نہ فرمائی جاتی، بلکہ خطرہ کی اصلاح، اور مریدوں کی نگھبانی و نگرانی فرمائی جاتی۔ جن کے واقعات بہت ہیں۔ بعض اپنے اپنے محل اور موقع پر لکھے گئے ہیں۔

سب مریدوں کے دیکھنے والے — اس مقام پر نشر بجا ایک واقعہ لکھا جاتا ہے "آپ کے ایک مرید جب بندہ نوازی اور ذرّہ پروری سے بندگانِ خدا کو سلسلۂ عالیہ میں داخل کرنے کی خدمت پر مامور فرمایا گیا تھا، اسکا بیان ہے کہ میں ایک روز اپنی جگہ پر تنہائی میں اِس خدمت اہم کی ذمّہ داریوں اور اپنے عیوب و نقائص نفس پر خیال کرتے ہوئے خوف زدہ اور حیران تھا کہ اپنا یہ حال، اور اس پر اس کارِ اہم کی سپردگی، مجھ سے اس بارِ گراں کا تحمل کیوں کر ہوسکے گا۔ خود قاصر ہوں۔ دوسروں کا بوجھ کیوں کر اٹھا سکوں گا۔ لیکن تعمیل فرمان اگر نہ ہوسکی تو یہ بھی خوف کا مقام ہوگا۔ آپؒ نے اسی وقت باآواز بلند فلاں اور فلاں اور ساتھ ہی اُس خادم کو طلب فرمایا، اور دوسرے ارشادات کے بعد فرمایا "ہم آپ لوگوں سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ ہمارے حضرتؒ کے آستانہ سے جن کو اجازت و خلافت نصیب ہوئی ہے، اگر وہ خیال کریں اور کہیں کہ ہم گنہگار اپنا بوجھ تو اُٹھا نہیں سکتے، دوسروں کے بوجھ کے کیونکر متحمل ہوں گے۔ اور دریافت کریں کہ ہم کیا کریں تو آپ لوگ اس کا کیا جواب دیں گے؟"

فرمایا "ہماری جانب سے کہہ دینا کہ طالبانِ خدا کا دفتر بزرگانِ دین میں نام لکھ دینا بس تمہارا اتنا کام ہے باقی اُن بندگانِ خدا کے دیکھنے والے ہم ہیں، انھیں ہم دیکھیں گے!"

نفع رسانیٔ مخلوق — بندگانِ خدا کی دینی اور دنیوی نفع رسانی اور مخلوق کی ہدایت و فلاح از بس پسندیدہ

اور نہایت مطبوع خاطر اقدس تھی۔ اپنے خلفا اور اجازت یافتگان سے ارشاد فرماتے "لوگوں کو سلسلۂ عالیہ میں داخل کرنا خدمت مخلوق ہے۔ اِس خدمت کو خدمتِ شیخ یعنی ہمارا کام سمجھ کر کیا جائے۔ اور کسی خیر کو بندگانِ خدا سے دریغ نہ رکھا جائے!"

جیسا آدمی ویسا کام مریدین و حاضرین میں خواندہ ناخواندہ عالم و اُمّی امیر و غریب سب ہی لوگ ہوا کرتے تھے جوشِ محبت و عقیدت سے اگر کوئی مرید ایسی خدمت انجام دینی چاہتے۔ جو اُن کے درجہ وقار یا علم کے سبب کم درجہ کی ہوتی۔ مثلاً جھاڑو دینی، لکڑیاں چیرنی، وغیرہ وغیرہ تو آپ روک دیتے، کہ تم ایسا نہ کرو۔ اور پھر اُس مرید کے درجے اور حیثیت کے موافق اس کے لئے کوئی خدمت تجویز فرما دیتے جس سے اس کی آرزو پوری ہو جاتی۔ مثلاً فلاں کو خط لکھ دو۔ فلاں کتاب سنا دو۔ وغیرہ، غرض کام ہو یا کلام، ہر شخص کے درجے اور منصب اور فہم کے مطابق ہی ہوا کرتا تھا۔

ایک واقعہ ہے، کہ ایک بار آپؒ کے ایک مرید ان لوگوں کے ساتھ، جو لنگر خانہ کے مطبخ کے لئے پہاڑ سے لکڑیاں کاٹ کر اور اپنے کندھوں پر لاد کر لایا کرتے تھے، چلے گئے۔ یہ مرید لکھے پڑھے بھی تھے۔ آپ کو جب معلوم ہوا کہ وہ پہاڑ پر لکڑیاں لانے، گئے ہیں۔ تو آپ بہت بیقرار ہو گئے۔ اور حاضرین سے افسوس کے ساتھ بار بار فرماتے رہے، وہ کیوں گئے ہیں۔ اور اُن کے آنیکا انتظار فرمایا۔ راہ دیکھتے رہے۔ جونہی وہ یہاں پہونچے اور آپ نے دیکھا تو آپ تقریباً پچاس قدم اُن کی طرف بڑھے۔ اور لکڑیوں کا بوجھ اُن کے کندھے سے خود اپنے دست مبارک سے اُتارا اور شفقت فرمائی۔ آئندہ کے لئے ایسے کام کی ممانعت کر دی۔ جن لوگوں کے ساتھ کہ لکڑیاں لانے گئے تھے۔ اُن سے فرمایا تم لوگ انھیں اپنے ساتھ کیوں لے گئے۔ یہ خاندانی شریف زادے ہیں۔ ان کے لئے یہ کام مناسب و زیبا نہ تھا۔

خلوت و جلوت میں یکساں آپؒ خلوت و جلوت میں ہمیشہ یکساں تھے جس نے آپ کو جتنا زیادہ دیکھا، اور جتنے قریب سے دیکھا، اتنا زیادہ گرویدہ ہوا۔ اور آپ کے ساتھ محبت و عقیدت اتنی ہی زیادہ ہوئی۔

ایک بات عجائبات روزگار سے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہٗ نے اپنے خواجہ اور پیر و مرشد حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں فرمایا کہ "آپؒ کی خلوت و جلوت ایک تھی، اور یہ بات عجائبات روزگار سے ہے!" ہمارے حضرت قدس سرہٗ بالکل حضراتِ اکابرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قدم بقدم تھے۔ اور یہ اُن لوگوں کے مشاہدات ہیں جن کو سالہا سال قربت و حضوری کا شرف نصیب ہوا۔ اور جن کی نظر حضرات اکابرین کی روش و رفتار اور طرز زندگی اور حالاتِ زندگی پر تھی۔

قول وفعل ایک تھا | آپؒ جس طرز پر زندگی بسر فرماتے تھے اسکا نقشہ آپ کی نصیحتیں ہیں۔ جو آپ نے اخلاق و تواضع کے باب میں وقتاً فوقتاً مریدین سے ارشاد فرمائیں۔ آپ کا جو قول تھا وہی آپ کا عمل تھا، ذرہ برابر فرق آپ کے قول و عمل میں کبھی کسی نے نہیں پایا۔ بالفاظِ دیگر آپ کا قول آپ کے فعل کا آئینہ اور آپ کے افعال واعمال ہزاراں ہزار دفتر پند ونصیحت کے قائم مقام تھے۔ آپؒ کی نصیحتیں ٹھیک آپ کے اخلاق وعادات کی آئینہ بردار تھیں۔ اور آج ہمارے لئے شمع ہدایت ہیں۔ پس آپؒ کی نصیحتیں جو وقتاً فوقتاً آپ نے مریدین سے ارشاد فرمائیں۔ بندگان خدا کی نفع رسانی کے لئے عامۃً اور اربابِ طریقت کی صلاح وفلاح کے واسطے خاصۃً لکھی جاتی ہیں۔

نصائح سیّدنا شیخ العارفینؒ

پھول کی طرح رہو | فرمایا "پیروں اور مریدوں، دونوں کے لئے ضروری ہے کہ ہمیشہ پھول کی طرح زندگی بسر کریں کانٹے کی طرح نہیں، اور کسی کو بھی (اپنے فائدہ اور آرام کی خاطر) تکلیفِ جسمانی اور روپے پیسے کی پریشانی میں نہ ڈالیں۔ (اپنا بوجھ آپ اٹھائیں نہ کہ اپنا بار دوسروں پر ڈالیں) جو پیر کہ مریدوں کو روپے پیسے کی تکلیف میں ڈالتے ہیں۔ اُن مریدوں کے دل سے پیر کی عزّت اور وقعت کم ہوجاتی ہے۔ اس لئے پیر کو ہر وقت اور ہر حالت میں مرید کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اُسے ہماری وجہ سے کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے۔

اولیاء اللہ سے مخلوق کا نفع | اِس سلسلہ میں فرمایا۔ منصورؒ کو منصور حلاّج کیوں کہتے ہیں؟۔ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ ان کی ایک ندّاف (روئی دھننے والے) سے دوستی اور ملاقات تھی۔ کبھی کبھی اُس کی دکان پر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے اپنے کسی کام کے لئے اُس سے خواہش کی۔ اُس نے کہا اس وقت دکان سے اٹھنے میں میرا حرج ہوجائے گا۔ کہا جاؤ تمھارا کام میں کردوں گا۔ میرا کام تم کرآؤ۔ وہ ندّاف اُنکے کام کے لئے چلا گیا۔ آکر کیا دیکھتا ہے۔ کہ روئی کا۔ جو ڈھیر دکان پر چھوڑ کر گیا تھا۔ اُس روئی کے گالے طیّار ہیں۔ اور سب روئی دھنکی ہوئی قرینہ سے رکھی ہے۔ روئی کا اتنا بڑا ڈھیر اتنی جلدی دُھنکا گیا۔ یہ کام طاقتِ بشری سے بالاتر تھا، اسے دیکھ کر ندّاف حیران رہ گیا۔ اُسی وقت سے منصورؒ کا نام منصور حلاّج (یعنی بہت دھنکنے والا) مشہور ہوا۔"

ارشاد فرمایا "دنیا داروں کو اولیاء اللہ کی ذات سے بہت نفع حاصل ہوتا ہے۔ حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

خویش را منصور حلاّجے کنی | آتش اندر پنبۂ یاران زنی

(اپنے آپ کو منصور حلاج ظاہر کرتے ہو۔ اور حالت یہ ہے کہ) مریدوں کی روئی (مریدوں کے مال) میں آگ لگاتے ہو) جو پیر کہ مریدوں کو تکلیف مالایطاق میں ڈلتے ہیں۔ یہ شعر اُن کے حق میں ہے!"

دودھ کا پیالہ گلاب کا پھول فرمایا ہم نے صاحب میاں کے والد کو حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کا قصہ سنایا کہ جب وہ ملتان میں پہنچے۔ تو ملتان کے مشائخ نے دودھ سے لبالب بھرا ہوا پیالہ آپ کے پاس بھیجا۔ اشارہ یہ تھا کہ اہل ملتان کے قلوب مشائخ ملتان کی عقیدت سے ایسے لبریز ہیں جس طرح یہ دودھ کا پیالہ دودھ سے۔ اب آپ کی گنجایش کہاں؟ حضرت شیخ الاسلام نے اس دودھ بھرے پیالہ پر ایک پھول گلاب کا ڈال کر واپس کر دیا جس میں یہ اشارہ تھا کہ ہم یہاں پھول کی طرح رہیں گے۔ کسی پر بار نہ ہونگے مشائخ خوش ہو گئے۔ شیخ الاسلام وہاں بالکل پھول کی طرح رہے۔ اُن کی ذات سے کسی کو بھی نہ کسی طرح کی تکلیف پہنچی نہ کسی قسم کا نقصان پہنچا۔

یار شاطر نہ کہ بار خاطر یہ قصہ سُنا کر ہم نے اُن سے کہہ دیا۔ کہ پھول کی طرح رہنا چاہیئے۔ تاکہ کسی پر بار نہ ہوں یار شاطرم نہ کہ بار خاطرم۔ پیر کو مثل پھول کے رہنا اور پھول کی طرح زندگی بسر کرنا چاہیئے۔ (حاضرین سے فرمایا) اگر ہو سکے تو تم لوگ ایسا ہی کرنا۔ اللہ جسے نصیب کرے!"

لطیف و روح پرور آپ کی معاشرت اور روشن زندگانی پھول کی مانند لطیف و روح پرور تھی۔ مرید یا غیر مرید کسی کو بھی آپؒ سے نقصان نہیں پہنچا۔ بلکہ ہر ایک کو آپؒ سے نفع پہنچا۔ اور معاملات میں لین دین میں آپ بالکل پاک و صاف تھے۔ جیسا کہ اپنے محل و مقام پر بیان کیا گیا ہے۔ جو لوگ کہ خدمت اقدس میں نذرانہ روپیہ پیش کرتے۔ آپ بلا تامل قبول نہ فرماتے۔ بلکہ دینے والے کی حیثیت پر غور فرماتے۔ کہ غلبۂ ذوق و شوق میں اپنی استطاعت اور حیثیت سے بڑھ کر تو نہیں دیتا۔ اگر ایسا ہوتا، تو آپ قبول نہ فرماتے۔ اور تبسم کے ساتھ فرماتے "تم نے اتنا کیوں دیا، یہ بہت ہے، اور زیادہ ہے اچھا تم نے دیا، ہم نے لے لیا۔ اب ہم (اپنی طرف سے) یہ تمہیں دیتے ہیں۔ اسے لے جاؤ!" یا نذر میں سے قدر قلیل لے کر باقی کو واپس کر دیتے۔ کسی کام کی فرمایش اگر دیتے۔ تو ضرور اور لازماً قیمت ادا کرتے۔ اگر کہا جاتا کہ حضور! یہ نذر ہے، تو آپ منظور نہ فرماتے اور یہ ارشاد فرماتے۔ کہ "اگر فرمایش دے کر کوئی چیز منگاتے ہیں۔ تو اس کو ہم بطور نذر قبول نہیں کیا کرتے ہیں ہم اس کی قیمت ادا کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم سے قیمت تمہیں لینی ہو گی۔"

دستور بابت نذور نذور کی بابت ذیل میں تین چشم دید واقعات لکھے جاتے ہیں (۱) نواب حیدر علی خان صاحب (رئیس کروٹیہ بیمن سنگھ) جب مرید ہوئے تو انھوں نے گیارہ سو روپیہ نذر پیش کئے۔ اس پر فرمایا "ہم تمہارے یہ روپے نہیں لیں گے۔ تمہاری اسٹیٹ پر قرض کا بار ہے۔ قرض کا ادا کرنا فرض ہے

پیر کی خدمت ضروری نہیں ہے۔ (صرف مستحبات سے ہے نہ کہ فرائض و واجبات سے) بہتر آپ اپنا فرض ادا کریں۔ بعض غریب مرید ہیں بطور نذر کچھ دیتے ہیں، تو ہم لے لیتے ہیں۔ آپ کی اس نذر سے بھی ہم دو روپے لئے لیتے ہیں۔ تاکہ آپ یہ خیال نہ کریں۔ کہ پیر و مرشد نے ہماری نذر کو رد کر دیا، اس سے زیادہ ہم کچھ نہ لیں گے!"

ہر چند نواب حیدر علی خاں نے اصرار کیا، مگر آپؒ نے صرف دو روپے قبول فرمائے۔ باقی رقم واپس کر دی۔

پہلی تنخواہ کی نذر (۲) جناب مولوی مستفیض الرحمٰن خان صاحب ڈپٹی کلکٹر جب ملازم ہوئے، اور پہلی تنخواہ ملی تو یہ پوری رقم انھوں نے خدمتِ مبارک میں نذر پیش کی۔ آپؒ نے اِس میں سے صرف پچاس روپیہ رکھ کر باقی رقم کو اپنے ایک خادم کے ہاتھ، جو اس طرف جارہے تھے، واپس کر دیا۔ اور فرمایا۔ ہم اس سے زیادہ نہ لیں گے اب اس روپیہ کو وہ اپنے خرچ میں لائیں!۔

ایک مکتوب گرامی (۳) آپؒ کے ایک اور خادم طبابت پیشہ ہیں۔ پہلی بار ایک مریض سے پچاس روپے انھیں فیس کے ملے، انھوں نے یہ رقم خدمت اقدس میں پیش کی۔ اس کے بعد دوسرے مریض سے انھیں روپیہ ملا اسے بھی بذریعہ ڈاک پیش کیا۔ آپؒ نے بطور نصیحت ایک شخص کو حکم فرمایا کہ اِن کو خط لکھو کہ آئندہ روپیہ نہ بھیجیں (اِس مکتوب گرامی کی نقل یہ ہے)۔" آپؒ نے اوّل بار اور دوسری بار روپیہ بھیجا۔ موصول ہوا۔ حضرت قبلہؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ روپیہ آپ نے جس خیال سے بھیجا ہم سمجھ گئے۔ اب آئندہ یہاں نہ بھیجئے۔ خدا کی رحمت سے یہاں ہر طرح کی کشائش اور فارغ البالی ہے۔ روپے کی ضرورت نہیں ہے، آپ کو روپے کی ضرورت ہے، اپنے متعلقین اور اپنی ذات پر خرچ کیجئے!" مثل اس کے اور بہت سے واقعات ہیں، قدرِ مختصر پر اکتفا کیا گیا ؎

تراچنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند　　　بقدر بینش خود ہر کسے کند ادراک

تعظیم مشائخ تعظیم مشائخ کے لئے آپؒ کے بہت ارشادات ہیں۔ آپ کی تواضع اور فروتنی اور عاجزی کا یہ عالم تھا۔ کہ مشائخ کا اور دوسرے سلسلہ کے پیروں کا تو کیا مذکور خود اپنے غلامانِ حلقہ بگوش کے لئے بھی تواضعاً ایسے الفاظ فرماتے۔ کہ بیان میں نہیں آسکتے۔ ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ بہر حال اس بارہ میں جو ارشادات ہیں۔ ان میں سے بعض بلفظہ لکھے پڑے۔

فرمایا" ہم خلفا کی تعظیم کرتے ہیں۔ کہ وہ بھی تو پیر ہیں۔ انھیں بھی تو ہمارے حضرتؒ کے آستانہ پاک سے خلافت ملی ہے۔ جس آستانۂ پاک کی غلامی ہمیں نصیب ہے۔ ہمارے اور ان کے شیخ ہونے میں کیا فرق ہے؟"

"جب اِن (خلفا) کو خدا نے نعمتِ خلافت دی۔ اور دوسرے مریدوں سے ممتاز فرمایا۔ تو ہمیں بھی انکی خاطرداری میں امتیاز چاہیئے!" چنانچہ خلفا میں سے جب کوئی حاضر آستانہ ہوتے۔ تو اُن کو خاصے کا کھانا عطا ہوتا۔ جس طرح کہ کسی مہمان کی خاطر داری کی جاتی ہے، دوسرے وارد و صادر اور مرید و غیر مرید کو ایک وضع کا کھانا عطا ہوتا

یہ بھی فرماتے کہ "ہم خلفا کے سامنے بہت کم کسی کو مرید کرتے ہیں۔ یہ اصحاب اگر خود ہی مجلس میں آجائیں یا ضرورت ہی ایسی پیش آجائے۔ تب تو ہم اُن کے سامنے مرید کر لیتے ہیں۔ ورنہ اُن کے روبرو مرید نہیں کرتے ہیں!" یہ بھی ارشاد فرمایا "ہم نے دیگر سلسلوں کے مشائخ اور خلفا کے سامنے بھی کسی کو مرید نہیں کیا۔ ایسا اتفاق اگر پیش آگیا کہ مرید ہونے کے لئے کوئی شخص سامنے موجود ہے۔ اور اس وقت ہم سے ملنے کے لئے کوئی درویش تشریف لے آئے تو ہم نے اُس مرید ہونے والے شخص سے کہہ دیا۔ کہ تمہارا یہ کام ہم دوسرے وقت کر دیں گے۔ اس وقت یہ کام نہیں کریں گے۔ اور یہ اسلئے کہ مبادا ان درویش کے جی میں یہ خیال گزرے کہ ہمارے روبرو اظہار شیخی (اپنے شیخ ہونے کو ظاہر) کرتے ہیں۔"

طریقت کا ایک مسئلہ طریقت کا ایک مسئلہ اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا "جو اپنے پیر و مرشد کا سجادہ نشین ہو۔ اور وہ پیر و مرشد کے کسی مرید یا خلیفہ کے لئے تلقین و تعلیم کی ضرورت دیکھے۔ تو کر سکتا ہے۔ مگر جب ہمارے کوئی پیر بھائی ہم سے خواہش کرتے (کہ ہمیں تلقین یا تعلیم کر دیجئے) تو ہم اُن سے کہتے۔ آپئے، اجازت ہے!۔ (ایک شخص نے عرض کیا، کہ حضور نے جو فرمایا آپئے اجازت ہے، اسکا کیا مطلب ہے؟ اِس کے جواب میں فرمایا) ہم کیا تعلیم کرینگے البتہ ہمیں چونکہ حکم ہے (کہ پیر بھائیوں میں سے جس کو ضرورت دیکھیں، تعلیم و تلقین کریں) اس لئے ہم کہا کرتے ہیں آپئے اجازت ہے!" ہمارے حضرتؒ بالطبع نہایت منکسر المزاج اور متواضع تھے۔ اور یہ شعر اکثر فرمایا کرتے ہے

مرا عہدیست با جاناں کہ تا جاں در بدن دارم ٭ ہواداران کویش را بہ جان و دل خریدارم

(دیوان حافظؒ میں ہے "چو جانِ خویشتن دارم"، مگر آپؒ اس کی بجائے "بجان و دل خریدارم" فرمایا کرتے تھے۔)

تاکید تواضع مریدوں، اور خدا کے تمام بندوں، کے ساتھ کس تواضع، عاجزی، اور فروتنی سے پیش آنا چاہیئے! اِس باب میں آپؒ نے جو ارشادات کہ اپنے خلفا سے فرمائے وہ یہ ہیں۔

فرمایا "پیشتر اِس بستی (مرزا کھیل) کے لوگ ہمارے مرید نہ تھے۔ جب انھوں نے مرید ہونے کی خواہش کی، تو ہم نے کہا کہ دوسرا پیر تلاش کرو۔ (ہم تمہارے گاؤں اور گھر کے ہیں) انھوں نے کہا، کہ ہندوستان اور دیگر مقامات سے تو لوگ یہاں آکر مرید ہوتے ہیں، ہم کہاں اور کس کے پاس جائیں، ہم نے جب انھیں بہت آرزومند پایا۔ تب ہم نے اُنھیں اپنے حضرتؒ کے سلسلہ میں داخل کیا۔ اگر تمہارے وطن کے لوگ تم سے محبت کریں، تو انھیں کچھ تعلیم کر دینا، دیہات کے لوگ اگر آئیں، تو ان لوگوں کے ساتھ ایسا برتاو کرنا، جیسا برتاو ہم اہلِ دیہات کے ساتھ کرتے ہیں۔ دیہات کے لوگ (شہریوں کے) آداب گفتگو اور آداب مجلس سے واقف نہیں ہوتے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے، کہ ہم کسی سے بات کر رہے ہیں، مگر کوئی شخص آکر بیچ میں بات شروع کر دیتا ہے (ہم اس کا برا نہیں مانتے) ہم آنے والے کی طرف مخاطب ہو جاتے ہیں۔ اور پہلے اس کی بات سُن لیتے ہیں۔

فرستادۂ خدا | امیر و غریب شریف و رذیل کوئی شخص بھی، دین و دنیا کے کسی کام کے لئے آئے۔ تو اُسے اللہ کا بھیجا ہوا مہمان سمجھے۔ اور اس کے ساتھ (بلا کسی امتیاز کے) تواضع اور اخلاق کا برتاؤ کرے۔ یہ سمجھنا کہ اسے اللہ نے ہمارے پاس بھیجا ہے، اور حتی الامکان اس کا کام کر دینا!"

اپنے آپ کو عاجز و ذلیل تصور کرنا | ارشاد فرمایا۔ "اپنے آپ کو ہمیشہ ذلیل و خوار اور عاجز و ناچار سمجھتے رہنا ہرگز خیال نہ کرنا کہ ہم شیخ کامل۔ یا ولی یا قطب یا غوث ہو گئے ہیں۔ اپنے کمال سے، اور اپنے علم و ہنر سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ تا وقتیکہ اللہ کا فضل نہ ہو!"

مرید کی تعظیم | مرید کی تعظیم اپنے دل میں کرنا، کہ خدا کا بھیجا ہوا مہمان ہے، خدا نے اُسکے دل کو ہماری طرف جھکا دیا، اور متوجہ کر دیا ہے۔ ہمارے جیسے بہت ہیں، جو بازاروں میں پڑے پھرتے ہیں، اور انھیں کوئی نہیں پوچھتا۔ ایک بار یہ واقعہ فرمایا کہ "مستفیض الرحمٰن (ڈپٹی کلکٹر آپ کے مرید) ہم سے ایک خاص دعوت کے تفصیلی حالات بیان کرنے لگے۔ ہمیں اُس وقت فرصت نہ تھی، دوسرے کام بھی کرنے تھے، مگر ہم نے خاموشی کے ساتھ اُن کی سب باتوں کو سُن لیا، کچھ نہ کہا، اگرچہ یہ بہت زیادہ گفتگو تھی، مگر ہم نے (تواضعًا) خیال کیا، کہ یہ حاکم ہیں، ان کے سامنے ہمارے جیسے مولوی اِن کی عدالت میں باادب کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ اگرچہ ہمارے سلسلۂ عالیہ کے مرید ہیں، ہمارا نہ سننا اور کہہ دینا کہ بات مختصر کیجئے ہمیں فرصت نہیں ہے، انھیں ناخوش نہ کرتا۔ مگر ان کی خاطر سے ہم نے سب سُن لیا۔"

حکم کے اقسام | فرمایا۔ "حکم تین قسم کا ہوتا ہے، ایک بادشاہی حکم، دوسرا دوستی کا حکم، تیسرا درویشی کا حکم، بادشاہی حکم، حکومت کا حکم ہے۔ (کہ جس سے سلطنت کا نظام وابستہ ہوتا ہے، اور طاقت و قانون سے جس کی تعمیل کرائی جاتی ہے)۔ دوستی کا حکم (مروت و آشتی کا ہوتا ہے کہ) ہمارا کام کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اگر آپ ہی نہ کریں گے تو پھر ہم کس سے کہیں گے، اور درویشی کا حکم عاجزی کا ہے کہ بھائی ہم عاجز ہیں۔ ہم سے یہ کام بن نہ پڑے گا، لہٰذا اس کام کو یوں کر دیجئے۔"

پیر و مرید ایک دوسرے کو کیا سمجھے؟ | فرمایا۔ "اگر شیخ مرید سے پانی کا ایک گلاس طلب کرے، یا اور کسی کام کا حکم دے، تو مرید اس کام کو انجام دے۔ اور سمجھے کہ حکمِ شیخ کی تعمیل اس کا کارِ منصبی ہے، اور تعمیلِ حکم شیخ فرض عین ہے اور شیخ کو یہ سمجھنا چاہیئے، کہ ہم خدا کے ایک عاجز بندے ہیں۔ اور یہ ایک مسلمان (اُمتِ رسول اللہ ہیں) انہوں نے ہم پر احسان کیا ہے (جو ہمارا یہ کام کر دیا) یعنی مرید تعمیلِ حکم مرشد کو اپنے لئے فرض عین، اور مرشد خدمتِ مرید کو اپنے اوپر مرید کا احسان تصور کریں۔

نفرت کفر و گناہ سے نہ کہ کافر و گنہ گار سے! | فرمایا۔ "یہ راستہ عاجزی، تواضع اور فروتنی کا ہے۔ اس کے بغیر اس راہ میں کچھ نہیں ہو سکتا یاد رکھنا، ہم کفر کو بُرا سمجھتے ہیں، کافر کو نفرت و حقارت سے نہیں دیکھتے، ہم گناہ سے بیزار

مگر گنہ گار کو نفرت وحقارت سے نہیں دیکھنے !"

دعا مومن و کافر کے لئے ہمارے پاس ہندو مسلمان، دیسی، بدیسی، رنگون، ارکان، اور امریکہ جانے والے مسافر، غرض قریب و بعید سب جگہ کے لوگ آتے، اور دعا چاہتے ہیں۔ ہم ہر ایک کے لئے تہ دل سے دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تمہیں تمہارے مقصد میں کامیاب کرے۔ ہم سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہیں۔ خیال رکھنا کہ معاملہ سب بندگان خدا کے ساتھ یکساں رہے !!"

تواضع کے باب میں حضرت غوث اعظم کا ایک ارشاد "فتوح الغیب میں حضرت غوث الثقلین (قطب ربانی، محبوب سبحانی۔ میر محی الدین حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رض) نے تواضع کی جو تعریف و تشریح فرمائی ہے۔ اسے دیکھا کرنا"۔ (حضرت غوث الثقلین فرماتے ہیں) "تواضع سے عابد کا محل اونچا، اور مرتبہ بلند کیا جاتا ہے، اور خدا و خلق کے نزدیک اس کی عزت اور بلندی پوری ہو جاتی ہے۔ اور وہ دنیا و آخرت کی جس چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس پر قادر ہو جاتا ہے۔ اور یہ خصلت کل طاعات کی اصل اور ان کی فرع اور ان کا کمال ہے۔ اور اسی سے بندہ ان صالحین کے مرتبے پاتا ہے، جو خوشی اور تکلیف دونوں میں اللہ سے راضی ہیں۔ اور یہ خصلت تواضع کمال تقوی ہے، اور تواضع کی (تعریف) یہ ہے کہ بندہ جس کسی سے بھی ملے اس کی بڑائی اپنی ذات پر دیکھے، اور کہے، شاید یہ شخص مجھ سے بہتر اور مرتبہ میں بلند ہو۔ بس اگر وہ چھوٹا ہے، تو کہے، کہ اس نے اللہ کی نافرمانی نہیں کی، اور میں نے بیشک نافرمانی کی ہے۔ پھر کوئی شبہ نہیں کہ وہ مجھ سے بہتر ہے، اور اگر وہ بڑا ہے، تو کہے، کہ اس نے مجھ سے پہلے اللہ کی عبادت کی ہے۔ (پس مجھ سے یہ بزرگ ہے) اور اگر وہ عالم ہے، تو کہے کہ اسے وہ چیز دی گئی ہے جس تک میں نہیں پہونچا۔ اور اس نے وہ چیز پائی ہے، جو میں نے نہیں پائی ہے۔ اور اس نے اس چیز کو جانا ہے، جسے میں نے نہیں جانا۔ اور وہ علم کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ (اس لئے مجھ سے برتر و افضل ہے) اگر وہ جاہل ہے، تو کہے، کہ اس نے اللہ کی نافرمانی ان جانی میں کی ہے، اور میں نے جان کر اللہ کی نافرمانی کی ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ میرا خاتمہ کس حال پر ہوگا۔ اور اس کا خاتمہ کس حال پر ہوگا۔ اور اگر وہ کافر ہے۔ تو کہے، میں نہیں جانتا، شاید کہ یہ مسلمان ہو جائے۔ اور پھر اس کا خاتمہ عمل خیر پر ہو۔ اور ممکن ہے، کہ میں (خدا نخواستہ) کافر ہو جاؤں۔ اور میرا خاتمہ برے عمل پر ہو۔ اور (یہ خصلت تواضع) دروازہ ہے غیر پر شفقت کرنے، اور اپنے نفس پر ڈرنے کا، اور یہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس (خصلت) کی مصاحبت رکھی جائے۔ اور یہ (تواضع) وہ انتہائی چیز ہے، جس کا اثر بندوں پر باقی رہے گا۔ جب بندہ ایسا (متواضع) ہو جائے گا۔ (جیسا کہ بیان کیا گیا ہے) تو اللہ تعالیٰ اسے آفات نفس سے محفوظ رکھے گا۔ اور (اب) اسے "اللہ کے لئے نصیحت کرنے (والے صاحب ارشاد) کے مقام" میں پہنچائے گا۔ اور وہ اصفیاء و مقبولان (بارگاہ) رحمن سے، اور اللہ کے دشمن ابلیس کے اعداء (دشمنوں)

ہیں سے ہوگا۔ اور یہ رحمت کا دروازہ ہے! ۔ اور (اسی) تواضع کے ساتھ کبر کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اور عُجب کی رسی کٹ جاتی ہے۔ اور بندہ کے نفس کی بڑائی کا درجہ دنیا و آخرت میں گھٹ جاتا ہے۔ اور "تواضع عبادت کا مغز ہے" اور زاہدوں کی انتہائی بزرگی اور عابدوں کی پہچان ہے۔ بس کوئی شے اس سے افضل نہیں ہے۔ اور اس خصلت کے ساتھ ساتھ بندہ کی زبان بے فائدہ (فضول، ولایعنی) باتوں سے، اور تمام عالم والوں کے ذکر (اور غیبت) سے بند ہو جاتی ہے۔ اور (یہ وہ خصلت ہے کہ) اس کے بغیر اس کا کوئی عمل پورا نہیں ہوتا۔ اور یہ تمام احوال میں اُس کے دل سے کِبر اور کینہ اور حد سے گذر جانے (کی بُری عادتوں) کو نکال دیتی ہے۔ اور اس کی زبان اس کا چاہنا، اُس کا کلام۔ ظاہر اور باطن میں ایک ہو جاتا ہے۔ اور (مقام) نصیحت میں (تمام) مخلوق اُس کے نزدیک ایک ہو جاتی ہے۔ اور وہ اللہ کی کسی مخلوق کو بُرائی کے ساتھ یاد کرتے ہوئے نصیحت نہیں کرتا ہے۔ نہ کسی کو کسی فعل پر (بلا ضرورت و مصلحت) سرزنش کرتا ہے۔ اور پسند نہیں کرتا کہ اس کے روبرو کسی کی برائی بیان کی جائے، اور ایسے بیان سے اُس کا دل خوش نہیں ہوتا۔ اور یہ (کمبخت غیبت) آفت ہے عابدوں کے لئے، اور ہلاکت ہے متعبّدین اور زاہدوں کے لئے، مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان و قلب کی حفاظت پر اپنی رحمت سے مدد (عطا) فرمائی (وہ اس سے بچا)" فتوح الغیب مترجم صفحہ ۱۷۱ مقالہ ۷۸)۔

مرید کو قطعی حکم نہ دیا جائے ہمارے حضرت قبلہؒ نے فرمایا: "مرید کو ہم حکم قطعی نہیں دیا کرتے۔ اس طرح کہا کرتے ہیں کہ اگر ہو سکے تو یہ پڑھ لیا کرنا!" اگر ہو سکے، تو یہ کام کر لینا۔ اگر بن پڑے، تو ایسا کر لینا۔ اور اس طرح مرید پر آسانی کر دیتے ہیں۔ ہم مرید کو تنگی اور سختی میں نہیں ڈالا کرتے۔ اُس کے اوپر آسانی رکھتے ہیں۔ اور حکم قطعی مرید کو اس لئے نہیں دیا کرتے، کہ اگر قطعی حکم دیا، اور وہ تعمیل نہ کر سکا، تو اندیشہ مرید کے خرابی میں پڑ جانے کا ہے۔ پس جب مرید کو کسی بات کا حکم کرتے ہیں۔ تو اس کے ساتھ "امکان" (ہو سکنے) کی شرط اور قید بھی ضرور لگا دیا کرتے ہیں (کہ بندہ بشر ہے، حکم کی بجا آوری اگر نہ ہو سکی، تو مبتلائے خرابی نہ ہو) البتہ اللہ اللہ کے رسولؐ کے جو احکام قطعیہ ہیں۔ ہم ان میں اپنی طرف سے کوئی نرمی نہیں کر سکتے۔ اگر تم بھی مریدوں کے ساتھ اسی قدر (سہولت و نرمی کا معاملہ) کر سکو تو اس میں تمہارے لئے بھلائی ہے!"

بھائیوں کا احترام تم اپنے پیر بھائیوں کو حقارت سے نہ دیکھنا، نہ اُن سے دل میں کبھی رنج رکھنا، ہر جگہ اور ہر کام کو، خوب سوچ اور سمجھ کے ساتھ کرنا، (تمہارے) ان پیر بھائیوں میں بعض لوگ نہایت بزرگ (مقبولانِ بارگاہ سے) ہیں!"

ایک آمی اور کشفِ صادق ایک واقعہ سنو! ایک روز ہمارے اوپر یہ کیفیت تھی، کہ ہم آنے اور جانے والے (ہر ایک) سے یہ پوچھتے "کس نے کہا؟ اور کیا کہا؟ اُس دن ہمارے حضرتؒ کے آستانہ کے مریدوں میں عالم

و فاضل، حاجی، اور درویش جتنے لوگ یہاں آئے۔ ہم نے سب سے پوچھا کس نے کہا کیا کہا۔ کسی نے جواب نہ دیا ہمارے حضرتؒ کے آستانہ کا ایک غریب مرید ہے، اور محض اُمّی ہے۔ اور کاشتکاری کرتا ہے۔ وہ بھی اِس روز آیا اور یہ ہی ہم نے اُس سے پوچھا "کس نے کہا کیا کہا؟"! سنا تھا، (کہ دارِ غیبی کی شدت وہیبت سے) وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اُسوقت اُس کو کشف ہوا، اور ہوش میں آ کر اُسنے کہا "آپ کو عالم غیب سے حکم فلاں شخص کو خلافت دینے کا ہوا ہے"! ہم نے کہا "ٹھیک، ہمیں یہ ہی حکم ہوا ہے!"

دیکھو! یہ ایک اُمّی شخص تھے۔ لیکن انھیں ایسا کشف صادق ہوتا تھا (اسی لئے ہم نے کہا، کہ اپنے پیر بھائیوں کو حقارت سے نہ دیکھنا، کہ اِن میں اہل کشف و کرامت اور مقبولین بارگاہ بھی ہیں)

اپنے پیر بھائیوں کی توقیر ہمارے حضرت قبلہؒ اپنے پیر بھائیوں کی نہایت تعظیم و توقیر فرماتے تھے، اس کے متعلق ارشاد ہوا "خبردار! اپنے دادا پیر صاحب کے اُمّی مرید کو بھی توقیر اور بزرگی کی نگاہ سے دیکھنا، یہاں شرح وقایہ اور ہدایہ کا کام نہیں ہے، (اور رحمتِ خداوندی میں اُمّی و عالم کا امتیاز نہیں) یاد رکھنا! قیامت کے دن وہ تم سے آگے ہوں گے۔ اُن کا جھنڈا تم سے آگے ہوگا۔ اور تم لوگ اُن کے پیچھے ہوگے!!"

امام اعظمؒ کی برتری فرمایا "حضراتِ صحابہ سب کامل تھے۔ حضرت امامِ اعظم (ابوحنیفہؒ) تبع تابعین میں تھے۔ اپنے بچپنے میں آپ کو ایک ساعت، حاضری، ایک تابعی (صحابہ کو دیکھنے والے) کی نصیب ہوئی تھی۔ اس وجہ سے آپ کا فخر تمام آئمہ مجتہدین پر ہے"۔

اوّل اور آخری صف فرمایا "خادم علی نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک بہت بڑا میدان، نمونۂ میدانِ حشر و قیامت ہے۔ ہمارے حضرت والد ماجدؒ کو دیکھا کہ آگے آگے تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور آپؒ کے پیچھے آپ کے مریدین ہیں۔ اس (صف) کے بعد انھوں نے ہمیں اور ہمارے مریدین کو دیکھا، کہ ہمارے حضرتؒ کے مریدین کے پیچھے ہیں"۔ فرمایا کہ آخرکار تم لوگ ان لوگوں کے پیچھے ہو آگے نہیں پس ان لوگوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا۔ اگرچہ تم لوگ ہوشیار اور لکھے پڑھے ہو اور وہ امّی ہیں لیکن وہ تم لوگوں سے بہتر ہیں یہ بات ہمیں بہت زمانہ کے بعد معلوم ہوئی۔

ادب و تعظیم بزرگان

ادب و تعظیم طریقت و تصوف یکسر راہِ ادب و تعظیم ہے۔ ہر زمانہ میں حضراتِ بزرگانِ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تعلیم ادب میں اصرار و اہتمام فرمایا ہے۔ ادب کو محمود اور ہر ایک سوءِ ادب کو مذموم ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا رومؒ نے فرمایا ہے ع "بے ادب محروم گشت از فضل رب"۔ اس باب میں دربارِ عالی میں جو ارشادات ہوئے، اور اس بندہ درگاہ کو پہنچے۔ بندگانِ خدا علی الخصوص سالکینِ طریقت کی نفع رسانی کے خیال سے لکھے جاتے ہیں۔

اقسامِ ادب فرمایا "ایک ادب عوام کا ہوتا ہے۔ ایک ادب خواص کا۔ اور ایک ادب خواص الخواص کا (سالک کا) جو مقام ہوگا، ویسا ادب اللہ کی رحمت سے قلب میں پیدا ہو جائے گا۔

صحابہ کا طریقِ ادب فرمایا "حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے (بارگاہِ رسالت) کے ساتھ آداب و تعظیم و محبت کے واقعات جو کتابوں میں (مستند اور صحیح روایتوں کی شکل میں) مذکور ہیں۔ اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضراتِ صحابہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام سلاطین سے بڑھ کر کیا کرتے تھے۔ بلکہ حضراتِ صحابۂ کرام تو آپؐ پر **جان قربان** کر دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ کتاب[ع] تیسیر الوصول الی جامع الاصول کی حدیث مطول (متعلق) غزوۂ حدیبیہ میں، عروہ بن الزبیر سے مروی ہے۔ کہ عروہ بن مسعود مقام حدیبیہ میں کفارِ مکہ کی طرف سے امیر وفد ہو کر آں حضرت (روحی فداہ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے دربارِ رسالت کے آداب۔ اور حضرات صحابہ کے تعظیم و محبت کے طریقے، اور ان کی جان نثاری اور جان بازی کے حالات دیکھے تو وہ حیرت میں رہ گیا۔ اور واپس جا کر اُس نے حلف کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے بیان کیا۔

حدیث فرجع عروہ الی اصحابہ، فقال ایْ قوم واللہ! لقد وفدت علی الملوک ووفدت علی کسریٰ وقیصر والنجاشی واللہ ان رأیت ملکا قط یعظمہ اصحابہ مایعظمہٗ اصحاب محمد۔ محمدًا واللہ ان یتنخم نخامۃً، اِلّا وقعت فی کفّ رجل منھم فدلک بھا وجھہ، وجلدہٗ واذا امرھم ابتدروا امرہ۔ واذا توضأ کادوا یقتتلون علی وضوئہ۔ واذا تکلّم خفضوا اصواتھم عندہٗ۔ ومایحدّون النظر الیہ تعظیما لہ !!

ترجمہ حدیث جب عروہ اپنی قوم کی طرف لوٹا تو اس نے اپنی قوم سے کہا۔ اے قوم! خدا کی قسم میں بے شبہ بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں۔ اور کسرےٰ اور قیصر اور نجاشی کے دربار میں نے دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم، میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا۔ کہ اس کے اصحاب، اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسی تعظیم کہ اصحاب محمدؐ۔ محمد صلعم کی کرتے ہیں۔ خدا کی قسم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بلغم نہیں تھوکتے ہیں۔ مگر یہ کہ (آپ کے) اصحاب اُسے اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں۔ بس (لینے والا) اُس فضلۂ دہن (مبارک) کو (تبرکاً) اپنے چہرہ پر، اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب آپؐ کوئی حکم کرتے ہیں تو (آپ کے صحابی) اس کی بجا آوری میں جلدی کرتے اور (دوڑ پڑتے ہیں) اور جب آپ وضو فرماتے ہیں۔ تو ماءِ مغسول وضو (آبِ وضو) کو زمین پر گرنے نہیں دیتے بلکہ اُس کے (ہاتھوں ہاتھ) لینے کے لئے (یکبارگی) ہجوم کرتے۔ اور ایک دوسرے پر (اس طرح مضطربانہ و بے قرارانہ) سبقت کرتے ہیں۔ کہ اندیشہ ہوتا ہے (اُس تبرک کے لئے) قتل ہو جائیں گے اور جب آپ کلام فرماتے ہیں، تو آپ کے قریب کے اصحاب اپنی آوازیں پست کر دیتے ہیں (تاکہ ان کی آوازیں آوازِ حضورؐ سے اونچی نہ ہونے پائیں) اور یہ (اصحاب ہیبت محبّت اور فرطِ) تعظیم سے آپؐ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے ہیں۔

عـہ نیز ملاحظہ ہو زرقانی ج ۲ صـ۱۹۳

صحابۂ کرام کے تعظیمی واقعات کا ثبوت، دیگر احادیث سے

(۱) ایک بار، حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراقدس کو حضرت امیرالمومنین مولیٰ مشکلکشا علی علیہ السلام کے زانو پر رکھے ہوئے استراحت فرما رہے تھے، کہ (سورج غروب ہونے اور) نماز عصر کا وقت اختتام پر پہنچنے لگا (قریب تھا، کہ جناب امیرالمومنینؑ کی نماز قضا ہو جائے) مگر آپ نے حضرت رسالت مآبؐ کی رعایت ادب سے نمازِ عصر کا قضا کرنا بہتر تصور فرمایا۔ اور اپنے زانو سے آپ کا سر مبارک نہ ہٹایا، کہ مبادا اِس جنبش سے حضورؐ بیدار ہو جائیں۔ (۲) آن حضرت روحی فداہ مقامِ حدیبیہ میں تھے، کہ آپ کے حکم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ کفار نے کہا، کہ ہم آنحضرتؐ کو داخلۂ مکہ کی اجازت نہیں دیں گے۔ تم آ گئے ہو۔ اس لئے تمھیں اجازت ہے کہ عمرہ کر لو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا، کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر عمرہ نہ کروں گا۔ (اب مقامِ غور ہے کہ) نمازِ عصر کا پڑھنا فرض ہے، اور طواف صرف بیت اللہ کے دیکھ لینے سے واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اِن دونوں جلیل القدر اصحابِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک نے تو آپؐ کی رعایت ادب سے فرض کا قضا ہونا، دوسرے نے واجب کا ترک ہونا گوارا کر لیا! (۳) جان کا بچانا بھی فرض ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہنگام ہجرت اسے تو برداشت کر لیا، کہ زہریلے جانور کے کاٹنے سے جان جاتی رہے۔ مگر اسے گوارا نہ کیا، کہ ذرا جنبش و حرکت کریں اس خوف سے، کہ آنحضرت روحی فداہ، جو جنابِ صدیق اکبر کے زانو پر سراقدس رکھے ہوئے۔ خواب استراحت میں تھے، اُن کے حرکت کرنے سے کہیں بیدار نہ ہو جائیں)۔ (۴) ایک صحابیؓ نے آپؐ کی دعوت کی اور بکری ذبح کی اُن کے لڑکوں نے اسے دیکھا۔ اور باپ کی نقل کرتے ہوئے بکری کی بجائے ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو ذبح کر ڈالا۔ مگر ان صحابی نے اِس حادثۂ موت کو پوشیدہ رکھا۔ کسی کو خبر نہ ہونے دی، کہ محبوب خدا اس گھر میں تشریف لا رہے ہیں۔ اس حادثہ کی اطلاع ہو گی، تو آپ کے قلب مبارک پر صدمہ گذرے گا۔ اور آپ کے تشریف لانے کی خوشی میں ہلاکت اولاد کی مطلق پروا نہ کی۔ اور آپ کی رعایت ادب میں فرق نہ آنے دیا۔ یہ تھا حضرات صحابائے کرام کا ادب، کہ دنیا میں اِس سے بڑھ کر رعایت ادب کی مثال نہیں مل سکتی۔ یہ واقعہ حدیث شریف میں تصریح کے ساتھ موجود ہے (آخر اس گھر میں آپ تشریف لائے۔ اور آپؐ سے احیائے موتیٰ کا معجزہ قدرتِ کاملہ الٰہیہ سے ظہور میں آیا)۔ (۵) دربارِ رسالت میں ادب حضراتِ صحابہ کی یہ شان تھی، کہ آپ کے سامنے حضراتِ صحابہ اِس طرح بے حس و حرکت بیٹھے رہتے تھے، کہ پرندے آن کر اُن کے سروں پر بیٹھ جاتے تھے۔ آنحضرتؐ کی طرف بیٹھ نہیں کرتے تھے۔ اور آپ کے جسم پاک کو بے وضو نہیں چھوتے تھے۔ (۶) آپ حجامت فرماتے تو صحابہ آپ کے موئے مبارک، اور ناخن شریف زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے۔ اِن تبرکات کو (بغایت تعظیم و احترام) اپنے پاس رکھتے تھے۔" (۷) ارشاد فرمایا۔ "دمِ مسفوح (خون) کی حرمت قرآن مجید سے

ثابت ہے، مگر باستثنائے دم نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہ وہ پاک ہے۔ اسکا اثبات کیونکر ہوا؟ تعامل صحابہ سے! ۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ ایک روز حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنا لگوایا۔ اور جسم اطہر سے جو خون نکلا، وہ ایک پیالہ میں لے لیا گیا۔ آپؐ نے یہ پیالہ ایک صحابی کو دے کر فرمایا کہ اِسے ایسی جگہ ڈال دیا جائے۔ جہاں کسی کی نظر نہ پڑے۔ یہ صحابی تھوڑی دور چلے۔ اور ٹھہر گئے۔ چاروں طرف دیکھا، اور پھر فوراً اُسے پی لیا۔ اور آکر عرض کی، یارسول! مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی۔ جہاں لوگوں کی نظر اس خون پاک پر نہ پڑتی۔ اسی لئے میں نے اُسے پی لیا (کہ یہاں ہر نظر سے محفوظ ہو جائے گا) آپ نے سُنا، اور کچھ نہ فرمایا! حالانکہ فضلات (شریعت) میں نجس ہیں۔ لیکن فرطِ محبت میں پاک ہو گئے۔" مثل اس کے اور بہت واقعات ادب سے احادیث شریف میں مذکور ہیں)۔ ارشاد ہوا۔ یہ سمجھ لو، کہ انبیاء اپنی اُمت سے، اور اولیاء اپنے مریدوں سے ازدیادِ اعتقاد و محبت کے خواہاں ہیں۔ اس لئے امور ممنوعہ جو بعض صحابہ سے فرطِ محبت میں صادر ہوئے اُن پر آپؐ نے کسی قسم کا تشدد نہیں فرمایا۔ (کہ مقصود حضراتِ صحابہ ادب و تعظیم تھی)

مرتبہ بقدر محبت و اعتقاد ہے | جس اُمتی کو اپنے نبی سے، اور جس مرید کو اپنے پیر سے اعتقاد و محبت زیادہ ہوتی ہے۔ اُس کا درجہ (بقدر ترقی محبت و اعتقاد) خدا کے یہاں بڑھتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ وہ مقبول خدا (اور محبوب بارگاہ کبریا) ہو جاتا ہے۔ (سیر الاولیاء میں حضرت محبوب الٰہیؒ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ جناب سلطان المشایخؒ نے اندازۂ محبت خدا کی میزان، محبت شیخ کو فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ مبارک یہ ہیں کہ "مرید را محبتِ حق جل وعلیٰ بر اندازۂ پیر خود حاصل می شود" یعنی مرید کو حق تعالیٰ بزرگ و برتر کی محبت اپنے پیر کی محبت کی بقدر ایسے ہی حاصل ہوتی ہے سالک کو جتنی اپنے شیخ سے محبت ہے، اِسی قدر خدا سے محبت ہے)

"حضراتِ انبیاء علیہم السلام (بندوں کا) خدا سے علاقہ پیدا کرنے کے لئے، اور انھیں مقبول بنانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے!۔ حقیقتہً جیسا ادب اور جیسی محبت و تعظیم کہ صحابائے کرام نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہے۔ آج تک دنیا میں کسی امتی نے اپنے نبی کی اور کسی مرید نے اپنے شیخ کی نہیں کی اور نہ آیندہ امید ہے (کہ دنیا میں کسی ہستی کی اسدرجہ تعظیم ہوگی)"

اِن واقعات سے یہ امر بخوبی ثابت ہے۔ کہ محبت و اعتقادِ شیخ (برحق) میں جہانتک مبالغہ کیا جائے۔ کم ہے۔ حضرت مولانا رومؒ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب — بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد!

آدابِ شیخ | اداب شیخ کے متعلق ارشاد فرمایا۔ مرید کو چاہیئے، کہ اپنے شیخ کی خدمت میں باوضو رہے جو کچھ کہ

شیخ کی جانب سے ارشاد ہوا۔ اُسے گوشِ ہوش کے ساتھ سُنے۔ اگر شیخ کوئی سیال یا رقیق شے، مثلاً پانی یا شربت یا چائے تبرکاً عطا فرمائیں تو اس کو اسی وقت شیخ کے روبرو کھڑے ہو کر پی لے۔ چار چیزیں ہیں جنھیں تعظیماً کھڑے ہو کر پینا چاہیئے۔ (۱) آب زمزم (۲) سبیل کا پانی (۳) آبِ بقیۂ وضو (۴) اور پیر مرشد کی عطا کی ہوئی سیّال (رقیق) شے۔"

پیر کا ادب | فرمایا حجر اسود کو ایک ہاتھ سے نہ چھونا چاہیئے۔ اور بیت اللہ کو بھی۔ اور پیر و مرشد کے جسم کو بھی۔ ان سب کو۔ دونوں ہاتھوں سے چھونا چاہیئے۔ بیت اللہ اور پیر و مرشد کی طرف پیٹھ کرنی منع ہے۔ بے وضو نہ قرآن کو چھونا چاہیئے۔ نہ پیر و مرشد کے جسم کو۔ اگر پیر کوئی جامہ یا کپڑا مرید کو عطا فرمائے۔ تو مرید کو چاہیئے کہ اس کو شیخ کے روبرو اسی وقت ایک بار پہن لے۔ شیخ اگر کوئی دعا مرید کو تعلیم فرمائے۔ تو اُسے ایک بار شیخ کے روبرو پڑھے اور پھر یاد کر کے سنا دے۔ پیر و مرشد سے سوال بہت کم کرے۔ محض ضرورت کے مادّہ میں اُن سے پوچھے۔ اور کچھ طلب نہ کرے۔ اگر مرید (کسی تعلیم کے) لائق اور قابل ہو گا۔ تو پیر مجبوراً اُسے تعلیم کرے گا یہ (حضراتِ مشائخ) اپنے فرائض کو خوب جانتے ہیں۔" ع نیست نسیان و فراموشی بہ ذاتِ پاکِ دوست!۔

ہمارے ایک پیر بھائی نہایت مقدس تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے حضرت پیر و مرشد قدس سرّہٗ سے کوئی بات دریافت کی، آپ نے فرمایا۔ ابھی تم نہ سمجھو گے، اور (وہ بات) نہیں بتائی۔ وہ کہتے تھے۔ کہ پھر میں نے کچھ دریافت نہ کیا۔ اور دنیاوی کاموں کے لئے پیر کو دق نہ کرے۔ دنیاوی کام رسم دنیاوی کے مطابق جو مناسب سمجھ میں آئے (حکم خدا اور رسول کے مطابق) کر لیا کرے، اس کے لئے پیر کو تکلیف نہ دے، بس اطلاع دے کر طالبِ دعا ہو۔"

خدمتِ شیخ میں تحفہ | فرمایا۔" یہ بھی آدابِ شیخ سے ہے۔ کہ جب خدمتِ شیخ میں حاضر ہو، تو کوئی چیز تحفہ اور نذر کے طور پر خدمتِ شیخ میں لے جائے۔ ایک **حکایت** بیان فرمائی۔ کہ ایک بزرگ کے مرید نہایت غریب آدمی تھے۔ اور انھیں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ذوق بھی تھا۔ اور آدابِ شیخ سے بھی واقف تھے۔ غربت کی وجہ سے تحفۃً اور ہدیۃً کوئی چیز اپنے شیخ کی خدمت میں نہیں لا سکتے تھے۔ اور خالی ہاتھ آنے کو خلاف ادب بھی سمجھتے تھے۔ پس انھوں نے (یہ طریقہ اختیار کیا) کہ کلوخِ استنجا بنا لئے۔ جب خدمتِ شیخ میں حاضر ہوتے، تو مٹی کے یہ ڈھیلے لے آتے۔" (اُن کی طرف سے یہ ہی نذر مقبول تھی)

خدمتِ شیخ میں جاہل ہو کر رہنا | فرمایا شیخ کے سامنے اپنے آپ کو جاہل سمجھنا یہ بڑی بات ہے۔"

مرید بے چون و چرا | ایک حکایت ارشاد فرمائی۔" ایک طالب علم تھے، جو ایک بزرگ کی خدمت میں مرید ہونے کے ارادہ سے گئے۔ اُنھوں نے فرمایا۔ ہم لوح محفوظ میں دیکھ کر کہتے ہیں۔ کہ تمہارا نام ہمارے مریدوں میں

نہیں ہے۔ مولانا عبدالرحیم کے مریدوں کے زمرہ میں ہے۔ یہ طالب علم مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا بہت بڑے عالم بھی تھے، انھوں نے طالب علم سے پوچھا۔ کہ آپ نے حضرت سرور کائنات صلعم کو دیکھا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ، نہیں دیکھا! اس سوال و جواب کے بعد مولانا نے فرمایا، اچھا بیت المقدس میں جاؤ، اور حضرت سرورِ کائنات کو دیکھ کر چلے آؤ۔ طالب علم فوراً روانہ ہوگئے۔ اور یہ دریافت نہیں کیا۔ کہ حضرتؐ کی پیدائش تو مکہ معظمہ میں ہوئی۔ اور وفات مدینہ منورہ میں۔ آپ مجھے بیت المقدس میں کیوں بھیج رہے ہیں وہ سیدھے بیت المقدس میں پہنچے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے جس مسجد کو جنوں اور دیوؤں سے بنوایا تھا، اُس میں گئے۔ جوں ہی اس مسجد میں قدم رکھا ان پر انکشاف ہوگیا۔ اور دیکھا کہ عرش و کرسی سب جگہ حضرت سرور کائنات جلوہ افروز ہیں۔ جب ہی تو کسی نے کہا ہے ع محمدؐ سرِ وحدت ہے کوئی رمز اسکی کیا جانے؟"

قطب وقت کا ادب "پیر و مرشد (اگر) قطب وقت (ہے۔ تو اُس) کے سامنے کتاب کا دکھانا گناہ ہے" فرمایا ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت عمر فاروق نے ایک کتاب پیش کی اور عرض کیا کہ اس میں بہت اچھی اچھی باتیں لکھی ہیں۔ پھر اس کتاب (توراۃ) میں سے پڑھنا شروع کردیا۔ آنحضرت کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا۔ حضرت ابو بکر صدیق بھی اس وقت خدمت پاک میں حاضر تھے۔ انھوں نے چہرۂ مبارک کو دیکھا سمجھ گئے۔ کہ آپ ناراض ہیں (اور پسند نہیں فرماتے۔ کہ آپ کے اُمتی آپ کے سامنے کتاب پیش کریں) پس حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ اے عمر کیا کرتے ہو؟ اور دونوں نے کھڑے ہوکر اور ہاتھ باندھ کر آپ سے معافی کی خواستگاری کی۔ آنحضرت صلعم روحی فداہ نے فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے، تو آج وہ بھی ہماری پیروی کرتے! (عہد رسالت کا یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا) قطبِ وقت کے روبرو کتاب پیش کرنی اور دلیل و اوراق کو دکھانا (طریقت میں) منع ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ وہ تو لاعلم ہیں" (معاذ اللہ ہم نے معلوم کرایا) اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

اپنے مولیٰ کے قدم کے سایہ کے نیچے جیوں — اور مرنا ہو، تو اُن کے آستانہ پر مروں

زندگی و موت ہو اُن کی رضا کے واسطے

قطبِ وقت کی ہر چیز کا ادب سیر الاولیا میں ہے۔ کہ عوارف کا ایک نسخہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کے پاس تھا۔ اور آپؒ عوارف میں سے کچھ فوائد بیان فرمارہے تھے۔ بیان کرنے میں کچھ آپ کو تکلف ہوا۔ (حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ) میں نے عوارف کا ایک اور نسخہ شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس دیکھا تھا، مجھے وہ فوراً یاد آگیا، اور حضرتؒ کی خدمت میں عرض کیا، کہ شیخ نجیب الدین متوکلؒ کے پاس صحیح نسخہ ہے۔ میری یہ بات حضرتؒ کے قلب مبارک پر گراں گذری۔ ایک ساعت کے بعد زبان مبارک پر جاری ہوا

کہ اس سے شاید یہ مراد ہے کہ درویش کو غلط نسخہ کے صحیح کرنے کی قوت نہیں ہے۔ (حالانکہ مجھے اس بات کا خیال تک نہ تھا، کہ یہ الفاظ آپ کس کے حق میں فرمارہے ہیں۔ کیونکہ میں سنے یہ بات اگر قصداً کہی ہوتی تو اپنے اوپر گمان لے جاتا جب آپؒ نے دو تین بار یہی الفاظ فرمائے تو × × × میں جھٹ اُٹھا، اور سر برہنہ کر کے حضرتؒ کے قدموں میں گر پڑا۔ اور عرض کیا خدا کی پناہ! جو میری یہ مراد ہو۔ میں نے تو مخدوم کے کتب خانہ کے نسخہ کو دیکھا تھا، لہٰذا اس کی بابت گذارش کی۔ اسکے سوا میرے دل میں اور کوئی بات نہ تھی۔ ہر چند میں نے معذرت کی، لیکن آپ کے چہرۂ مبارک پر اسی طرح ناراضامندی کا اثر دیکھتا تھا، اور میں وہاں سے اُٹھ کر روتا ہوا باہر آیا۔ جس غم واندوہ کا لشکر مجھ پر اس دن ٹوٹ پڑا تھا ایسا غم واندوہ کسی کو نہ ہو۔ میں نہایت ہی بے قراری اور حیرانی کی حالت میں چلتے چلتے ایک کنوئیں پر پہنچا، جی میں آیا کہ اپنے تئیں اس کنوئیں میں ڈال دوں۔ مگر میں نے اپنے دل میں کہا، کہ اس طرح مرجانا آسان ہے لیکن × × × (ناراضامندیٔ شیخ کی) تلافی نہ ہوگی۔ حضرتؒ کے ایک فرزند خواجہ شہاب الدین تھے، انھوں نے میرے معاملہ کو ایک نہایت بہتر اور موثر طریقہ پر پیش کیا۔ ارشاد ہوا بلالو! میں حاضر ہوا۔ اور آپ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ بہت کچھ شفقت و مہربانی فرمائی۔ دوسرے دن خلعتِ لباس خاص سے مجھے مشرف فرمایا۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا۔ کہ میں نے یہ باتیں تمہارے کمالِ حال کے لئے کی تھیں، کہ پیر مرید کے لئے مشاطہ ہے!! (حضرت محبوب الٰہیؒ نے اِس طرز سے ادب شیخ کی تعلیم فرمائی ہے۔ نیز یہ کہ شیخ قطبِ وقت کی ہر چیز کا ادب چاہیئے، بے ادبی اُس کی کسی چیز کی روا نہیں ہے۔

عظمتِ شیخ کے جاننے والے

ہمارے حضرتؒ نے فرمایا: "تم لوگ پیر و مرشد کی حقیقت کو بھلا کیا سمجھ سکتے ہو۔ حضرت مولانا رومؒ حضرت خواجہ اویس قرنیؓ حضرت امیر خسروؒ یہ حضرات تھے، جنھوں نے عظمتِ شیخ کو جانا تھا ؎

ہوں اویسؒ قرنی ویا خسروؒ مولائے روم — جانتے یہ لوگ تھے، بے شبہ عظمت پیر کی

فرمایا! "جس کو پیر و مرشد مل گئے۔ اُسے دنیا میں کس چیز کی ضرورت ہے؟!"

عرفان خدا کے بعد عرفان شیخ

فرمایا: "جب ہم نے اپنے پیر و مرشد کا چہرہ دیکھ لیا، تو ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی۔ ہم نے صاحب میاں کے باپ سے کہا کہ خدا کو پہچان کر پھر پیر کو پہچاننا ہوتا ہے، (یہ سیر من اللہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے یعنی سالک جب سیر الی اللہ سیر فی اللہ طے کر کے واصل بالحق ہوا۔ اس وقت کامل طریقہ سے اس کو حقیقت شیخ کا انکشاف ہوتا ہے۔ ؎

دربشر روپوش گشت است آفتاب — فہم کن، واللہ اعلم بالصواب)

خدمت اقدس میں بعض مریدین کے واقعات، جن پر نصیحت فرمائی گئی

آپؒ کے ایک مرید صاحب ایک بار وضو کر رہے تھے۔ اُس وقت آپؒ اس طرف تشریف لے آئے۔ یہ مرید صاحب اہتمام وضو میں مشغول رہے

تعظیماً کھڑے نہیں ہوئے، اور آپؒ اُن سے باتیں کرتے رہے۔ اسی حال میں ان کا وضو تمام ہوا۔ اور اس وقت اس مسئلہ میں آپ نے کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ ایک روز آپ کے یہ مرید اور دوسرے بہت سے لوگ، جبکہ آپ خاصہ تناول فرما رہے تھے۔ دسترخوان پر حاضر تھے، کہ طشت و آفتابہ ہاتھ دھونے کے لئے لایا گیا۔ پہلے حضرتؒ قبلہ کے دست پاک دھلوائے گئے۔ اس کے بعد اُن مرید صاحب کا نمبر آیا۔ مگر اسی دسترخوان پر ان کے ایک استادِ مکرم بھی ان سے کچھ فاصلے پر موجود تھے۔ حضرتؒ قبلہ نے ہاتھ دھلانے والے سے فرمایا۔ شاگرد سے پہلے استاد کے ہاتھ دھلوانا تعظیماً وادباً مناسب ہے۔ مولوی عبداللطیف صاحب اِن کے استاد ہیں۔ پہلے ان کے ہاتھ دھلواؤ۔ پھر یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ ”ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت امام زفر وضو کر رہے تھے۔ اِن کے استاد حضرت امام اعظم ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ مگر امام زفر اتمام وضو میں مشغول رہے۔ اپنے استاد حضرت امام اعظمؒ کی تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوئے خیال کیا کہ وضو کو پورا کرلیں، اس کے بعد تعظیم کو اٹھیں۔ چنانچہ وضو پورا کرنے کے بعد اُٹھے۔ صاحبین اور امام زفر یہ سب امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ یہ بہت بڑے مرتبے کے فقیہہ اور مجتہد ہوئے۔ مگر صاحبین کو زیادہ مقبولیت ہوئی اور اقوال صاحبین مفتی بہ قرار پائے۔ اور امام زفر کے اقوال غیر مفتی بہ رہے۔ حالانکہ یہ بھی بڑے فقیہہ اور مجتہد تھے اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ امام زفر سے چونکہ وقت وضو اپنے استاد حضرت امام اعظم کی ترک تعظیم ظاہر ہوئی اس لئے اُنھیں مقبولیت نہ ہوئی۔ اور ان کے اقوال غیر مفتی بہ رہے۔ اب یہ مرید صاحب اپنی غلطی پر آگاہ ہوئے کہ اتمام وضو کی بجائے ان کو تعظیم بجالانی تھی۔

خدمت شیخ میں اپنے آپ کو فقیر حقیر نہ لکھے ایک شخص نے بانس بریلی سے خط بھیجا، اس میں اپنے نام کے ساتھ لفظ ”فقیر حقیر“ لکھا تھا۔ اِس پر ارشاد ہوا۔“ تعلیماً ان کو لکھ دیا جائے۔ کہ یہ سب الفاظ مشائخ، اور اپنے شیخ کی خدمت میں لکھنے زیبا نہیں ہیں۔“ بندۂ درگاہ“ (یا مثل اسکے دوسرے الفاظ وہ بھی بے ساختہ اور) بے تکلف لکھا کریں (تکلف اور بناوٹ سے ایسے الفاظ بھی نہ لکھیں) بدیع العالم بھی اپنے آپ کو ”فقیر حقیر“ لکھا کرتے تھے (جبکہ یہاں خط بھیجتے تھے) ہم نے انھیں بھی سمجھا دیا تھا!“

آداب شیخ میں بناوٹ نہ ہو مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب مرحوم کا ایک عریضہ خدمتِ مبارک میں پیش ہوا تھا، جو انھوں نے اپنے قلم سے لکھ کر روانہ کیا تھا۔ اُس میں صرف **مولائے من** کا لفظ بطور القاب لکھا تھا کوئی اور لفظ نہ تھا۔ اِسے آپؒ نے پسند فرمایا، ارشاد ہوا۔“ حکیم صاحب کے اس لکھنے میں سادگی ہے، بیساختہ پن ہے تکلف اور بناوٹ نہیں ہے، اور اس سے بوئے سوختہ جگری آتی ہے!۔ پیر کو مولیٰ سمجھنا یہ ہی سب کچھ ہے۔ اور بڑی بات ہے۔ ذرہ بھلا آفتاب کی حقیقت کو کیا جان سکتا ہے۔ اور ذرہ آفتاب کی کیا توصیف (اور کیا مدح وثنا) کرسکتا ہے! ۵

بقطرہ کے خبر منتہائے بحر عمیق — بذرّہ کے نظر اوج مہر عالمتاب

آداب شیخ کی رعایت برادران طریقت کے باہمی برتاؤ میں لازمی ہے

دربار شریف میں ایک دفعہ ایک پیر بھائی نے اپنے دوسرے پیر بھائی کو اپنی ٹوپی اور اپنا کرتہ تبرک کے طور پر دیا، خدمت اقدس میں اس واقعہ کی اطلاع کی گئی، تو آپؒ نے اسے ناپسند فرمایا، اور ٹوپی اور کرتہ دینے والے سے تعلیماً ارشاد ہوا "کیا سمجھ کر دیا؟ کیا تم نے اپنے آپ کو اس قابل سمجھا" (کہ تمہاری کوئی چیز تمہارے پیر بھائی کے لئے تبرک ہو جائے؟)۔ اور لینے والے سے فرمایا! "تم نے کیوں لیا!" اس کے بعد ارشاد ہوا "خلفا اگر کسی کو کچھ دیں، تو یہ اور بات ہے،" منشائے مبارک سمجھ میں آیا، کہ اس قسم کے افعال جن سے اپنی بزرگی کا کسی طرح اظہار ہوتا ہو، بُرے افعال ہیں، اور بارگاہ شیخ میں رہ کر ایسے افعال ظاہر ہونے، یہ بات خلاف ادب ہے، اور ایسے پندار اور خودنمائی کا مذموم ہونا تو بہر حال ظاہر ہے۔

خدمتِ شیخ میں بے محل لفظ نعوذ باللہ نہ کہو

فرمایا "مولوی امید اللہ (مرشد آبادی) نے ایک دفعہ ہمارے سامنے بے محل اور بے موقع کہا اعوذ باللہ (شیطان سے اللہ کی پناہ) ہم نے کہا، آپ کا کہنا بے محل تھا، اور آپ نے بے موقع کہا۔ ہم نے انھیں حدیث شریف پڑھ کر سنائی، انھوں نے غیر مقلدین کے یہاں پڑھا ہے۔ اور پڑھایا بھی ہے، اس لئے حدیث سے اُن کو اچھی واقفیت ہو گئی ہے، ہم نے کہا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ازواج مطہرات میں سے ہے) فلاں بی بی کے پاس تشریف لے گئے۔ اسوقت انھوں نے اعوذ باللہ پڑھا۔ (اس ترک ادب پر آپ نے یہ کیا کہ انھیں) آپ نے طلاق دیدی۔ آپ کا طلاق دینا اُن کے لئے (ظاہر ہے کہ) کتنی بڑی اور کتنی بُری بات ہوئی۔ ہم نے اور بھی دلیلیں بیان کیں، اور کہا اگرچہ قرآن مجید میں اعوذ باللہ کا پڑھنا وارد ہوا ہے۔ لیکن ان بی بی کا پڑھنا بے محل تھا۔ استغفار پڑھنے کو ہم بھی بتلاتے ہیں۔ (اور ہر نماز کے بعد سیں الاستغفار کا پڑھنا، ہمارے معمولاتِ مشائخ سے ہے) مگر مولوی امید اللہ کا پڑھنا بے محل اور بے موقع تھا!" (اس ارشاد سے معلوم ہوا۔ کہ روبروئے حضرت شیخ بے محل اعوذ باللہ نہ پڑھا جائے کہ ترک ادب ہے)۔

شیخ کی خدمت میں سینہ زنی نہ کرو

آپؒ کی خدمت میں آپؒ کے ایک مرید نے اپنے ایک پیر بھائی کے قصور کی معافی مانگتے ہوئے بہت گریہ و بکا کی، اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ کوٹا۔ ارشاد ہوا "فقیر کو بس اپنی ذات کا خیال چاہیئے نہ کہ دوسرے کا، تم نے ہمارے سامنے دو ہتڑ کا ہاتھ اپنے سینہ پر مارا کیا تمہیں یہ خیال نہیں، کہ یہ فعل خلاف شرع ہے!" (اس ارشاد کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے، کہ شیخ کے روبرو افعال خلاف شرع ترک ادب ہیں! اس میں دو مصیبتیں ہیں، ایک فعل خلاف شرع کا گناہ، دوسرے ترک ادب شیخ کا وبال)

امرِ خلاف شریعت پر ناراضی

ایک بار حضوری میں مجلس سماع برپا تھی، قوال نے ایک غزل گائی جس میں

مضمون آداب شریعت کے خلاف تھا، فی الفور موقوفی سماع کا حکم ہوا، اور محفل سے اٹھ کر آپ اسی وقت حجرہ شریف میں تشریف لے گئے۔ بعد میں نصیحتاً ارشاد ہوا "ایسی غزل جو خلافِ آداب شریعت ہے، ہمارے روبرو کیوں گائی گئی تمہیں خیال نہیں (کہ مدح شیخ بھی دائرہ شریعت وطریقت سے باہر نہ ہونی چاہیئے) ہماری طبیعت خراب اور بدمزہ ہوگئی" وہ قوال بہت نادم ہوئے۔ آئندہ معافی کی خواستگاری کی۔ آپ نے آئندہ کے لئے نصیحت فرمائی اور معاف کردیا۔

تعظیم شیخ اپنے اپنے ذوق کے موافق ہو | ایک شخص دربار شریف میں لوگوں کو پیر و مرشد کی تعظیم و ادب کے دستور و قاعدے، اپنے ذوق کے مطابق بہت اصرار اور شد و مد سے بتلایا کرتے تھے، وہ لوگوں سے کہتے کہ احاطۂ خانقاہ شریف میں جوتی پہن کر چلنا بے ادبی ہے، لوگ جوتیاں پہن کر اس احاطہ میں نہ چلا کریں۔ پابرہنہ چلا کریں۔ اس پر ارشاد ہوا "یہاں کوئی کسی کو کسی بات کے لئے منع نہ کرے۔ تم جس طرح چاہو (موافق شریعت وطریقت) اپنے پیر و مرشد کی تعظیم کرو۔ دوسرا جس طریقہ سے چاہے، (دائرۂ شریعت وطریقت میں رہ کر) اپنے شیخ کا احترام کرے۔ (یہاں کسی پر کوئی اپنا حکم جاری نہ کرے، نہ اپنے ذوق کی پابندی دوسروں سے کرائے) ایک حکایت ارشاد فرمائی۔

ایک نگاہ نے پرندہ کو مارا | اجمیر شریف کا واقعہ ہے، کہ ایک بزرگ، صاحب تصرف! حضرت خواجہ بزرگ رح کے مزار شریف کے سامنے حاضر تھے۔ انھوں نے دیکھا، کہ ایک پرند گنبد مبارک پر آکر بیٹھ گیا۔ یہ انھیں ناگوار گذرا۔ اور جی میں خیال کیا کہ یہ جانور بے ادب ہے، اور پھر اس جانور کو ایک تیز نگاہ سے دیکھا، ان کے تصرف سے وہ جانور مر کر فوراً نیچے گر پڑا مگر (نتیجہ یہ ہوا کہ) ان بزرگ کا حال سلب ہوگیا۔ (روحانیت حضرت **خواجہ غریب نواز** رح سے) ارشاد ہوا۔ کہ تم کون تھے؟ کہ تم نے اس جانور کی نسبت ایسا خیال، اور یہ تصرف کیا، وہ بھی ہمارے طالبین میں سے تھا، تم نے یہ کیا کیا؟

سنتِ مشائخ سے تجاوز نہ ہو | اس حکایت کے بعد فرمایا "ہمارے حضرت والد صاحب قدس سرہٗ کے سامنے یہاں جو دستور (اور قاعدے) تھے۔ بدستور ہم ان سب کو (برقرار) رکھیں گے۔ (نہ کمی ہونے دیں گے نہ زیادتی) ہمیں تو بس سنت پدری چاہیئے۔ ہمارے لئے وہ (سنتِ شیخ) ہی بہت اچھی ہے! ہمارے حضرت قدس سرہٗ کے وقت میں لوگ یہاں احاطۂ خانقاہ کے اندر جوتہ پہنتے تھے، اب بھی پہنیں گے"۔ (انھیں کوئی ممانعت نہ کی جائے)۔

احاطۂ خانقاہ میں جوتی پہنی جائے | پھر آپ کا مریدوں کے لئے یہ ارشاد عام نافذ ہوا "جو لوگ کہ ہمیشہ جوتہ پہننے کی عادت رکھتے ہیں احاطۂ خانقاہ میں جوتہ پہنا کریں۔ جو ایسا نہ کرے گا۔ نافرمان ہوگا۔ البتہ دائرہ شریف (اندرون خانقاہ میں) لوگ جوتی پہن کر نہ آئیں۔ کہ بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ لوگ خانقاہ کے اندر مصلے کے بغیر فرش زمین پر ہی نماز پڑھ لیا کرتے ہیں۔ اور احاطۂ خانقاہ (بیرونی) کا یہ حال ہے۔ کہ یہاں گائے اور بکری وغیرہ جانور آتے جاتے ہیں۔ بہا جوتیاں پہن کر چلنا چاہیئے۔ اور اجمیر شریف کی مثال یہاں اس لئے مطابقت نہیں رکھتی۔ کہ

اجمیر شریف میں تمام احاطۂ درگاہ کا فرش پختہ ہے۔ اور صرف آیندگان و روندگان کے لئے ہے (یہاں ابھی فرش پختہ نہیں ہے) اور گائیں اور بکریاں بھی یہاں سے گذرتی ہیں) جس روز سے کہ یہ فرمان صادر ہوا۔ تمام لوگ اسوقت سے جوتیاں پہننے لگے۔

پیر بھائی پر غصہ نہ کرو آپؒ کے ایک خلیفہ کسی معاملہ میں ایک بار اپنے ایک مرید کی وجہ سے اپنے ایک پیر بھائی پر غصہ اور ناراض ہو گئے۔ آپؒ نے اشارتاً انھیں اس بات سے روکا مگر انھوں نے اس اشارہ و حکم کی تعمیل میں تاخیر کی غصہ اور ناراضی کی لہر گذر گئی۔ تب خاموش ہوئے۔ اس پر بعض غلاموں سے ارشاد ہوا۔

حضرت عمرؓ کا ادب ایک صحابی نے اہل عرب میں یہ مشہور کر دیا کہ حضرت سرور کائنات صلعم اس سال حج کا قصد و ارادہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ اسوقت آپؐ نے قصد سفر نہیں فرمایا تھا۔ جب بارگاہ رسالت میں یہ اطلاع پیش ہوئی، تو اس بات پر حضرت عمرؓ کو غصہ آگیا۔ اور انھوں نے کہا یہ شخص منافق ہے (جس نے ایسی غلط خبر لوگوں میں پھیلادی)۔ آنحضرتؐ نے فرمایا وہ منافق نہیں ہے، اِن الفاظ کا آپ کی زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کا غصہ فوراً فرو ہو گیا۔ (زمانِ رسالت کا یہ واقعہ بیان کر کے ہمارے حضرتؒ نے فرمایا)" اگر شیخ غصہ کرنے سے روکے، اور جس بات سے غصہ پیدا ہوا ہے اس کا تدارک کرے، تو مرید کا غصہ فوراً فرو ہو جانا چاہیئے، اگر ایسا نہ ہو تو اسکے یہ معنی ہوں گے کہ شیخ کا حکم نہیں مانا۔ اپنے مرید کی وجہ سے پیر بھائی کی بے تعظیمی کو (بزرگان سلف سے) کہاں دیکھا ہے؟ اگر تمہارا کوئی مرید کہے، کہ آپکے فلاں پیر بھائی نے آپکے بارہ میں ایسا کہا ہے، یا یہ کہ آپ کا فلاں پیر بھائی ایسا ہے، تو کہہ دینا، کہ وہ ہمارے پیر کے صحبت یافتہ ہیں۔ اور ہم کوئی حاکم نہیں ہیں۔ پس اُن کے بارہ میں ہم کوئی حکم نہیں کر سکتے"۔

تعظیم پسندی سے خبردار! فرمایا " تم لوگوں نے شیر کی تصویر دیکھی ہے، شیر (کے قہر و جاہ و جلال) کی حقیقت کو نہیں دیکھا ہے۔ (اس لئے شیر کا) ڈر اور خوف نہیں ہے۔ یعنی اولیا اللہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہو) ہمیں بہت ڈر لگتا ہے، کہ جب تم اپنے پیر کی خدمت میں بے ادبی کرو گے، تو یہ دیکھ کر تمہارے مرید تمہارے ساتھ ایسا ہی کرینگے تم لوگوں نے سمجھا ہے، کہ چلو وہاں جائیں، اور خوب شور و غل اور خوب مجلس کریں (کیا یہ ہی فقیری ہے؟) یاد رکھنا، کہ پیران طریقت کے ساتھ بے ادبی کرنے سے اللہ اور اللہ کے رسول ناراض ہو جاتے ہیں"۔

پیران عظام کی درگاہوں کا ادب ہم اگر کسی درگاہ پر گئے۔ تو اس طرح گئے کہ کسی نے جانا بھی نہیں، اور اپنے آپ کو ایسا سمجھا، اور ایسا ہی ظاہر بھی کیا۔ کہ وہاں جیسے کہ اور دس مرید اور غیر مرید حاضر ہیں، اُن میں سے ایک (مرید) ہم بھی ہیں۔ اپنی شیخی نہیں دکھائی، جب ہم اجمیر شریف گئے۔ تو ہمیں کسی نے بھی نہیں جانا کہ یہ کون ہیں؟۔ جب نبی رضا خاں نے لوگوں سے کہا کہ یہ ہمارے پیر و مرشد ہیں۔ اُس وقت لوگوں نے ہمیں جانا جب ہم غازی پور سے

حضرت اجمیر کے سفر پر جانے لگے، تو لوگوں نے اس سفر میں ہمارے ساتھ چلنے کو کہا۔ لیکن ہم نے منظور نہیں کیا، اور کہا کہ ہم تن تنہا جائیں گے۔ تم لوگ علیحدہ جاؤ، ہمارے ساتھ نہ جاؤ۔" (ارشاد فرمایا) اپنے پیرانِ طریقت کی درگاہوں میں (مریدانہ، اور خاموشی کے ساتھ) اس طرح جانا چاہیئے۔ کہ کوئی نہ جانے (کہ کون آئے، اور کون گئے؟) اور وہاں عوام الناس کی طرح رہے۔ اگر کوئی مرید ساتھ جانا چاہیں تو کہہ دینا چاہیئے۔ کہ تم اپنے طور پر جاؤ۔ اور درگاہ میں ہم سے کوئی مطلب نہ رکھنا، (یعنی وہاں ہماری تعظیم وتکریم ضروری نہیں ہے) مولانا محمد حسین مرحوم الہ آبادی کے اجمیر شریف میں بہت مرید ہیں۔ کیونکہ الہ آباد کے بہت لوگ اجمیر شریف میں رہتے ہیں۔ مگر وہ درگاہ میں جب آتے تو اس طرح آتے۔ کہ اپنا بیگ اٹھا لیا، اور کسی سے کچھ مطلب وسروکار نہ رکھا۔ درگاہ اجمیر شریف میں مسند وتکیہ لگا کر بیٹھنا ہرگز نہیں چاہیئے۔ بس عوام کی طرح رہنا چاہیئے۔ ہمارا شیخ ہونا یہ ہمارے گھر میں ہے۔ (پیرانِ عظام کی درگاہوں میں اور) پیرومرشد کے سامنے نہیں ہے، آفتاب کے سامنے شمع کی روشنی نہیں چاہیئے!"

زیارت طمانیت کے ساتھ ہو

فرمایا۔" میں زیارت کرنے اُسوقت تک نہیں جاتا، جب تک کہ اطمینان نہیں ہوتا۔ تم بھی اس وقت زیارت کو جانا۔ جبکہ خواہش ہو۔ تکلف سے نہ خواہش (زیارت) کو پیدا کرنا۔ نہ خواہش (زیارت) کو تکلف سے دور کرنا۔ ہمارے ایک مرید سفر حج سے واپس آئے۔ تو انہیں لینے کے لئے کچھ لوگ شہر گئے۔ ہم نے اُن لوگوں سے کہہ دیا، کہ (ہماری طرف سے) اُن سے کہہ دیا جائے، کہ پہلے اپنے مکان پر جائیں۔ جب روح میں اطمینان آجائے۔ تب آکر ہم سے ملاقات کریں۔"

حضراتِ صحابہ کا طرز زیارت

ایک حدیث بیان فرمائی۔ کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک قافلہ سفر سے آیا۔ اس قافلہ کے بعض اصحاب تو فوراً ہی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوگئے۔ اور بعض اصحاب وضو کر کے، اور اطمینان کر کے کچھ دیر بعد خدمت مبارک میں باریاب ہوئے۔ آپؐ نے دونوں کے فعل کو بہتر فرمایا۔

صاحب مقام

ارشاد ہوا۔" صاحبِ حال تو ایسا کر سکتا ہے، کہ اپنے جوش وخروش میں فوراً چلا آئے۔ صاحبِ مقام کا یہ کام نہیں ہے۔ اور صاحب مقام اُسے کہتے ہیں کہ (غالب حال ہو، مغلوب حال نہ ہو) اُس کا فعل اس کے اختیار میں ہو!"

پیر اور دادا پیر میں سے پہلے کس کو سلام کرے؟

فرمایا۔" اگر ایک ایسی محفل ہو، جہاں پیر، اور دادا پیر، اور چچا پیر موجود ہوں، اور مرید آئے۔ اور یہ آنے والا مرید، اس محفل کے کسی بزرگ کو نہیں پہچانتا، تو سلام، پہلے کس کو کرنا چاہیئے؟" (اس کا جواب ارشاد ہوا کہ) آنے والے مرید نے اگر السلام علیکم کہا، تو گویا شریعت کا حکم ادا کر دیا۔ پھر سلام کے بعد اگر وہ اپنے پیر کی قدمبوسی کرے، تو پیر کو کہنا چاہیئے کہ یہ تمہارے دادا پیر ہیں۔ ان کی قدم بوسی کرو۔ اور کسی (یعنی چچا پیر) کی قدم بوسی کرنے کو، پیر نہیں کہے گا۔ (حضرت قبلہؒ نے فرمایا)

مستفیض میاں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا، کہ ایک محفل ہے جس میں بہت لوگ ہیں۔ اور ہم بھی ہیں۔ اور ایک بزرگ ہیں۔ جو کرسی پر تشریف فرما ہیں مستفیض میاں نے ہماری قدمبوسی کی، ہم نے اُن بزرگ کی طرف اشارہ کرکے مستفیض میاں سے کہا کہ تم ان کی بھی قدمبوسی کرو۔ انھوں نے اِن بزرگ کی جو شبیہ بیان کی وہ ہو بہو ہمارے حضرت پیر و مرشد والد صاحب قدس سرہٗ کی تھی۔"

خصوصیت سلام کی حدیث ارشاد ہوا۔" حدیث شریف میں وارد ہے، کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے۔ مگر آپؐ کو پہچانتے نہ تھے۔ انھوں نے سب صحابہ سے کہا "السلام علیکم" اور پھر دریافت کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں صحابہ نے آپؐ کی جانب اشارہ کیا۔ اس کے بعد، (آپ کو پہچان کر) اُس شخص نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ خصوصیت سلام کی، خاص کے لئے جائز ہے!"

علاج آنکھوں کی روشنی کے لئے "یہاں شرفا میں، عام طور پر والدین کی قدم بوسی کا رواج ہے، ہم بھی اپنے والدین کی قدم بوسی کیا کرتے تھے۔ تم بھی سلام کی بجائے والدین کی قدمبوسی کیا کرو۔ اگر آنکھوں کی روشنی کم ہوجائے تو والدہ کے پاؤں اپنی آنکھوں سے لگایا کرو حق سبحانہ تعالیٰ نُور عطا فرمائے گا، اور ہمیشہ آنکھوں میں بصارت قائم رہے گی

جو تعظیم زندگی میں درست ہے وہ ہی بعد وفات جائز ہے۔ "جن بزرگوں کی جتنی تعظیمات، ان کی زندگی میں جائز ہیں اُن کے مرنے کے بعد بھی اُسی طرح جائز رہیں گی" (حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدلل اور بالتصریح یہ مسئلہ لکھا ہے۔)

احترام سادات و مشائخ فرمایا۔" یاد رکھنا! ہم سادات اور مشائخ کی بہت حرمت و تعظیم کرتے ہیں۔ ہمیں تم سے محبت ہے۔ اس لئے کہے دیتے ہیں کہ مشائخ کی عزت و تکریم کرنا خواہ کوئی ہو۔ اور کیسا ہی ہو۔ (سادات و مشائخ میں سے کوئی) ہمارے پاس آئے گا۔ تو ہم سے جہانتک ہوسکے گا، ہم اس کی خاطر داری کریں گے۔ مولوی عبد الغفور صاحب (یوسف پوری) مرتاض اور مردم شناس آدمی تھے۔ ایک دفعہ ہم، اُن سے طریقت کا ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے گئے۔ مگر اُنکی تقریر سنکر طبیعت منقبض ہوئی، اور بغیر پوچھے چلے آئے، ہماری نسبت جب انھیں معلوم ہوا۔ کہ ہم ابو العلائی ہیں۔ تو انھوں نے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا، وہ خود آنا چاہتے تھے، مگر چونکہ وہ سن رسیدہ آدمی تھے ہم نے کہلا بھیجا، کہ آنے میں آپ کو تکلیف ہوگی، ہم خود اُن کے پاس آئیں گے۔ چنانچہ ہم اُنکے پاس چلے گئے وہ ہمیں بہت دیر تک دیکھتے رہے۔ اور کہا کہ تمہاری روح پر تمہارے شیخ کی روح حاوی ہے۔ جو کچھ کہ تم سے ظاہر ہو رہا ہے، یہ سب اُن کا تصرف ہے۔ (حضرت قبلہؒ نے اسکے بعد فرمایا) فی الحقیقت ہم کیا ہیں؟ اور ہم کیا کرسکتے ہیں؟ کیا عبادت اور کیا ریاضت، محض ہمارے حضرتؒ کی دعا ہے!"

تمام جہان کے بزرگوں کا احترام ارشاد فرمایا:"اگر تم عرش پر بھی جانے آنے لگنا، جب بھی تمام بزرگوں کا نہایت ادب کرنا۔ خواہ وہ ہمارے سلسلہ کے ہوں، خواہ غیر کے سلسلہ کے ہوں، ہم نے تمام جہان کے بزرگوں کا نہایت ادب کیا ہے!" فرمایا:" اگر میرا کوئی مرید عرش پر بھی جانے اور آنے لگے، تو جب تک وہ میرے بزرگوں کی راہ و روش اختیار نہ کریگا۔ مجھے اس کی طرف سے اطمینان نہیں ہوگا!"

تعظیم سجادہ نشین و صاحبزادگان ارشاد فرمایا:" جو سجادہ نشین ہیں، ان کی تعظیم، ان کا ادب ہر وقت ملحوظ رہے، انکی بے توقیری سے حضراتِ مشائخ سلسلہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ناراض ہو جاتے ہیں۔ ایک حکایت بیان فرمائی۔ ایک صاحبزادہ تھے، اِن کے والد صاحب کے بہت خلفا تھے، اور ان خُلفا کی علمیّت اور ترقیِ فقر کا شہرہ بہت زیادہ تھا ان میں سے بعض نے صاحبزادۂ سجادہ نشین کی نسبت جن کے علم و فضل کا زیادہ شہرہ نہ تھا۔ زبان کھولی، اور ان کی نسبت تحقیر کے الفاظ کہے۔ پس ان لوگوں (میں سے، جنہوں نے اپنے آقازادہ کی تحقیر کی تھی) اُن کی خلافت سلب ہوگئی۔" فرمایا:" صاحبزادگان کسی آستانہ کے ہوں، جب اُن سے ملاقات ہو، تو ان کا ادب کرنا، اگر کچھ (درد وظیفہ یا حکم) فرمائیں سُن لینا، مگر عمل اس بات پر کرنا، جو ہم سے معلوم ہوئی ہو!" ارشاد فرمایا:" ایک صاحبزادہ تھے اپنے بزرگ والد کی وفات کے بعد طالبِ حق ہو کر، اپنے والد کے ایک مرید اور خلیفہ کی خدمت میں گئے، اِن خلیفہ صاحب نے اپنے پیر و مرشد کے صاحبزادہ کو شکاری کتوں کی خدمت سپرد کی، جس خدمت کے انجام دینے میں وہ ہمیشہ مشغول رہا کرتے۔ ایک بار صاحبزادہ صاحب شکاری کتوں کو لئے جنگل کی طرف چلے۔ اور ایک کتے کے گلے کی رسّی اپنی کمر سے باندھ لی، تاکہ کتا اگر زور کرے، تو ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے۔ اتفاقاً ایک جانور جنگل سے نکلا، اور کتے نے اُس جانور پر حملہ کیا، انھوں نے ہر چند اپنے آپ کو سنبھالا، اور روکا، مگر کتّا طاقتور تھا سنبھل نہ سکے، اور گر پڑے، رسی جو کمر سے بندھی ہوئی تھی جلدی میں اُسے بھی کھول نہ سکے۔ کُتا بھاگا، تو یہ بھی زمین پر گھسٹتے ہوئے چلے گئے۔ بدن چھِل گیا، اور صدمہ پہنچا، رات کو اِن خلیفہ صاحب نے خواب میں اپنے پیر و مرشد کو دیکھا، فرمایا (کیا) تم نے ہمارے لڑکے کو غیر مناسب خدمت تو سپرد نہیں کی۔ مگر ہم نے، تم سے ایسی خدمت نہیں لی تھی!" (ہمارے حضرت نے فرمایا) "ایک بار صاحب میاں کے والد نے ہم سے کہا کہ صاحبزادگان بھاگل پور شریف آپ سے تعلیم و تلقین چاہتے ہیں۔ اس بات کو سن کر ہم نہایت متردد ہوئے۔ غور کیا، (تو معلوم ہوا کہ ہم ایسا کر سکیں گے) بعض بزرگوں نے اپنے مخدوم کے صاحبزادگان کو تعلیم و تلقین کیا ہے، اور یہ جائز اور درست ہے، مگر ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ بہت غور کرنے پر ایک رات...... "یہ معلوم" ہوا۔ کہ اگر طلب صاحبزادگان ہوگی، تو اس پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ امانت، یہ نعمت آپ کے بزرگوں کی ہے، قبول کیجئے اب ان کو اختیار رہے، قبول کریں یا نہیں، (یعنی عمل کریں یا نہیں؟) ایک بار ہمیں خبر ملی کہ فلاں صاحب جو ہمارے لئے قابل تعظیم ہیں، یہاں آنے کا ارادہ رکھتے ہیں، ہم بہت تردد میں

پڑ گئے، یا اللہ! کیا ہوگا؟ ہم کیا تعظیم و تکریم کر سکتے ہیں؟ - اور ہم کیا جانتے ہیں؟ - اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ یہ صاحب تشریف نہ لا سکے۔"

خلافت یافتہ پیر بھائی کے روبرو توجہ نہ دی جائے ایک صاحب کا دستور تھا، کہ اپنے مرید کو توجہ دیتے، اور کوئی خلافت یافتہ پیر بھائی جو موجود ہوتا، تو اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے، اس کے متعلق ارشاد ہوا "یہ کیا بات ہے کہ آپ لوگ اپنے خلافت یافتہ پیر بھائی کے سامنے، اپنے مرید کو توجہ دیتے ہیں - جس پیر بھائی کو خلافت ہے اُسکا لحاظ اور ادب کرنا چاہیئے، خاص وقت ہیں، اگر کسی کو توجہ دے، تو وہ جدا بات ہے، جب ہم غازی پور میں تھے، تو وہاں کے شیخ و مشائخ کے سامنے ہم کسی کو مرید نہیں کرتے تھے - مرید کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی تھی، کہ مبادا خیال کریں، کہ اپنی مشیخت جتاتے ہیں، ہمیں تو اپنے حضرتؒ کے آستانہ کے خلفا (حقیقۃً جو آپ ہی کے خلفا تھے مگر تواضعًا جن کو آپ اپنے حضرتؒ کے آستانہ کے خلفا فرمایا کرتے تھے) کے سامنے مرید کرتے، اور توجہ دیتے ہوئے شرم آتی ہے - یہ لوگ ہم سے کس بات میں کم ہیں مگر کیا کریں، بہت ضبط کرکے (مرید) کرتے ہیں!" (فرمایا) مثنوی شریف کے پانچویں دفتر کی یہ حکایت ہم نے فلاں صاحب کو سنائی تھی، مگر وہ نہ سمجھے، اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے، کہ تمہاری چار آنکھیں ہیں، اور تم شیخی کی خرید و فروخت میں مصروف ہو، پس تمہیں معرفت الٰہی کیونکر نصیب ہوسکتی ہے، اُلّو کو تو خواب میں بھی ویرانہ نظر آتا ہے! (منشائے مبارک یہ تھا، کہ طالب جاہ و شہرت ہونا، یہ روشِ عارف نہیں ہے)

خلفا کے لئے ارشاد فرمایا "خلفا کو چاہیئے کہ آپس میں محبت و اتحاد کے ساتھ رہیں - مگر زیادہ صحبت و یکجائی نہ رکھیں، اس سے نقصانات پیدا ہوتے ہیں! - تم تین خلفاء عرصہ تک یکجا رہے، ایک جگہ، ایک ساتھ عرصہ تک رہنا، اس میں محبت کا تعلق (جو باہم خلفا میں ہونا چاہیئے) تعظیم و تکریم کے ساتھ باقی نہیں رہتا - ہمارے حضرت قدس سرہٗ کے ایک مرید چاٹگام میں رہتے تھے، بعد میں وہ کلکتہ رہنے لگے، اگر کبھی آپؒ کی خدمت میں آتے، تو ایک شب قیام کرتے - اور صبح تشریف لے جاتے تھے!"

معتوب الٰہی سے برتاوا فرمایا "برتاؤ اصحاب طریقت سے، جو پیر بھائی کہ قابل احترام ہو، اور اخوت طریقت کے مراسم آپس میں برتے گئے ہوں، اگر خدا و رسول اور پیر و مرشد اُس سے ناراض ہو جائیں، (بپناہ بخدا) تو پھر اُس شخص کے ساتھ، برادران طریقت کیسا برتاوا رکھیں گے؟" خود ہی جواب میں ارشاد فرمایا - "حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وقت میں یہ دستور تھا، کہ جب کسی شخص پر خدا اور رسول کی ناراضی (مقتدی کے ذریعہ سے) معلوم ہو جاتی، تو صحابۂ کرام اُس شخص کے ساتھ سلام و کلام ترک کر دیتے تھے، اور حضرت رسول مقبول صلعم خود بھی سلام و کلام ترک فرما دیتے تھے - طریقت کی باتیں، اور کسی قسم کا برتاوا اس کے ساتھ نہیں کرتے تھے، حضرت سرور کائناتؐ کے زمانہ کے بعد مشائخ کا یہ دستور تھا، کہ جس شخص پر خدا کی ناخوشی، اور ناراضی مقتدی کے ذریعہ سے معلوم ہوتی،

تو اس شخص سے طریقت کی باتیں، اور ہر قسم کا برتاؤ ترک کر دیا کرتے تھے۔ مگر شریعت کے احکام، سلام، وکلام، مصافحہ، وغیرہ ترک نہیں کرتے تھے۔ جب مقتدی سے معلوم ہو جاتا۔ کہ خدا خوش ہوا۔ تو اب طریقت کے برتاوے اور طریقت کی باتیں پھر کرنے لگتے، ورنہ نہ کرتے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت سرور کائنات صلعم کے زمانہ میں تین شخصوں کو ایسا حادثہ پیش آیا تھا۔ کہ تین صحابیوں (کعب بن مالک، بلال بن امیہ، مُرارہ بن ربیع) نے (شرکت جہاد میں) آنحضرتؐ کا اتباع نہیں کیا تھا۔ اور جنگ میں پچھڑ گئے تھے، اِس بات پر اللہ اور اللہ کے رسول اُن سے ناراض ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اب ان کے بارہ میں وحی کا انتظار کیا جائے گا۔ اس عرصہ میں دنیا ان پر تنگ ہو گئی تھی (سب نے حتیٰ کہ اہل واقربا نے بھی چھوڑ دیا تھا) پچاس روز کے بعد سورۂ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی اور ان کی برأت ہوئی۔ وعلى الثلاثة الذين خلفوا حتى اذا ضاقت عليهم الارض بما رحبت وضاقت عليهم انفسهم وظنوا ان لا ملجا من الله الا اليه ثم تاب عليهم ليتوبوا ان الله هو التواب الرحيم (اور ان تین لوگوں کو بھی، جو (انتظار وحی میں) ملتوی رکھے گئے تھے یہاں تک کہ جب زمین، باوجود فراخی، اُن پر تنگی کرنے لگی، (پشیمانی، قصور نے اُن کے نفوس کو پگھلا ڈالا) اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آ گئے، اور سمجھ گئے کہ (اہل واقربا بھی دیکھتے ہیں، اور منہ پھیر کر چلے جاتے ہیں، اب) خدا (کی گرفت) سے اُس کے سوا اور کہیں پناہ نہیں، پھر خدا نے اُن کی توبہ قبول کر لی۔ تاکہ (آیندہ کے لئے بھی) توبہ کئے رہیں، بیشک اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔"

اِس آیت کے نازل ہونے کے بعد، پھر اِن کے ساتھ، سب کا برتاؤ حسب دستور سابق ہونے لگا۔"

اگر شیخ کا ناراض ہونا سُنے فرمایا "بتاؤ۔ کہ تمہارا کوئی معزز اور معتمد پیر بھائی یا کوئی اور شخص تم سے اگر کہے۔ کہ تمہارے پیر تم سے ناراض ہیں۔ تو تم کیا جواب دو گے!" اس کے جواب میں لوگ خوب حیران ہوئے، کسی سے معقول جواب بن نہ پڑا۔ فرمایا "ہم سمجھائے دیتے ہیں۔ کہ پیر و مرشد کا (ناراض ہونا سنو تو اِس) بات کا خیال نہ کرنا اور ذرہ برابر بھی خطرہ دل میں نہ لانا، اگر ذرہ برابر خطرہ بھی دل میں پیدا ہوا تو بڑی مشکل ہو جائے گی، اس وسوسہ (وخطرہ) سے فوراً ایک حجاب اور ایک پردہ پیر و مرید کے درمیان پڑ جائے گا (پس) فوراً یہ جواب دینا چاہیئے کہ ہم تو جان و دل سے پیر پر فدا ہو چکے۔ ہمیں پیر کی ناراضی اور رضا مندی سے (بھلا) کیا کام؟ ہمیں تو بس اپنی رضا مندی سے کام ہے، ہم اپنے پیر سے بہ دل وجان خوش اور راضی ہیں۔ اب ہم پر خوش یا ناراض ہونا، یہ ان کا فعل ہے۔ ہم اُن کے حاکم نہیں ہیں، اور غلام آقا پر حکومت کس طرح کر سکتا ہے؟ ہمیں تو اپنے فعل کا خیال رکھنا ہے، (کہ ہمارا کوئی فعل اللہ اور اللہ کے رسول اور پیر و مرشد کے خلاف نہ ہو) ہمارے پیر و مرشد اپنے فعل کے مختار ہیں۔ (کہ ہم سے راضی ہوں، یا ناراض) اس جواب سے وسوسہ انشاء اللہ

کبھی پیدا نہ ہوگا۔ ارادت مرید کا کام ہے، پیر کا نہیں، ہاں مرید اپنے افعال و حرکات میں غور کر سکتا ہے، اگر کسی فعل میں، پیر کی حکم عدولی معلوم ہو، تو نادم و شرمندہ ہو کر فوراً بارگاہ ایزدی میں حضور قلب کے ساتھ توبہ و استغفار کرے، اور اپنے کام میں ثابت قدمی کی اللہ سے دعا مانگے۔ یہ ضرور نہیں ہے، کہ پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہو، بلکہ صادق اعتقاد کے ساتھ یہ سمجھے، کہ (قدرتِ کاملہ الہیہ سے) میرا پیر ہر جگہ موجود ہے، (خدا نے اُسے میرا نگہبان مقرر فرمایا ہے) اگر کسی کے کہنے پر عمل کریگا، تو تردد میں (اور مشکل میں) پڑ جائے گا۔ (تمثیلاً فرمایا) اگر کوئی لڑکا (پاؤں) پھسل کر گر جاتا ہے، تو وہ ہاتھ ٹیک کر کھڑا ہوتا ہے، اُس کا گرنا اپنی خواہش سے تو نہیں ہوتا۔ اِسی طرح (مرید سے) بھول یا غفلت سے اگر کوئی لغزش ہو جائے، تو حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرے، اور کہے، اے پروردگار! یہ قصور مجھ سے قصداً سرزد نہیں ہوا، تو معاف فرما، اور پھر یقین کرے، کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اُسے معاف کر دیا۔ کیونکہ وہ غفور اور رحیم ہے!"

وسوسہ سدِّ راہِ خدا ہے ارشاد ہوا "وسوسہ طریقت میں بہت بڑا سدِّ راہ ہے، وسوسہ امراض قلبیہ میں سے ایک سخت مرض ہے، اس سے دماغ میں گرمی ہو جاتی ہے۔ اور (صاحب اجازت" کے دماغ میں اگر گرمی آجائے، تو اِس) گرمی کا اثر معتقدین اور مریدین پر بھی پڑتا ہے، اور اُن کے دماغ بھی گرم ہو جاتے ہیں اور وہ کامیابی سے رہ جاتے ہیں۔ اور اسوقت ذکر وفکر، مراقبہ، مشاہدہ، اور ورد و ظیفہ سے کچھ نصیب نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ وسوسے قلب کو گھیرے رہتے ہیں۔ اور اطمینان" (جس کے بغیر کشود کار نہیں ہے) نصیب نہیں ہوتا۔ فلاں شخص کو وسوسے نے خراب کر رکھا ہے، وہ ہمیں لکھا کرتے ہیں۔ ہمارا قصور معاف کر دیجئے، ہم پر کرم کیجئے۔ انھیں یہ خیال ہو گیا ہے، کہ ہمارے پیر و مرشد اور پیران طریقت، اور خدا و رسول ہم سے ناراض ہیں۔ اِس "وسوسہ" کی وجہ سے، اُن کے کارہائے دین و دنیا سب خراب ہو رہے ہیں!"

نصیحت خلفا درباب توجّہ مرید و تعلیم مرید

توجہ کے اقسام واضح ہو۔ کہ اس سلسلہ عالیہ میں توجہ دینے کا طریقہ تین طرح پر ہے (۱) توجہ عینی (۲) توجہ القائی (۳) توجہ بالمواجہ۔ عام طور سے صرف عینی توجہ اور کسی کسی مرید کو دوسری اور تیسری قسم کی توجہ بھی عطا فرمائی جاتی ہے۔ ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تین بار سے زیادہ توجہ دینے کا دستور نہیں۔ مگر ضرورتاً کسی خاص مقام وحال کی وجہ سے دی جاسکتی ہے۔

کثرت توجہ ممنوع ہے بعض برادران طریقت "صاحبِ اجازت" اپنے مریدوں کو مجلس سماع میں ہمیشہ توجہ دیا کرتے تھے آپ کو معلوم ہوا تو نصیحتہً ارشاد فرمایا ہمارے پردادا پیر (سیدنا شاہ محمد مہدی قدس سرہٗ) نے ہمارے دادا حضرت (سیدنا شاہ امداد علی قدس سرہٗ) کو تحریر فرمایا کہ "از کثرت توجہ مرید را تختۂ مشق نہ سازد!"۔ (مرید کو کثرت توجہ کا تختۂ مشق نہ بنایا جائے) پس دستور سلسلہ کے مطابق توجہ دینے کے بعد مرید کو ریاضت پر لگا دیا جائے، کہ وہ عبادت اور ریاضت میں جی لگائے۔ اور "اپنی قوت" سے چلے۔ لکڑی کی ٹیک پر نہ چلے۔ ٹیک پر چلنے سے قوت نہیں آتی!"

توجہ بڑی نعمت ہے فرمایا "ایک توجہ بھی بڑی نعمت ہے۔ خیال بھی نہ تھا کہ ہم کبھی توجہ دینے کے قابل ہوگئے (جب ہوگیا تو ہم نے کہا) یا اللہ! تیرا کرم ہے، تیرا شکر ہے"

مرید کی تعلیم وتلقین ارشاد ہوا "جب کوئی مرید ہوتا ہے۔ تو ہم اُسے تعلیم وتلقین اور توجہ دیتے ہیں، اور کہہ دیتے ہیں کہ (جاؤ اور) دنیا داری کرو۔ نماز کے پابند رہو۔ تھوڑا ذکر اور شغل بھی کرلیا کرو۔ بعض کو کسی وجہ سے تعلیم نہیں دیتے صرف شجرہ پڑھنے کے لئے کہہ دیتے ہیں طلبا کو اُن کے تعلیمی زمانہ میں ہم تلقین و توجہ نہیں دیتے اسلئے کہ اگر ذوق پیدا ہوگیا، تو تعلیم ظاہری میں کہیں نقصان نہ ہوجائے۔ ضرورتاً اگر کسی کو بتاتے ہیں تو کرنے سے روک دیتے ہیں۔ کہ تعلیم ظاہری سے فراغت ہوجائے، تو اسکے بعد مشغولیِ باطن اختیار کریں۔ شیخ کو مرید کی روح کی کشش دیکھنی چاہیئے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے، کہ مرید کی کشش (روحانی) فقیری کی طرف ہوتی ہے۔ اگر مرید طالب العلم ہے تو اس کی کشش کو پھیر دینا چاہیئے، ورنہ اس کی تعلیم ظاہری رک جائے گی۔

طالبِ توجہ کو جواب میرٹھ کے مظاہر الاسلام اور پیارے میاں اپنے زمانۂ طالب علمی میں حاضر دربار شریف ہوئے۔ اور عطائے توجہ کے واسطے آرزو کی، ان دونوں سے ارشاد ہوا "ایک دفعہ مستفیض میاں، اور حفاظت میاں نے اپنے پڑھنے کے زمانہ میں تلقین وتوجہ کے لئے ہم سے کہا، ہم نے جواب دیا، ابھی وقت نہیں آیا۔ خوب پڑھو۔ شریعت کے پابند رہو۔ ذکر وفکر کی (ابھی) تم کو کوئی ضرورت نہیں ہے، جاؤ! ہم سے

محبت رکھو، ہزاروں کی طرف سے ہم فقیری کر رہے ہیں۔ ہم سب کی طرف سے فقیری کرتے ہیں! (تم لوگوں کو کیا جلدی ہے، وقت آجائے دیکھا جائے گا) بس ہمارا کہنا، یہ ہی آپ لوگوں سے بھی ہے، ہم سے محبت رکھیے آپ لوگوں کی یہ ہی فقیری ہے۔ جب وقت آئے گا، فقیری مل جائے گی۔ فقیری کے لئے بعض کو محنت کرنی پڑتی ہے۔ بعض کو ورنہ ہیں (بطریق عطا و موہبت بلا مشقت) مل جاتی ہے! سراج الحق عرف کالے میاں سے ہم کس قدر محبت رکھتے ہیں، اُسے بھی ہمارے ساتھ حسن عقیدت ہے۔ ذکر ہم نے ابھی اسکو بھی نہیں بتایا، کیا اس سے محبت میں کمی آگئی؟ جس کو ضرورت سمجھتے ہیں۔ ہم بتاتے ہیں جس کو ضرورت نہیں سمجھتے نہیں بتاتے۔"

درود شریف میں سب کچھ ہے!

جائیے، پڑھیے، محنت کیجئے، اور امتحان دیجئے۔ ہاں! اوراد میں سے کبھی کبھی درود شریف پڑھ لیا کیجئے۔ اسی میں سب کچھ ہے، ہم نے اور (طلبا) سے بھی یہ ہی کہہ دیا ہے۔ کبھی کبھی ذکر، و فکر کر لیا کرو۔ اور تھوڑا تھوڑا بڑھاؤ۔ فقیری بہت عظیم الشان چیز ہے، فقیری آسان نہیں ہے کہ دو چار مہینے میں صندوق بھر لیجئے۔ جائیے، تعلیم ظاہری (خوب دل لگا کر) حاصل کیجئے۔"

شریعت سے آراستہ ہو جاؤ

سنئے میاں مظاہر! آپ جائیے، پہلے اپنے آپ کو "شریعت سے آراستہ" کیجئے اور نوکری، چاکری کرتے ہوئے دنیاوی کاموں میں خوب ہوشیار ہو جائیے (یاد رکھئے کہ) شریعت کے بعد طریقت حاصل ہوتی ہے۔"

کار دنیا کا کاہل بے اعتبار ہے

"ہم اُس شخص پر اعتبار نہیں کرتے، جو طریقت اختیار کرنی چاہتا ہے، مگر دنیا کے کاموں سے بھاگتا ہے، اوّل دنیا کے کاموں میں خوب چست و چالاک ہو کر، پھر طریقت میں جو آئے ہم اُسے آدمی سمجھتے ہیں۔ اور (صرف) اُس شخص کے لئے ہم کہیں گے، کہ اُسنے دنیا کو خدا کی محبت میں چھوڑا ہے۔ مستفیض میاں نے ایم اے پاس کرنے کے بعد ہم سے کہا، کہ میرا ارادہ نوکری کرنے کا نہیں ہے، ہم نے کہا جاؤ میاں اپنا کام دیکھو، اور نوکری کرو۔ فقیری آسان کام نہیں ہے، ایسے شخص کو ہم سمجھتے ہیں، کہ اُس نے کام کے ڈر سے فقیری لی ہے، ایسے شخص کو ہم "جانگر چور" (محنت مشقت سے جان بچانے والا جی چرانے والا) سمجھتے ہیں، جاؤ نوکری کرو۔ اور خوب دنیا دار بنو۔ یہانتک کہ لوگ تمہیں چالاک اور پکا دنیا دار کہنے لگیں، اُس وقت اگر تم نے دنیا کو چھوڑا، تب کہا جائے گا۔ کہ تم نے خدا کے خوف سے اُس کو چھوڑا۔"

بد دیانت اور معزول

"ایک اور بات سن لیجئے، جو شخص کہ دنیاوی کام میں "بد دیانتی" کے قصور پر "معزول" ہوا، ہم اُس کا اعتبار نہیں کرتے۔ جس نے دنیاوی امور میں بد دیانتی کی۔ وہ دین کے کام میں بھی بد دیانتی کرے گا اور مشکل میں پڑ جائے گا۔ دنیا عکس اور سایہ ہے، آخرت کا! پس جس نے دنیا میں بد دیانتی کی۔ وہ (کاہر)

آخرت میں کب دیانتداری کر سکتا ہے؟ ہاں لڑکپن کی وجہ سے قصور ہو جائے، (اور وہ شرمسار اور تائب ہو) تو اسکی اور بات ہے۔ (ان ربك واسع المغفرة بخشش و رحمتِ پروردگار وسیع ہے) ہم شخص بد دیانت پر اعتبار نہیں کرتے۔ ہم ہر شخص کو دنیاوی کام سے جانچتے ہیں۔ جو دنیا کا کام اچھا کرتا ہے۔ طریقت (و آخرت) کا کام بھی اچھا کر سکتا ہے!"

دیانتِ انبیاء "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیا علیہم السلام نبوت سے پہلے امین اور بہت بڑے دیانت دار تھے!"

تین قسم کے آدمی فرمایا "تین قسم کے آدمی ہیں (۱) طالب الدنیا (۲) متروک الدنیا (۳) تارک الدنیا۔ طالبِ دنیا تو ظاہر ہے کہ وہ شخص ہے، جو دنیا ہی طلب کرے۔ متروک الدنیا، وہ ہے۔ کہ ہمیشہ طلبِ دنیا کے درپے رہے، مگر دنیا کے مال و منال سے کوئی چیز اُس کے ہاتھ نہ آئے۔ (گویا دنیا نے اُسے ناقص اور نکما جان کر چھوڑ دیا) "تارک الدنیا در اصل وہ ہے، کہ جس نے پہلے تو دنیا سے مال و منال یا ہنر و کمال یا منصب و جاہ و حکم حاصل کیا، پھر خدا کی محبت، اور اس کی یاد، (اور اس کی خوشنودی اور رضامندی) میں اُسے چھوڑ دیا۔ یعنی ترک کر دیا۔ اس لئے کسی شے کا ترک کرنا، پہلے اُس کے حاصل ہو جانے کو مستلزم ہے۔ جب تک کہ حصول نہ ہو گا۔ ترک کا لفظ کس طرح اُس پر صادق آئے گا" (جو مال و منالِ دنیا سے بذریعہ لیاقت و ہنر و کمال، کچھ حاصل ہی نہ کر سکا، وہ تارکِ دنیا کیونکر ہو گا؟)

خلفا کے لئے نصیحتیں ایک خلیفہ صاحب سے نصیحۃً ارشاد ہوا۔ دیکھو! (۱) کوئی بات خلافِ شریعت و طریقت نہ ہونے پائے۔ تم (بہت ہوشیاری اور) خبرداری کے ساتھ رہنا ہمیں (رحمت و قدرت خداوندی سے) سب جہان کا حال معلوم ہے۔ (۲) بندگانِ خدا کو تکلیف نہ دینا، اپنے مریدوں کو بھی تکلیف نہ دینا، اور (کسی) مرید سے (بھی) اپنا فائدہ اور اپنا نفع ہرگز نہ چاہنا۔ مرید کو وہ رائے دینا جس میں اس کا فائدہ ہو۔ (اور اپنے لئے ہمیشہ اس بات کا یقین رکھنا کہ) ہمارا نفع ہمارے پروردگار کے پاس ہے، ہمارا فائدہ بس اسی کے ہاتھ میں ہے، (خالق کے ہاتھ میں ہے نہ کہ مخلوق کے ہاتھ میں!) (۳) کسی مرید کو (اس کے دنیاوی) کام (نوکری، چاکری، ملازمت، حرفت وغیرہ) سے الگ نہ کرنا۔ اُس سے خود نہ کہنا، کہ دنیاوی کاروبار سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ مرید کو ذکر، و فکر، تعلیم، و تلقین کر دینا، اور کہہ دینا کہ دنیاداری کرے، (آگے چل کر، کارِ دین اور کارِ دنیا) دونوں میں سے جو (کام) اُس پر غالب آئے گا۔ وہ اُسے (خود) کرے گا۔ اگر اللہ کو اُسے دنیا سے علیحدہ کرنا منظور ہے اللہ اُسے علیحدہ کر دے گا۔ اور (اس کا) رزق (جس راہ سے چاہے) اُسے پہنچائے گا۔ ہم کوئی رزاق نہیں ہیں کہ اُسے دنیا سے علیحدہ کر دیں، (اور اُسکے رزق کے ذمہ دار ہو جائیں) اگر ہم اُسے دنیا سے علیحدہ کرائیں گے

تو پھر وہ ہمارے ذمہ آجائے گا۔ (۴) مرید کے لئے دنیاداری کی حالت میں رہ کر اپنا کام (عبادت و ریاضت) کرنا اچھا ہے، مرید کو تعلق دنیاوی از خود ترک کرنا نہیں چاہیئے، اگر خدا ترک کرادے گا، تو یہ اور بات ہے۔ وہ تمام عالم کی پرورش کرتا ہے۔ اس کی بھی پرورش فرمائے گا۔ مگر (اپنی خواہش و مرضی سے اور) آپ سے (آپ) ہرگز دنیا کو چھوڑنا نہ چاہیئے، دنیوی کام، اور اہل و عیال کی پرورش کرتے ہوئے خدا کی عبادت کرنا، یہ بہت اچھی بات ہے، اور یہ بات ہر شخص کے لئے مناسب و موزوں ہے، کہ اپنے اپنے پیشے اور حرفے میں رہ کر خدا پرستی کرے (۶) قدرے دنیا (سالک) کے لئے ضروری ہے، تاکہ انسان کے خیالات پراگندہ نہ ہوں۔ پراگندگی سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ (۷) اسباب خانہ داری میں انتظام کرنا (کہ خرچ آمدنی سے نہ بڑھے اور کوئی خرچ بیجا نہ ہو، نیز خرچ کے بعد آمدنی سے پس انداز کرتے رہنا) چاہیئے (۸) روح میں غربت لانے کی کوشش کرنا چاہیئے (۹) افراط و تفریط سے ہر کام میں بچنا اور راہ اعتدال کو اختیار کرنا) چاہیئے!"

کوئی بیکار نہ رہنے پائے فرمایا" ہم نے آج تک کسی کو اُس کے کام سے علیحدہ نہیں کیا۔ ہر ایک کو اسی کے کام میں رکھا۔ اگر مرید ملازمت پیشہ ہے، تو اس سے کہا کہ نوکری کرو (تجارت پیشہ ہے تو کہا کہ تجارت کرو، وغیرہ) ایک شخص کو (نام لے کر فرمایا) ہم نے دیکھا کہ اُن کی آنکھوں میں سرخی رہا کرتی ہے، اور طبیعت میں غصہ بہت ہے، اُن کے بڑے بھائی سے ہم نے کہا۔ کہ ابھی تمہارے والد زندہ ہیں۔ اور ڈپٹی ہیں۔ تم لوگوں کی سرکار میں عزت ہے۔ تم اس لڑکے کو پولیس میں نوکر کرادو۔ کوشش کرو۔ ابھی وقت ہے، ملازمت مل جائیگی چنانچہ وہ پولیس کے سب انسپکٹر ہو گئے۔ (اور اس کام کے لئے مناسب آدمی ثابت ہوئے)

ہر شخص کے لئے مناسب کام سراج الحق (عرف) کالے میاں نے جب بی۔ اے پاس کر لیا۔ تو ڈپٹی بدیع العالم نے اُن سے کہا کہ وکالت کا امتحان دو، اور وکیل بن جاؤ۔ لیکن ہم نے اور تو کچھ نہیں کہا، صرف یہ کہا کہ تم ایم۔ اے کا امتحان دیدو۔ وہ خاموش، صوفی منش لڑکا ہے، وکالت سے اُسے کیا مناسبت؟ ڈپٹی بدیع العالم نے کہا۔ کہ وکالت کا مشورہ میں نے اس لئے دیا، کہ میں آزاد پیشہ پسند کرتا ہوں۔ ہم نے کہا،" آزاد پیشہ" اچھا ہے، لیکن ہر ایک کے لئے نہیں، جو جس کام کا اہل ہو، اُسی کام کی رائے اس کو دینی چاہیئے۔ کوئی غلامی کرے، کوئی نوکری چاکری کرے، (اور کوئی" آزاد پیشہ" اختیار کرے) ع ہر کسے را بہر کارے ساختند" غرض ہم نے کسی کو بھی ایسی رائے نہیں دی، جو اُس کی حالت کے موافق نہ ہو۔

سب کو صحیح مشورہ فرمایا" ہنود (اور دیگر غیر مسلم لوگ بھی) ہم سے اپنے معاملات میں مشورہ لیتے ہیں (اور ہم سب کو صحیح مشورہ دیتے ہیں)

فیض عام سالہا سال کا مشاہدہ ہے، کہ مسلمانوں کے علاوہ، ہندو، بودھ، عیسائی اور ہر مذہب و ملت کے

بے شمار اہل حاجت خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے، اور آپؒ سب کے ساتھ یکساں سلوک فرماتے۔ اس نواح کے مسلمانوں کے علاوہ بہت سے تعلیم یافتہ ہنود وغیرہ کا یہ شیوہ رہا۔ کہ جب لڑکا جوان ہو جاتا، اور اسکے مستقبل کے لئے۔ صحیح اور بہتر رستہ کی تلاش ہوتی۔ کہ اُسکو کس کام پر لگایا جائے تاکہ اس کا مستقبل کامیاب ہو یا صرف آپ کی برکت دعا مقصود ہوتی، تو لڑکے کو لے کر، یہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوتے، اور اظہار مافی الضمیر کے بعد مشورہ اور دعا کے خواستگار ہوتے تو آپ دعا فرماتے۔ اور جو جس کام کا اہل ہوتا، وہ ہی کام ایک ذرا غور و توجہ کے بعد اس کے لئے تجویز فرما دیتے۔ مثلاً کسی کے لئے یہ ارشاد ہوتا۔ کہ اس کو انگلستان ہول سروس، یا بیرسٹری کے لئے بھیج دیا جائے، کسی کے لئے یہ فرمان ہوتا، کہ اسے جرمنی یا امریکہ فلاں شعبہ کی تعلیم کے لئے بھیجدیا جائے۔ کسی کے واسطے یہ مشورہ عطا ہوتا۔ کہ تجارت کرائی جائے۔ کسی کے لئے ملازمت کی تجویز فرمادی جاتی، غرض جس کے لئے جو کام مناسب و بہتر ہوتا۔ اُسی کا مشورہ دیا جاتا، اور عام طور پر لوگوں کے حسن اعتقاد کا یہ عالم تھا، کہ فرمان کی تعمیل بجالاتے، اور بفضلہ تعالیٰ کامیاب مراد ہوتے۔

حسن سلوک بندگانِ خدا کے ساتھ! آپؒ خدمت مخلوق کو نہایت عزیز رکھتے تھے۔ اور بعض خلفا سے (جیسا کہ پیچھے بیان کیا گیا) آپؒ کی خاص نصیحت تھی، کہ "بندگانِ خدا سے کسی دینی یا دنیوی خیر کو دریغ نہ رکھنا! سب کے ساتھ یکساں برتاو رکھنا (اور اُسے یاد رکھنا کہ) ہم کفر کو بُرا سمجھتے ہیں۔ کافر کی حقارت نہیں کرتے ہم گناہ کو بُرا سمجھتے ہیں، گنہگار کو حقارت سے نہیں دیکھتے!"

کامل تعلیم یہ سلوک تو آپؒ کا ہر شخص کے ساتھ تھا، لیکن جو بندگانِ خدا، کہ راہِ خدا کی تلاش میں اس دربار کی پالیتے، اور سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوتے، اور صرف خدا پرستی ان کا مقصود ہوتی۔ ایسے لوگوں پر آپ کے شفقت و کرم کی انتہا نہ تھی۔ آپؒ بلا استثناء ہر شخص کو یکساں تعلیم فرماتے۔ آپ کی تعلیم نہایت جامع اور کامل تعلیم ہے اور نہایت ہی مختصر ہے۔ یہ ہی کامل تعلیم تھی جو ہر شخص کو فرمائی گئی۔ آپؒ کا سب کے ساتھ یکساں رحم و کرم تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ "ہم نے اپنے مریدوں میں جس کو تلقین و تعلیم دی ہے، وہ نہایت کامل تعلیم ہے۔ اب دربارِ الٰہی میں، قیامت کے روز وہ ہمارا دامن نہیں تھام سکتے (کہ مجھے راہِ خدا نہیں بتائی۔ یا جو بنانا تھا وہ نہیں بنایا) کیونکہ اسی مختصر تعلیم کے اندر، ابتدا سے انتہا تک سب کچھ ہے۔ ہم نے جس کو بھی تعلیم کیا، اُسے ولایت کی راہ اور انبیاء کا راستہ سب کچھ تعلیم کر دیا۔ لیکن (جو غور و فکر سے کام نہیں لیتے) وہ یقین نہیں رکھتے۔ کچھ اور سمجھتے ہیں۔"

محبت کا راستہ فرمایا "طریقت کی تعلیم محبت سے علاقہ رکھتی ہے، کسی (مرید) کو اولاً محبت ہوتی ہے اسکے بعد اعتقاد پیدا ہوتا ہے۔ کسی کو اوّلاً اعتقاد ہوتا ہے، پھر محبت پیدا ہوتی ہے (کسی کی محبت سے اعتقاد پیدا ہوتا ہے

اور کسی کو اعتقاد سے محبت پیدا ہوتی ہے"۔

محبت کا رشتہ | فرمایا "جب اپنے اسلاف، و بزرگان دین کے ساتھ محبت کا رشتہ مضبوط ہو جائے گا۔ تو اُس بزرگ کو (کہ جن کا وہ مرید ہے) اُس کی تعلیم کے لیئے تکلیف کرنے کی ضرورت نہ ہوگی (محبت کے طفیل) اُسے اپنے بزرگوں کی چیزیں (اور نعمتیں) خود بخود ملیں گی!"

واقعہ حضرت سلیمانؑ | جس طرح کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ آپ کسی خزانہ کا قفل کھولنا چاہتے تھے، مگر وہ کھلتا نہ تھا، کوئی دعا تھی جسے پڑھ لینے سے آپ کے والد حضرت داوٗد علیہ السلام سے وہ قفل کھلجاتا تھا، اور یہ دُعا حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنے والد سے براہ راست حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اب کہ اس دُعا کی ضرورت پیش آئی تو اس وقت ایک بزرگ جو حضرت داوٗد علیہ السلام کے جلیس تھے آ گئے اور اس دُعا کو بتا دیا۔ اور قفل کھل گیا"۔

تعلیم بلا مشقت | فرمایا۔ "کبھی مرید کی تعلیم بلا مشقت، محض شفقت (کی راہ) سے ہوتی ہے۔ (اور یہ اُس مرید کی) جو مرید کہ اعلیٰ مرتبہ میں داخل ہوتا ہے!"

صحبت شیخ | ارشاد فرمایا۔ "بتلاؤ! کہ جب مرید کی تعلیم و تلقین ہو چکی تو پھر اُسے پیر و مرشد کی خدمت میں رہنے کی کیا ضرورت؟ (اس کے جواب میں فرمایا) پیر و مرشد کی صحبت میں رہنے کا منشا یہ ہے کہ اپنے پیر و مرشد کے افعال و اطوار معلوم کرے۔ کہ افعال و اطوار میں سے کونسا کام (لازمی اور دوامی) عادتاً ہے اور کونسا فعل کسی وجہ خاص سے خلاف معمول) ضرورتاً ہے، اور خلاف عادت کیا ہے۔ پیر و مرشد کے بہت سے افعال کسی خاص سبب و ضرورت سے ہوا کرتے ہیں۔ اُنھیں مرید کو نہ کرنا چاہیئے۔ اور بعض افعال دوامی، عادی (متعلق بعبادات ریاضات) ہوا کرتے ہیں اُنھیں مرید کو کرنا چاہیئے۔ صحبت مرشد سے اوّلاً تو افعال مرید درست (و مہذّب) ہو جائیں گے۔ جس کا یہ نتیجہ ہو گا کہ (پھر) اُسے کسی محفل میں بے ادب نہ کہا جائیگا۔ اور (ثانیاً) اس کے بعد جو صحبتیں نصیب ہونگی اُن صحبتوں میں مُرید کو تحصیل کمالات ہوگی!"

یا چھ مہینے میں ورنہ چھ لاکھ برس میں نہیں | فرمایا۔ "جو مُرید کہ چھ مہینے میں نہ سمجھے گا وہ چھ برس بلکہ چھ لاکھ برس میں بھی نہیں سمجھ سکتا۔

مُرید نو آموز | فرمایا مُرید کو سمجھانے سے اگر بات مُرید کی سمجھ میں نہ آئے تو (شیخ کو چاہیئے کہ) دل تنگ نہ ہو۔ اور مُرید سے یہ نہ کہے کہ تو ایسا (غبی) ہے۔ اور تو ایسا (فاتر العقل) ہے۔ بلکہ خیال کرے کہ پہلے میں بھی ایسا ہی تھا جس نے تم کو اچھا بنا لیا ہے وہی (پروردگار عالم) اس (مرید) کو اچھا بنا سکتا ہے۔ ہر مرید سختی کے لائق نہیں ہے۔ نو آموز مرید سختی برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ ملامت کے قابل نہیں ہے (اس پر نہ سختی کیجائے نہ ملامت) سختی اس کے خیال

اور اس کی بساط کے اندازہ سے ہی اُس پر ڈالنی چاہیے۔" (تاکہ وہ تحمل و برداشت کر سکے)

سات برس تک صرف ترغیب فرمایا "جس طرح شریعت میں حکم ہے کہ جب لڑکا سات برس کا ہو جائے تو اُسے نماز کی ترغیب دیجائے اور دس سال کی عمر سے گذر جائے تو پھر منانے کے لئے اس کو تنبیہ کی جائے اسی طرح طریقت کا دستور ہے کہ داخل بیعت ہونے کے بعد سات برس تک مرید کو محض ترغیب دیجائے اور نصیحت کی جائے دس سال گذر جائیں تو پھر اُسے سختی کے ساتھ نصیحت کیجا سکتی ہے۔ ہم پُرانے مریدوں کو سختی سے نصیحت کرتے اور سمجھاتے ہیں اس لئے کہ کہیں نقصان میں نہ پڑجائیں اگر (سمجھانے میں) ہم تم لوگوں پر اس قدر سختی دیں کہ (ہمارے خطاب و عتاب سے) تم لوگ ہلاک ہوجاؤ تو بھی شریعت سے ہم پر قصاص واجب نہ ہوگا۔ اور یہ بات) ہم کتاب اللہ سے کہتے ہیں۔ ہم تم لوگوں کو اپنے نفس کی وجہ سے سختی نہیں دیتے چونکہ تم لوگ دوڑ کر چلتے ہو۔ اس لئے سختی سے سمجھاتے ہیں کہ کہیں گر نہ پڑو۔ (حضرت مولانا روم فرماتے ہیں) ؎

زاں بجوشانم کہ مکروہ منی	بلکہ تا گیری تو ذوق چاشنی
تا غذا کردی بیا میزی بجاں	بہر خواری نیست ایں امتحاں
آب میخوردی بہ سنت سبز و تر	بہر ایں آتش بدست آں آب خور
رحمتش سابق بدست از قہر زاں	تا ز رحمت گرود اہل امتحاں
رحمتش بر قہر زاں سابق شدہ است	تا کہ سرمایہ وجود آید بدست

ہر بات میں اہلیت دیکھ لیجائے فرمایا۔" فلاں شخص یہاں آئے۔ ہم نے انھیں دیکھکر کہا، تم لوگوں نے ان کو سختی میں ڈالا اور زحمتِ سفر دُور و دراز میں مبتلا کیا۔ کیوں ترغیب و تحریک دے کر لائے؟ ہم آدمی کی صورت سے پہچان لیتے ہیں (کہ اس راستہ کا آدمی ہے یا نہیں اور اس راہ کی) تکلیف کو برداشت کرے گا یا نہیں؟ تم لوگ نہیں سمجھتے (اہل و نا اہل کو نہیں پہچانتے) ناحق دوسروں کو تکلیف دیتے ہو۔"

سفر سواری پر کرو! صاحب میاں کے باپ سے ہم نے کہا کہ سواری کے بغیر (یعنی روح کی کشش اور ذوق و شوق کے بدون) سفر مت کرو۔ ورنہ تکلیف اُٹھاؤ گے یعنی زیارت کے لئے سفر اُس وقت کرو جبکہ ذوق اور خواہش زیارت ہو خواہش زیارت کو نہ تکلف سے پیدا کرو اور نہ خواہش زیارت کو تکلف سے دُور کرو۔ ایسے لوگ کم ہیں جن کو راہِ خدا کی تکلیف راحت معلوم ہو" (اس کے بعد ارشاد ہوا کہ گلستاں کی حکایت پڑھو جس میں مرشد کے خدمت شیخ میں جا کر شکایتِ مخلوق کرنے کا بیان ہے، منشائے مبارک یہ تھا کہ تکلیف برداشت نہ ہوئی لگے شکایت مخلوق کرنے)

سوختگان عشق ارشاد ہوا۔" ایک شخص نے خواب میں ہمارے حضرت کے آستانہ کے ایک مرید کو دیکھا کہ آگ میں پڑے جل رہے ہیں۔ کیسی آگ؟ بہت بڑا آتشکدہ۔ اس آگ میں دن رات پڑے سُلگتے ہیں۔ صرف کھانے کے وقت آگ سے محفوظ ہو جاتے

ہیں۔ ع "سمندر چہ داند عذاب الحریق"۔ بیچارے قسم قسم کی بیماریوں اور طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا ہیں (اور اُف نہیں کرتے) ایک خاص وقت ہے کہ اُس وقت تک وہ ان تکلیفوں میں رہیں گے لیکن تکلیف اُنھیں تکلیف معلوم نہ ہوگی۔" فرمایا:۔ "ہمارے بعض اور بھی مرید ہیں کہ ان کی بھی حالت یہی ہے کہ تکلیف اور سختی میں ہیں۔ تکلیف کے وقت صرف طالب خدا ہی ٹھہر سکتا (اور ثابت قدم رہ سکتا) ہے۔ اور (بات یہ ہے کہ) "چند یں شکل برائے اکل" (راہ خدا میں فنا ہونے والے یونہی فنا ہوا کرتے ہیں)، (مگر یاد رکھو) ہر مرید تکلیف کو برداشت نہیں کرسکتا، مرید نو آموز سختی کے قابل نہیں۔" (حصہ بقدر جثہ ہونا چاہیے۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا)

تکلف سے ممانعت | فرمایا:۔ "سکندر شاہ کے بچپنے کی بات سُنو۔ جب ہم یہاں سے حضرت اجمیر کے سفر پر روانہ ہوئے اور اپنے بعد خانقاہ میں ہم نے سکندر شاہ کو چھوڑا تو (اُس زمانہ کا واقعہ ہے کہ) سکندر شاہ نے اپنی والدہ کو (بنارس) خط لکھا، کہ ہمارے حضرت اجمیر شریف جا رہے ہیں، جب آپ بنارس سے اعظم گڈھ اپنے مکان پر حضرت کو لیجائیں تو ریل کے اوّل درجہ میں لیجائیں اور یوں مدارات و خاطر داری کی جائے اور یوں تعظیم و تکریم و احترام کیا جائے!" فرمایا:۔ "جو تعلق کہ اپنے پیر و مرشد سے ہے وہ ہمیں ہے (نہ کہ والدہ کو یا اور کسی کو) پس یہ مناسب نہیں ہے کہ (اپنے تعلق اور اپنی ارادت کی وجہ سے) دوسروں کو تکلیف دیجائے۔ دوسرا اپنے خیال کے مطابق خود عمل کرے گا۔ اپنے خیال کے مطابق تم عمل کرو۔" (ذوق ہر ایک کا جُدا جُدا ہوتا ہے)

راہِ تکلف سے بچو | "ہمیں تکلف پسند نہیں ہے۔ (ہمیں تو) بس عوام کی طرح رہنا چاہیے" (اچھا سُنو! ہمارے حضرت کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ) ایک صاحب فلاں شخص کے گھوڑے پر سوار ہوکر یہاں آئے جن کا گھوڑا تھا اُنھوں نے تاکید کردی تھی کہ گھوڑا خانقاہ کے صحن میں نہ لیجانا (تاکہ صحن شریف احاطۂ خانقاہ میں گھوڑے کے لید وغیرہ کرنے سے ترک ادب نہ ہو) ہمارے حضرت قدس سرہٗ کو اس کا علم ہوا تو آپؒ نے اس (تکلف) کو پسند نہیں فرمایا، اور حکم دیا کہ گھوڑے کو احاطہ میں لے آؤ، اور یہیں باندھو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ تکلفات آپ لوگوں میں کہاں سے آگئے!" اس کے بعد ارشاد ہوا:۔ "زبیدہ کے باپ دلدار میاں یہ لوگ صاحب میاں کے والد سے اس بات پر ناراض ہیں کہ عرس شریف میں وہ نہایت تکلف کی باتیں کرتے ہیں (کوئی ٹوک دیتا ہے تو) کہتے ہیں کہ ہمارے جوش محبت کا مقتضیٰ یہی ہے، مگر ہم کیا کہیں تم لوگ نابالغ (اور ناسمجھ) تو نہیں ہو۔ (یاد رکھو) ع براہِ تکلف مرو سعدیا۔" ہمارے دادا حضرت شیخ العارفین (سیدنا سید شاہ محمد مخلص الرحمٰن قدس سرہٗ) کے صحن درگاہ میں تالاب ہے اور تالاب کی سیڑھیوں سے درگاہ شریف تک میں[۲] پچیس[۲۵] قدم کا فاصلہ ہے۔ زائرین اور حاضرین عام طور پر یہ کرتے تھے کہ تالاب میں وضو کرلینے کے بعد پھر جوتی نہ پہنتے اور درگاہ شریف تک ننگے پاؤں جاتے۔ اس کے بعد مزار پاک پر فاتحہ و زیارت کے لیے حاضر ہوتے۔ ایک صاحب نے اپنا یہ معمول کرلیا تھا کہ تالاب پر وضو کرتے تو ایک لوٹا پانی کا بھر کر ساتھ لے جاتے اور دروازہ درگاہ شریف پر پاؤں دھو کر پھر درگاہ کے اندر حاضر ہوتے اس کی بابت ارشاد ہوا۔ "یہ کیا ہے؟

مثل عوام کے رہو۔" (منشائے مبارک یہ تھا کہ وضو کر لینے اور ذرا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد پھر پاؤں دھونا یہ تکلف میں داخل ہے جس سے اپنی ایک شان خاص کا اظہار ہوتا ہے کہ ہم ایسی طہارت والے اور اتنے نفاست پسند ہیں۔ اسے آپؒ نے پسند نہ فرمایا اور یہ ارشاد ہوا)، "جس طرح عوام آتے جاتے ہیں تم بھی اسی طرح آتے جاتے رہو، بزرگوں کی درگاہ میں بھی اس طور پر رہنا چاہئے کہ اور دوسرے غیر لوگ جس طور پر رہا کرتے ہیں، کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہئے کہ جس سے اپنا امتیاز خاص ظاہر ہو!"

"وصیت نامہ" ارشاد فرمایا، "ہم ایک وصیت نامہ لکھنے والے ہیں کہ ہمارے حضرت پیر و مرشد و الد صاحب قبلہ قدس سرہٗ کے آستانہ پاک سے جن لوگوں کو خلافت و اجازت ہے (اپنے مریدین و خلفا کے لئے آپؒ یہی الفاظ فرمایا کرتے تھے) ان کو کونسا حال و قال اور کونسی وضع و قطع اختیار کرنی ہوگی۔ اور کن باتوں کی پابندی کرنی ہوگی!" (ارشاد فرمایا)، "اگر ہمارے بہت لڑکے ہوں تو (تم لوگوں کو) ہمارا حال کس سے معلوم ہو سکتا ہے؟ (اُسی لڑکے سے کہ) جو لڑکا ہماری وضع پر ہوگا! (اسی کی نسبت یہ سمجھا جائے گا کہ) ہمارا حال اُسی کو معلوم ہوگا۔ اور اُسی نے اپنے باپ کا اتباع تحقیق کے ساتھ کیا ہوگا۔ (ہمارا جو لڑکا کہ) ہمارے حال و قال اور ہماری وضع و قطع پر نہ ہو۔ (بس)، اُس کی بات سُن لو۔ عمل کرنے یا مباحثہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے (سُنو اور خاموش ہو جاؤ) ورنہ پریشان ہو جاؤ گے۔ نہ معلوم لوگوں نے کہاں کی وضع قطع اختیار کی ہے۔ سر پر گھوڑے کی دُم کی طرح بال رکھتے ہیں (ترچھی مانگ نکالتے ہیں) ہم دوسروں کو کیا کہیں خود ہمارے بھتیجے ایسے بال رکھتے ہیں! قاعدہ ہے کہ جس کو مال سے رغبت ہوتی ہے وہ مال کی جمعیت کرتا ہے جس کو دُنیا سے رغبت ہوتی ہے وہ دنیا کی جمعیت کرتا ہے جس کو علم سے رغبت ہوتی ہے وہ علم کی جمعیت کرتا ہے اور جس کو آخرت سے رغبت ہوتی ہے وہ آخرت کی جمعیت کرتا ہے۔ دیکھو! ہمارے حضرت قدس سرہٗ نے گھر کے سب چھوٹے بڑوں کو مرید کیا مگر ہمارے بھائی مولانا عبد القیوم صاحب کو مرید نہیں کیا۔ ایک مرتبہ آپؒ نے بھائی صاحب کو مہین (کپڑے) کی دھوتی پہنے ہوئے دیکھا جو پوشش کہ ہمارے حضرتؒ کے پسند خاطر نہ تھی، اس پر آپؒ نے اُن سے فرمایا کہ دیکھو! (بہار شریف) جاؤ۔ اور ہمارے حضرتؒ پیر و مرشد کے آستانۂ پاک کی کفش برداری کرو۔ اور آدمی بن کے آؤ! (لیکن) جب وہ نہیں گئے تو آپؒ نے دوسری بار وہاں جانے کو نہ فرمایا۔ نہ مرید کیا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ اس ذوق و شوق کے آدمی نہیں ہیں۔ بس نوکری کریں۔

تاکید اتباع شریعت و طریقت ارشاد ہوا، "دیکھئے آپ لوگوں سے کبھی کوئی ایسا فعل صادر نہ ہو جو شریعت و طریقت کے خلاف ہو ورنہ جو لوگ کہ سنجیدہ اور فہمیدہ ہیں اور سلسلہ شریف سے تعلق رکھتے ہیں دیکھ کر پریشان ہو جائیں گے اور آپ لوگوں کی پیروی چھوڑ دینگے پس آپ لوگوں کے حرکات و سکنات سے کوئی ایسی بات پیدا نہ ہو جو علمائے ظاہر و باطن کے خلاف ہو۔ ورنہ ہم ہرگز ذمہ دار نہیں!"

خوشنودیٔ حضرتؒ کا دار و مدار (یاد رکھئے) "جس بات سے اللہ اور اللہ کا رسولؐ خوش ہیں ہم خوش اور جو قول و فعل کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کیخلاف ہے وہ ہمارے خلاف ہے اور جس بات سے اللہ اور اللہ کا رسولؐ ناراض اُس سے ہم ناراض ہیں۔"

حضرتؒ کی تعلیم کا مرکزی نقطہ | "ہم نے یہ بات (ہر ایک سے) کہی ہے۔ اور اب ہم بار بار آپ لوگوں کو سمجھائے دیتے ہیں کہ ہمارا خواہ کیسا ہی عاشق مُرید ہو۔ اگر کوئی کام خدا اور خدا کے رسولؐ کے حکم کے خلاف کرے گا۔ بس ہم اُس سے ناراض (ہم اُس سے بری الذمہ) ہیں!"

حضرتؒ کی کوئی بات شریعت طریقت کے خلاف نہیں ہے | "ہم نے خدا کی رحمت سے آج تک کوئی بات شکم زاد اور طبع زاد نہیں کی۔" (اور شریعتؐ طریقت میں ہم نے کوئی بات اپنی طرف سے پیدا نہیں کی)

اپنا دبدبہ سے ڈرو! | آپ لوگ بے ڈر ہوگئے ہیں۔ آپ لوگوں میں نشو و نما زیادہ آگئی ہے، اس لئے ہم نے زیادہ میل جول چھوڑ دیا ہے۔ شکم زاد۔ اور طبع زاد باتیں کرکے خلق کو پریشانی میں ڈالنا یہ کیا بات ہے؟ صاحب! اللہ کی رحمت سے ہم نے تو کبھی ایسی باتیں نہیں کیں!"

ریاضت کثرت سے کرو! | "بعض لوگوں میں تکلف اور تصنع زیادہ آگیا ہے جس سے نمود و نمائش) زیادہ ہوتی ہے بس ان (بناوٹ اور تکلف کی باتوں) کو چھوڑ دیں اور ہمیشہ طبیعت کا میلان ریاضت کی طرف رکھیں (تاکہ نفس کی خرابیوں اور گمراہیوں سے محفوظ رہ سکیں) ورنہ (یاد رکھیں) کہ ہم کسی ایسی بات کے ذمہ دار نہ ہوں گے جو شریعت اور طریقت کے خلاف ہوگی۔"

صرف برزخ شیخ ہی کافی نہیں | "صرف برزخ شیخ ہی کافی نہیں ہے بلکہ جس کا تصور ہے اُس کے صفات، طرز معاشرت رنگ ڈھنگ۔ اور شکل و صورت کا ایسا (کامل) خیال ہو کہ (بالآخر) تم بھی ویسے ہی بنجاؤ، تب (برزخ شیخ کا) فائدہ ہوگا۔ شیخ تو نماز پڑھتے ہیں اور تم نہیں پڑھتے۔ تو اب تمھیں برزخ شیخ کا کیا فائدہ ہوگا؟ کچھ نہ ہوگا۔ حضرت مولانائے رومؒ نے بھی مثنوی میں ایسا ہی فرمایا ہے۔"

شیخ کو خدا نہ کہو | ایک موقع پر ارشاد ہوا۔ "بعض مُرید پیر کو رب ....) کہدیتے ہیں۔ ہمارا کہنا یہ ہے، کہ پیر کو بندہ کہو، لیکن پیر کی محبت دل میں رہے، پیر کو "سب کچھ" کہنا یہ عوام الناس کا خیال ہے (نہ کہ خواص کا) تم یہ کہو کہ ہمارے پیر خدا کے بندے ہیں، اگر اعتقاد و محبت دل میں رکھو (خدا کو خدا اور بندے کو بندہ کہو)

خون پاک ہے خون ناپاک ہے | "دیکھو! خون (انسان کی زندگی ہے) اگر جسم میں نہ رہے تو آدمی مر جائے۔ خون جب تک کہ جسم کے اندر ہے پاک ہے لیکن (جسم کے باہر نکل آیا تو) یہی خون ناپاک ہے۔ جبتک کہ دھویا نہ جائے نماز نہ ہوگی"

پردہ داری کرو | "اسی طرح طریقت کی اندرونی باتیں ہیں (کہ اگر اندر ہیں تو روح اور زندگی ہیں، باہر آگئیں تو باعث خسران و حرمان ہیں)، بس اندر کی باتیں اندر ہی رہنی چاہئیں، طریقت کی جتنی باتیں کہ گفتنی ہیں کہی جائیں اور جتنی باتیں کہ ناگفتنی ہیں، ناگفتنی ہی رہنے دیجائیں۔"

ناگفتنی کسی سے نہ کہو | "طریقت کی ایسی اندرونی باتیں اللہ کا رحم ہو۔ تو خود سمجھ میں آجاتی ہیں (سمجھانے اور بتانے سے سمجھ میں

نہیں آتی ہیں، پس طریقت کی جوانمردی اور ناگفتنی باتیں ہیں انھیں کسی سے بھی ہرگز نہ کہنا چاہیئے۔ خواہ وہ بھائی ہو خواہ کوئی ہو!"

طریق سلف صالحین فرمایا۔ "شریعت وطریقت کا پردہ مت چاک کرو۔ شریعت وطریقت میں کوئی ایجاد نہ کرو اور شریعت وطریقت کے خلاف کوئی بات بھی ہرگز نہ کرو۔ بس سلف صالحین کے طریقے پر چلے جاؤ۔"

علماء و مشائخ کا اختلاف برائے نام ہے ارشاد فرمایا۔ "مشائخ کا جن مسائل (سماع وسجدۂ تعظیمی وغیرہ) میں علمائے ظاہر سے خلاف (قدیم سے) چلا آتا ہے۔ ہمارا اختلاف بھی علماء سے صرف انہی مسائل میں ہے۔ ان کے علاوہ کیا تم نے سنا کہ ہم نے کسی مسئلہ میں بھی مولویوں سے اختلاف کیا ؟ کبھی نہیں کیا۔ ان مسائل کے سوا ہمارا علمائے اہلسنت سے اور کسی مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے۔"

جوش پر قابو "بس جوش کو روکے ہوئے (چلو) جوش میں ناگفتنی باتیں ہرگز منہ سے نہ نکلیں! مشائخ کے حالات کتابوں سے معلوم ہونگے۔ اور شریعت کی باتیں بھی کتابوں میں ہیں (پس شریعت کی کتابیں اور طریقت کی مستند اور قدیمی کتابیں مطالعہ کرتے رہو اور عمل کرو) تمھاری کوئی بات شریعت وطریقت کے خلاف ہرگز نہ ہونی چاہیئے۔"

درویش خلاف شرع "جو درویش، کہ نماز وروزہ کا پابند نہ ہو (اور بے شرع ہو) اس سے نہیں ملنا چاہیئے (اس لئے کہ، جو شخص خود خرابی سے نہیں بچ سکتا (اور بے شرع ہوکر خرابی میں مبتلا ہوگیا ہے) دوسروں کو کس طرح بچا سکتا ہے:

دائمی التجا "ہمیشہ یہی دعا مانگتے رہنا کہ اے پروردگار! تو ہمیں دین ودنیا کی خرابی سے بچانا۔ اور جس میں تیری مرضی ہو۔ ہم سے وہی کام کرانا!!"

ہر پہلو سے بہتر نمونہ بنو ارشاد فرمایا۔ "ہمارے حضرت قدس سرہٗ کے سلسلۂ شریف کے لوگوں کو کچھ علم اور فقر میں ہی نہ اچھا ہونا چاہیئے۔ بلکہ دنیاداری میں بھی (خوب ہوشیار اور پاک وصاف نمونہ ہونا چاہیئے) اور (درویش کو) دینداری اور دنیاداری ہر صورت اور ہر پہلو سے بہت عمدہ (اور ایک بہترین نمونہ) ہونا چاہیئے۔ ہم نے اپنے حضرت قدس سرہٗ کو ہر پہلو سے بے مثل دیکھا۔ ہم نے اپنے حضرتؒ کو جس پہلو سے دیکھا بے مثل پایا!" (بہ تکرار فرمایا)

شعور بیس برس کے بعد ہوگا ارشاد ہوا۔ "ایک تجلی ذاتی ہوتی ہے، اور ایک تجلی صفاتی۔ بعضے انبیاء علیہم السلام تجلیات ذاتی سے ہیں اور بعضے تجلیاتِ صفاتی سے، اور اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام کی تجلیات سے ہیں۔ جن میں سے بعض تجلیات ذاتی سے ہیں، اور بعض تجلیات صفاتی سے! لیکن (اس تجلیات ذاتی وصفاتی) کا مابہ الامتیاز (کہ حضرت اولیاء اللہ میں سے کون حضراتِ انبیاء کی تجلیات ذاتی سے ہیں اور کون تجلیات صفاتی سے ہیں؟) نہایت مشکل ودشوار ہے۔ شاید بیعت سے بیس برس کے بعد اس کا (شعور) احساس ہو تو ہو، (جسے خدا نصیب کرے) اس سے بیشتر ہرگز نہیں ہوسکتا۔"

مخلوق کا ہٹاؤ | فرمایا: "ہم نے وہ رویّہ اختیار کیا جس میں مخلوق کا ہٹاؤ (اور شہرت سے بچاؤ) ہو۔ مگر خدا کی رحمت سے ہم نے کوئی بات شریعت و طریقت کے خلاف اختیار نہیں کی اور نہ (ہماری کوئی ایک بات بھی) بدعت اور بدعت کے ساتھ ہے!"

شوقِ محبت اور خوفِ مخالفت | ارشاد فرمایا: "جو لوگ کہ ہم سے محبت رکھتے ہیں خواہ وہ حاضر ہوں، یا غائب لیکن اگر انہیں ہماری مخالفت (یعنی شریعت و طریقت میں ہمارے خلاف کسی بات کے مرتکب ہونے) کا خوف نہ ہو تو انہیں محض محبت سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا، یہاں بے پروائی (اور بےخوفی) کا کام نہیں ہے، موافقت کے ساتھ مخالفت سے بچنے کا خیال بھی ہونا چاہیئے۔ (موافقت کے شوق، اور مخالفت کے خوف، دونوں کا ہونا لازمی ہے) اس راستہ میں (شوق و خوف) دو پروں اور دو بازوؤں کے بغیر کوئی چل نہیں سکتا ہے (خدا تک پہنچنے کی راہ مُبِیْن الجمال والجلال ہے) اور یہ (بات) خدا کی طرف سے ہے (جو ہم نے کہی)

بے نماز ولی نہیں ہوسکتا

نصیحتِ نماز | ارشاد فرمایا: "نماز بہت خوشنما عبادت ہے (یہ جامع ایسی بہترین) ایسی خوشنما عبادت کسی اور مذہب میں نہیں ہے، ہر ایک مذہب والے اس "خوشنما عبادت" پر حسرت کھاتے ہیں کہ ہمارے (مذہب ہمارے) دھرم میں ایسی عبادت نہیں (ہم نے سنا کہ) روس میں ایک بڑی مسجد تھی اور ایک انگریز وہاں جایا کرتا تھا، جب لوگ جماعت سے نماز پڑھتے، تو کہتا، کیا اچھا ہوتا کہ ہمارے مذہب میں بھی کوئی عبادت ایسی جماعت کے ساتھ (اور ایسی دل آویز) ہوتی۔ "پنج وقتہ" باجماعت ادا کرنے کی کوئی عبادت اسلام کے سوا اور کسی مذہب میں نہیں ہے، یہودیوں کی عبادت کا تو پتہ بھی نہیں چلتا، نصاریٰ کی عبادت (کا بھی یہ حال ہے کہ) محدود ہے، (اور ان کی عبادت میں بھی امیر و غریب کا تفرقہ ہے کہ یورپین کا گرجا اور اور دیسی عیسائیوں کا اور ہے، امیر کی نشست علیحدہ اور غریب کی جگہ جدا ہے) ہفتہ میں ایک روز (اتوار) کو گرجا میں گئے (اور عبادت کرلی) ان میں سے بعض کو یہ (گرجا میں جانا بھی) ناگوار گذرتا ہے، وہ ٹیلیفون کے ذریعہ گھر بیٹھے پادری صاحب کی دعا و مناجات کو سن لینا کافی سمجھتے ہیں مسلمانوں کی عبادت افراط و تفریط (اور شاہ و گدا کی تفریق) سے پاک ہے، مذاہب سابقہ کی نماز کا پتہ قرآن مجید سے چلتا ہے کہ ان لوگوں نے (عبادت الٰہی میں بھی) افراط و تفریط (اور اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی) کرلی تھی۔ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ

غَیًّا ہ (پھر (ان آل ابراہیم ویعقوب علیہم السلام کی نسل کے ہدایت یافتہ اور خدا کے پسندیدہ اور آیاتِ الٰہی کو سُنکر سجدہ میں گر پڑنے اور رونے والے لوگوں) کے بعد ایسے ناخلف (پیدا) ہوئے جنھوں نے نمازیں ضائع کیں اور نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے، سو اُن کی گمراہی اُنکے آگے آئے گی)

افضل ترین عبادت | "نماز افضل ترین عبادت ہے، ادائے زکوٰۃ کے لئے صاحب نصاب اور مالدار ہونا شرط ہے حج کے لئے بھی علیٰ ہذا شرائط ہیں، (مثلاً راستہ کا محفوظ ہونا وغیرہ) روزہ کے لئے صحت و حضر ہے۔ مرض اور سفر (کی حالت میں، اختیار ہے، (کہ روزہ رکھے یا قضا کرے) صرف نماز ہی ایک ایسی عبادت ہے (کہ بلا شرط ہے) جب اور جو چاہے (سفر ہو، یا حضر، صحت ہو یا مرض، ہر حالت میں) ادا کرسکتا ہے (اور کسی حالت میں معاف نہیں ہے) اس (عبادت نماز) میں آسانی ہی آسانی ہے، یاد رکھو کہ نماز ادا کئے بغیر کوئی ولی نہیں ہو سکتا (اگر بے نمازی ہے تو ہرگز ولایت کا رتبہ نہیں ہو سکتا)"

جس دین میں نماز نہیں اُس میں خیر نہیں | "ابتدائے اسلام میں بعض کفار اس شرط پر کہ اُنھیں تکلیف (دو فرضیت) صوم (روزہ) معاف ہو جائے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام لے آئے اور آپ نے (اُن کی اس شرط کو ابتدائے اسلام میں) قبول فرما لیا تھا بعض مال زکوٰۃ کی معافی پر اسلام قبول کرنے کے لئے آئے حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے تالیف قلوب کی خاطر (آغاز اسلام میں اسے بھی) قبول فرما لیا تھا (کہ ان لوگوں کا اسلام آگے چلکر خود انھیں ان فرائض کی پابندی پر لے آئے گا) لیکن جب بعض کفار اس شرط پر کہ نماز معاف کر دی جائے (یعنی فرضیت نماز ان پر سے ساقط کر دی جائے) اسلام قبول کرنے کو آئے تو (آپ نے اس شرط کو قبول کرنے سے فوراً انکار کر دیا اور) فرمایا "تمھارے ایسے اسلام سے ہمیں کچھ سروکار نہیں، الاخیر فی دین لا رکوع فیہ! (اُس دین میں بہتری نہیں جس میں نماز نہیں اور جس کا خدا کے سامنے جھکنا نہیں ہے اُس کا خدا سے کوئی رشتہ بھی نہیں ہے) لوگ حقیقت نماز سے (اور خیر و برکتِ نماز سے) واقف نہیں ہیں۔ اس کا اصل راز لوگوں پر عام طور سے ظاہر کرنا چاہیے (غافلو! ترک نماز سے دین و دُنیا کی کیسی خرابی کیسی تباہی و بربادی میں مبتلا ہو) میں اگر شہنشاہ ہوتا تو ایک شخص کو بھی بے نمازی نہ چھوڑتا (غفلت غافلین کو) زور و قوت قانون سے دور کرتا، انگریزوں میں اپنے مذہب کے ساتھ گرویدگی اگرچہ اُن کے دستور معاشرت (اور ظاہری اور دنیا دی تہذیب) سے کم ہے (وہ اپنے تمدن و تہذیب کے آداب و قوانین کے جتنے پابند ہیں اُتنے اپنے مذہب کے نہیں ہیں) مگر پھر بھی (اکثر) دیکھا جاتا ہے کہ بادشاہ سے لیکر فقیر تک اتوار کے روز (اُن کے علاوہ کہ مذہب کے منکر ہیں اکثر) سب لوگ گرجا میں حاضر ہوتے (اور اپنے طریقہ کی نماز پڑھ لیتے) ہیں (مگر مسلمانوں کا نی زمانا کیا حال ہے؟ یہ حال ہے کہ) مسلمانوں میں بعض لوگ تو نماز پنجگانہ گھروں ہی میں ادا کر لیتے ہیں (مسجدوں میں جاکر باجماعت ادا نہیں کرتے ہیں) (اور جمعہ کے روز ایسی جماعت نظروں میں نہیں آتی جیسی کہ اسلام کے شایان شان ہے (پس) ہر مسلمان

کے لئے نہایت ضروری ہے کہ (نماز پنجگانہ مساجد میں باجماعت ادا کرے اور) جمعہ کے روز مسجد جامع میں اہل اسلام کے ساتھ شریک نماز ہو کر) اسلام کی شان کو دوبالا کرے!"

نماز باجماعت خوش کر دیتی ہے | فرمایا "جب ہم مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتے ہیں تو طبیعت بہت خوش ہو جاتی ہے ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ جماعت کی نماز ہمیں مسجد میں ملجاتی ہے!"

ادائے فرائض و واجبات بڑی بات ہے | "میاں! ہر ایک شخص ولی تو نہیں ہو سکتا، فریضۂ نماز اور دیگر فرائض اور واجبات ادا ہو جائیں تو یہ بھی بڑی بات ہے، فقیری تو الگ چیز ہے (پہلے مومن و مسلمان تو ہو جاؤ)

خدا کو مہربان کرنے کا وسیلہ نماز ہے | فرمایا "(اگرچہ) نماز کی تکمیل حضور قلب سے ہوتی ہے" مگر یہ نہیں ہے کہ حضور قلب کامل نہ ہو۔ تو نماز ہی نہ ہو، (روح خدا کے ہاتھ میں ہے (نماز میں حضوری قلب کا ہونا رحمت پروردگار پر موقوف ہے) نماز کے لئے حاضری ہمارا کام ہے۔ نماز کا قبول کرنا یا قبول نہ کرنا یہ خدا کے ہاتھ میں ہے، جب کوئی شخص قصور مند ہو کر ہم لوگوں کے سامنے قصور معاف کرانے حاضر ہوتا ہے تو ہمارا قلب اُس کے لئے مہربان ہو جاتا ہے اسی طرح بندہ جب ہر روز پانچ مرتبہ خدا کے دربار میں حاضر ہوتا، اور نماز پنجگانہ کو ادا کرتا، اور حکم خداوندی بجالاتا ہے تو اس صورت میں اس بندہ کے حق میں خدائے تعالےٰ کے مہربان نہ ہونے کا کوئی سبب نہیں ہے۔ یہ بندہ یقیناً بہشتی ہے، اور ضرور بہشت میں جائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایسے بندہ کو دوزخ کے حوالے کرنے میں 'حیا' مانع ہوگی، کیونکہ خداوند کریم سب سے بڑا غیور (سب سے بڑا حیادار بھی تو) ہے!"

نماز چستی سے پڑھو | فرمایا "تم ہم سے اعتقاد رکھتے ہو، اس لئے کہتے ہیں کہ ہمارے لڑکپن کا واقعہ ہے شاید اُسوقت تک ہم گھر سے باہر نہیں گئے تھے (ایک بار کا واقعہ ہے کہ) ہم نماز نفل بیٹھ کر پڑھ رہے تھے حضرت والد صاحب قبلہ قدس سرہٗ نے دیکھکر فرمایا "لڑکپن میں یہ سستی ہے تو بڑھاپے میں کیا حال ہوگا؟" اُس وقت سے پھر ہم نے کبھی نوافل بیٹھکر نہیں پڑھے، ظہر، مغرب اور عشا (سب نمازوں کے) نفل ہم کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں، ہم نے اپنے حضرت قدس سرہٗ کو ایسا ہی دیکھا تھا (کہ نوافل بھی کھڑے ہو کر ادا فرماتے تھے) کبھی بیماری میں ہم نے بیٹھکر نماز پڑھ لی تو یہ دوسری بات ہے، یاد رکھنا، نماز خواہ تھوڑی پڑھو، مگر چستی (اور خشوع و خضوع) کے ساتھ پڑھو سستی سے اور ہارے جی سے نہ پڑھو)

آنحضرتؐ کی تین مرغوب چیزیں | فرمایا "حدیث شریف میں وارد ہے" حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دُنیا کی تین چیزیں مرغوب تھیں (الطیب والنساءُ و قرۃ عینی فی الصلوٰۃ) ایک خوشبو دوسرے، نساء (بی بی) اور تیسرے آنکھوں کی ٹھنڈک) نماز میں۔

ہمارے حضرتؒ کی نماز | (فرمایا) "عبارت حدیث سے ترتیب نہیں سمجھی جاتی، بلکہ مرغوب ہونا (ان) تین چیزوں کا

سمجھا جاتا ہے (لیکن الفاظ حدیث کی ترتیب کہ پہلے خوشبو، پھر بیوی، پھر نماز ہے معنے رکھتی ہے) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ (آنحضرتؐ کی اُمت میں جو کہ قدم بقدم ہیں اُن میں سے) کسی کو اول خوشبو مرغوب ہوتی ہے (پھر بیوی پھر نماز) ہم کچھ عرصہ سے نماز عبادت و ریاضت و ثواب کے خیال سے نہیں پڑھتے ہیں بلکہ اس طرح پڑھتے ہیں جیسے کہ عاشق و معشوق کی نسبت (اور عاشق و معشوق میں) تعلق ہے! (یہی نسبت اور یہی تعلق اب ہم میں اور نماز میں ہے) اب (الطیب والنساء و قرۃ عینی فی الصلوٰۃ، ان تین چیزوں میں سے دو چیزیں تو میں اللہ کے فضل سے دیکھتا ہوں (یعنی یہ دو چیزیں بفضلہ تعالےٰ برتبہ کمال آپ کو حاصل ہوئیں) !"

نماز میں ذوق | فرمایا تب مجھے نماز میں بہت ذوق ہے، تم مسلمان کے گھر پیدا ہوئے، نماز پڑھتے ہو اور اسی کو اچھا سمجھتے ہو لیکن ابھی اسکو۔ کہ نماز میں کیا کیا خوبیاں ہیں؟ سمجھتے نہیں ہو۔ انشاء اللہ اپنے وقت پر یہ بات سمجھ میں آ جائیگی" (اور الصلوٰۃ معراج المومنین، نماز مومنین کی معراج ہے اسکے معنی کا انکشاف ہو جائے گا)

دیدار الٰہی | فرمایا:- "ہم نماز میں اکثر سورۂ والضحیٰ اور الم نشرح پڑھا کرتے ہیں، زیادتیٔ ثواب کے خیال سے نہیں بلکہ (ان سورتوں کا پڑھنا) ہمیں اچھا معلوم ہوتا ہے، یہ ہمارے حال کے مطابق ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم خدا کے سامنے ہیں!

اتباع شیخ

جزو وکل میں اتباع | ارشاد ہوا:- "بزرگان دین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے اتباع شیخ میں کمال کوشش کی ہے اتباع جزو و کل میں ہونا چاہیئے، (طریقت میں) اتباع حضرات اولیاء اللہ لازم آئی ہے۔ پیر کی تابعداری شریعت و طریقت، معرفت، وحقیقت، ہر طرح ہونی چاہیئے (مرید) جس جس عضو کی تابعداری نہ کرے گا (مرید کا) وہ عضو معطل ہو جائے گا۔ پس وہ تابعداری پوری ہوگی ہر حال میں (مرید کے لیے) اندیشہ اور ڈر ہے (پس حفاظت البتہ اُسی کے شامل حال ہوگی جو جزو وکل میں اتباع کرے گا) لباس میں، اور ملکی رواج میں (البتہ) اتباع شیخ ضروری نہیں ہے!"

جو پایا اتباع سے پایا | "تمام عالم میں سرگردانی کی، اور اقسام طرح کی محنت و ریاضت کی، لیکن کچھ فائدہ حاصل ہوا جو کچھ حاصل ہوا، اتباع شیخ سے حاصل ہوا!"

فاقہ کشی | فرمایا:- "زیادہ فاقہ کشی کرنی فعل عبث ہے" (عبادت کے بیش وکم میں بھی اتباع حضرات مشائخ سلسلہ ہونا چاہیئے۔ اور یہ کافی ہے۔)

حضرت مولانا رومؒ اور اتباع شیخ | حکم ہوا کہ "مولوی فیاض الرحمٰن صاحب کو مثنوی حضرت مولانا رومؒ کے (مندرجۂ ذیل) اشعار لکھکر بھیجے جائیں ؎

پس تو ہر راہے کہ میخواہی برو محو وہم شکلِ صفاتِ دوست شو

نور خواہی مستعدِ نور شو دور خواہی خویش بین و دور شو

ور رہے خواہی ازیں سجن خرب سر مکش از دوست واسجد واقترب

فرمایا: "محو وہم شکلِ صفاتِ دوست ہونا، اس سے مولانا رومؒ کی مراد (اتباعِ شیخ) ہے۔

مراقبہ اور اتباع | "باطنی طور سے مراقبہ اور ظاہری طریقہ سے صفاتِ شیخ کا اتباع یہ دونوں باتیں (طلب راہ خدا میں) ضروری ہیں (ان شاء اللہ منزل مقصود پر پہنچ جائے گا) جو مُرید کہ اتباعِ شیخ کو اور جزو وکل میں سنت شیخ کو اختیار کئے ہوئے ہے (یعنی بالکل قدم بقدم شیخ ہے) اس کے لئے یہ سمجھنا مقتضائے ادب ہے کہ اس کا کپڑا اور جامۂ اُسکی ٹوپی (اور عمامہ) اُس کا کھانا اور پینا، غرض اُس کی، کوئی شے بھی مثل پیر کے ہو نہیں سکتی۔ لیکن اضافت (و نسبت) پر یعنی عنایت وعطائے شیخ پر محمول کرے (اور اپنے اس کام کی نسبت شیخ کی طرف کرے کہ ان کی برکتِ دُعا اور لُطف اور عطا سے ایسا ہوا!)

تہجد اور چاشت | ارشاد ہوا۔ "ہمارے طریقہ میں زیادہ نوافل نہیں ہیں۔ خدا ہمت دے تو بس تہجد اور چاشت (یہ نوافل کافی ہیں۔ ان کی مداومت کرے)، تم ابھی (نمازِ تہجد اور نمازِ چاشت کا فائدہ نہ سمجھو گے (کہ ان نمازوں میں کسقدر عظیم الشان خیر و سعادت ہے)"

نوافل میں اتباع | "ہمارے بزرگوں نے جن نوافل کو اختیار کیا ہم صرف اُنھیں کو پڑھا کرتے ہیں۔ اگر کوئی ہم سے بعض اعمال صالحہ کی نسبت پوچھتا ہے کہ حدیث شریف میں آئے ہیں اور بعض بزرگوں نے کئے بھی ہیں سو ان کا کرنا کیا ہے؟ ہم کہتے ہیں بہت اچھا ہے، بہت ثواب، بہت فضیلت ہے، بزرگان دین نے بھی نہایت فضیلت بیان کی ہے، مگر ہم نے اپنے حضرت پیر و مرشد سے نہیں دیکھا۔ اس لئے خود ہم نے آج تک نہیں پڑھا۔" "سیر الاولیاء" اور "فوائد الفواد" میں مستند ارشادات سُلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاؒ اس بارہ میں موجود ہیں کہ آپ نے اور آپ کے حضرات پیران عظام نے اعمال صالحہ میں بھی اتباعِ شیخ فرمائی ہے بس معلوم ہوا کہ ان بزرگان سلف کا جو مسلک و اعتقاد ہے بالکل وہی اس سلسلۂ عالیہ کے حضرات پیران عظام کا ہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین)

راہِ شیخ | "جس راستہ سے کہ ہمارے شیخ گذرے ہیں، اور خدا تک پہنچے ہیں، دُعا ہے کہ اللہ ہمیں اُسی راستہ پر چلائے اور اُسی راستہ سے پہنچائے، ہمیشہ یہ ہی دُعا مانگنا، کہ اے پروردگار! جو طریقہ کہ ہمارے پیر و مرشد کا ہے اپنے فضل سے وہ ہی طریقہ ہمیں نصیب فرما!"

کام اپنے ہی پیشوا سے ہے | فرمایا! "جتنے بزرگان دین ہیں، سب برگزیدہ، سب برحق، سب مقبولانِ بارگاہ (ہیں) لیکن ہماری تو یہی دُعا ہے کہ اے پروردگار عالم! ہمیں تو ہمارے شیخ کے طریقہ پر رکھنا، اور دین و دُنیا، اس عالم میں اور اُس

عالم میں) ہم یہاں کا سایہ رکھنا ہم اندھے کے مانند ہیں۔ جس بینا کے ہاتھ میں عصا ہے، اندھے کو تو اُسی آنکھوں والے سے مطلب ہوگا۔ آنکھوں والے اور بہت ہیں، اُن سے مطلب نہ ہوگا۔ ہم جس بینا کے پیچھے کھڑے ہیں یا پروردگار! ہمیں اُسی آنکھوں والے کے پیچھے چلانا!"

صرف لیلیٰ مطلوب ہے | "دنیا میں نازنین بہت ہیں مگر مجنوں کو تو صرف لیلیٰ سے غرض ہے، ہمیں بھی لیلیٰ سے ہی غرض ہے اور ہماری لیلیٰ ہمارے لئے کافی ہے!!"

ایک تسبیح نورانی | ایک زمانہ میں ہمیں ایک بزرگ کا خیال ہوا کہ ان سے (لوگوں کو) بہت فیض ہے مگر ہم نے (مشاہدہ میں) دیکھا کہ ہماری نظر کے سامنے ایک نہایت چمکدار شے مثل تسبیح کے منودار ہوئی۔ جس کا ہر دانہ دوسرے دانہ سے ملا ہوا تھا (اور سب دانے مُنوّر و تاباں تھے) اس تسبیح نورانی) کو دیکھنے سے ہمیں ایک تقویت پہنچی، اور ہمیں معلوم ہوا کہ (یہ دانۂ نورانی) ہمارے مشائخ سلسلہ ہیں۔ (ہمارے حضرت پیر و مرشدؒ سے لیکر حضور سرور کائنات صلعم تک ہمارے سب مشائخ سلسلہ نورٌ ہی نور ہیں) یا اللہ! ہمیں اُن ہی کی پیروی نصیب کر!" آمین!

صرف باپ کی میراث | فرمایا:- "ہم سے کوئی کسی بزرگ کا تذکرہ کرتا ہے تو ہم تعریف کرتے ہیں۔ مگر کہتے ہیں کہ میراث تو ہمیں اپنے ہی بابا کی ملے گی۔ دوسرے کے بابا کی تو نہ ملے گی! اگر کوئی بادشاہ بھی ہو لیکن ہمیں اُس کی میراث تو نہ ملے گی (اپنے ہی والد کی میراث ملے گی)"

بالاتر از عقولِ متوسط | ارشاد ہوا۔ "محبت کے دریا میں بہت راستے ہیں۔ مگر ہم تو وہی راستہ ڈھونڈھتے ہیں جو ہمارے شیخ کی راہ ہے۔ خدا نے ہمیں علم دیا اور راستہ معلوم ہوا۔ مگر (تواضعاً فرمایا) کچھ کر نہ سکے ہمارے بزرگوں نے وہاں نشانہ لگایا ہے، جو (حکما اور فلاسفہ کی) عقولِ متوسطہ کے ادراک سے باہر ہے (آبدیدہ ہو کر فرمایا) مگر ہم کیا بیان کرسکتے ہیں!"

مولانا محمد حسین الٰہ آبادی | فرمایا:- "ہندوستان میں مولوی محمد حسینؒ الٰہ آبادی سے ہماری بہت رفاقت رہی۔ مگر ہم نے اُن کے وہ حال و قال کی طرف نظر نہیں کی کہ مختلف لوگوں کے حرکات و سکنات پر نظر کرنے سے تردد ہوتا ہے ہم نے تو بس اپنے پیر و مرشدؒ پر نظر رکھی اور اُن کے پیچھے دوڑتے رہے!"

نظر بس واحد پر | "اگر اپنے پیر و مرشد کے غیر پر نظر پڑے گی، تو اُن کے کسی نعل پر (وسوسہ اور) اعتراض ذہن میں پیدا ہوسکتا ہے، غیر پر نظر ہی نہ پڑے گی، تو اعتراض (وسوسہ) بھی پیدا نہ ہوگا۔ ہم نے کبھی اسے نہیں دیکھا، نہ کبھی خیال کیا، کہ ہمارے شیخ کا کوئی اچھا یا بُرا مرید دنیا میں ہے اور ہمارے سوا اور کون اُن کے پیچھے (حاضر) ہے (اس محل پر بنگلہ زبان کی ایک غزل کا ترجمہ ارشاد ہوا) اے شیخ! ایک تُو ہمارا شیخ اور بس ایک ہم تیرے مرید ہیں! بس ہمیشہ ہم یہی کہتے رہے (کہ یا حضرتؒ! ایک آپ ہمارے شیخ ہیں، اور ایک ہم آپ کے مُرید ہیں)، اور اگر ہمارے

شیخ کا کوئی مُرید نہیں ملا، اور اُس نے کہا کہ ہم تمہارے شیخ کے مُرید ہیں تو ہم نے صرف اتنا کہا اچھا ہمارے واسطے دُعا کیجئے"

بشارت | فرمایا "صاحب میاں کے باپ جب بھاگلپور شریف ہمارے دادا پیر (حضرت سیدنا سید شاہ امداد علی قدس سرہٗ) کی زیارت سے واپس آئے تو بہت حالات و معمولات وہاں کے سُنے ہوئے اگر ہم سے بیان کئے جس سے کا یہ مقصد تھا کہ جو باتیں ہم نے سُنی ہیں اور وہ سیدنا حضرت دادا پیر صاحبؒ کے وظائف اور دستور اور معمولات سے ہیں متوسلین سلسلہ کو کرنی چاہئیں، اُن سے یہ باتیں سُنکر ہمیں بہت پریشانی لاحق ہوئی کیونکہ ہم نے اپنے پیر و مُرشد والد صاحب قبلہ رضؔ کے یہاں وہ باتیں نہیں دیکھی تھیں، رات کو ہمیں خواب میں سیدنا حضرت دادا پیر صاحبؒ کی زیارت ہوئی کہ آپ مزار شریف کے اوپر چادر تان کر لیٹے ہوئے ہیں. چادر سے منھ باہر نکال کر آپؒ نے ہم سے فرمایا کہ جس طرح تمہارے والد صاحب نے ہماری اتباع (اور پیروی) کی ہے اور کسی نے نہیں کی! اس خواب کو دیکھکر ہماری سب پریشانی دُور ہوئی، خدا نے بہت بڑا فضل کیا ورنہ صاحب میاں کے اپنے تو ہماری گردن مار دی تھی"

عمل اس پر کرنا جو ہم سے دیکھا | فرمایا "صاحبزادگان جو کہیں سُن لینا مگر (تم لوگ) عمل اس پر کرنا جو ہم سے دیکھا ہو" (یہ ارشاد تفصیلاً پیشتر تحریر ہو چکا ہے)

سوتے ہو یا بیدار ہو | حضرت غوث الثقلین رضؔ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبدالجبارؒ سے فرمایا "عبدالجبار! آیا تم سوتے ہو یا بیدار ہو؟ مجھ میں فنا ہو جاؤ بیدار ہو جاؤ گے! (فرمایا) اس کے معنٰے ظاہر طور پر واضح ہیں، مگر اذعان عرصہ میں جاکر اور بڑی ریاضت کے بعد نصیب ہوگا، اللہ نصیب کرے!"

ہمیں باطن میں دیکھو | "جب تک میری طرح نہ ہو سکو گے اُس وقت تک تمہیں کچھ فقیری نصیب ہوگی، ہم مردہ ہمارا پروردگار زندہ ہے، تم لوگ ظاہراً ہمیں مت دیکھو، ہمارے باطن کو دیکھو ریاضت کرو، تب کچھ سمجھو گے!"

نعمت کی قدر و شکر گزاری

اعتقادِ غیر پر اپنے تئیں کیا سمجھے؟ | ارشاد فرمایا "جو لوگ ہمیں (تحفہ تحائف) روپیہ پیسہ اور طرح طرح کی چیزیں لا کر دیتے ہیں، تو کیا سمجھکر دیتے ہیں؟ کہ یہ بزرگ ہیں ان کے دینے سے دین و دنیا میں ہمارا بھلا ہوگا. تو اُن کا یہ سمجھنا اُن کے واسطے ہے. آیا ہم اُن کی سمجھ پر اطمینان کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر ان کی سمجھ پر ہم (اعتماد و) اطمینان کریں یہ کیسا ہوگا (فرمایا) لوگوں کا ہمیں کچھ دینا یہ مفہوم سے ہے، اللہ نے قسمت میں لکھدیا تھا پس لوگ ہمیں چیزیں لا کر دیتے ہیں اور اللہ نے ان کے دلوں میں یہ اعتقاد پیدا کر دیا کہ یہ بزرگ ہیں ان کی خدمت کرنی چاہئے اور (اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہی نے ہم کو جس لئے) چیزیں دینے کے لئے اُن کے قلوب میں القاء کیا (یہ سب کچھ ہے) لیکن ہم ان کی سمجھ پر اطمینان نہیں کر سکتے فقیر کو جب تک اللہ تعالےٰ کی جانب سے مقصود کی خبر نہ ملے اطمینان نہیں ہوتا. اور خبر مقصود پا لینے کے بعد تو

اور بھی فقیر کو اطمینان باقی نہیں رہتا، اس لئے کہ اللہ کی ذات بے نیاز ہے!"

اولیاء انبیاء سے افضل نہیں ہیں | فرمایا: "اگر فتوحات، اور روپے پیسہ کا آنا، یہ بزرگی کی علامت ہوتی، تو اولیاء اللہ کا درجہ انبیائے سے زیادہ ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے انبیاء کا درجہ اولیاء کے درجہ سے اعلیٰ ہے، اور انبیاء اکثر تکلیف میں رہے ہیں!"

فتوحاتِ دُنیا پر مطمئن نہ ہو جانا | ارشاد فرمایا: "فتوحات (دنیوی روپے پیسے) سے کبھی آدمی کے حق میں سامان خیر ہوتا ہے اور کبھی سامان شر، فتوحات نصیب ہوں تو کہے یا اللہ! اگر اس میں ہمارے لئے خیر ہے تو ہم اس میں راضی ہیں اور اگر ہمارے لئے اس میں خیر نہیں ہے تو ہم سے اس کو دفع کردے۔ اور (اس فتوح دنیوی کو) ضائع کردے، ہم جس نعمت کا بوجھ اُٹھانے کے لائق ہیں اور جو نعمت کہ ہمارے حق میں بہتر ہے ہمیں (تو بس وہ نعمت) عطا فرما!" (ربنا! ولا تحملنا مالا طاقة لنابه)

قدر نعمت کی خواستگاری | "ہم دُعا کرتے ہیں کہ یا پروردگار! اگر تو ہمیں کوئی نعمت دے تو نعمت دینے سے پہلے ہمیں اُس کی قدر دانی عطا فرما اور اس نعمت پر ہمیں اپنا شاکر بنا تاکہ ہم قدر کریں اور شکر بجالائیں ورنہ وہ نعمت ہمیں نہ دے! تم بھی یہی دُعا کرنا۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ سے (ہمیشہ) اسی طرح خواستگاری کرتے رہنا، مُرید کو چاہئے کہ تمام امور میں اپنے شیخ کا واسطہ دیکر دُعا کرے، اور حق سبحانہٗ تعالیٰ سے دین و دنیا کی خرابی سے نجات کے لئے دُعا مانگتا رہے اور دل میں ہمیشہ ڈر رکھے کسی حال میں بےخوف نہ رہے) تم دیکھتے ہو کہ چاول اور کھانے کی چیزیں جو لوگ لاتے ہیں بعض وقت ہم خود اپنے ہاتھوں گھر کے اندر لیجاتے ہیں تاکہ شکر نعمت ادا ہو۔ اگر دمڑی کی کوئی ادنیٰ سی چیز ملے تو خیال کرنا کہ ہم اس کے لائق نہ تھے، محض خدا کے فضل اور پیران طریقت کی عنایت سے یہ نعمت ہم تک پہنچی ہے!"

پیران عظام کی یاد اور فاتحہ ہمیشہ اور ہر روز | فرمایا: "یہاں جب (بکری یا مرغی وغیرہ) کوئی جانور ذبح ہوتا ہے تو ہم اُس (طعام پر) سب سے پہلے پیران طریقت کی فاتحہ دلاتے ہیں اس کے بعد صرف میں لاتے ہیں۔ ایک روز مجھے بہت خوف معلوم ہوا تو میں نے مکان میں کہدیا کہ جب جانور ذبح ہو تو اُسے فاتحہ دینے کے بعد خرچ کیا جائے (جو نعمت ہے پیران عظام ہی کی ہے) میں درمیان میں کون ہوں، تم بھی ایسا ہی کرنا!"

مصیبت پر صبر، نعمت پر شکر | "ہماری یہ نصیحت یاد رکھنا، اگر تم پر کوئی مصیبت یا بیماری آئے تو خیال کرنا کہ مصیبت سے پاک کرنے کے لئے ہے یا اور کسی بہتر غرض کے لئے ہے تو دُعا مانگنا کہ اے پروردگار! (اس مصیبت میں)، تو ہمیں صبر عطا فرما! اور اگر کوئی نعمت پہنچے تو اس کا شکر بجالانا اور (اُس نعمت کی) قدر کرنا!!"

نعمت کسی کے حق میں بہتر کسی کیلئے موجب نقصان | فرمایا: "ایک اعرابی کا قصہ ہے کہ اُس نے ایک میدان اور ریگستان میں بھوک کے وقت دیکھا کہ ایک تھیلی ہے جسے گیہوں سمجھکر اُٹھا لیا مگر اُس میں مروارید تھے (اُس نے موتیوں سے بھری ہوئی یہ تھیلی پھینکدی) اس کی قدر نہ کی۔ جو لوگ کہ ناسپاس ہیں۔ اسی طرح ان کے سامنے نعمت کی قدر نہیں ہوتی جبکہ (ان احسان ناشناس لوگوں کو) اس کی ضرورت نہ ہو (نہ خواہش وطلبگاری ہو)"

حضرت موسیٰؑ کے زمانے کا ایک قصّہ

فرمایا: بعض باتیں ہیں کہ ایک کے حق میں عمدہ ہوتی ہیں اور کے حق میں موجب نقصان اس لئے کہ وہ اس کے قابل نہیں، چنانچہ مثنوی مولانا روم میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ السلام کی خدمت میں التدعا کی کہ آپ نبیٔ وقت ہیں میرے لئے اللہ جلشانہٗ سے دعا کیجیے کہ میں جانوروں کی بولی سمجھنے لگوں آپؑ نے فرمایا تم اس خیال کو چھوڑ دو، جانوروں کی بولیاں سیکھنے میں تمہارے لئے خطرۂ عظیم ہے تم اس بات کے اہل نہیں ہو۔ مگر اس شخص نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی نصیحت کو نہ مانا۔ اور بہت اصرار کے ساتھ التجا کی کہ آپؑ نائب حق ہیں مجھے اس (نعمت) سے محروم نہ رکھا جائے، آپ کی بخشش ولطف عام سے بعید ہے (کہ آپ کے دراقدس سے میں مایوس پھر جاؤں (اس شخص کے حد سے زیادہ التجا و اصرار پر) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی کہ پروردگار! تو جانتا ہے کہ اس (بندہ) کی یہ خواہش ہے، اگرچہ یہ شخص اس امر کا اہل نہیں ہے لیکن اگر اس کا مقصد پورا نہ کیا جائے گا تو یہ پریشان اور بددل ہو جائے گا لہٰذا اے پروردگار! اس آرزو میں اسے کامیاب کر دے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا قبول ہوئی۔ اور آپ نے اس شخص کو جبکہ وہ (اپنے مقصد کے لئے) حاضر ہوا (اس قبولیت دُعا کے بعد بھی شفقت کریمانہ سے) پھر سمجھایا اور نصیحت (فرمائی کہ اب بھی) اس خیال سے باز آ، تیرے حق میں یہ بات سیکھنی مفید نہیں ہے نقصان دہ ہے، مگر وہ آپ کی اس نصیحت پر بھی نہ مانا اور عرض کیا کہ سب جانوروں کی بولی اگر میں نہ سمجھوں تو گھر میں پالتو جانور ہیں ان ہی کی بولی سمجھنے لگوں اس کی دُعا کر دیجیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا! کل صبح سے تو سمجھنے لگے گا۔ بس صبح ہوتے ہی وہ سمجھنے لگا (حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا کہ) نبی اور قطب کو تعلیم دینے کی ضرورت نہیں ہوتی (نبی اور قطب کی یہ شان ہے کہ) وہ جیسا کہہ دیتے ہیں ویسا ہی ہو جاتا ہے (چنانچہ) جب صبح ہوئی اور یہ شخص دروازہ پر جانوروں کی بولی سمجھنے کے انتظار میں آ کھڑا ہوا تو اس وقت اس شخص کی لونڈی نے رات کے کھانے کا دسترخوان باہر لا کر جھاڑا اور ایک مرغ اور ایک کتّا دسترخوان کے ریزے (دسترخوان کی جھاڑن) کھانے کو دوڑے جونہی پارۂ نان (روٹی کا ٹکڑا) دسترخوان سے گرا مرغ نے جھپٹ کر کھا لیا (کتّا دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا) کتّا بولا اور مرغ سے کہا: اے بھائی تو گیہوں اور جَو اور ہر قسم کے دانے کھا سکتا ہے اور گھر کے اندر اور گھر کے باہر اپنی چونچ اور پنجہ سے کرید کر دانے (اور اپنے کھانے کی چیزیں) حاصل کر سکتا اور یہ سب کچھ) کھا سکتا ہے، میں تو روٹی کے ٹکڑے (اور چھوڑی ہوئی ہڈیاں) اور گھر کے باہر کا گرا پڑا صرف یہی کھا سکتا ہوں تو نے میرے اوپر بہت ظلم کیا (کہ میرے لئے روٹی کا یہ سوکھا ٹکڑا بھی نہ چھوڑا) تو نے میری غذا میں خلل ڈالا (اور مجھے اس قوت لایموت سے بھی محروم کر دیا)، مُرغ نے کتّے کو جواب دیا: بھائی مت گھبرا (بے صبری نہ کر) آج مالک کا گھوڑا مر جائے گا اور (نہ صرف تیرا بلکہ) بہت کتّوں کا پیٹ بھریگا۔ تمھاری عید ہوگی خوب کھانا (اور موج کرنا)، یہ شخص اسی مقام پر موجود تھا اس لئے کتّے اور مُرغ کی باتوں کو سُنا اور سمجھا، گھوڑے کو اُسی وقت نخاس پر لے گیا اور فوراً بیچ دیا تاکہ گھوڑا دوسرے کے

ہوکر مرے اور خود اس کا نقصان نہ ہو) جب دوسرا روز ہوا اور لونڈی نے (معمول کے موافق) رات کے کھانے کا دسترخوان دروازہ کے باہر لاکر جھاڑا تو یہ شخص (کل کی طرح آج بھی) مُرغ اور کتے کی باتیں سننے کے لئے دروازہ پر آن کھڑا ہوا کہ دیکھیں کتے اور مرغے میں آج کیا باتیں ہوتی ہیں۔ مُرغ نے دسترخوان جھاڑتے ہی ریزۂ نان آج بھی اُچک لیا اور جلدی سے کھالیا۔ کُتا بولا۔ اے مرغ! تو جھوٹا ہے، دُھوکہ باز ہے اور ظالم ہے! مالک کا گھوڑا کہاں مرا؟ (کہ میرا بھی پیٹ بھرتا اور تیرا کہنا سچ ہوتا) مُرغ نے کہا (میں جھوٹا نہیں ہوں) میں بہت سچا ہوں، مالک نے گھوڑا فروخت کردیا اور گھوڑا خریدار کے یہاں جاکر مرگیا۔ خیر (جو ہُوا ہوا) تم گھبراتے کیوں ہو (گھوڑا بیچ کر مالک نے اپنی بلا دوسرے کے سر ڈالی ہے، مگر دیکھ لینا کہ خدا کیا کرتا ہے) مشیّتِ الٰہی سے اب) گھوڑے کی بلا اونٹ پر منتقل ہوگئی ہے آج مالک کا اونٹ مرجائے گا اور تمھارا خوب پیٹ بھرے گا۔ اس شخص نے سُنا اور اونٹ کو بازار میں لے گیا اور (گھوڑے کی طرح) اونٹ کو بھی جھٹ پٹ فروخت کردیا (کہ یہ بلا بھی دوسروں کے سر پڑے) تیسرے دن دسترخوان جھاڑا گیا تو مرغے اور کتے میں پھر گفتگو ہوئی، کتے نے کہا "تو جھوٹوں کا سردار ہے" تو کب تک جھوٹ بولے گا (بتا تو سہی کہ) اونٹ کہاں مرا؟ مرغ نے جواب دیا مالک نے اونٹ بیچ دیا اور خریدار کے گھر جاکر اونٹ مرگیا۔ تو نہ گھبرا آج مالک کا غلام مرجائے گا کہ جو بلا اونٹ پر آئی تھی (اگر مالک اونٹ کو اپنے گھر مرنے دیتا تو بلا اُسی اونٹ کے سر چلی جاتی) اب یہ بلا مالک کے غلام پر منتقل ہوئی، غلام مرے گا تو اُس کے مرنے کا کھانا اقربا کے یہاں سے آئے گا (کھانے کی خوب ریل پیل ہوگی تو بھی جتنا چاہنا کھالینا) اس شخص نے مُرغے اور کُتے کی یہ بات چیت سُنی اور غلام کو جلدی سے بازار لے گیا اور فروخت کرڈالا۔ اس کے دوسرے دن صبح ہوئی اور لونڈی معمول کے موافق دسترخوان جھاڑنے دروازے پر آئی تو مالک بھی آن کھڑا ہوا کہ مرغے اور کتے میں جو گفتگو ہو اُسے سُنے، مُرغ نے (اپنی عادت کے بموجب) دسترخوان کی جھاڑن پر آج بھی جھپٹ کر قبضہ کیا اور کھا گیا۔ اب کتا مرغ پر حد سے زیادہ ناراض (اور غضبناک) ہوا۔ اور بولا تیرے ڈبے سے تو جھوٹ ہی جھوٹ نکلتا ہے! مُرغ نے کہا، ہماری قوم کبھی جھوٹ سے متہم نہیں ہوئی، ہم ہمیشہ حق کہتے ہیں جھوٹ ہم کبھی نہیں کہا کرتے۔ ہم رقیبِ آفتاب اور وقت شناس موذن ہیں قلب صاف (اور فراستِ روشن رکھتے ہیں) اندھیری کوٹھڑی میں ہوں تاہم طلوعِ صبح دیکھ لیتے ہیں اور وقت اذان پر بانگ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے چراغ ان (ونما) کیلئے بنی آدم کو ہدیہ کیا ہے آدمی جہاز پر ہمیں ساتھ رکھتے ہیں اور ہماری آواز پر اذان دیتے ہیں (اور ہماری بانگ سنکر) جان لیتے ہیں کہ صبح صادق آگئی ایسا علم ہے جو اللہ نے ہمارے سینہ میں ودیعت فرمایا ہے (بھلا ہم جھوٹے کیسے ہیں؟) ہم (ہرگز) جھوٹے نہیں ہیں (اس موقع پر حضرت قبلہ روحی فداہ نے فرمایا حضرت مولانا روم فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا دل آئینۂ آفتابِ جمالِ الٰہی ہے، اولیاء اللہ حق کو دیکھتے اور حق کو بیان کرتے ہیں جہاں ہیں جو کچھ کہ ہو رہا ہے اسی جامِ جہاں نما میں اُسے دیکھ لیتے ہیں) مُرغ نے کہا خیر تم نہ گھبراؤ آج مالک مرجائے گا۔ بلا گھوڑے پر آئی تھی (جسے) مالک نے بیچ دیا تو وہ بلا (گھوڑے سے) منتقل ہوکر اونٹ پر آگئی پھر وہ بلا منتقل ہوکر غلام پر آگئی اور غلام کی موت سے

مالک کی جان بچ جاتی (اب یہ قضائے معلق قضائے مبرم ہو گئی اور) اب مالک کی موت ہے۔ جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی ہے اور (مالک کی موت پر طرح طرح کے کھانے پکیں گے خوب آسودہ ہو کر کھانا!۔ مرغ کا یہ کلام اس شخص نے سُنا تو پاؤں تلے کی زمین نکل گئی) ڈرا اور گھبراہٹ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور ماجرا عرض کیا اور کہا (یا نبی اللہ) میں جانوروں کی بولی سمجھنی نہیں چاہتا، للہ آپ بارگاہ خداوندی میں پھر میرے لئے دعا کیجیے (کہ یہ علم مجھ سے لے لیا جائے اور میری جان بخشی کیجائے) ورنہ میں (دُنیا سے چلا) آج میں مرجاؤنگا! آپ نے فرمایا (اے شخص ہم نہ کہتے تھے کہ (اپنی اس خواہش کے درپے نہ ہو) اس زبان کے سیکھنے میں تمہارا نقصان ہوگا کہ تم (اس موہبت الٰہیہ کے) اہل نہیں ہو (تمہارا ظرف اس نعمت کے قابل نہیں ہے) مگر تم (اپنی خواہش سے) باز نہ آئے اور اس علم کو حاصل کر کے تم نے اہل ایمان (بندگان خدا) کو نقصان پہنچایا کہ جو نقصان تمہارے لئے مقام تھے اسے دوسروں کی طرف منتقل کیا۔ (آخر اس کا نتیجہ تم نے دیکھ لیا) اب یہ قضا کا تیر ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا (اب تو اپنی بلا کے لئے خود تمہیں مرنا ہوگا!) اب صرف اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ (امانت الٰہیہ میں خیانت کرنے کی پاداش میں تمہاری جان لیکر خدا تمہیں معاف کردے، تمہارا حبط ایمان نہ ہو اور) ایمان کے ساتھ تمہارا خاتمہ ہو جائے (تم سزائے آخرت سے بچ جاؤ) چنانچہ (قضا کا تیر آیا اور) یہ شخص جیسا کہ مرغ نے کہا تھا مر گیا!"

اپنے نفع کے لئے دوسروں کا نقصان کرو — اس حکایت کو بیان فرمانے کے بعد ارشاد ہوا۔ زبانیں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی جانتے تھے، مگر (آپ الٰہی امانتوں کے امین و راز داں تھے) آپ کا ظرف عالی تھا، اس شخص نے زبان سیکھکر سمجھا کہ (گھر بیٹھے) دولت کا نسخہ ہاتھ آیا۔ اس نے اپنے نفع کی خاطر دوسروں کو نقصان پہنچایا (امانت میں خیانت کی) جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ آخر اپنی جان گنوائی۔"

اسم اعظم نااہل کیلئے نہیں ہے — "عمدہ بات، نااہل کو نہیں بتائی جاتی، اسم اعظم نا قابل کو نہیں سکھایا جاتا (اور یہ) اسلئے کہ اسکی جان کا اندیشہ ہے۔ نااہل کے (حق میں یہ ہی) اچھا ہے کہ اُسے کوئی بات میسر نہ ہو، اگر میسر ہوئی اور قدر نہ کی تو جان ضائع کرے گا!"

طالب اسم اعظم کا امتحان — فرمایا "ایک بزرگ بہت مشہور زماں تھے، جن کے متعلق یہ شہرہ تھا کہ اسم اعظم جانتے ہیں۔ ایک صاحب جو بہت بڑے عالم و فاضل تھے اُنھیں اسم اعظم سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور ان بزرگ کے اسم اعظم جاننے کا شہرہ سُنکر مولوی صاحب نے خیال کیا کہ بس ان کی خدمت میں چلئے اور ان کے مریدوں کے زمرہ میں داخل ہو کر وہیں اقامت خانقاہ اختیار کیجیے، چنانچہ مولوی صاحب ان بزرگ کی خدمت میں پہنچے، مریدوں کے زمرہ میں شامل ہوئے اور خانقاہ میں رہنے لگے اور ہمیشہ یہ انتظار رہا اور یہ آرزو رہی کہ اچھا موقع ملے تو حضرت کی خدمت میں اپنے مقصد کا اظہار کریں۔ تاکہ آپ کی نظر توجہ زیادہ مبذول ہو (اور کامیاب مقصود ہو جائیں) ان بزرگ کی خدمت میں اتفاقاً ایک روز کوئی

عالم صاحب تشریف لائے اس وقت یہ مولوی صاحب بھی موجود تھے، دوران ملاقات میں کسی مسئلہ پر نو وارد عالم صاحب میں اور شاہ صاحب میں گفتگو شروع ہو گئی۔ ان مولوی صاحب نے دل میں خیال کیا کہ آج علم وفضل کے اظہار کا اچھا موقع ملا اگر ان عالم صاحب کو میں بحث وتقریر میں ساکت کردوں گا اور ان کو ہرا دوں گا تو شاہ صاحب پر میرے تبحرّ علمی کا سکہ جم جائیگا اور اس راہ سے میں اپنے مقصد میں جلدی کامیابی حاصل کروں گا۔ یہ خیال آتے ہی مولوی صاحب سے سلسلۂ کلام انھوں نے شروع کردیا (اور مولوی صاحب مخاطب شاہ صاحب کا) روئے سخن اپنی طرف کرلیا اور کہا کہ حضرت سے اس مسئلہ میں آپ کیا دریافت کرتے ہیں حضرت کے مریدان خانقاہ میں ایسے ایسے عالم موجود ہیں جو آپ کی بات کا کافی وشافی جواب دے سکتے ہیں! ایک میں ادنیٰ خادم ہوں مجھ سے دریافت کرلیجئے۔ چنانچہ خوب بحث وگفتگو ہوئی۔ ان مولوی صاحب نے اپنی علمیت اور قابلیت سے نو وارد مولوی صاحب کا ناطقہ بند کردیا اور ایسے برجستہ جواب دیے کہ وہ ساکت اور معقول ہو گئے مولوی صاحب کو خانقاہ میں رہتے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا تھا۔ یہ نادر موقع ہاتھ آیا تو ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت سے اب اپنے مقصد کی بابت عرض کرنا چاہئے (ان بزرگ نے اشراق باطن سے معلوم کرلیا چنانچہ) ایک روز شاہ صاحب اپنے اندرون خانہ سے باہر تشریف لائے تو انھوں نے (از خود) ان مولوی صاحب کو طلب کیا اور کہا کہ ندی کے پار فلاں موضع میں ہمارے فلاں دوست رہتے ہیں جنھیں آپ بھی جانتے ہیں لیجئے یہ ایک چیز ہے حفاظت سے انھیں پہنچا دیجئے اور ایک ظرف رومال سے بندھا ہوا انھیں حوالہ کیا، مولوی صاحب خوش خوش روانہ ہوئے۔ جب کچھ دُور نکل گئے تو خیال ہوا کہ ذرا دیکھیں تو کہ حضرت نے اپنے دوست کو کیا تحفہ بھیجا ہے، ہر چند کہ ظرف بڑا ہے مگر ہلکا ہے، کھول کر دیکھ لینے میں کیا حرج ہے ان خیالات میں چلے جا رہے تھے کہ ایک پل آیا، اور یہ تکان راہ کی وجہ سے پل پر بیٹھ کر ستانے لگے، اور دل میں کہا کہ رومال کھولکر ذرا دیکھ لیں کہ برتن میں کیا تحفہ ہے، رومال کھولا اور پیالہ کا ڈھکنا ہٹایا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چھوٹا سا چوہا ہے اور کوئی چیز نہیں ہے، چوہا ڈھکنا اُٹھاتے ہی پھدک کر باہر آیا اور پُل کے نیچے گر پڑا۔ اور کسی بل میں چلا گیا، مولوی صاحب یہ ماجرا دیکھکر بہت برافروختہ اور بہت غصے ہوئے کہ میں اتنا بڑا عالم اور فاضل اور مجھ سے شاہ صاحب کی یہ دل لگی کہ ایک چوہے کا بچہ بند کرکے (اتنی دُور پہنچانے کو ہمیں حوالہ کیا (بھلا ہماری یہ شان تھی) اس قسم کے خیالات، الزامات، و اعتراضات سوچتے ہوئے بہت طیش اور غصہ کے ساتھ مولوی صاحب پُل سے اُتر کر خانقاہ کی طرف لوٹے اور جب خانقاہ میں پہنچے تو ان بزرگ نے دور سے دیکھکر کہا: ارے میاں! تم ایک چوہے کا بچہ نہ رکھ سکے، اور چوہے کے ایک بچہ کی حفاظت (وامانت) نہ کرسکے تو بھلا اسم اعظم سیکھ کر تم کیا کرو گے۔ اسم اعظم تو بڑا راز ہے، بہت اسرار ہے (جو ایک چوہے کے بچہ کی حفاظت امانت کا اہل نہیں نکلا بھلا وہ اس چیز کا اہل کب ہو سکتا ہے؟ جاؤ اپنا کام کرتے اور پڑھتے پڑھاتے رہو) تم اسم اعظم کے اہل نہیں ہو!"

خداوندی نعمتوں کی قدردانی | مخاطب فرمایا۔ "(پیشتر) ذوق وشوق نہ تھا، اب نصیب ہوا۔ یہ حق سبحانہ تعالیٰ کا ایسا احسان ہے کہ

قیامت تک شکر گزاری کرتے رہوگے جب بھی (حق شکر) ادا نہ ہوگا، اور اس نعمتِ خداوندی کا کما حقہٗ شکر) کر نہ سکوگے! اگر حق سبحانہٗ تعالےٰ کوئی نعمت عطا فرمائے اور اس کی قدردانی نہ کی جائے تو پھر وہ نعمت چھین لی جاتی ہے (ابلیس کے حال پر غور کرو کہ) ابلیس نے نعمت کی قدردانی نہیں کی (غرور اور گھمنڈ میں) نافرمانی کی، اس کا عزل ہو گیا' اطاعت' منشائے حکم و قانون کے مطابق ہونی چاہیئے نہ کہ اپنی سمجھ (اور اپنے پندار) کے مطابق جیسے کہ ابلیس نے کیا، اگر کسی سلطان، کے حکم و قانون کی تعمیل و متابعت نہ کیجائے تو وہ کیا کرے گا؟ معزول کردے گا! کتبِ مقدسہ (سماویہ) اور صحف انبیاءٗ کیا ہیں؟ اللہ کا قانون ہے، اگر قوانین الٰہیہ کی تابعداری اور بجاآوری نہ کرے گا تو معزول کیا جائے گا۔ (یاد رکھنا! کہ) اللہ تعالےٰ اگر عزت دے' (اور نعمت سے نوازے) اور اس کی قدردانی نہ کیجائے تو پھر ذلت نصیب ہوتی ہے!"

قدرِ نعمت کی التجا! "ہم اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں کہ نعمت سے پہلے ہمیں اُس کی قدردانی عطا فرما!"

خلوت اور صحبتِ امراء کے متعلق نصیحتیں

ابتدائی واجبات فقر! ارشاد فرمایا۔" سالک (راہِ خدا) کے لئے ابتدا میں تجرید لازمی ہے' ہم خلق سے ہمیشہ الگ رہنے اور الگ رہنا ہمیشہ پسند کرتے ہیں۔ اس راستہ کے آدمی کے لئے ضروری ہے کہ قلب کو دوسرے تعلقات سے خالی رکھے (تاکہ یادِ خدا یکسوئی کے ساتھ کرسکے)، روح کا کسی چیز کے ساتھ تعلق رکھنا ہم پسند نہیں کرتے ہیں۔ ہم مخلوق کی (دل میں) محبت پیدا کرنے سے علیحدہ رہا کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر محبت پیدا ہوجائے گی تو پھر (جس سے محبت ہوگی) اُسکی ہر بات کا خیال ہوگا (اُدھر) کوئی پریشانی کی بات ہوگی تو (قلب میں ادھر بھی) پریشانی آجائے گی (اور یادِ الٰہی میں خلل واقع ہوگا)

اصول اور بنیاد کی تین چیزیں ہیں! ارشاد ہوا۔" یہ اصول یاد رکھنا کہ قِلّتُ الطّعامِ قِلّتُ الکلامِ اور کَثرۃُ المجاھدہ (کم کھانا، کم بولنا، اور زیادہ مجاہدہ کرنا) بس یہ ہمارا راستہ ہے، طریقت کی گاڑی ان تین پہیوں پر چلتی ہے (سالک کو چاہیئے کہ، اپنی حالت کا خود ملاحظہ کرتا رہے، اگر یہ تینوں باتیں اپنے میں پائے تو سمجھے کہ میری گاڑی طریقت کے راستہ پر ہے، اگر نہ پائے تو سمجھے کہ ابھی اُس نے راستہ نہیں پایا!"

قلتِ طعام سے یہ مطلب ہے کہ نہ اتنا زیادہ کھائے جس سے سستی اور کاہلی پیدا ہو اور نہ اتنا کم کھائے کہ جسم میں ضعف (و ناتوانی) پیدا ہوجائے۔ اور مجاہدہ اور ریاضت کثرت کے ساتھ کرے، اور لوگوں سے بس ضروری کلام کرے، لوگوں سے فضول بات چیت کرنے میں وقت کا نہایت نقصان ہوتا ہے، اس لئے کم ملے کم

بولے اور کثرت سے ریاضت کرے، اور طرزِ معاشرت، درمیانہ اختیار کرے نہ تو اپنے ہاتھوں کو بالکل گردن میں باندھ لے نہ بالکل کھول ہی دے، یعنی ہاتھ کو نہ تو زیادہ تنگ کرے اور نہ حد سے زیادہ فراخ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) فلا تجعل یدک مغلولۃ الیٰ عنقک ولا تبسطھا کل البسط ہ"

خالق سے اُنس کب پیدا ہوگا؟ "سالک کی اولین علامات میں سے یہ ہے کہ اُسے لوگوں (کی ملاقات اور ربط و ضبط) سے توحش ہو۔ اور مخلوق اُس کے نزدیک ایسی ہو جائے) جیسے کہ ان جان، اور جنس بے زبان مثلاً پرندے اور چوپائے وغیرہ کہ جن سے اُس کو کوئی غرض اور نہ جن کو اُس سے کوئی مطلب پس جب تک کہ مخلوق سے وحشت نہ ہوگی، خالق سے اُنس پیدا نہ ہوگا۔"

قلوبِ انبیاءؑ و اولیاءؒ ارشاد فرمایا۔ "حضرات، انبیاءؑ، و اولیاءؒ کا یہی حال ہے کہ اُن کے) قلوب لوگوں سے ہر وقت متوحش رہتے ہیں!"

پہلے شوق پھر خوف "معلوم ہوتا ہے، کہ (خدا کی راہ میں سالک میں) پہلے شوق پیدا ہوتا ہے، اور آخر میں خوف طاری رہتا ہے، انسان پر خوف یا شوق کا حال طاری ہونے سے وہ ہر وقت مضطرب اور بے چین رہا کرتا ہے، انبیاءؑ اور عرفا اور اولیاءؒ کی مثال ایسی ہے جیسے کہ مینا جو قفس میں بند ہے، مگر اس کا دل ہر وقت (اپنے آشیانے اور اپنی اصلی جگہ) پہاڑ اور جنگل اور درخت سے ہی وابستہ ہوتا ہے کہ ذرا دروازۂ قفس کو کھلا پائے اور فوراً (قید قفس سے) نکل کر پرواز کر جائے اور اپنی جگہ پر چلی جائے، یا کسی درخت پر جا بیٹھے، مینا جب تک کہ پنجرے میں بند ہے مالک اُسے دودھ اور کیلے اور چاول وغیرہ اچھی اچھی چیزیں نہایت چاہت کے ساتھ کھلاتا اور پلاتا ہے (بایں ہمہ مینا کا دل ہر وقت آزادی چاہتا ہے) اگر مینا درختوں اور پہاڑوں پر چلی گئی تو یہاں وہ دودھ اور کیلے تو نہ پائے گی، مگر (اس عیشِ قفس) سے اُس کا دل پنجرے میں مانوس نہیں ہوتا ہے۔ (اور) جب تک کہ آزاد نہ ہو جائے (اُسے چین نہیں آتا) اور یہ اس لئے کہ فطرتاً اس کی طبیعت جنگلوں اور درختوں سے مانوس ہے!"

حضرات انبیاءؑ و اولیاءؒ کی زندگی "بس اسی طرح حضراتِ انبیاءؑ اور اولیاءؒ اللہ کی روح کی حالت ہے کہ جب تک دُنیا میں ہیں مخلوق کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں، اور آل و اولاد سے، اور کھانے پینے، اور سب (علائق دنیوی) سے علاقہ بھی رکھتے ہیں لیکن ان کا دل ہر وقت اپنے اصلی مقام، اور عالمِ اعلیٰ سے ہی وابستہ رہا کرتا ہے، اُنکی یہ حیات ظاہری بالعرض ہے، اور بالذات (ان کی یہ حالت ہے کہ) ان کی روح ہر وقت خدا سے مانوس اور مخلوق سے غیر مانوس ہوتی ہے!"

عارف کون ہے؟ "اگر ایسا نہیں ہے تو عارف نہیں ہے!" (عارف یعنی خدا کو پہچاننے والے مخلوق سے وہ علاقہ بالعرض رکھتے اور روح و قلب کے ساتھ بالذات صرف خدا سے وابستہ ہوتے ہیں)

ذوقِ تنہائی "فرمایا" مجلس پسندی، خراب ہے، خود اپنی حالت کو دیکھتے رہنا چاہیئے کہ خلوت کا ذوق پیدا ہوا یا نہیں؟ تنہا خفتن، تنہا خوردن، تنہا مُردن (تنہا سوؤ، تنہا کھاؤ، تنہا مرجاؤ)! جلوت (لوگوں سے میل جول) رہے مگر بہ ضرورت، جیسے کہ ملازمت یا کسب اور تجارت وکاروبار کے اوقات میں یا با جماعت نماز پنجگانہ یا جمعہ وعیدین کی نماز میں علاوہ ازیں بس خلوت (تنہائی سے ہی واسطہ اور اسی) کا ذوق رہے! سہ

چو خلوت نشیں کوس دولت شنید ۔۔۔ دگر ذوق جز کنج خلوت نہ دید

انسان کی بات چیت اور انسان کے چال چلن سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کا خیال مجتمع ہے یا نہیں ہے؟ (ذوقِ خلوت پسندی ہے یا شوقِ مجلس پسندی)

اہل دل سے فریب کرو ارشاد ہوا۔ "فقیری کا ڈھنگ نہ بنانا (کہ دل تو مخلوق کے دروازہ پر ہے اور ظاہر یہ کرے کہ خالق کے دروازے پر ہے!) اسے یاد رکھنا کہ اہل دل نام سنتے ہی معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ شخص خلوت پسند ہے یا جلوت پسند (ذوق خالق رکھتا ہے یا شوق مخلوق؟) اہل دل کے سامنے چالاکی مت کرنا، اہل دل کے ساتھ فریب نہ کرنا، جو اس راستہ کے آدمی ہیں وہ (صرف نام سُنکر) پہچان لیتے ہیں کہ (اس شخص کی) روح کا تعلق خلوت میں کس سے ہے اور جلوت میں کس کے ساتھ ہے!"

ملاقاتِ اُمرا ناپسند تھی آپ کے ایک مُرید اور خلیفہ صاحب نے اپنے وطن میں ایک انگریزی اسکول قایم کیا، اور اسکول کی اعانت کے واسطے امراء سے اور بیگم صاحبہ بھوپال اور نظام حیدرآباد سے وہ طلبگار اور درخواست گزار ہوئے اور بھوپال سے اعانت کو حاصل بھی کر لیا لیکن ان کے اس فعل کو ہمارے حضرت نے پسند نہیں فرمایا، اور ارشاد فرمایا۔ "ایک شخص نے اعتراض کیا کہ فلاں میاں صاحب تو دینی آدمی تھے، اُنھیں تو کوئی دینی کام کرنا تھا، ایک دنیاوی اسکول اُنھوں نے کیوں قایم کیا، ایسا دُنیاوی کام ایک دین دار آدمی سے کیا مناسبت رکھتا ہے؟ اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان پر ذوق دُنیا غالب ہے کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے، اگر اُن پر دین غالب ہوتا اور اُن کی روح میں ملاقات امراء اور مجلس پسندی کا ذوق نہ ہوتا، خلوت اور گوشہ نشینی کا ذوق ہوتا تو امراء کی ملاقات گوارا نہ کرتے اور کوئی ایسا کام کرتے جس سے دین کی حمایت ہوتی، دنیوی کاموں کے لئے اہل دُنیا بہت ہیں۔ مگر دین کے کاموں کے لئے مخلص ارباب دین (آج) کہاں ہیں؟" (اس کے بعد ارشاد فرمایا) "معترض کے اس اعتراض کا جواب ہم سے بن نہ آیا (کہ معترض کا کہنا ہمارے نزدیک درست تھا) بھوپال کی بیگم صاحبہ نے جو وظیفہ مقرر کیا تو اُن کی دین دارانہ وضع اور صورت کو دیکھکر، اور انھیں ایک دین دار آدمی سمجھکر، دُنیا دار اور چالاک آدمی سمجھکر مقرر نہیں کیا، کوئی دینی کام کرنا تھا جیسے کہ قرآن، حدیث وفقہ کی تعلیم کا کوئی دینی مدرسہ (جو اُن کے مناسب حال ہوتا) آجکل دین میں

ضعف ہے (خالصاً لوجہ اللہ دین کی خدمت وحمایت کرنے والے کم ہو گئے) دُنیاوی کاموں کے لئے تو دنیادار بہت ہیں۔"

شرکتِ مجالس منظور نہ تھی | ارشاد فرمایا: "جب ہم غازی پور میں مدرس تھے، ہمارے پاس جلسوں کے دعوت نامے آیا کرتے تھے، مگر ہم کہیں آیا جایا نہ کرتے تھے (مدرسہ چشمہ رحمت) غازی پور سے ترک ملازمت کے بعد جب ہم وطن آئے تو یہاں کسی نے کمشنر کے یہاں (درباریوں میں) ہمارا نام لکھوا دیا، اب اگر گورنر آتا ہے یا کوئی سرکاری تقریب اور دعوت ہوتی ہے تو ہمارے پاس بھی سُنہرا کارڈ آتا ہے، مگر ہم کہیں آتے جاتے نہیں ہیں، ہماری وضع تو یہ ہے (اس وضع سے) جلسہ کو ہم سے وحشت ہو گی، اور ہم کو جلسہ سے (گھبراہٹ ہو گی) ہمیں اپنے ہی غم اور اپنے ہی خیال سے فرصت نہیں، لوگ ہمیں کہاں بلاتے ہیں، ہم کہاں جا سکتے ہیں؟"

نصائح سیدنا حضرت فخر العارفینؒ | میمن سنگھ کے مولوی ادریس صاحب سے اُن کی رخصت کے وقت یہ ارشاد ہوا (یہ آپ کے مُرید وخلیفہ تھے)، (۱) اگر ہو سکے تو ہمارا اتباع کرنا (۲) شائع کی تعظیم کرنا (۳) کسی کو بھی بُرا نہ کہنا (۴) فریب نہ کرنا یاد رکھنا کہ جو اس راستے کے آدمی ہیں پہچان لیتے ہیں کہ روح کا تعلق خلوت میں کس کے ساتھ ہے اور جلوت میں کیا حالت ہے؟ (۵) حق العباد سے بہت ڈرتے رہنا، حق العباد سے بہت ڈرتے رہنا (مکرر فرمایا) (۶) امراء کی صحبت سے بچتے رہنا!

ترکِ دُنیا کی راہ | ارشاد ہوا: "ہم ڈرتے ہیں کہ تم لوگوں پر دُنیا غالب نہ ہو جائے (اور غفلت میں نہ پڑ جاؤ) دنیا آباد ہے (نہایت دلچسپ اور دل بستگی کا مقام ہے) مگر آدمی جب ہوش دار (وآگاہ باطن) ہو جاتا ہے تو پھر اُسکے نزدیک دُنیا ویران ہو جاتی ہے (باطن کی ہوش داری دنیا کی دلچسپیاں نظر سے غائب کر دیتی ہے) جب دُنیا سے ڈر پیدا ہو گا (کہ وہ کسی خرابی میں مبتلا نہ کر دے) تب روح دُنیا سے الگ ہو جائے گی (اور روح کا علاقہ دنیا سے منقطع ہو جائے گا)۔ جب روح (علائق دنیاوی سے) الگ ہو جائے گی اُس وقت تارکُ الدنیا ہو سکتا ہے۔"

صحبتِ اُمراء سے خیالِ غیر آتا ہے | اگر صحبت امراء کا ذوق دل میں پیدا ہوا، تو خالق کے ساتھ انسیت جاتی رہیگی، اور جب تک کہ مخلوق کے ساتھ وحشت نہ ہوگی خالق کے ساتھ اُنس نہ ہوگا، ہم امیروں کی صحبت نہیں پسند کرتے، ہم اشرفی اور روپے، اور پیسے، میں کوئی فرق نہیں جانتے۔ مگر امیروں کے آنے سے اشرفی اور روپے اور پیسے کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یہ اشرفی ہے اور یہ ایک روپیہ، یا ایک پیسہ ہے، اس میں غیر کا خیال آتا ہے، اور غیر کا خیال آنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے!"

امراء کا آنا بھی پسند نہ تھا | امراء اور اغنیاء اور حکام کی ملاقات آپؒ کو پسند نہ تھی، اس طبقہ کے لوگوں سے نہ تو خود جا کر ملاقات کرنا کبھی آپؒ نے منظور فرمایا اور نہ ان لوگوں کا آپؒ کی خدمت میں آنا آپؒ کو پسند تھا اسکے متعلق

بعض واقعات ذیل میں لکھے جاتے ہیں:-

بعض واقعات احتراز صحبت امراء

(۱) لارڈ کرزن وائسرائے انڈیا نے "تقسیم بنگالہ" کے موقع پر جب ڈھاکہ میں دربار کیا تو اس دربار کی دعوت آپؒ کو بھی دی گئی تھی، مگر آپؒ تشریف نہیں لے گئے۔ فرمایا "ہم اس وضع و لباس کے آدمی ہیں ہم سے اور دربار سے کیا مناسبت؟ وہ خوشی کی تقریب ہے اور ہم ایک شغل اپنے خیال کے ہیں۔ ع
افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را"۔ چنانچہ آپؒ تشریف نہیں لے گئے۔

(۲) ایک بار نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین صاحب (سابق سکریٹری علیگڈھ کالج) کی معرفت بیگم صاحبہ بھوپال کا پیغام بذریعۂ تار موصول ہوا جس میں نہایت آرزومندی کے ساتھ آپ کو بھوپال تشریف لانے کی دعوت دی گئی تھی، اس کا خادموں نے یہی جواب دیدیا کہ ہمارے حضرتؒ کہیں تشریف نہیں لیجاتے ہیں۔

(۳) پھر ایک بار انھیں بیگم صاحبہ کے ارادہ کی اطلاع موصول ہوئی کہ شاید عنقریب وہ خود حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوں، مگر آپؒ کے فرمانے کے موافق بیگم صاحبہ کو اس غرض سے سفر کرنے کی ممانعت بھجوا دی گئی کہ جو کام ہو ہمیں خط میں لکھدیں ہم دُعا کریں گے، اتنے بڑے سفر کی تکلیف نہ کریں۔

(۴) آپؒ کے مُرید اور خلیفہ جناب شاہ نبی رضا خاں صاحب مرحوم سے ڈھاکہ کے نواب سر سلیم اللہ خاں کو محکم رشتۂ اعتقاد تھا۔ یہاں تک کہ نواب صاحب کے چھوٹے سالے امیر حسن خاں و بعض اہل خاندان جناب شاہ نبی رضا خاں صاحب کے مُرید ہوئے اور نواب صاحب کے بڑے سالے جناب نواب حیدر علی خاں صاحب رئیس گرد شیہ (میمن سنگھ) ہمارے حضرت قبلہؒ کے مرید تھے۔ نواب سلیم اللہ خاں صاحب ہمارے حضرتؒ کا تذکرہ اور واقعات سُنکر آپؒ سے نہایت حسن عقیدت رکھتے تھے، ایک بار اُنھوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی، آپؒ نے منع فرمادیا، پھر نواب صاحب نے دوسری دفعہ اپنے ایک عزیز کی معرفت حاضر ہونے کی آرزو ظاہر کی اور اجازت حاضری طلب کی آپؒ نے وہی معذرت فرمائی جو دوسرے امرائے فرمائی جاتی تھی، آخر میں اتنا ارشاد ہوا "اگر بہت ذوق ہے تو صرف دو نوکر ساتھ لیکر آسکتے ہیں نوابی تزک و احتشام کے ساتھ نہ آئیں!"

(۵) اودھ کے ایک رئیس اور تعلقہ دار نے اجازت حاضری کا عریضہ پیش کیا۔ ارشاد ہوا لکھدیا جائے کہ "جو کام دو پیسے کے ایک خط سے (اس زمانہ میں ڈاک کے لفافہ کی یہی قیمت تھی) نکل سکتا ہے اُس کے لئے اتنا بڑا سفر کرنا اور اس قدر مصارف برداشت کرنے ایک غیر ضروری بات ہے آپ کا جو مقصد ہے آپ بذریعۂ خط اس مقصد سے ہمیں اطلاع دے سکتے ہیں (خواہ صراحتاً خواہ اشارتاً) انشاء اللہ ہم آپ کی غیبت میں آپ کے لئے دُعائے خیر کریں گے، سفر کی تکلیف نہ کیجیے، ہماری حالت کچھ ایسی ہی ہے، لوگوں کا ہجوم ہم برداشت کرنہیں سکتے ہیں

(۶) مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم دہلوی کو ہمارے حضرت رضؓ سے جو ارادت و عقیدت تھی اس کا تذکرہ اس کتاب شریف کے حصہ دوم میں حکیم صاحب مرحوم کے تحت عنوان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ حکیم صاحب مرحوم نے اپنے طبیہ کالج کے لئے چندہ کرنے کی غرض سے رنگون کا سفر کیا، تو اُن ایام میں حضرت قبلہؒ کا مزاج مبارک علیل تھا بعض خادموں نے اپنے طور پر اسکی اطلاع حکیم صاحب کو بذریعۂ تار دی کہ رنگون کی واپسی براہ چاٹگام کی جائے تاکہ اس تقریب سے دربار شریف میں آپ کی حاضری ہو جائے جس کی آپ آرزو رکھتے ہیں۔ حکیم صاحب نے رنگون کی واپسی کے موقع پر حاضری کا ارادہ کیا، اور حضرت قبلہؒ کی خیریت دربار شریف سے بذریعہ تار دریافت کی اور اس طرح ہمارے حضرتؒ کو حکیم صاحب کے ارادہ حاضری کی اطلاع ہوئی تو آپؓ نے غلاموں سے فرمایا کہ حکیم صاحب کو تار دیدو کہ اب ہم اچھے ہیں، اس وقت اپنے کام کا حرج کر کے یہاں آنے کی تکلیف نہ کیجیے، ہم آپ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں!" اور مصلحتِ ممانعت کا غلاموں سے یوں اظہار فرمایا کہ "حکیم صاحب جس کام کو کر رہے ہیں (یعنی دہلی کے مدرسۂ طبیہ کو کالج کے درجہ پر پہنچانا) وہ ایسا کام ہے کہ حکیم اجمل خاں صاحب کے سوا کوئی دوسرا شخص اس خوبی سے نہیں کر سکتا (اور اس سلسلہ میں ابھی انھیں بہت سا کام کرنا باقی ہے) ہمارے یہاں آنے سے بعض آدمیوں کا دل دُنیاوی کاموں سے پھیکا ہو جاتا ہے، اگر حکیم صاحب کا دل ان کاموں سے پھیکا ہو گیا (ذوقِ خدا پرستی غالب ہو گیا) تو کالج کا کام باقی اور ناتمام رہجائیگا لہٰذا ابھی ان کا یہاں آنا خلافِ مصلحت ہے۔

روشِ حضراتِ اولیاء اللہؒ حضرات اولیاء اللہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو ہمیشہ امراء سے وحشت اور غرباء سے رغبت رہی ہے، ہمارے حضرتؓ کا بھی یہی حال تھا، کہ صحبت امراء سے گھبراتے تھے، اور غرباء کے ساتھ آپ کی شفقت و عنایت بے پایاں تھی کبھی آپ یہ دُعا فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ "یا اللہ! مجھے مساکین میں زندہ رکھ، اور مساکین میں موت دے، اور مساکین کے زمرہ میں میرا حشر کر!!"

حضرت محبوبِ الٰہیؒ کا احتراز صحبتِ امراء خواجۂ خواجگان، سلطان المشائخ، محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا یہی دستور شریف تھا کہ صحبت امراء سے آپ نہایت مجتنب اور گریزاں رہے۔ چنانچہ سلطان علاء الدین خلجی نے جب آپؓ سے درخواست کی کہ خود حاضر ہو کر سعادت پابوسی حاصل کرنے کی مجھے اجازت دیجائے تو آپؓ نے فرمایا کہ بادشاہ کے یہاں آنے کی کچھ حاجت نہیں ہے میں بادشاہ کے لئے غیبت میں دُعا کروں گا غیبت (پیٹھ پیچھے) کی دُعا میں جو اثر ہوتا ہے، وہ سامنے کی دُعا میں نہیں ہوتا۔ سلطان علاء الدین خلجی نے دوسری بار اصرار کیا۔ اور نہایت الحاح و لجاجت کے ساتھ عرض کیا کہ صرف ایک دفعہ مجھے حضوری کی اجازت دیدیجئے۔ مگر آپؓ نے کہلا بھیجا کہ میں جس مکان میں رہتا ہوں اُس کے دو دروازے ہیں۔ اگر بادشاہ ایک دروازہ سے آئے گا تو میں دوسرے دروازہ سے نکل جاؤنگا۔ سلطان علاء الدین نے بلا اجازت حاضر ہونے کا ارادہ کیا اور حضرت محبوب الٰہیؓ کو بادشاہ کے اس

ارادہ کی اطلاع ملی تو آپ جو دمن (اپنے پیرو مرشد شیخ شیوخ العالم حضرت بابا فرید الدین گنجشکر رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے دہلی سے روانہ ہوگئے، حکام اور امراء میں سے اگر کسی کی نوبت و نقارہ کی آواز آپ سُنتے اور معلوم ہوتا کہ فلاں امیر یا حاکم حاضر خدمت ہونے کو ہے (اور یہ اُس کی آمد کا نقارہ ہے) تو آپ (بے چین اور) آبدیدہ ہو جاتے، اور فرماتے "لوگ کیوں ایک فقیر گوشہ نشین کے اوقات کو ضائع کرنا چاہتے ہیں!"

معاشرت اور طرزِ زندگانی کیلئے نصیحتیں

درویش کی بودوباش بعض خلفاء سے نصیحتہً ارشاد ہوا "جہاں امراء و اغنیا کا ہجوم ہو، درویش کو ایسے مقام پر بلا ضرورت سکونت نہ رکھنی چاہیئے کہ ذوقِ مخلوق ذوقِ خالق سے باز رکھتا ہے۔ اسلام غریبوں میں رہا اور غریبوں میں چلا جائے گا، ہم دیہات کو پسند کرتے ہیں، ہم تو دیہاتی گنوار ہیں۔ اگر ہوسکے تو بود و باش دیہات میں اختیار کرنا، جو شخص دیہات میں رہیگا، اگر چالاک و ہوشمند آدمی ہے تو کم از کم دُنیا کی (بے آبروئی اور) ذلت و خواری سے تو بچ جائیگا، اور یہ بہت بڑی بات ہے! ہم تو اپنے اسی دیہات میں خوش ہیں، ہمارے دیہاتی اچھے (کہ بے تکلف اور سیدھے سادے لوگ ہیں)

دورِ پُرفتن "حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا جبکہ لوگ ایسے آدمی کی تعریف کریں گے جس میں ذرہ بھر ایمان نہ ہوگی، اور شاید یہ وہی زمانہ ہے" (حدیث میں ہے) اُس وقت اگر کوئی خدا کا نام لینے والا ہوگا تو وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں چلا جائے گا، اور ابنائے زمانہ کے ہاتھوں اس قدر تنگ ہوگا کہ اگر اُسے کوئی قبر نظر پڑے گی تو کہے گا، کاش! ایسا ہوتا کہ یہ قبر پھٹ جاتی اور میں اس میں سما جاتا۔ (تاکہ ابنائے زمانہ سے محفوظ رہ کر دُنیا سے ایمان سلامت لے جاتا)

آبادی سے حضرت محبوبِ الٰہی کا گھبرانا فرمایا "حضرات مشائخ کو آبادی سے وحشت ہوتی ہے" (آج سے سات صدی پیشتر حضرات اولیا، اللہ کی یہ حالت تھی کہ) حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی (رضی اللہ عنہ) شہر کی اقامت اور شہریوں کے میل جول سے گھبراتے تھے۔ دلی جو آپؒ کے زمانہ میں اسلامی ہند کا دارالسلطنت تھی آپؒ نے اس پایۂ تخت میں سکونت نہیں فرمائی تھی، بلکہ غیاث پور، ایک گاؤں میں (باشارت غیبی) آپ نے سکونت اختیار فرمائی تھی (اور) جب یہاں بھی آبادی بڑھنے لگی تو آپؒ یہاں سے بھی ترک اقامت پر آمادہ ہوگئے تھے، اور ایک مردِ غیب کے کہنے سے یہ سمجھتے ہوئے کہ مرضئِ پروردگار یہیں رہنے کی ہے آپؒ نے مجبوراً اقامتِ غیاث پور پر استقامت فرمائی تھی) جب آپؒ کے زمانہ میں آبادی سے حضرات مشائخ کی وحشت کا یہ عالم تھا تو اب تو دوسرا زمانہ ہے لیکن اگر ملازمت

یا طبابت یا تجارت وغیرہ یا طالب علمی کی وجہ سے ضرورت قیام شہر ہو تو شہر میں رہ سکتا ہے!" حضرتؒ نے اپنے ایک خاص مرید سے فرمایا: "فلاں شہر میں جو مثل قصبہ اور گاؤں کے ہے سکونت اختیار کرنا، مگر مطلب کی ضرورت سے بڑے شہر میں رہ سکتے ہو۔ سید احمد شاہ سے بھی ہم نے کہدیا ہے کہ پٹنہ میں رہیں مگر سکونت قریب کے کسی گاؤں میں رکھیں۔"

معاشرت جاہلانہ سے متاثر نہ ہونا ایک تقریر کے دوران میں ارشاد ہوا کہ "مولوی محمد حسین صاحبؒ الٰہ آبادی کی سکونت تو شہر میں رہی مگر میرا خیال ہے کہ وہ لوگوں سے الگ الگ رہتے تھے۔ کسی کی معاشرت اور طریقہ سے متاثر نہ تھے (شہر میں رہے مگر معاشرت وہ دیہاتی ہی مطلب یہ کہ تم لوگ جو شہروں میں سکونت رکھتے ہو امیر لوگوں اور شہر والوں کی معاشرت اور طریقے سے متاثر نہ ہونا!)

کلکتہ میں طبیعت گھبرائی فرمایا: "ہم ایک دفعہ کلکتہ گئے تھے تو ہمیں کلکتہ سے نہایت وحشت اور گھبراہٹ ہوئی، وہاں زمین آسمان سے دُنیا برستی ہے، وہاں کی فضا میں ہائے دُنیا ہائے دُنیا کی پکار ہے، وہاں کی آب و ہوا میں دنیا سرائت کئے ہوئے ہے!"

وحشت شہر کا علاج فرمایا: "(تم لوگ جو شہروں میں سکونت رکھتے ہو، دوران سکونت شہر میں اگر گھبرا جاؤ) اگر طبیعت پر وحشت ہو تو آبادی سے باہر ٹہلنا۔"

شہروں کی دُنیا لکھنؤ کے بارہ میں فرمایا کہ "اب لکھنؤ میں دنیا داری کا بہت چرچا ہے! ایک چیز ہے راس المال اور ایک چیز ہے راس المال کا نفع (دین سرمایہ اور دُنیا اُس کا نفع ہے) مگر لکھنؤ، کلکتہ اور بنارس (وغیرہ بلاد) کے لوگوں نے دُنیا کو راس المال (سرمایہ) اور آخرت کو اُس کا نفع گردانا ہے (دین پر دُنیا کو غالب کر رکھا ہے) اور ہونا یہ چاہئے کہ دین و آخرت تو راس المال ہو۔ اور دُنیا اُس کا نفع ہو!"

انتظام اور توکّل کے باب میں نصیحتیں

کام سے لگا دیا آپؒ نے مریدین کو توکّل اور قرض اور انتظام معاشرت اور تدبیر منزل کے باب میں بہت نصیحتیں فرمائی ہیں۔ انہی میں سے ایک یہ ہے کہ آپؒ کے ایک مُرید صاحب جوان اور تندرست آدمی تھے، مگر اپنی نافہمی اور پست ہمتی سے سست و کاہل الوجود ہو گئے تھے، مسجد میں رہتے اور کچھ کام نہ کرتے شام کو گاؤں میں نکل کر سوال اور گدائی کرتے گھروں سے جو تھوڑا بہت کھانا مل جاتا اُس کو کھا کر اپنے دن گزارتے اور بزعم خویش شاید اسی کا نام توکل اور اپنے آپکو متوکل سمجھتے۔ ایک بار آپؒ نے اُن سے فرمایا کہ "آپ جو لوگوں کا کھانا کھاتے ہیں تو ان کا آپ کام کیا کرتے ہیں، اُن لوگوں کو آپ سے کیا نفع پہنچتا ہے؟" وہ اس کا جواب کچھ نہ دے سکے۔ آپؒ نے اُن سے فرمایا: "تمہارے لئے (یہ گداگری) مناسب نہیں ہے، تم نے قرآن شریف ناظرہ پڑھا ہے۔ تم فلاں قاری صاحب کے مدرسہ میں چلے جاؤ، ہماری طرف سے کہنا

اُنھوں نے آپ کے پاس ہیں قرآن مجید کے دُھرانے اور صاف کرنے کے لئے بھیجا ہے وہ تمھارا انتظام کر دیں گے۔ چند روز میں قرآن شریف صحت کے ساتھ دُھرالیا، اور کچھ تلفظ اور مخارج قرأت بھی درست اور صاف کر لیا!" چنانچہ یہ قاری صاحب کے پاس گئے اُنھوں نے ایک جگہ سے ان کا کھانا مقرر کرا دیا۔ اور ان کا قرآن شریف بہت اچھی طرح صاف کرا دیا۔ اب یہ قرآن مجید کے عمدہ ناظرہ خواں ہو گئے۔ کچھ قرأت بھی سیکھ لی، قرآن شریف کو پڑھ کر یہ خدمتِ پاک میں حاضر ہوئے تو انھیں یہ حکم ہوا کہ ہمارے لڑکوں کو پڑھاؤ۔ انھوں نے بجا آوری فرمان کی۔ مکتب میں گاؤں کے اور لڑکے بھی آنے لگے اور ان کا اچھا خاصہ مکتب جم گیا۔ آپؒ کی سرکار سے انھیں دونوں وقت کھانا ملتا اور دوسرے لڑکوں سے روپیہ، پیسہ، خاصی آمدنی ہو گئی، ایک عرصہ تک معلمی کرتے رہے" اور جب اس ذریعہ سے ان کے پاس کچھ روپیہ اکٹھا ہو گیا تو حکم ہوا کہ اب تم اپنی شادی کرو۔ غریبانہ طور پر شادی کرنے کو تمھارے پاس جو رقم موجود ہے کافی ہے رفتہ رفتہ سامانِ شادی ہو گیا اور ان کی شادی خانہ آبادی بھی ہو گئی، اور کچھ عرصہ بعد یہی صاحب (جو گداگری بھکاری میں زندگی بسر کرتے تھے) صاحبِ اولاد اور گھر بار والے ہو گئے۔ کچھ زراعت و کاشتکاری کا بھی انتظام کر لیا اور معلمی کے علاوہ اور ذریعۂ معاش بھی اس سلسلہ سے مہیا ہو گیا، خوش گذران زندگی بسر ہونے لگی" اور آپؒ کی بدولت اور آپؒ کی پاکیزہ تعلیم و تربیت کے طفیل خدا نے سوال گداگری کی ذلت سے انھیں نجات دی، دین بھی درست ہوا اور دُنیا بھی آباد ہو گئی، ہمارے حضرت قبلہؒ روحی فداہ کی پاکیزہ تعلیم و تربیت سے اور بہت لوگوں کو اس قسم کی ذلت و خواری سے نجات نصیب ہوئی اور ذلت و خواری کی زندگی بسر کرنے کی بجائے بہت لوگ ہیں کہ آپؒ کی بدولت باعزت خوش حال ہوئے"۔

اپنا بار کسی پر نہ ڈالنا ایک دفعہ کسی مرید صاحب سے نصیحتہً ارشاد ہوا" ہم سفر کرتے ہیں تو انتظام سے کرتے ہیں آنے اور جانے کا خرچ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ موضع مراد آباد (جو یہاں سے نو میل کے فاصلہ پر ہے) اگر (اتنی دُور بھی) جاتے ہیں تو دو روپے سفر خرچ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں (حالانکہ اس گاؤں کے اکثر و بیشتر لوگ ہمارے حضرتؒ کے ارادتمندان و جاں نثاران قدیم سے ہیں) خدا جانے کیا صورت پیش آئے، اس خیال سے آمد و رفت کا خرچ ساتھ لیجاتے ہیں (یاد رکھو! کہ) دُنیا داری دُنیاوی ڈھب سے ہونی چاہیے۔"

توکل کیا ہے؟ یہ مُرید صاحب جن سے خطاب تھا توکل کے معنی غلط سمجھے ہوئے تھے، اور بزعم خویش اپنے آپکو متوکل سمجھتے تھے، بلا سوچے سمجھے بول اُٹھے کہ "آپ توکل نہیں کرتے!" فرمایا۔" ہم دُنیا دار آدمی ہیں۔ انتظام سے رہنا یہ ہی ہمارا توکل ہے!"

بر توکل زانوئے اُشتر بہ بند "ہمارا کام گھوڑا باندھ کر توکل کرنا ہے" گھوڑے کی اگاڑی اور پچھاڑی لگا دی، اور کہا کہ خدا نے چاہا تو اب گھوڑا کہیں نہ جائے گا!۔ توکل انبیاء اور اولیاء کی شان ہے۔ ہاں! خیال میں ہے۔ اللہ توکل نصیب کرے!

(خادمِ مخاطب سے ارشاد ہوا) ہم نے اُن سے پوچھا۔ آپ کے نواسے اگر آئیں اور کھانے کو نہ ہو تو آپ قرض کرینگے یا نہیں؟ اُنھوں نے کہا۔ ضرور قرض کریں گے اور اُنھیں کھلائیں گے!'

توکل کی ایک ادنےٰ اشاخ

"ہم نے کہا کہ توکّل اور قرض میں بُعدالمشرقین ہے۔ توکّل کی ادنیٰ اشاخ یہ ہے کہ (متوکّل کے) ذمّہ کسی کا مطالبہ نہ ہو۔ اور نہ (متوکل کا) کسی پر مطالبہ ہو" (روزِ قیامت نہ مدعی ہو نہ مدعا علیہ)

معاشرتِ متوکلین

حضرت سُلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا، محبوبِ الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم (حضرت بابا فرید الحق والدین گنج شکرؒ) قدس سرہما کے خادم نے ایک دانگ نمک کسی سے قرض لیا اور افطار کے بعد یہ کھانا حضرتؒ کے سامنے رکھا گیا۔ آپنے نورِ باطن سے دریافت کرلیا (کہ اس کھانے میں نمک قرض کا ہے) اور فرمایا کہ اس کھانے میں تصرف کی بو آتی ہے۔ خادم نے عرض کیا یا حضرت! گھر میں نمک نہ تھا پس کھانے کے لئے قرض لینا پڑا۔ فرمایا تو نے (ہمارے کھانے میں) نہایت بیجا تصرف کیا ہے، تجھے بے نمک کھانے پر اکتفا کرنا تھا! ہمیں وہی بے نمک کا کھانا کافی ہوتا۔ اس قسم کا کھانا میں کبھی جائز نہیں رکھتا (پس آپنے وہ کھانا نہیں کھایا)

مردا۔ س کا بھید فہم عوام سے بالا تر ہے

فرمایا: "لوگوں نے توکّل، قناعت، رضا و تسلیم، زہد و تقویٰ، یہ بڑے بڑے الفاظ کتابوں میں دیکھ لئے ہیں لیکن ان کے معنی نہیں جانتے۔ یاد رکھو کہ (توکّل، رضا و تسلیم وغیرہ) ان (چیزوں) کا تعلق قلب سے ہے اور (رضا و توکل وغیرہ) یہ دل میں ہوتا ہے، ع برو اے مُدّعی ناداں چہ دانی سرِّ مرداں را' (یاد رکھنا کہ) دنیاداری کے پردہ میں دین داری بہت اچھی ہے، مگر دینداری کے پردے میں دُنیاداری بہت بد بہت خراب ہے!" فرمایا ہم سمجھ بوجھ کر کام کرتے ہیں۔ اور انجام پر نظر رہتی ہے، لوگ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو نہیں پہچانتے۔ اس سبب سے 'توکّل، قناعت، رضا و صبر وغیرہ بڑے بڑے الفاظ کا اظہار کرتے ہیں (اور نہیں جانتے کہ توکّل وغیرہ کیا ہے؟)"

توکّل کی تعریف حضرت خواجہ بزرگ رحؒ سے!

خواجۂ خواجگان، حضرت خواجہ بزرگ اجمیری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کہ (توکل کی تعریف یہ ہے اور) حقیقت میں متوکّل وہ شخص ہے کہ اپنے رنج و محنت، (نفع و نقصان) کو خلق سے وابستہ نہ جانے (بلکہ خالق سے اپنے نفع و ضرر کا علاقہ سمجھے۔ کہ لاضار ولا نافع الا ہو، نہیں ہے نفع اور نہیں ہے ضرر مگر اسی سے!) (سیر الاولیا، مؤلفہ حضرت سید محمود کرمانی رحؒ مُریدِ حضرت محبوبِ الٰہیؒ)

ایک مدعیِ توکّل کا قصّہ

فرمایا: "ایک فقیر کا قصہ سنو، یہ توکّل کے مدعی تھے، ایک مرتبہ انھوں نے یہ کیا کہ مسجد میں توکّل کرکے بیٹھ گئے اور عہد کیا کہ کسی سے سوال نہ کریں گے، کوئی خود لاکر کھلائے تو کھائیں گے ورنہ فاقہ کریں گے۔ جب تین دن فاقے سے گذر گئے تو دل میں طلب اور خیال کرنے لگے کہ فلاں شخص سے سوال کرتا تو یہ کھانا ملتا، اور فلاں میوہ کا سوال کرتا تو وہ میوہ ملتا اور اُسے کھاتا، اور فلاں کھانے ہوتے تو اس وقت جی بھر کر کھاتا۔ یہ خیالات اُن کے دل میں آنے تھے کہ معاً سامنے کی دیوار مسجد شق ہوئی اور ایک آدمی نمودار ہوئے جن کے ہاتھ میں میوں کی تھیلی تھی اور اس میں وہی چیزیں

تھیں جن کی خواہش انھوں نے دل میں کی تھی۔ اور کہا مجھے یہاں کے قطب نے بھیجا ہے اور تمھاری خواہش کی چیزیں بھیجکر یہ فرمایا ہے کہ انھیں کھاؤ اور مسجد سے نکل جاؤ۔ توکل کرنا تم جیسے لوگوں کا کام نہیں ہے کہ جن کے دل میں ایسے خطرات جگہ پائیں (حضرت قبلہؒ نے فرمایا) سمجھے یا نہیں (ابھی) اللہ کو اور اللہ کے رسولؐ کو پہچانا نہیں ہے اور لگے توکل کی ڈینگ مارنے۔ یہ سب واہی تباہی باتیں ہیں۔ (توکل یہ ہے کہ) قلب کا تعلق صرف رضائے مولےٰ سے ہو نہ کہ مال اور مخلوق سے۔ یہ نہ ہونا چاہیے کہ خود گوشہ میں اور دل مخلوق کے دروازہ پر!!

اولیا اللہ کا قرض ادا ہو جاتا ہے | (حضرات مشائخ کرام نے قرض کو منافی توکل سمجھ کر اس سے ہمیشہ احتراز فرمایا ہے اگر مصلحت خداوندی سے قرض کر بھی لیا ہے تو ادائے قرض میں نہایت ہی مضطر و بیقرار رہے ہیں، آخر تائید الٰہی نے سبکدوشی قرض کے ساتھ انھیں خوش حال فرما دیا ہے اس سلسلہ میں فرمایا) "حضرت غوث الثقلین قطب ربانی، محبوب سبحانی سیّد محی الدین حضرت سیدنا شیخ عبد القادرؒ جیلانی رضی اللہ عنہ کی مجلس مبارک کا واقعہ ہے کہ ایک شخص اس مجلس پاک میں آ کے بیٹھے اور پھر چپ چاپ اُٹھ کر چلے گئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد آپؓ نے فرمایا کہ فرش کو اُٹھا کر دیکھا جائے کچھ نقدی ہوگی، اس نقدی سے ہمارا قرض ادا کر دیا جائے۔ لوگوں نے اُسی وقت دیکھا اور فرش کے نیچے نقدی پائی پوچھا کہ یہ آنے والے کون تھے؟ فرمایا "یہ فرشتے ہیں جب کسی ولی پر قرض ہو جاتا ہے تو فرشتے اُس وقت ظاہر ہوتے ہیں اور ان کا یہ کام ہوتا ہے کہ کسی ولی اللہ پر قرض ہو جائے تو اُسے ادا کر جائیں خدا اپنے کسی ولی کو مقروض نہیں مارتا" (حضرت غوث اعظمؓ کے اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا) ہم سب باتوں کا خیال رکھتے ہیں بے پروائی نہ کرنا ورنہ (دُنیا سے) بے پروائی کے ہاتھ جاؤ گے۔ اللہ رحم کرے (ان مرید صاحب کے متعلق فرمایا کہ "توکل کے زعم میں اور توکل کی ڈینگ میں ڈھائی ہزار کے مقروض ہوگئے، اگر غلط توکل نہ کرتے تو ایسا کیوں ہوتا، ہم نے ان سے کہا کہ اپنا انتظام درست کیجئے آپ قرضدار ہیں اور قرض بڑی چیز ہے۔ وہ کہنے لگے کہ خدا اپنے ولی کو مقروض نہیں مارتا! (ان کے اس کہنے سے) ہم ڈر گئے کہ ان کو تو ولایت کا بھی دعویٰ ہو گیا، دُنیا دار آدمی کے لئے توکل کیسا، چھوٹا منھ بڑی بات، توکل تو انبیاؑ و اولیاؒ کا کام ہے!!"

حضرات بزرگان عظام کا طرز توکل | "ہم کسی پر زیادہ ظاہر نہ کریں گے، اتنا البتہ ہم کہے دیتے ہیں کہ ہمارا توکل یہی ہے کہ جس طرز پر ہمارے بزرگوں نے زندگی بسر کی ہے ہم اُسی طرز پر چلتے ہیں، اس میں کیا بھید ہے اسے ابھی تم لوگ نہ سمجھو گے (ایسی سمجھ پیدا ہو) اس میں بہت دیر ہے) ہنوز دلی دور است!"

اتباع حضرت مرشد اولؒ | فرمایا "ع پیر اوّل مصطفےٰؐ و پیر ثانی رہبر است"

"حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام نے شادی نہیں کی۔ لیکن حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شادیاں کیں، کیوں شادیاں کیں؟ اس لئے کہ ہمارے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شادی

کی تھی، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جو طرز رہا۔ رہا وہ طرز ان کی اُمت کے لئے تھا) حضرات صحابہؓ نے (ان انبیائے سابقین کا اتباع نہیں کیا بلکہ) حضرت سرور کائنات صلعم کا اتباع کیا (اور اُسی طرز پر توکل کیا جو طرز کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا) ہم بھی اپنے بزرگوں کے طرز پر ہیں!"

حقوق العباد

قرض ارشاد فرمایا: "ہم قرض اور امانت دونوں سے بہت ڈرتے ہیں۔ تاریخ فرشتہ (اور سیرالاولیا وغیرہ) میں دیکھو کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ (ان حضراتِ اکابرین) نے اپنے مُریدوں کو قرض اور امانت سے کس قدر منع فرمایا ہے۔ ان بزرگوں کا فرمانا یہ ہے کہ قرض دار آدمی کی عبادات و ریاضات اور خیرات و حسنات سب مرہونِ قرضخواہ ہیں (جو قرضدار کہ قرض ادا کئے بغیر مر جائے گا، روز قیامت سخت مفلس، تہیدست و ناچار ہو گا۔)

قرضدار کی نماز جنازہ "جس شخص پر حق العباد (بندوں کا حق) ہو گا اُس کی نمازِ جنازہ (جیسا کہ حدیث شریف سے ظاہر ہوا) حضرات انبیاءؑ نہیں پڑھیں گے۔ اپنی روح کو (خدا اور اس کے بندوں کے حقوق سے فارغ اور ایسا) پاک وصاف) کر لینا چاہیئے کہ کسی نبی کی روح کا پرتو ہو جائے تاکہ نبی اُس کے جنازے کی نماز پڑھ سکیں!"

غیر مسلم قرضخواہ اگر کسی غیر مسلم کا قرض ہو اور قرضخواہ مر جائے اور اُس کا کوئی وارث بھی نہ ہو تو ایسی حالت میں کیا کرے کہ اس دین سے ادا ہو۔ (قدرے غور و تامل کے بعد ارشاد فرمایا) "قرض کی رقم راہ خدا میں خیرات کر دی جائے۔"

مُرید کا قرض ادا فرمایا گیا فرمایا "سکندر شاہ نے ایک مرتبہ بھاگلپور شریف میں ہمارے چچا حضرت مولانا سید شاہ نثار حسین صاحب قدس سرہٗ سے دو روپے قرض لئے اور ادا نہ کئے۔ سکندر شاہ کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں تمھارا لڑکا ہم سے دو روپے قرض لا یا ہے۔ اگر ادا نہ کرے گا تو تمھارا لڑکا خراب ہو جائے گا اور اُسے نقصان پہنچ جائے گا، اس قرض کی ان کی والدہ کو کوئی اطلاع نہ تھی لیکن یہ قرضہ اس خواب کے بعد بھی اُنھوں نے ادا نہ کیا۔ سکندر شاہ جب یہاں آئے تو اس واقعہ کا اُنھوں نے ہم سے تذکرہ کیا۔ ہم نے کہا کہ دو روپے ہم سے لو اور اسی وقت بذریعہ منی آرڈر روانہ کر دو۔ اُنھوں نے منی آرڈر بھیجا مگر چچا صاحبؒ کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے واپس آ گیا۔ جب سکندر شاہ یہاں سے رخصت ہو کر مکان جانے لگے تو ہم نے اُن سے کہا کہ تم بھاگلپور شریف ہوتے ہوئے مکان جانا اور یہ دو روپے حویلی مبارک میں پیش کر دینا اور کہلا بھیجا کہ یہ روپے ہم نے حضرتؒ سے

قرض لئے تھے۔" اور پھر بطور تنبیہ اُن سے ارشاد فرمایا "ہمارے بزرگان دین کے آستانہ پر حاضر ہو کر ایسی بات؟ (کہ حضرت صاحب سجادہ سے قرض لیا) آئندہ خبردار!" اور یہ بھی اُن سے ارشاد فرمایا (اس بار) تم ریل کا کرایہ قرض لیکر یہاں آئے (یہ بات ہمیں پسند نہیں یہاں آنے کے لئے قرض نہ کیا جائے) ہم قرض سے نہایت خوف کرتے ہیں کہ بار قرض جان پر ہوتا ہے۔ درویش کو اپنے معاملات میں صاف ہونا چاہیئے۔ جب تک ایسا نہ ہوگا (ہمارے حضرت قدس سرہٗ کے) اس دربار میں کچھ نہیں مل سکتا۔"

زہر ہلاہل ارباب طریقت کے لئے ارشاد ہوا۔ "قرضہ ارباب طریقت کے لئے زہر قاتل ہے۔ حتی المقدور قرض سے بچے رہنا۔ اگر کسی کا قرض دُنیا میں اپنے ذمہ رہ گیا ہے اور ادا نہیں کیا ہے تو قیامت کے دن خدا کے سامنے ادا کرنا پڑیگا جن کے دل میں اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کا ڈر نہیں ہے اُن سے ہم ڈرتے ہیں اور اُنکی کامیابی کی اُمید نہیں رکھتے ہیں۔

ابلیس کو ڈر نہ تھا ابلیس خرابی سے نہیں ڈرتا تھا اس وجہ سے خرابی میں پڑ گیا اور بارگاہ ایزدی سے مردود ہوا۔ تم لوگوں کو چاہیئے کہ دین و دُنیا کی خرابی سے حفاظت اور نجات کے لئے حق سبحانہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ہمیشہ دعا کرتے رہو۔ اور دل میں ہمیشہ (خدا کا خوف اور) ڈر رکھو (تاکہ دین و دنیا کی خرابی سے خدا تمھاری حفاظت فرمائے) دنیا کے پردے میں دینداری اچھی ہے اور دینداری کے پردے میں دُنیا داری بہت خراب ہے۔" (یہ اشارہ بار بار ہوا کرتا تھا) ایک شخص لکھنؤ جانے والے تھے ان سے فرمایا۔ "حافظ احمد علی سے زبانی کہدینا کہ قرض سالک کے حق میں زہر ہلاہل کے برابر (مہلک و قاتل) ہے (تم لوگ بھی ہمیشہ) اس بات کا خیال رکھنا کہ قرض بہت بُری چیز ہے اور اس سے ہمیشہ بچتے رہنا۔"

طہارت ظاہری مقدم ہے ارشاد فرمایا حافظ احمد علی کو ایک خط بھی لکھدیا جائے کہ جب تک طہارت ظاہری نہ ہو طہارت باطنی ہو نہیں سکتی۔ جس کو طہارت ظاہری حاصل نہ ہو وہ طہارت باطنی کیونکر حاصل کر سکتا ہے؟ طہارت ظاہری کیا ہے؟ شریعت و طریقت کی جو منہیات ہیں ان (ممنوعات کے ارتکاب و اقدام) سے ہمیشہ بچنا! اور جبکہ ظاہر ناپاکی سے آلودہ ہے، باطن کس طرح صاف ہو سکتا ہے۔ پس درویش کو ہمیشہ قرض سے احتراز کرنا چاہیئے۔ جو شخص کہ مقروض ہے ہم اُسے کچھ نہیں جانتے۔ اُس کی فقیری (عبادت و ریاضت) سب بیکار ہے، اس لئے کہ مقروض کے سب اعمال قرض کے عوض مرہون ہیں اور جب قرضداری کی حالت میں مرگیا تو اُس کے پاس اعمال حسنہ کے سوا اور کیا ہوگا جو خدا کے سامنے قرضخواہ کو ادا کرے گا۔ پس قرضدار کی نیکیاں قرضخواہ کے نامۂ اعمال میں منتقل ہو جائینگی۔ پھر اُس کی فقیری کہاں رہجائے گی؟"

تحفظ خودی درویش کو غیظ و غضب سے ہمیشہ پرہیز رکھنا چاہیئے اور تحفظِ خودی کا رفتار و گفتار و معاملات میں خیال رکھنا چاہیئے جس شخص کی امور دنیوی میں اور رفتار و گفتار و معاملات میں صفائی نہیں ہے اُس کے امور آخرت کس طرح

صاف رہ سکتے ہیں۔ پس اس کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ جس کے دل میں اللہ کی ناراضی کا خوف نہیں اور اللہ کی رضامندی کا شوق نہیں، اور اس بات کا خیال نہیں کہ اللہ کن باتوں سے ناراض اور کن باتوں سے راضی ہوتا ہے، اس شخص کی دربار الٰہی میں جگہ نہیں ہے اور وہ اس راہ میں چل نہیں سکتا!" (یہ مکتوب گرامی کا مضمون تھا) ارشاد ہوا "اس خط کی نقل سکندر شاہ اور عبدالقدیر اور جتنے خلفا ہیں ان سب کو دکھا دی جائے۔ اور احمد جان کو بھی دکھادی جائے اور (سب سے کہدیا جائے کہ) ہم قرضدار آدمی پر اعتبار نہیں کرتے خواہ وہ کوئی صاحب ہوں۔ ہم قرض کو پسند نہیں کرتے۔ اور قرض سے بہت ڈرتے ہیں!"

قرض سے خوف فرمایا: "(زندگی میں) ایک بار ہم پر نو سو روپے کا قرض ہو گیا تھا۔ ہم نے اچھا کھانا پینا چھوڑ دیا تھا جب تک کہ قرض ادا نہ کر دیا (اس زمانہ میں) ہمارے بعض مریدوں نے کہا کہ آپ اسقدر پریشان کیوں ہوتے ہیں؟ ہم اپنی زمین کا کوئی حصہ بیچ کر قرض ادا کئے دیتے ہیں! ہم نے کہا کہ ایسا تو ہم بھی کر سکتے ہیں کہ زمین کا کوئی حصہ فروخت کر کے قرض ادا کر دیں۔ ہماری زمین بھی (اس وقت) پانچ چھ ہزار کی ہے، مگر ہم اسے پسند نہیں کرتے۔ اس لئے کہ ہمارے بعد ہماری اولاد کہے گی کہ دادا پردادا کے زمانہ سے جو جائداد (و زمینداری) چلی آتی تھی ہمارے والد ایسے ہوئے کہ اُسے بھی بیچ کھایا، وہ ہمیں اچھا نہ کہیں گے۔ قرضداری کے اس زمانہ میں ہم نے گھر میں کہدیا تھا جب تک قرض ادا نہ ہو جائے اچھا کھانا پینا موقوف ہو جائے اُسی پر گذارہ کر لیا جائے۔ جب ہم نے قرض ادا کر دیا تو (متعلقین سے) کہدیا کہ جو کچھ ہے سب تمھارے واسطے ہے!"

جائداد کو ترقی دی "ہم نے اپنی جائداد کو کم نہیں کیا، بلکہ (بزرگوں سے جو کچھ کہ پایا تھا، اس پر معتدبہ اضافہ کر دیا ہے اور) جائداد کو بہت کچھ بڑھا دیا ہے۔ (اقتصاد و حسنِ انتظام کے ساتھ!)"

قرض نہ کرنے کی ایک وجہ "قرض سے انسان کو بچنا چاہیئے کہ موت کا اعتبار نہیں، ایک سانس باہر آتا ہے اور دوسرے سانس کا اعتبار نہیں ہے کہ باہر آئے گا یا نہ آئے گا۔ (مومن کو سفر آخرت کے لئے ہر وقت تیار اور سبکبار رہنا چاہیئے)

لین دین میں رعایا سے صفائی "ہم نے اپنی رعایا سے کہدیا ہے کہ تمھارا ایک پیسہ اگر ہمارے ذمہ ہو تو ہم سے لے لو۔ اور اگر ہمارا ایک پیسہ تمھارے ذمہ ہو تو ہمیں ادا کر دو۔ ہم (بحیاطِ لقہ سے)، نہ کسی کو دیں گے نہ کسی کا کچھ (کسی حال میں) اپنے ذمہ رہنے دیں گے!"

قرض شادی "فرمایا: "البتہ شادی کے موقع پر (تھوڑا سا) قرض لینا سنت اور (شادی کے موقع پر کسی کو) قرض دینا ثواب ہے۔ یہ (قرض دینا) دراصل ایک شخص کی (کار خیر میں) مدد و اعانت ہے۔ یہاں سب لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم شادی کے موقع پر قرض دیا کرتے ہیں اور ہمارے دیس میں اگر کسی غریب کے یہاں شادی ہوتی ہے تو ہم اُسے قرض (حسنہ) روپیہ دیدیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ اتنے دنوں کے بعد واپس کر دینا۔ مگر قرض اُسی کو دیتے ہیں

جسے جانتے ہیں کہ ادا کر دیگا۔"

مریدوں کو قرض — "مریدوں کو ہم عام طور پر قرض نہیں دیا کرتے، مگر جس کو ضرورت سفر خرچ کے لئے ہوتی ہے اُسے ہم قرض دیدیتے ہیں۔ ایک بار منشی عبد القدیر کو سفر خرچ کے لئے روپے کی ضرورت ہوئی۔ ہم نے کہا ہم دیدیں گے مکان پہنچکر یہ روپیہ بھیجدینا۔ انھوں نے مکان پہنچکر فوراً یہ روپیہ بھیجدیا اور ایسا موقع کئی دفعہ ہوا، ایک بار اور سفرخرچ بطور قرض عطا ہوا تو اس دفعہ ان سے تاخیر ہوئی، حکم ہوا انھیں لکھا جائے کہ "مکان پہنچکر تم فوراً بھیجدیا کرتے تھے اب کی مرتبہ اگر غفلت سے نہیں بھیجا ہے تو ہم یاد دلاتے ہیں۔ اگر کوئی اور وجہ ہے تو (خیر تمہیں) اختیار ہے۔" (غفلت واقعی تھی اب انھوں نے یہ سرکاری روپیہ اسی دن روانہ کر دیا)

مریدوں کو قرض دینے کی شان — "اور بعض کو ہم نے قرض حسنہ سفر کے خرچ کے لئے یہ کہکر دیا کہ اگر تمھارے پاس ہو تو واپس کر دینا۔ میسر نہ ہوا تو معاف ہے۔ میسر ہوتے ہوئے اگر نہ دیا تو گنہگار ہوگے، میسر نہ ہونے کے سبب ادا نہ کر سکے تو معاف ہے!"

دینداری کے پردہ میں دنیاداری — "یاد رکھو کہ، دُنیاداری کے پردہ میں دینداری بہت اچھی ہے لیکن دینداری کے پردہ میں دنیاداری کرنی بہت بُری ہے۔" (یہ ارشاد بار بار ہوا کرتا تھا۔ اس لئے بار بار اس خادم نے لکھا ہے تاکہ اسکی اہمیت اچھی طرح دل نشین ہو جائے، اہل دین کے لئے یہ نسخۂ اکسیر اعظم ہے)

ہمارے حضرتؒ دنیا سے معصوم کی طرح گئے — فرمایا "ہمارے والد ماجد قدس سرہٗ نے پانچ روپے ایک دفعہ قرض لئے تھے، وہ آدمی کچھ دنوں کے بعد یہاں آئے۔ ہمارے حضرتؒ فرماتے تھے کہ اُسے دیکھکر مجھے بہت شرم آئی اور پھر فوراً آپؒ گھر میں تشریف لے گئے اور پانچ روپے لاکر اسی وقت اُس کے حوالے کئے۔ آپؒ کو قرض نہایت ناپسند تھا، آپؒ اس سے بہت شرماتے تھے، آپؒ نے معصوموں کی طرح دُنیا سے رحلت فرمائی (حقوق العباد میں سے) کسی کا ایک حبّہ بھی آپؒ کے ذمّہ نہ تھا۔"

دَین مہر ادا فرمایا گیا — "ہمارے ذمّہ بھی کسی کا ایک حبّہ نہیں ہے، صرف ہماری ازواج کا دَین مہر ہمارے ذمّہ تھا جسکی نسبت ہم خیال کرتے کہ ہماری جائداد سے کہیں زیادہ تو نہیں ہو گیا۔ مگر ہم نے اپنی سب ازواج کا دَین مہر ادا کر دیا ہے" (اور اب حقوق العباد میں سے کسی کا بھی ایک حبّہ ہمارے ذمّہ باقی نہیں ہے)

نصیحتِ خاص — "ہماری ایک نصیحت ہے جو عام مریدوں کے واسطے نہیں ہے، سکندر شاہ اور منشی عبد القدیر کو ہم نے لکھدیا ہے کہ جس شخص کے دل میں اللہ کی ناراضی کا خوف نہیں اور اُس کی رضامندی کا خیال نہیں وہ اس راستہ کا آدمی نہیں ہے! درویش کو اپنی رفتار و گفتار اور اپنے معاملات میں تحفظ خودی کا (ہر وقت) خیال رکھنا چاہیئے جس کو تحفظ خودی کا خیال نہیں ہے وہ اس راستہ میں چل نہیں سکتا (ظاہر ہے کہ، جو اپنی حفاظت نہیں کر سکتا وہ دوسروں کی حفاظت کیا کر سکتا ہے؟ جو اس (نصیحت) کا خیال نہ رکھیگا، نقصان اُٹھائے گا!!"

خلافت سلب ہو گئی "ہم نے سُنا ہے کہ ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے حضرت قبلہ قدس سرہٗ کے ایک خلیفہ تھے
کرامت جاتی رہی! جن کی کشف و کرامت اس قدر زیادہ تھی کہ آجتک اس دربار سے کسی کو نصیب نہ ہوئی دکھاری
کنوئیں میں اپنا لعابِ دہن ڈالدیتے تو وہ میٹھا ہو جاتا، اس کے علاوہ اور بہت سے کشف و کرامات کا اُن سے ظہور
ہوا، لیکن اُنھوں نے رفتار و گفتار و معاملات میں تحفظ خودی کا خیال نہ رکھا (خراب ہو گئے اور) ان کی خلافت
سلب کر لی گئی۔ ہمارے مُرید مولوی غلام مولا کا حال تم نے سُنا ہے کہ اُن کی خلافت جاتی رہی۔ مفضل الرحمن شاہ ہمارے
ایک مُرید ہیں ان کی حالت بھی خراب ہے، ہم بہت نصیحت کرتے ہیں مگر نہیں سُنتے ہم نے کہدیا ہے کہ ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ جو اپنے
ظاہر و باطن میں تحفظ خودی کا خیال نہ رکھے گا نقصان اُٹھائے گا۔"

صفائی معاملات فرمایا:- "ہم معاملہ کی صفائی کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں، عنایت علی میاں اور ملیح العالم میاں اور
سب سے ہم نے کہہ رکھا ہے کہ ہمارے لئے جو چیز خرید کرو، اُس کی پوری قیمت ہمارے حساب میں لکھواؤ اپنی طرف سے
ایک پائی (ہماری خاطر) صرف نہ کرو۔ ان لوگوں نے ہمارے حساب کے کھاتے کھول رکھے ہیں! (اور ہمارا حساب
آنہ پائی سے پاک و صاف رہا کرتا ہے) ایک مرتبہ ہم نے پچاس روپے کا بنارسی کپڑا نواب حسین علی خاں صاحب
(مرحوم رئیس بنارس) سے منگایا۔ اُنھوں نے بھیجدیا اور کہا کہ یہ (میری جانب سے) نذر ہے، قبول کیجائے ہم نے
کہا طلب اور فرمائش کے بعد تحفہ نہیں ہوسکتا (آپ کو یہ رقم لینی ہوگی) اور ہم نے اُن کا روپیہ فوراً اُنھیں بھیجدیا!"

ہوشیار "ہم کہا کرتے ہیں کہ ہم پیر، اور تم مُرید، خواہ ہزار روپے ہم تمھیں دیں، خواہ تم ہمیں دو، یہ اور بات ہے
مگر معاملات صاف رہنے چاہئیں، اگر فرمائش دیگر چیز کو تحفہ قبول کر لیا تو (دیکھنا ہوشیار کہ) اس سے شیطان
کا داؤں چل جائے گا اور پھر) قرض کا دروازہ کُھلجائے گا۔ اگر کوئی مُرید اس حد تک اصرار کرے کہ (فرمائشی چیز
کو بطور تحفہ اُس کی حسب خواہش قبول نہ کرنے میں) اندیشہ اُس کے خیال کے پریشان ہو جانے کا ہو جائے اُس
وقت (اُس کے پاس خاطر سے) خیر فرمائش کو بطور تحفہ قبول کر لیا جائے، مگر ایسے مُرید کو پھر کوئی فرمائش نہ دیجائے
جب تک کہ وہ طریقت کی باتوں سے خوب واقف نہ ہو جائے، اس وقت یوں سمجھ لیا جائے کہ (نو آموز ہے)
ابھی وہ ان باتوں سے واقف نہیں ہے (کہ فرمائش کی قیمت اپنے شیخ سے لینا مُریدی کے خلاف سمجھکر پریشان ہوتا ہے)
پس معاملہ کی صفائی (ہر ایک کے ساتھ) ہمارے نزدیک نہایت ضروری اور لازمی ہے، حسنِ معاملہ دینی اور دُنیاوی
دونوں طور پر نہایت ضروری ہے۔ بد معاملہ آدمی سے معاملہ کرنے میں ہر ایک گبھراتا ہے (اہلِ دنیا بھی اور ارباب
طریقت بھی)

رُتبہ کا تنزل اور قرض (آپ کے ایک خلیفہ تھے اُن کا نام لیکر) فرمایا:۔ ہم نے ان سے کہا کہ آپ قرضدار ہیں آپ کو خوب
انتظام کے ساتھ رہنا چاہئے تاکہ آپ کا قرض ادا ہو جائے، ہم قرض سے ڈرتے ہیں، اور ہم ایسے آدمی پر اعتبار نہیں کرتے

جو مقروض ہو، آپ اپنی فتوحات کے تین حصے کیجئے ایک حصہ سے اپنا قرض ادا کیجئے اور دوسرے حصے سے متعلقین کی پرورش تیسرے سے اپنے ذاتی مصارف اور سفر خرچ کو پورا کیجئے کیونکہ آپ اکثر سفر میں رہا کرتے ہیں (ایسا کرنے سے قرض ادا ہو کر آپ کا نظم درست ہوجائے گا) اور اس بات کو یاد رکھئے گا کہ ہمارا روپیہ سرکاری اور گورنمنٹی روپیہ ہے فضول (اور بیجا) خرچ نہیں ہو سکتا۔ (آپ کو فتوحات سے جو ملتا ہے وہ سرکاری روپیہ ہے) آپ جو (امیرانہ ڈھب سے) اُسے تڑ والتے اور خرچ کرتے ہیں اس کا آپ کو حساب دینا ہوگا۔ جس طرح عالم ظاہر سے (حکومت کے روپے کا) حساب لیا جاتا ہے اُسی طرح (غیبی خزانہ کا کہ جس میں سے آپ کو ملتا ہے) آپ سے بھی حساب لیا جائے گا۔ اگر اس خرچ میں احتیاط کو مدنظر نہ رکھا تو آپ کے مرتبہ کے لئے خوف ہے۔ جس طرح ظاہر خرچ میں محاسبہ ہے اسی طرح باطن کے احوال میں بھی محاسبہ ہوگا

عالم غیب کا بھنڈارخانہ | "ہم نے یہ بھی کہا کہ یہاں عالم غیب کا بھنڈارخانہ ہے۔ مگر (اس کا انتظام) اُسی کو ملیگا جو منتظم ہوگا۔ اور خوب انتظام کے ساتھ چلے گا (جو ایسا ہوگا) اُس کے لئے غیبی خزانہ (کا دروازہ) کھول دیا جائیگا مگر (اس شرط و پابندی کے ساتھ کہ) انتظام سے رہے اور (ایک حبہ) بیجا خرچ نہ کرے۔ خزانچی اگر فضول خرچی (اور امانت سرکاری میں بیجا تصرف) کرتا ہے تو خزانہ کا چارج اُس سے لے لیا جاتا ہے۔ اور اُسے حوالات میں (اور بعد حساب فہمی قصور ثابت ہونے پر قید و بند میں) ڈال دیا جاتا ہے۔ یہی حال خزانۂ غیبی کا ہے وہ بھی فضول خرچی (اور تصرف بیجا امانت میں کرنے کا قصور) اگر کرے گا تو اس کا یہی حشر) ہوگا یہ (سب باتیں) آٹھ نو سال کا عرصہ ہوا کہ ہم اُنھیں اور اُن کے لڑکے کو سُنا رہے ہیں (اور ہم نے صاف صاف ان سے کہدیا کہ جس روش و رفتار پر وہ چل رہے ہیں) یہ روش ہمارے بزرگان دین کی نہیں ہے لیکن اُنھوں نے نہیں سمجھا (اور اپنی روش کو نہیں بدلا نتیجہ یہ ہوا کہ) اب اُن کی حالت نیز اُن کا انتظام بہت خراب ہے (اب اُن کے ذمہ) گیارہ سو روپے کا قرض ہے اور تمام جائداد مکفول ہے، دس سال ہوئے جبکہ ان کے اوپر صرف چار سَو روپے کا قرض تھا۔ ہم اُس وقت سے برابر کہہ رہے ہیں کہ قرض بہت بُری چیز ہے اس سے بچنا چاہئے (للعوام) یہ اچھی روش نہیں ہے۔ مگر ان لوگوں نے نہیں سُنا اور نہ خیال کیا۔"

قلب کا گرہن | "سُنا ہے کہ ان کے والد (یعنی یہ خلیفہ صاحب) قرض کی وجہ سے بہت پریشان ہیں (خود) ان کا (ان خلیفہ صاحب کے فرزند کا) انتظام ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے ان کے والد مکان پر نہیں رہتے۔ انھوں نے ہمیں خط لکھا کہ آجکل بہت پریشان ہوں خدا مجھ پر رحم کرے۔ اس خط سے (ہمیں) معلوم ہو گیا کہ ان میں بدحواسی آگئی ہے، پریشانی کے بعد بدحواسی آتی ہے اس کے بعد کمزوری۔ اور کمزوری کے بعد علالت، بدحواسی میں انسان اکثر خدا اور رسولؐ کو بھی بھول جاتا ہے۔ ہم کیا کریں (ہم نے تو برسوں پہلے تنبیہ (و) آگاہی کردی تھی کہ آپ کے مرتبہ کے لئے خوف ہے، اپنی روش کو بدل دیجئے) ان کے لڑکے کو بھی ہم نے بہت سمجھایا لیکن

اُنھوں نے بھی کچھ انتظام نہیں کیا، قرض کی وجہ سے قلب پر گرہن لگ جاتا ہے۔ اسی طرح جس طرح کہ آفتاب پر گرہن لگتا ہے (اور آفتاب روشن تیرہ و تار ہو جاتا ہے) قرض اہل طریقت کے لئے زہر ہلاہل ہے" (اسے ہر وقت یاد رکھنا)

عورت کی افسری

اُن کے لڑکے کی زندگی میں ہمیں امید نہیں کہ اس گھر کی حالت درست ہو سکے۔ ہاں اُن کے لڑکے کی اطلاع کی روش اگر اچھی ہوئی تو شاید درست ہو جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر ان کی تمام جائداد بھی فروخت کر دی جائے جب بھی قرض ادا نہ ہو گا۔ البتہ اگر اللہ کا خاص رحم ہو جائے تو اور بات ہے۔ جس گھر میں افسری عورت کرے (یعنی اندرون و بیرون خانہ تمام معاملات کا نظم و نسق اور حکم اور رائے بالکلیہ عورت سے وابستہ ہو) اُس گھر کی جو حالت نہ ہو تھوڑی ہے، عورتیں (عام طور پر) ناقص العقل ہوتی ہیں (جیسا کہ احادیث شریف میں وارد ہوا ہے) پس جس گھر کا اندرونی و بیرونی تمام انتظام (ایک) عورت کے ہاتھ میں ہو (مرد کی کوئی رائے اور مرد کا کوئی انتظام نہ ہو) اُس گھر کی جس قدر تباہی ہو کم ہے" (یہ اشارہ خاص انہی خلیفہ صاحب کی طرف تھا)

عورتوں کی حکومت چار دیواری کے اندر

ہم اپنے یہاں عورتوں کی رائے چار دیواری کے باہر نہیں ہونے دیتے۔ اور ہم نے کہہ دیا ہے کہ تمہاری حکومت چار دیواری کے اندر ہے اِس سے باہر نہیں جانی چاہیے۔ (جو جس کام کا اہل ہے وہ کام اُسے کرنا چاہیے ع ہر کسے را بہر کارے ساختند)

اللہ کی ذات بے نیاز ہے

فرمایا: "ہم نے ان صاحب کو کوٹھری میں بند کر کے سمجھایا۔ اس طور پر ہم نے اور کسی مُرید کو نہیں سمجھایا، ہم نے کہا کہ "دیکھئے۔ آپ نوکر تھے، جب آپ کو گورنمنٹ نے معزول کیا اور آپ گورنمنٹ کی ملازمت سے علیحدہ کئے گئے تو کیا اس سے انگریزوں کی سلطنت میں کوئی فرق آیا؟ (اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ) نہیں آیا۔ حضرت الوہیت کی بارگاہ اس سے بہت زیادہ (لاکھوں بلکہ بڑھ کر بے پروا (اور بے نیاز) ہے۔ اگر تمامی انبیاؑ و اولیاؒ کے واسطوں کو عالم سے اُٹھا دے یا تمام عالم کو جنت میں داخل کرے۔ یا دوزخ میں ڈال دے تو کیا اُس کی خدائی میں کوئی نقصان آئے گا؟ ہرگز نہ آئے گا۔ لہذا (اللہ کی بے نیازی سے) بہت خائف رہنا چاہیے۔ اُس کی درگاہ بہت بے پروا اور بے نیاز ہے۔ لیکن اُنھوں نے ہمارے کہنے کے مطابق عمل نہیں کیا۔ ہم کیا کریں!"

یہ بات پیغمبروں کے زمانہ سے چلی آتی ہے

"حضراتِ انبیاؑ پر بھی یہی حال گذرا ہے کہ اُن کی قوم نے ان کی بات کو جھٹلایا (اور خلاف راہ چلے) اسی طرح ہمارے (بعض) مریدوں نے ہماری بات کو نہ پہچانا۔ ہم نے کہا کچھ اور اُنھوں نے کیا کچھ"

خوف اور شوق دونوں ہوں

فرمایا "اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا خوف اور رضا کا شوق (یہ دونوں) دل میں ہونے چاہئیں جب دونوں باتیں ہوں گی تو کام درست ہو گا۔ خالی شوق سے (کام) نہیں چلے گا"

ترک فرض اور اختیار مباح | "لوگ فرض کو ترک کرتے اور مباح کو اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً قرض کو ادا کرنا فرض ہے اور مسافر کو کھانا کھلانا مباح اور مستحب ہے۔ اگر قرض کو ادا نہ کیا، اور مر گئے تو (قرض کے عوض) اعمال حسنہ چلے جائیں گے (مباحات و مستحبات اس حالت میں کیا فائدہ دیں گے؟) مسافر کو کھانا دینا فرض نہیں ہے جن کے حقوق اپنے ذمہ ہیں۔ ان کی پرورش فرض ہے یا جیسے کہ صاحب نصاب ہے، اس کے لئے ادائے زکوٰۃ فرض ہے اگر ادا نہ کرے گا تو فرض کا تارک ہوگا (پس غور کرو کہ) مستحب کا تو خیال اور فرض کا ترک! یہ کیا بات ہے؟"

نصیحت سے ناراض نہ ہونا | فرمایا "تم لوگ (یہ ایک شخص کی طرف اشارہ تھا) نصیحت سے ناراض ہوتے اور شکایت کرتے ہو (مگر ہمارا کام نصیحت کرنا ہے چنانچہ) مستفیض میاں کہتے تھے کہ ہم لوگ اگر طریقت کی راہ و روش جانتے تو آپ کو اپنا پیر و مرشد کیوں مانتے۔ پس ہم لوگوں کو خوب سختی سے نصیحت فرمائی جائے!"

ارشادات متعلق حقوق العباد کا خلاصہ | (۱) قرض سے عامۃً ہر شخص کو بچنا چاہیے۔ (۲) قرض خاصۃً اہل طریقت کے لئے زہر ہے ان کے لئے قرض سے احتراز از بس ضروری ہے۔ (۳) قرض صاحب جائداد کے لئے اس قدر مہلک نہیں جس قدر کہ اس شخص کے واسطے مہلک ہے جس کی جائداد نہ ہو۔ کیونکہ صاحب جائداد کی جائداد تو ہے جو قرض کے عوض مرہون ہے اور ذات خاص پر بار قرض نہیں ہے۔ اگر قرض ادا نہ کرے گا تو اس کی جائداد کفالت قرض کی وجہ سے چلی جائے گی۔ مگر جس کی جائداد نہیں ہے اس کے اعمال حسنہ قرض کے عوض میں مرہون ہیں۔ پس اگر قرض ادا نہ کیا اور مر گیا تو اس کے حق میں زیادہ مہلک ہوگا (۴) قرض کی شریعت میں اجازت ہے۔ اور بعض محل ایسے ہیں جن میں قرض کا لینا سنت و ثواب ہے۔ مگر یہ محض ضروری مصارف و حاجت کے وقت ہے اور ادائیگی کی فکر لازمی ہے۔ یہ نہیں کہ قرض کو پیشہ ٹھہرا لیا جائے، اور قرض کو لذات و تفریحات و خواہشات حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا جائے۔"

انتظامِ وتدبیرِ منزل

ارشادات و نصائح دربارہ انتظام و تدبیر منزل اس عنوان کے تحت میں لکھے گئے ہیں

انتظام | ارشاد فرمایا "ہم بہت انتظام سے رہتے ہیں ایک ایک پیسہ کو احتیاط سے رکھتے اور احتیاط سے خرچ کرتے ہیں۔ بدنظمی اور بے احتیاطی کو پسند نہیں کرتے۔ اگر تم لوگوں کے پاس زیادہ روپیہ پیسہ ہو تو قاعدہ سے خرچ کرنا اور نہایت خبرداری اور ہوشمندی کے چلن سے چلنا کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ مُسرف قرار دیے جاؤ (انَّہٗ

لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (اللہ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا)"

اسراف | "اسراف بہت بُری چیز ہے، اسراف خرابی میں ڈالدیتا ہے۔ اگر کسی آدمی پر قضا و قدر سے خرابی آنے والی ہو تو وہ آدمی پہلے اسراف میں مبتلا ہوتا ہے (پس جو اسراف میں مبتلا ہوا، آخر مفلس و محتاج ہوا)"

اسراف و سخاوت | "دو چیزیں ایک ڈھب کی ہیں، مگر ایک مذموم ہے، دوسری محمود ہے، اسراف کو اہل دنیا اور ارباب دین دونوں مذموم خیال کرتے ہیں۔ اور سخاوت و خیرات کو دونوں محمود سمجھتے ہیں اسراف و خیرات میں فرق یہ ہے کہ امیر لوگوں کی طرح (بے دریغ بے دھڑک) روپیہ پیسہ خرچ کرنے کو اسراف کہتے ہیں۔ اور خیرات وہ ہے کہ دینے اور خرچ کرنے کو دل نہیں چاہتا لیکن نفس کو مغلوب کر کے محض رضائے مولی کے لئے دے اور خرچ کرے ان باتوں سے ہوشیار!!

فقیری کیسے نصیب ہوگی | "ہمیں اپنے گھر والوں اور شاگردوں، اور مریدوں کی رفتار و گفتار اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ ہم اپنی حالت ظاہر و باطن پر اپنے متعلقین کے حال کو غور کرتے اور سوچتے ہیں تو ہمیں چنداں پسندیدہ نظر نہیں آتا اس لئے ہمارا جی پریشان ہوتا ہے، ہم بہت غریب اور مسکین آدمی ہیں۔ دانہ دانہ کا حساب رکھتے ہیں۔ لیکن ہماری غریبی اور مسکینی کو کوئی نہیں سمجھتا، اور ان باتوں پر کوئی غور نہیں کرتا۔ ہم نے منشی عبدالقدیر اور تمام خلفاء سے کہدیا ہے کہ ظاہر و باطن میں ہمارا کوئی اختیار نہیں ہے، ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ اگر ہم پر اعتبار ہے تو ہماری رفتار و گفتار اور ہمارے معاملات کو دیکھو، اگر ہمارا چلن اختیار کیا تو شاید فقیری مل سکے ورنہ فقیری کا ملنا ناممکن ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ فقیری کس طرح کرنی چاہئے، فقیری بس یہی ہے جیسی ہم کرتے ہیں، ہمیں دیکھو اور ہمارے معاملات اور برتاوے برتو! جو لوگ کہ ہماری رفتار و گفتار اور معاملات پر چلیں گے انھیں فقیری ملے گی، اور جو لوگ کہ ہمارے طور و طریقہ پر نہیں چلیں گے انھیں کچھ نہیں ملے گا۔ ہمارے مریدوں کو فقیری ہماری صورت پر ملیگی زمین و آسمان میں سر ٹپکنے سے کچھ نہ ملے گا۔ فقیری کھیل اور دل لگی نہیں ہے۔"

انتظام نہیں تو افسری بھی نہیں | فرمایا: "ہم ایک مقدس آدمی کے بارہ میں خیال کرتے رہے کہ یہ تو سرداری کے لائق ہیں مگر انھیں سرداری (خلافت و اجازت یا کوئی دُنیاوی عہدہ) کیوں نہیں دی گئی۔ خواب کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ ان میں انتظام کا مادّہ نہیں ہے اس لئے انھیں دین یا دُنیا کی سرداری نہیں مل سکتی۔ بس (یاد رکھو کہ) جو آدمی منتظم نہ ہوگا اُسے سرداری نہیں ملیگی!"

انتظام خانہ داری | انتظام خانہ داری کے متعلق بطور تمثیل ارشاد فرمایا: "ہماری رفتار و گفتار کو دیکھو کہ ہم کسی معاملہ میں بیجا خرچ نہیں کرتے جس کا جیسے خرچ ہوتا ہے اُسی کے موافق اس کو روپیہ پیسہ دیتے ہیں (نہ کم دیتے ہیں نہ زیادہ) تم ہمارے بچوں کو دیکھتے ہو کہ کیسا کپڑا پہنتے ہیں؟ اور انھیں ہم کس طرح کھلاتے اور پلاتے ہیں، اُن کے کھلانے اور پہنانے

میں ہم ایک پیسہ بھی زیادہ خرچ نہیں کرتے، کیونکہ ہم جانتے ہیں کوئی پیسہ اگر فضول خرچ کیا تو اس کا خدا کے یہاں حساب دینا ہوگا۔ قبر میں ہمارے ساتھ کوئی نہیں جائے گا (پس ہم حساب آخرت کا ہمیشہ دھیان رکھتے ہیں) ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ لوگوں کے کھانے پلانے کے لئے ہمارے پاس کچھ نہ رہا۔ لوگوں نے ہم سے کہا کہ کسی زمین کو فروخت کرکے اس وقت کام نکالا جائے، ہم نے کہا کہ ہم ایسا نہیں کریں گے ورنہ ہمارے بعد ہمارے لڑکے ہم کو..... دا اچھا نہ سمجھیں گے کہ بزرگوں نے تو جائداد چھوڑی مگر ہمارے باپ ایسے ہوئے کہ اس کو بھی بیچ کھایا (پس لوگوں کی اس رائے کو آپ نے بہت ناپسند کیا۔ اور فرمایا) "پھر ہم نے مقبول (خادم دربار شریف) سے کہدیا کہ تم بھی گھر چلے جاؤ (تاکہ اخراجات میں تخفیف ہوجائے) ہم زمین بیچ کر یا قرض لیکر کسی کو بھی نہیں کھلائیں گے"

قرض اور وعدہ خلافی "ہم قرض سے بہت گھبراتے ہیں۔ قرض کی وجہ سے وعدہ خلافی اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم کسی کے قرضدار نہیں ہیں۔ ہم نے مقبول سے کہہ رکھا ہے کہ روپیہ اگر موجود ہو تو خرید سامان کرو۔ موجود نہ ہو تو یوں ہی گذارہ کرلو۔ اشیائے خورونوش کی خریداری قرض لیکر ہرگز نہ کرو۔"

اقتصاد۔ کفایت شعاری ہمارا دستور ہے کہ اگر گھر میں ترکاری وغیرہ موجود نہیں ہوتی تو سادہ سالن اور کھلانے پر ہی گذارہ کرلیا جاتا ہے (قرض کسی حال میں نہیں کیا جاتا) یہاں اندر اور باہر تخمیناً ۴۰۔۵۰ آدمی ہیں جنھیں روزانہ کھانا دیا جاتا ہے، پاس پڑوس اور محلے کے غربا اگر آجاتے ہیں تو انھیں بھی سرکاری کھانا دیا جاتا ہے ہم کوئی پیشہ تھوڑا ہی کرتے ہیں (کہ بندھی آمدنی ہو تو بندھا خرچ رکھیں) اللہ بھیجتا ہے تو ہم کھلا دیتے ہیں۔ (یہاں) آمدنی کیلئے بس یہی کہ کسی نے دو روپے کسی نے چار روپے دیدیا اور کسی دن صرف چار آنے ہی آئے۔ اور خرچ کتنا ہوتا ہے، یہ ظاہر ہے محض برکت ہے کہ اسی آمدنی سے سب خرچ پورے ہوجاتے ہیں اور ہم قرضدار بھی نہیں! ہم نے کہہ رکھا ہے کہ کھانا اگر کم ہو تو تھوڑا تھوڑا کھاکر گذارہ کرلو۔ لیکن قرض نہ کرو۔ انتظام کو ہم نہایت پسند کرتے ہیں۔ انتظام سے رہنا بس یہی ہمارا توکل ہے!!"

انتظامی شعبوں کی تقسیم ارشاد فرمایا کہ "ہمارے یہاں (تمام کام ایک تنظیم اور باقاعدگی کے ساتھ ہیں) تمام مدات کی الگ الگ تھیلیاں ہیں۔ روشنی اور موم بتی کا فنڈ الگ ہے اور زیارت کا فنڈ الگ ہے، ہر مد کا روپیہ اسی میں صرف کیا جاتا ہے، روشنی کے فنڈ کا روپیہ کسی دوسری مد میں خرچ نہیں ہوسکتا۔ ہم نے اپنے گھر میں کہہ رکھا ہے کہ جس دن اس فنڈ کے روپے کو ہاتھ لگایا گیا اُس دن خیر و برکت اس خاندان سے جاتی رہے گی، زیارت فنڈ سے قاری صاحب کو چار روپے ماہوار تنخواہ دیجاتی ہے اور کھانا سرکاری مد سے دیا جاتا ہے، ہمارے حضرت قدس سرہٗ کی وصیت تھی کہ انکے مزار پر روزانہ ایک پارہ قرآن مجید پڑھنے کے لئے کسی قاری کو مقرر کیا جائے (اس لئے قاری صاحب کو مقرر کیا گیا) قادری

قرآن مجید بھی پڑھتے ہیں اور مزار شریف کی خدمت بھی کرتے ہیں، یاد رکھنا کہ ہم پکے دُنیا دار ہیں!"

انتظام خانہ داری کی تعلیم "آجکل لوگ روپے پیسہ کی قدر زیادہ کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایسی تدبیر کیجائے کہ روپے کا خرچ کم ہو جائے۔ ابتو خرچ مقبول کے ہاتھ میں ہے، سال بھر میں ہزار دو ہزار جسقدر روپیہ صرف ہوتا ہے مقبول ہی خرچ کرتا ہے مقبول جب بازار جاتا ہے چھ۶ ساٹ روپے کا بازار کر آتا ہے۔ آج ہمارے میاں (داماد صاحب) آئے ہیں تو ان کے لئے بازار سے مُرغ خریدا گیا۔ اور کیا کیا چیزیں آئی ہیں۔ مقبول سے کوئی کہتا ہے پان دیدو۔ کوئی تیل مانگتا ہے، یہ سب کو دیدیتے ہیں۔ اب تدبیر یہ ہی ہو سکتی ہے کہ مقبول اور عبدالحکیم (دونوں خادموں) کو رخصت کر دیا جائے، اور ہر چیز کے لئے روپیہ ہم خود دیا کریں۔ اس تدبیر سے خرچ کم ہو جائے گا۔ چونکہ ہمیں فرصت کم رہا کرتی ہے اس واسطے روپیہ ہمیشہ اور ہر وقت ہمارے ہاتھ سے نہ مل سکیگا، اگر ترکاری نہ ہوگی تو ہم کہدینگے کہ بس دال پر ہی گذارہ کر لیا جائے، جب ہو گا نہیں تو ملیگا بھی نہیں، مقبول اگر نہ ہو گا۔ تو ہم کہدیا کریں گے کہ ہم کیا جانیں جو موجود ہے اسی پر گذارہ کرلو۔ اس طور پر چلنے سے خرچ خود بخود کم ہو جائیگا (تبسم کے ساتھ فرمایا) پھر تو مرید بھی کم آیا کریں گے، اور خیال کریں گے کہ وہاں تو کھانے کے لئے باسی چاول اور دال ملتی ہے، صبح کا کھانا گھر سے کھا کر چلو اور جلدی سے رخصت ہو کر چلے آؤ (ہمارے حضرتؒ کا یہ طرز بیان ایک تعلیم انتظام خانہ داری کی ہے، کہ یوں آمد و خرچ کا نظم قایم کرو۔ اور اس طرح اخراجات کی نگرانی و نگہداشت کرو۔

اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا) ہمارا خرچ نہایت انتظام و بندوبست کے ساتھ ہوا کرتا ہے، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ جلانے کا تیل رات کے وقت ختم ہو گیا۔ صاحب میاں کے والد نے کہا کہ تیل منگانا چاہیئے۔ ہم نے سوچا کہ تیل اگر اس وقت منگایا گیا تو کام اس طرح بھی چل جائے گا بس ہم نے تیل نہیں منگایا اور خاموش ہو گئے۔ صاحب میاں کے باپ اگرچہ خفا ہوتے رہے مگر ہم نے کچھ نہ سُنا اور تیل نہ منگایا۔ تیل کے ختم ہو جانے کے سبب سے وہ رونق نہیں رہی مگر کام چل گیا (اور پیسہ بچ گیا) ہم نے سُنا کہ صاحب میاں کے والد کی چائے کے لئے ایک دفعہ شکر نہیں رہی تھی۔ اُنھوں نے بے دریغ دس ۱۰ روپے کا نوٹ حوالہ کر دیا۔ اور نوٹ کو تڑوا کر دو پیسے کی چینی منگا لی۔ (اگر یہاں ایسا ہوتا) اور ہمارے یہاں چائے کی شکر کم ہو جاتی تو ہم ہرگز دس روپے کا نوٹ نہ بھنواتے۔ اور (بے شکر کی) چائے نمک ڈال کر ہی پی لیتے کہ شیریں چائے نہیں ہے تو آج نمکین سہی۔ ہم تو اس ڈھب کے آدمی ہیں کہ جس طرح (کم خرچ کے ساتھ) ممکن ہو کام نکال لینا چاہیئے!"

غربت کی قدر دانی فرمایا۔ "تم لوگ غربت کو نہیں جانتے کہ وہ کیا چیز ہے، اور غربت کی قدر نہیں ہے (بعض مریدوں کا نام لیکر فرمایا کہ) ہستان لوگ ہیں۔ بُردباری نہیں ہے اور بے پروائی ہے بے پروائی کی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ ہم موجود ہیں کیا اس وجہ سے تم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ مزاج میں لاابالی پن ہے۔ (اور بے پروائی اور) غفلت ہے یا یہ حالت اس وجہ سے ہے کہ، اپنے آپ کو شہزادہ سمجھتے ہو۔ یا اس کی کوئی کوئی اور وجہ ہے؟"

امامت سے کب ضرر نہ ہو گا "(حضرات) انبیاءؑ و اولیاءؒ غربت کے میدان میں خوب دوڑے ہیں جب غربت کی قدر ہو گی اور

طبیعت سمجھ لے گی (جو اُسے سمجھنا ہے) اُس وقت اگر امارت بھی ہوگی تو ضرر نہ کرے گی۔ انشاء اللہ"

تکلیف کا زمانہ

"ہم نے ایک زمانہ تک بہت تکلیف اُٹھائی ہے۔ ہم پھٹا ہوا جوتہ پہنتے تھے۔ اور ایک پھٹا لحاف تھا جسے گذری سے بارہ آنے کو ہم نے خرید لیا تھا) اُسے جاڑے میں اُوڑھتے تھے۔ اور پھر گرمی میں) اُسی کو نیچے بچھا لیا کرتے تھے مُرید جبتک کہ تکلیف نہ اُٹھائے گا غریب لوگوں کا حال کیونکر جانے گا۔ اور (خدا کی غریب مخلوق کے ساتھ بھلائی) کیا کرے گا ہمارے حضرت قدس سرہ نے غریبی حال کو نہایت پسند فرمایا ہے۔ اور معاملہ غریبوں کا سا ہمیشہ آپؒ کے برتاوے میں رہا ہے"

آپؒ کی زندگی کے دور

"ہمارا ابتدائی زمانہ انتہائی افلاس میں گذرا ہے۔ اوسط زمانہ ثروت سے شروع ہوا۔ اور اب لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا آخری زمانہ نہایت آرام اور عیش و عشرت میں بسر ہوگا!" ہم غریب آدمی ہیں لوگوں کی خیر و خیرات سے ہماری پرورش ہوتی ہے۔ ہمیں بھلا شوکت اور وجاہت سے کیا کام؟"

اب زمانہ بخیل ہونے کا ہے

"لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ یہ نہایت بخیل اور کنجوس ہیں۔ چمڑی جائے۔ مگر دمڑی نہ جائے! ہم نے کہا اچھا ہم ایسے ہی سہی۔ ہاں! ہم بخیل ہیں۔ ایک ایک دانہ کا حساب رکھتے ہیں اور اُس کے ضائع ہونے کا افسوس کرتے ہیں۔ اگر ہم پلاؤ اور قورمہ کھانے لگیں تو جو لوگ ہندوستان سے اور راہِ دُور و دراز سے یہاں آتے ہیں انہیں کیا کھلائیں؟ ہمیں اُنھیں بھی تو کھلانا ہے۔ بیویوں کے کھانے کی فکر کرنی ہے، لڑکوں کو شرع کے موافق تعلیم دلانی ہے تالاب کی مرمت ہے، مزار شریف، مسجد شریف اور خانقاہ کی خدمت ہے، ان کے لئے روپیہ کہاں سے آئے گا؟ ان سب کا بھی تو ہمیں سے تعلق ہے۔ اگر ہم بہت دیکھ بھال کے اور نہایت انتظام اور احتیاط سے خرچ نہ کریں تو کام کیونکر چلیگا؟ مارہرہ سے مظاہر اور پیارے میاں آئے اور واپسی کے وقت اُنھیں ساٹھ روپے سفرخرچ کی ضرورت پیش آئی۔ ہم نے کہا جسقدر چاہو ہم سے روپیہ لو۔ ہمارے پاس کافی روپیہ ہے، ہمارے یہاں مرغیاں، بکریاں اور مچھلیاں سب چیزیں ہیں، دیکھو! لکڑیوں کا کتنا بڑا انبار ہے، جو ہر وقت ذخیرہ میں رہتا ہے۔ کیا کسی زمیندار کے یہاں بھی ایسا انبار (اور ایسا انتظام) دیکھا ہے؟ سو دو سو من غلہ بھی ہمیشہ ذخیرہ رہا کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ خدا جانے کس وقت کیا ضرورت پیش آجائے روزانہ جس قدر غلہ کی ضرورت ہوتی ہے اس ذخیرہ سے لے کر اندر بھیجدیا جاتا ہے۔"

صوفی کون ہے؟

فرمایا۔ "صوفی وہ ہے جو رفتار و گفتار و معاملات میں صاف ہو اور لین دین میں درست ہو۔ اگر ہم دُنیا دار بخیل نہ ہوتے اور ہم نے روپیہ نہ جمع کیا ہوتا تو آج مظاہر اور پیارے میاں (ان پردیسی لوگوں) کو روپیہ کون دیتا؟

مال سے نبوت میں فرق آتا ہے نہ ولایت میں

فرمایا۔ "سنو! حضرت سلیمان علیٰ نبینا علیہ السلام بادشاہ تھے یا نہیں؟ حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ تھے یا نہیں؟ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہ تھے یا نہیں؟ اور روپیہ کا لین دین (بطریق قرض حسنہ) کرتے تھے یا نہیں؟ کیا ان کی نبوت میں اس سے (معاذ اللہ) فرق آگیا تھا۔ جو ہماری فقیری میں (ہمارے اس انتظام سے) بٹہ لگ جائے گا! اُنھوں نے اپنے مال اور دولت کو خدا کی رضامندی میں صرف کیا اور اپنا معاملہ اللہ

صاف رکھا بس یہ ہی فقیری ہے حضرت مولانا روم فرماتے ہیں ؎

چونکہ مال و ملک را از دل براند ۔ زاں سلیمانؑ خویش جز مسکین نخواند

ایثار حضرت صدیقؓ "جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا، کہ اپنا مال خدا کی راہ میں دو تو انھوں نے چالیس ہزار درہم آپ کے روبرو لاکر رکھدیے اور کہا۔ گھر میں بس اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو چھوڑا) جب روپیہ جمع کیا تھا۔ (اور مال دُنیا کا ذخیرہ تھا) جب ہی تو راہ خدا میں چالیس ہزار درہم پیش کر سکے۔ اس مال کے ذخیرہ کرنے سے) کیا اُن کی صدیقیت، میں کچھ فرق آگیا تھا؟ ہرگز نہیں!"

ایثار حضرت عثمانؓ غزوہ تبوک کے موقع پر تیس ہزار لشکر اسلام) تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ آج کون ہے کہ مجاہدین کے لئے اسلحہ اور رسد کا سامان مہیا کرے۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہٗ اُٹھ کھڑے ہوئے اور (صرف) اپنے مال سے تیس ہزار لشکر اسلام کے لئے تین ثلث سامان مہیا کردیا۔ حضرت عثمانؓ نے روپیہ جمع کیا تھا جب ہی تو وہ دین کی ایسی عظیم الشان خدمت کرسکے حضرت عثمانؓ کی یہ وہ خدمت تھی کہ آپؐ نے فرمایا: اے عثمانؓ بس اسی ایک کام سے تمھاری نجات ہوگئی اور یہ عبادت تمھاری تمام عبادات پر شرف لیگئی کہ آج تم نے اپنی تنہا ذات سے لشکر مجاہدین کیلئے سامان مہیا کردیا!"

ظالم کون اور بخیل کون ہے؟ فرمایا۔ "بتاؤ! کہ ظلم' اور بخل' دونوں میں کونسی چیز زیادہ مذموم ہے۔ ظالم بُرا ہے یا بخیل؟ حافظ مقبول احمد صاحب نے عرض کیا کہ ظالم! فرمایا ظالم اس لیئے زیادہ بُرا ہے کہ اس نے لوگوں کی حق تلفی کی اور بخیل نے اپنا پیسہ خرچ نہیں کیا، صاحب! ہم بخیل ہیں۔ انشاء اللہ تعالٰے ظالم نہیں ہیں؟ (اس جملہ کا مطلب آگے واضح ہوگا) ظالم دو طرح کے ہوتے ہیں۔ دنیوی طور پر ظالم وہ ہے! کہ لوگوں کا مال غصب کرے، قرض لے تو ادا نہ کرے اور کسی کو جسمانی یا مالی اذیّت پہنچائے۔ دینی طور پر ظالم وہ ہوگا کہ اللہ نے جو فرائض مقرر کئے ہیں اُن فرائض کی بجا آوری نہ کرے!"

ایک منتظم دُنیادار کی تحسین "یہاں ایک رئیس فضل علی خاں تھے۔ لوگوں سے چنداں تعلق اور ربط وضبط نہیں رکھتے تھے مگر نہایت انتظام سے رہتے تھے۔ مرنے کے وقت ڈیڑھ لاکھ روپیہ نقد اور مال منقولہ اُنھوں نے چھوڑا۔ ان کا قول تھا کہ ہم بخیل ہیں مگر ظالم نہیں ہیں ہم نے سُنا تو کہا افضل علی خاں نے ٹھیک کہا، یہ شخص دُنیاوی معاملہ میں ہمارا اُستاد ہے، ہمیں اُس کی یہ بات بہت پسند آئی۔ ان کی جائداد کا نفع حکومت کو مالگذاری ادا کرنے کے بعد ستر ہزار روپیہ سالانہ تھا۔ نہایت منتظم آدمی تھے۔ کہا کرتے تھے کہ ہم سب کی پرورش بیشک نہیں کر سکتے۔ مگر اپنے ماتحتوں کی پرورش کر سکتے ہیں! اُن کے نوکر اُن کی رعایا سب اُن سے خوش تھے۔ رعایا میں کسی کے پاس اگر پانچسو روپیہ بقایا مر دہ جاتا اور وہ آکر کہتا کہ میں اتنا روپیہ ادا نہیں کر سکتا تو کہتے اچھا سو روپیہ معاف کیا! اس سلوک سے رعایا بہت خوش رہی۔ دو روپے روزانہ اُن کے کھانے کا خرچ مقرر تھا۔ اُن کے سامنے کا بچا ہوا کھانا ایک دن ایک نوکر کو ملتا تو دوسرے دن دوسرے نوکر کو، وہ بخیل تھے مگر ظالم نہ تھے! وہ اگرچہ انگریزی حکام سے ربط وضبط نہیں رکھتے تھے مگر حکومت میں اُن کی عزت تھی۔ اُن کے مرنے کے بعد اُن کے

لڑکوں نے انگریزوں سے ملنا جلنا اور اُن کی دعوتیں شروع کر دیں اور اپنے باپ کے انتظام پر نہیں چلے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ساٹھ ہزار کے مقروض ہو گئے۔"

مفہوم خیرات اور حضرت عمرؓ ارشاد فرمایا۔ "ہم تمھیں ایک قصہ سُناتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا زمانہ تھا کہ ایک بار عرب کے پہاڑوں میں آگ لگ گئی لوگ آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ آگ پہاڑوں میں پھیل گئی ہے اور پتھر کی آگ بجھتی نہیں ہے آپؓ نے فرمایا یہ آگ نہیں ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ قہر خداوندی ہے۔ کیا تم لوگ خیرات نہیں کرتے ہو؟ اُنھوں نے جواب دیا: ہم لوگ تو خیرات بھی کرتے ہیں! حضرت عمرؓ نے فرمایا: خیرات یہ نہیں ہے کہ تمھارا دل دینے کو چاہتا ہے اور تم کسی کو کچھ دیدیتے ہو۔ بلکہ خیرات یہ ہے کہ تمھارا دل دینے کو نہ چاہے پھر بھی تم (محض) خدا کی رضا اور خوشنودی کے لیے دو اور خرچ کرو!

اس قصہ کو مثنوی میں حضرت مولانا رومؒ نے بھی بیان فرمایا ہے ؎

گفت نان از بہر حق نہ دادہ اند　　　دستِ خود بہر خدا نکشادہ اند

صحیح خیرات کی تعریف "امیر آدمیوں کی طرح بعض لوگوں میں (بے تحاشا، خرچ کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ اس قسم کے لوگ اگر (عادتاً خرچ کر ڈالیں اور) کسی غریب کو کچھ دیدیں تو یہ (حقیقی) خیرات نہ ہوگی۔ خیرات وہ ہے کہ دل نہ چاہے، مگر پھر بھی (خوشنودیٔ خداوندی کے لیے خرچ کرے۔ (اور اپنے مال کو رضائے حق میں تقسیم کرے!" حق سبحانہ تعالیٰ سے ہماری دُعا ہے کہ ہمیں بخیل کرنا۔ کہ ہمارا خرچ کرنے کو جی نہ چاہے، اس پر بھی ہم رضائے مولا میں خرچ کریں، قیامت کے دن ہم سے پوچھا جائیگا کہ ہم نے تمھیں نعمت دی، اُس نعمت کو آیا تم نے اپنی خواہش کے مطابق صرف کیا یا رضائے الہیٰ میں خرچ کیا۔"

روپیہ کی جگہ روپیہ پیسہ کی جگہ پیسہ ہمارا دستور یہ ہے کہ جس کا حق ایک پیسہ کا ہے اُسے ایک روپیہ نہیں دیتے اور جس کا حق دس روپے کا ہے اُس کو ہم ایک روپیہ نہیں دیتے (جس کا جتنا حق ہے اُس کو بس اُسی قدر ہم دیا کرتے ہیں۔ کم دیتے ہیں نہ زیادہ) اور یہ ہم نہیں کرتے ہیں، خدا ہم سے کراتا ہے، خداوندا! تو ہم سے پیسہ کی جگہ روپیہ اور روپیہ کی جگہ پیسہ خرچ نہ کرانا!

تعلیم اقتصاد ایک مثال کے ذریعے اپنے بعض خادموں کو طلب فرماکر ارشاد فرمایا۔ "آپ لوگ ذرا انصاف کریں یہ (مدین اللہ شاہ (دستان) ہم سے جھگڑا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کے پاس بہت لنگیاں، اور بہت چادریں ہیں ان میں سے ایک چادر اور لنگی مجھے بھی دیجیے۔ اور باصرار کہتے ہیں کہ آپ کے پاس بہت زیادہ ہیں آپ مجھے کیوں نہیں دیتے؟" صاحب! ہمیں بتلایئے کہ ہم غریب و مفلس کو لوگوں نے غریب و مفلس سمجھ کر دیا۔ بھلا مفلس اور غریب کی چیز میں مالدار کا کب حصہ ہے؟ یہ تو امیر لوگ ہیں، (اور امیر ہوتے ہوئے ہم سے مانگتے ہیں) مدین اللہ شاہ نے عرض کیا۔ میں تو مالدار نہیں ہوں۔ بلکہ ایسا شخص ہوں کہ جس کا نہ گھر ہے نہ در! ارشاد ہوا۔ تمھارا دل تو امیروں کا سا ہے! کہ پاس جو کچھ ہوا بیدر یغ خرچ کر ڈالا، اور کچھ آگا پیچھا نہ سوچا، اور خرچ کرنے کا موقع اور محل نہ دیکھا) فرمایا "بابا! ہم ایک مسکین اور غریب آدمی

ہیں۔ ہمارے حال پر اللہ نے رحم فرمایا اور ہمیں دیا جس کی ہم قدر کرتے ہیں۔ یاد رکھو! دینے والا ہمیشہ معزز ہے اور لینے والا ہمیشہ ذلیل ہے۔ دینے والے کا ہاتھ اوپر اور لینے والے کا ہاتھ نیچے ہوتا ہے (ہمارے پاس) اگر ایک سیر چاول آتا ہے تو ہم اُسے نہایت قدر اور چاؤ سے لیتے ہیں (کہ انعام پروردگار ہے) ایک شخص کا نام لے کر (جن کے مزاج میں تنگدستی و مفلسی کے باوجود بوئے امیرانہ تھی اور نعمتوں کی نا قدردانی) فرمایا کہ ایک دفعہ (مشکوٰۃ شریف سے) ہم نے اُنھیں حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ سُنایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام ایک بار دریا کے کنارے پر نہا رہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹڈیاں برسنے لگیں حضرت ایوبؑ نے نہانا چھوڑ دیا اور نہایت شوق و سرگرمی کے ساتھ بٹور بٹور کر سونے کی ٹڈیاں اپنی چادر میں بھر لیں ندا آئی اے ایوبؑ! ہم نے تمھیں نبوت دی۔ وحی بھیجی۔ اور نبوت کے علاوہ تمھیں ثروت دُنیا بھی دی۔ اتنی نعمتوں پر بھی غنا نہیں ہے۔ ورنہ سونے کی ٹڈیوں کا لالچ کیا معنی رکھتا ہے؟ اُنھوں نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار! تیرے برکات اور نعما سے مستغنی نہیں ہوں۔ سونے کی ٹڈیوں کو جمع کرنا لالچ سے نہیں ہے بلکہ یہ تیری نعمتوں کی قدردانی اور شکر گزاری کی وجہ سے ہے! فرمایا اللہ جل شانہ عالم الغیب ہے (جس سے نیتوں کا حال پوشیدہ نہیں) اور حضرت ایوب علیہ السلام پیغمبر تھے جنھیں سب معلوم تھا (اور زبان غیب کا اُن سے پوچھنا اور اُن کا جواب دینا اُن کی برأت صفائی کی غرض سے نہ تھا بلکہ) حق سبحانہ تعالے کا اُن سے پوچھنا اس لئے تھا کہ اُن کی زبان سے (مخلوق کے لئے غیبی اور خداوندی نعمتوں کی قدردانی اور شکر گزاری کی تعلیم کا) اظہار ہو۔ اور سب بندگان خدا آگاہ ہو جائیں (کہ نعمائے الٰہیہ کی شکر گزاری اور قدردانی یوں کرنی چاہیئے) نصیحت فرمانے کے بعد مدین اللہ شاہ کو ایک لنگی اور ایک چادر عطا فرمائی۔

ایک مُرید سے ارشاد | فرمایا: ہم نے منشی عبد القدیر سے کہہ دیا ہے کہ دنیا داری کے پردہ میں دین داری کرنا۔ مگر دینداری کے پردہ میں دنیا داری مت کرنا۔ اور اس بات کو یاد رکھنا کہ ہم پکے دنیا دار ہیں۔ اور اگر کوئی تم سے کچھ کہے تو کہدینا کہ ہمارے پیر و مرشد دنیا دار ہیں اور ہم بھی ایک دنیا دار آدمی ہیں!"

اپنے تئیں دنیا داری کے پردے میں چھپاؤ | "تم لوگوں سے بھی ہمارا کہنا یہ ہے کہ دنیا داری کے پردہ میں دینداری کرنا، دینداری کے پردہ میں دُنیا داری ہرگز نہ کرنا۔ (دیکھو!) ہمارے پاس لوہے کے دو صندوق ہیں جو روپیہ آتا ہے لوہے کے ان صندوقوں میں محفوظ رکھا جاتا ہے۔ ضرورت اگر ہوگی تو اور صندوق منگا لیں گے (روپیہ پیسہ) ہم کسی کو دیتے نہیں جو بچے گا ہمارے بال بچے کھائیں گے!"

ہزار آہن سیف | "ہم نے منشی عبد القدیر سے کہدیا ہے کہ ہمارے پاس لوہے کے دو صندوق ہیں انھیں دیکھ جاؤ اگر خدا تمھیں دے اور تمھارے پاس روپیہ ہو تو ایک نہیں ہزار صندوق منگا لینا اور خوب روپیہ جمع کرنا (اس سے کچھ نہیں ہوتا (فقیری کا تعلق قلب کے ساتھ ہے بس) معاملہ اللہ کے ساتھ صاف رکھنا چاہیئے!"

آسمان سے صندوق اُترا | "ہم تمہیں ایک قصہ سُناتے ہیں۔ جسے ہم نے کسی سے نہیں کہا ہے، ہمارے ایک مُرید نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے اس مکان کی چھت تک ایک زینہ ہے اور آسمان سے ایک لوہے کا صندوق کھڑ کھڑاتا ہوا (اس سیڑھی کی راہ) اُتر رہا ہے! اس خواب کو سُنکر ہم نے کہا کہ لوہے کا صندوق منگالیا جائے اللہ کو یہی منظور ہے جس میں ہمارا مولا خوش اُس میں ہم بھی خوش ہیں، جس میں وہ راضی اس میں ہم راضی! ؎

گر طمع خواہد زمن سلطان دیں	خاک بر فرق قناعت بعد ازیں
چوں مذلّت خدمت کے عزت کُنم	چوں گدائی خواست کے تُبیری کُنم

آوائل میں ہمارا یہ خیال رہا کہ ہم ایسے مکان میں سویا کریں جس مکان میں سونا اور چاندی نہ ہو۔ مگر اب کیا حال ہے؟ (یہ ہے کہ) اب تو لوہے کے صندوق ہیں جن میں روپے اور اشرفیاں رہا کرتی ہیں!

نبوت اور ولایت میں بادشاہی سے فرق نہیں آتا؟ | فرمایا۔ "بعض انبیا علیہم السلام نے دنیاوی بادشاہتیں کی ہیں، کیا اس سے نبوت میں کوئی فرق آیا؟ (نہیں آیا!) جب (دنیاوی بادشاہی سے) نبوت میں فرق نہیں آیا تو "ولایت" میں کیوں فرق آئے گا؟ (ہرگز نہیں آئے گا) ہمارے دادا حضرت (سیدنا و مولانا سید شاہ امداد علی قدس سرہٗ) صد الصدور تھے، پردادا حضرت تاجر تھے۔ اور لاکھوں کا کاروبار تھا (پس ہونا یہ چاہئے کہ) ظاہر میں علائق کاروبارِ دنیا کے ساتھ رہے مگر قلب کو مولیٰ کے دروازہ پر ہی رکھنا چاہیے۔ اور مردہ کے طور پر رہنا چاہئے کہ مردہ دریائے قضا و قدر کی موجیں کھاتا اور بہتا ہوا آخر کسی کنارے پر جا ہی لگتا ہے!"

بخل معیوب ہے! | "ہم جو کہا کرتے ہیں کہ ہم بخیل ہیں اور دنیاداری کے طور پر رہا کرتے ہیں اس کا یہ مطلب ہے، کہ دنیاداری کے پردہ میں دینداری بہت بہتر، بہت اچھی لیکن دین داری کے پردہ میں دُنیا داری نہایت بدٗ نہایت خراب ہے۔" ہم جب بیمار ہوتے ہیں تو دوا بھی کرتے ہیں اور زندگی دنیاداروں کی طرح بسر کرتے ہیں۔ ہم لوگوں کے سمجھانے کے لئے (انتظام کے معنی میں) کہا کرتے ہیں کہ ہم بخیل ہیں، مگر (یاد رکھنا) **ہم بخل کو نہایت معیوب خیال کرتے ہیں!** (بخل سے ہمارا منشا، صرف حسن انتظام اور عمدہ چال چلن ہے نہ کہ وہ بخل مراد ہے جسے دوسرے لفظوں میں کنجوسی کہتے ہیں)"

بخل و اسراف کی راہ درمیانی | (حق سبحانہ تعالیٰ نے بخل و اسراف کی درمیانی راہ پسند فرمائی ہے) قرآن مجید میں ہے وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْہَا کُلَّ الْبَسْطِ (گردن میں اپنے ہاتھوں کو نہ بالکل باندھ لے اور بالکل کھول ہی دے) یعنی خرچ کرنے میں اپنے ہاتھوں کو نہ تو بالکل تنگ کرے نہ بالکل فراخ، بلکہ اسراف اور بخل کا درمیانی راستہ اختیار کرے!"

ارشاد ہوا۔ "تم بھی ایسا ہی کرنا اور اپنے آپ کو لوگوں سے چھپانا اور اپنے کام میں رہنا۔ (یاد الٰہی میں شغول رکھنا)

حضرت مولانا رومؒ کا ارشاد درویشی کے بارے میں: ایک موقع پر حضرت مولانا جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ کی مثنوی شریف سے مندرجہ ذیل اشعار پڑھ کر سنانے کا فرمان ہوا۔ تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ اس سلسلہ عالیہ میں فقر و درویشی وہی ہے کہ سلک حضرات صحابۂ کرامؓ تھی، اور حضرات صحابہؓ کا مسلک کیا تھا؟ حضرت مولانا رومؒ نے اسی کی تشریح و تصریح یوں فرمائی ہے (حضرت مولاناؒ فرماتے ہیں) ؎

این جہاں زندان و ما زندانیاں — حُفرہ کن زندان خود را وا رہاں

چیست دُنیا؟ از خدا غافل بدن! — نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

مال را گر بہرِ دیں باشی حمول — نعم مالٌ صالحٌ خواندش رسولؐ

آب در کشتی ہلاکِ کشتی است — آب اندر زیر کشتی پشتی است

چونکہ مال و ملک را از دل براند — زاں سلیماںؑ خویش جز مسکیں نخواند

کوزۂ سربستہ اندر آب رفت — از دل پُر باد فوقِ آب رفت

بادِ درویشی کہ در باطن بود — بر سرِ آبِ جہاں ساکن بود

گرچہ جملہ ایں جہانِ ملکِ اوست — لیک در چشمِ دلِ اُو بے شے است

پس دہانِ دل بہ بند و مُہر کن — پُر کنش از بادِ گیرمن لدن

کسب کن حبّے نما سعیے بکن — تا بدانی سرِّ علم من لدن

ایثار بے موقع: ارشاد فرمایا:۔ "حضرت شبلیؒ کی تعلیم ہو چکی تو اُن کے پیر و مرشد سیدالطائفہ حضرت جنیدؒ بغدادی نے اُن سے فرمایا کہ وعظ کہیں۔ حضرت شبلیؒ نے منبر پر بیٹھ کر وعظ شروع کیا۔ اثنائے وعظ میں ایک سائل آگیا اور اُس نے پانچ درہم کا سوال کیا۔ حضرت شبلیؒ نے پانچ درہم اپنے پاس سے نکال کر سائل کے حوالے کئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر حضرت جنید رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ منبر پر سے اُتر آؤ۔ تم ابھی شیخ ہونے کے لائق نہیں ہو۔ کہ تمھارا انتظام درست نہیں۔ اس وقت کثیر مجمع معتقدین کا تھا، تمھارے ایک اشارہ پر اہل مجلس کے ایک ایک پیسہ دینے سے سائل کا مقصد پورا ہو جاتا۔ تم نے بے موقع ایثار کیا کہ پانچوں کے پانچوں درہم اپنی جیب سے نکال کر سائل کے حوالے کر دیے، یہ ذاتی درہم تمھیں ایسے موقع پر خرچ کرنے تھے، جہاں دوسرے درہم فراہم نہ ہو سکتے!"

انتظام حضرت غوث اعظمؓ: فرمایا:۔ "ہر موقع اور محل کا خیال کر کے خرچ کرنا چاہیے۔ سنو! حضرت غوث الثقلینؓ کی مجلس مبارک کا واقعہ ہے کہ آپ برسر منبر کلام فرما رہے تھے، دفعۃً آپ نے سکوت اختیار فرمایا، اور یہ ارشاد ہوا اب دو سو درہم دو، ہم اس وقت وعظ کہیں گے!۔ آپ کے ایک خادم نے دو سو درہم اُسی وقت خدمتِ اقدس میں پیش کر دیے اور لوگوں نے ارادہ کیا کہ وہ بھی پیش کریں، لیکن آپ کے رعب و ہیبت کی وجہ سے پیش کرنے کی ہمت

نہ کر سکے۔ جب یہ دو سَو درہم آگئے تو آپؒ نے کلام شروع فرمایا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ مجلس اقدس کے کنارہ پر ایک شخص نظر آئے، آپؒ نے پکار کر اُن سے فرمایا، چلے آؤ! ہم نے تمھارے درہم تمھارے لئے حاصل کر لئے، ہمارے پاس رکھے ہیں آکر لے لو۔ لوگوں کو حقیقتِ حال کا کچھ علم نہ تھا، ان آنے والے شخص سے پوچھا کہ تمھارا کیا ماجرا ہے؟ اُنھوں نے کہا، میں قوال تھا، لوگ میری قوالی سُنا کرتے تھے، اور میری گذر ہو جاتی تھی، مگر اب میں بوڑھا ہوا، دانت گر گئے، آواز نہ رہی، اب سماع کے لئے مجھے کوئی نہیں پوچھتا۔ میں نے خیال کیا کہ زندہ لوگ میرا سماع پسند نہیں کرتے اور مجھے نہیں بلاتے تو قبرستان میں جاکر مُردوں کو اپنی قوالی سناؤں، چنانچہ میں قبرستان میں گیا اور میں نے قوالی سُنائی، ایک آواز آئی کہ حضرت غوث الأعظم سیدمحی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مجلس میں جاؤ۔ اس سماع کا انعام تمھیں اُن کی بارگاہ سے ملیگا (پیر چنگ کا یہی قصہ مثنوی حضرت مولانا رومؒ میں ہے!)

شیخ العارفینؒ کا انتظام | فرمایا:۔ ہمارے والد ماجد قدس سرہٗ نے ایسے انتظام کے ساتھ زندگی بسر کی کہ نہ ہماری والدہ ماجدہ کے، نہ بیٹوں کے، نہ کسی کے زیر بار احسان ہوئے بلکہ اپنے گھر میں یعنی ہماری والدۂ ماجدہ کو اپنی وفات سے پیشتر آپ نے ایک ہزار روپے اس غرض سے دیدیے کہ ہماری والدہ ماجدہ لڑکوں کے زیر بار احسان نہ ہوں اپنے انتقال سے قبل پانسو روپے علٰحدہ رکھوا دیے اور فرمایا ان پانسو روپوں میں سے چار سو روپے ہمارے (تجہیز و تکفین و خیرات و فاتحہ) کے لئے خرچ کئے جائیں اور سَو روپے کے پیسے غربا اور مساکین میں خاص طور پر ہماری وفات کے دن تقسیم کئے جائیں"

حضرت شیخ العالمؒ کا نظم دُنیاوی | فرمایا:۔ ہمارے دادا پیر (حضرت سیدنا سید شاہ امداد علی قدس سرہٗ) کے ایک صاحبزادہ (نواب سر امیر حسن خاں صاحب) پندرہ سو روپے ماہوار کے ملازم تھے اور دوسرے صاحبزادے سات سو روپے ماہوار کے مگر آپ نے کسی صاحبزادہ کی خدمت اپنے لئے گوارا نہ فرمائی، اور ایسے انتظام کے ساتھ زندگی گذاری کہ اپنے تمام کام (وفات شریف تک) خود ہی کئے، دُعا کرنا کہ اللہ ہمیں بھی یہی نصیب کرے (کہ اپنے بزرگوں کی روش و رفتار پر چلیں)

ہمارے حضرت کا آخری انتظام | فرمایا:۔ ہم نے سات سو روپے اپنے بھانجے طلیع العالم میاں کے پاس جمع کر دیے ہیں اور کہدیا ہے کہ یہ روپیہ ہماری تجہیز و تکفین، اور اخراجات خیر اور دعوت و فاتحہ میں صرف کیا جائے"

اچھی دُنیاداری | ڈپٹی فیض اللہ خاں دو تین بار یہاں آئے۔ اور جب ہم سے ملے تو اُنھوں نے ہمیں سمجھ لیا اور اپنے لڑکوں سے کہا کہ تمھارے پیر و مرشد سے بڑھکر اچھی دُنیاداری بھی کوئی نہیں جانتا۔ جیسا وہ حکم دیں تم ویسا ہی کرنا"

ایک شخص نے ہمارے بارہ میں (یہاں کے انتظامات کو دیکھکر) کہا کہ آپ تو انتظامات کے کلکٹر ہیں!!

ہر مرض کی دوا | فرمایا:۔ "(ہمارے مریدوں میں) جو ہمارے اسلاف کے طرز پر ہوگا اور انھیں کی روش پر چلیگا ہر مرض دینی و دنیاوی کی دوا ہو جائے گا"

کارِ آخرت کب درست ہوگا؟ | "جس شخص سے امور دنیاوی میں انتظام نہیں ہو سکتا بھلا وہ امورِ آخرت کا کیونکر انتظام کر سکتا

ہے؟ جب تم لوگوں کا دنیاوی کاموں میں (اور عالم ظاہر میں) مراقبہ نہیں جمتا (یعنی انتظام دنیوی درست نہیں ہوتا) تو بھلا اُس عالم (باطن) کا مراقبہ تم لوگوں سے کیا ہوگا؟" ؎

تو کارِ زمیں را نکو ساختی ✣ کہ با آسماں نیز پرداختی

افلاس کا مداوا "طریقت کے ایک واقف کار شخص نے (ہمارے معاملات اور رفتار و گفتار کو دیکھکر) یہ کہا کہ جو کوئی آپ کے طرز کو اختیار کرے گا مفلس (نادار) نہیں رہے گا' (ہمارے بزرگوں کے طرز و روش کو اختیار کرنے میں نفع دینی کے علاوہ یہ بھی ایک بہت بڑا فائدہ ہے کہ انشاء اللہ دُنیا کی ناداری (محتاجی) پاس نہ آئے گی!)

معمولات مشائخ اختیار کرنے کی خیر و برکت (یادگار جہانگیری میں) ہم نے اپنے مشائخ کے معمولات لکھ دیے ہیں انہیں دیکھکر بھی ایک شخص نے یہی کہا کہ ان معمولات پر جو عمل کرے گا مفلس نہ رہے گا، اس کے بعد آپ نے پوچھا کہ مفلسی سے لوگ ڈرتے ہیں یا نہیں؟ عرض کی گئی بہت ڈرتے ہیں! فرمایا اچھا تو کیا یہ کم بات ہے؟" (کہ جو ہمارے حضرات مشائخ کے معمولات کی پابندی کرے گا وہ فوائد باطنی اور منافع اُخروی کے علاوہ یہ فوائد ظاہری حاصل کرے گا کہ افلاس (محتاجی و ناداری) سے دُنیا میں محفوظ رہے گا)"

امور شادی میں آپکا انتظام اور نصیحت حضرت قبلہ کی ایک صاحبزادی صاحبہ محترمہ کی شادی ہوئی تو دیکھا گیا، کہ تمام مصارف میں اعتدال (اور) اقتصاد کا اہتمام فرمایا گیا، سب کاموں کی تقسیم و تنظیم کر دی گئی اور جو شخص کہ جس کام کا اہل تھا وہی کام اُسے سپرد کیا گیا، کوئی شور و غل نہ تھا اور منتظمین میں نہ کوئی گھبراہٹ اور دوڑ دھوپ تھی جس طرح کہ ایک مشینری حرکت کرتی ہے اسی طرح تمام کام نہایت خاموشی اور سہولت و آسانی سے انجام پاتے رہے، طرفین کے کئی سو مہمان موجود تھے اور سب کے قیام و طعام اور خاطر داری کا کام تھا، تاہم کسی غیر شخص کو محسوس نہ ہوتا کہ یہاں شادی کی ایسی بڑی تقریب ہے کہ جس میں اس نواح کے قریب قریب تمام معززین اور شرفا اور صدہا مہمان موجود ہیں، حضرت قبلہ سب کاموں کے نگراں مگر سب سے علیحدہ، گویا باہمہ اور بے ہمہ، یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ شادی بھی ایک قسم کا روزمرہ ہے، کوئی غیر معمولی چیز نہیں ہے' یہ تقریب مع رسوم جیسا کہ دستور شرفا چلا آتا ہے اس کے موافق کی گئی نہایت سادگی کے ساتھ، اور شرعی طریقہ سے' کوئی باجا گاجا نہ تھا اور نہ کوئی بات شرع شریف کے خلاف تھی، نکاح مابین عصر و مغرب' آپ نے خود پڑھایا، شب بھر تمام برات مہمان رہی' دوسرے دن رخصتی ہوئی، فرمایا "ہم نے لڑکی کا انتظام مختصر طور پر کر دیا ہے چادر دیکھکر پاؤں پھیلانا یہ ہمارا دستور ہے، بڑی لڑکی کی ننھیال (موضع ٹک سوانگ) میں سے ہم نے کسی کو بھی مدعو نہیں کیا، کالی پور (یہاں اکثر لوگ آپکے رشتہ دار اور مرید ہیں) والوں سے کہدیا ہے کہ تم لوگ اکثر قرضدار ہو یہاں آکر بہت لتا کی (اظہار تونگری و نمائش) نہ کرنا (تم لوگوں سے)، نیوتہ ہم نہیں لیں گے (کیونکہ تم قرضدار ہو) ہم اگرچہ غریب ہیں مگر قرضدار نہیں ہیں، اس لئے ہم تم لوگوں سے زیادہ فارغ البال ہیں!"

ہر بات سے عبرت و نصیحت اخذ فرماتے

حضرت قبلۂ عالم کی سالہا سال سے عادت شریف کسی کتاب یا اخبار کو دیکھنے کی نہ تھی۔ اتفاقاً کسی چیز کو ملاحظہ فرماتے تو اُس سے عبرت و نصیحت اخذ فرماتے اور عامۃ المسلمین کی ہدایت و نفع رسانی فرماتے۔ ایک بار ۱۹۱۱ء کی ایک جنتری آپ کے سامنے تھی، اُس کے اوراق اُلٹ پلٹ کئے اور سرسری طور پر جا بجا دیکھکر سودمند نصیحتوں کا ایک دروازہ کھول دیا، فرمایا۔ "اس جنتری میں یاد رکھنے کے قابل باتیں ہیں، اس میں لکھا ہے کہ پیسے پیسے پر نظر رکھنے سے روپیہ بنجاتا ہے! یہ بات ہمیں پسند آئی بہت ٹھیک لکھا ہے جس نے ایک پیسہ کی پروانہ کی وہ روپے کو بھی کھو بیٹھے گا (پیسے کو نہ بچانا گویا روپے کو کھونا ہے) بابا! ہم تو ایک ایک پیسہ پر نظر رکھتے ہیں!"

راہ اعتدال

"اس میں یہ بھی خوب لکھا ہے کہ رنج و راحت میں اعتدال سے تجاوز نہ کرے۔ یعنی ذوق و شوق میں (نمود و ناموری کی خاطر) اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ نہ کرے، مثلاً شادی میں ایک شخص کی حیثیت ایک ہزار روپیہ خرچ کرنے کی ہے، اگر وہ شوق میں آکر ایک لاکھ روپیہ صرف کردے تو اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ وہ تباہ ہوجائے گا۔ ضلع چاٹگام میں ایک شخص تھے جن کی حیثیت دس ہزار روپے خرچ کرنے کی تھی، لیکن اپنی لڑکی کی شادی میں قرض لیکر اُنھوں نے ایک لاکھ روپیہ خرچ کردیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اُن کی تمام جائداد نیست و نابود ہوگئی، اُنھوں نے حیدر علی خاں (رئیس ضلع میمن سنگھ) سے قرض حسنہ مانگا، اُنھوں نے انکار کردیا۔ اور کہا ہم ایسے بے خیال آدمی کو قرض نہیں دینگے جس کی حیثیت تو دس ہزار روپے کی تھی مگر بے خیالی اور ناعاقبت اندیشی سے ایک لاکھ روپیہ خرچ کر ڈالا جو آدمی ایسا بے خیال (اور غیر منتظم ہو) وہ قرض کیونکر ادا کرسکے گا"

امور تعمیر میں آپکا انتظام اور نصیحت

فرمایا: اس خانقاہ کی تعمیر اسی سال میں ہوئی ہے، ہم عرصہ سے اس تعمیر کے خیال میں تھے، اور ہم نے آہستہ آہستہ انتظام شروع کیا۔ جب سب چیزیں مہیّا ہوگئیں اُس وقت ہم نے تعمیر کا کام شروع کرایا۔ یہ خانقاہ خدا نے اپنی رحمت سے بنوادی ہے ورنہ ہم کیا بنواتے (اس کام کے سرانجام ہوجانے کی ہمیں نہایت خوشی ہوئی جس طرح کوئی شخص کم حوصلہ و ہمت دو منزلہ مکان بنواکر خوش اور مسرور ہوتا ہے اسی طرح ہم اسے بنواکر خوش ہوئے! ہم (دوران تعمیر میں) معماروں سے کہا کرتے تھے، دیکھنا ہم غریب اور مسکین آدمی ہیں کام اچھا کرنا اور مال مصالحہ کم خرچ کرنا، ہم مختصر اور مضبوط کام پسند کرتے ہیں۔ ہم نے (بھر زندگانی میں) بہت تکلیف اُٹھائی ہے۔ ہم ہر شے کی قدر جانتے ہیں۔ ہم پرانے طرز کے آدمی ہیں، اس عمارت کا نقشہ، ہم نے خود اپنے ہاتھ سے بنایا تھا ہم غریب آدمی ہیں کاریگر شہر سے تو ہم بُلا نہیں سکتے تھے (کہ صرفہ زیادہ ہوتا) یہیں گاؤں کے آدمیوں سے یہ مکان اسطرح بنوالیا کہ ہم اپنے ہاتھ سے نقشہ اور کینڈا بنا بنا کر بتا اور سمجھا دیا کرتے تھے، (پھر یہ لوگ اسی طرح ہمارے روبرو کام کو تیار کردیتے تھے) ہم نے ڈپٹی صاحب سے کہا کہ آپ کو بہت نقشوں سے کام پڑا ہے۔ بھلا بتایئے تو کہ اس مکان کی تعمیر کیسی ہے؟ اُنھوں نے کہا آپ نے تو انجنیری ختم کردی! ہمارے ایک مرید ہیں جو نقشہ کا کام جانتے ہیں، اُنھوں نے دیکھکر اس عمارت

کی مضبوطی اور پائداری کا تو کچھ ذکر نہیں کیا، مگر الماریاں اور طاق (غور سے) دیکھے اور کہا 'یہ سب انجنیری کے اصول اور قاعدے سے تیار ہوئے ہیں!' امیر لوگ کہتے ہونگے کہ یہ دیہاتی اور گنوار ہیں، مگر ہم تو اپنی اسی پرانی طرز اور اسی نقشہ کو پسند کرتے ہیں۔ جو طرز جس کو بھلا معلوم ہوتا ہے' اُس کے لئے بہتر اور پسندیدہ (اور باعث خیر) بس وہی طرز ہوا کرتا ہے!"

فن ریاضی کا ذوق

"ہر شخص کو ہر بات کا ذوق نہیں ہوتا۔ ذوق کھانے اور پہنے میں مختلف ہوتے ہیں اور علوم میں بھی مختلف ہوتے ہیں۔ تحصیل علم میں مجھے ریاضی کا زیادہ ذوق رہا۔ جو مسجد و خانقاہ کی تعمیر میں مددگار ہوا۔"

انتظام تعمیر مسجد شریف

"یہ مسجد بھی ہماری انجنیری ہے، اس نقشہ کی مسجد ہم نے پیشتر کہیں کبھی نہیں دیکھی (حالانکہ سیر و سیاحت بہت کی ہے) مساجد میں دستور یہ ہے کہ ہوا کے لئے شمال و جنوب کی سمتوں میں طاقچے اور روشندان رکھے جاتے ہیں مگر ہم نے ایسا نہیں کیا اور اس مسجد کی شمالی اور جنوبی دیواروں میں ہوا کے لئے جالی نما روشن دان ہم نے رکھے ہیں۔ اور غربی دیوار میں تین بڑے روشندان' بنوائے ہیں (دیوار شرقی میں مسجد کا دروازہ ہے) یہ بڑے بڑے تین روشندان کیوں ہیں؟ یہ اس غرض سے ہیں کہ خطبہ پڑھنے میں آسانی ہو، کیونکہ اب ہم بوڑھے ہوئے! شمالی اور جنوبی دیواروں کے روشندان اِس لئے ہیں کہ نماز پڑھ کر لوگ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھیں تو آرام پائیں۔ اکثر نمازی ادائے نماز کے بعد دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں، دوسری مسجدوں کی ان دیواروں میں عموماً طاق ہوا کرتے ہیں جن سے ٹیک لگا کر بیٹھنے میں مصلیوں کو ایسا آرام نہیں ملتا" (یہ تو ظاہری تشریح نقشۂ مسجد شریف تھی' جو عامۃً فرما دی گئی۔ مگر ایک بار' ایک صاحب کے لیے جو فرزانۂ روزگار اور عقلائے زمانہ سے تھے ارشاد ہوا تھا اُن سے کہا جائے کہ اس نقشہ پر غور کریں) فرمایا۔ "اب اسی نقشہ کی مسجد دبیدہ کے باپ نے اپنے یہاں بنوالی ہے، اُنھوں نے کہا کہ یہ نقشہ اچھا معلوم ہوا ہم بھی اس نقشہ کی مسجد بنوائیں گے (اپنی مسجد شریف میں ہم نے کسی جگہ استرکاری کرادی ہے اور کسی جگہ نہیں کرائی ہے، استرکاری ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے غریب کے کپڑے پر پیوند۔ اس وقت سامان تھوڑا ہی تھا، ہم نے کہا کہ جسقدر سامان موجود ہے بس اسی قدر استرکاری کرادیجائے تکلف وتکلیف کی ضرورت نہیں ہے۔ سمجھے؟ جو سامان میسر ہوا۔ کام اُسی قدر کردیا باقی کے لئے تکلیف کرنی (تردد و پریشانی میں اپنے آپ کو ڈالنا) اس کی ضرورت نہیں ہے (آپ نے تین مسجدیں تعمیر فرمائیں)

سفر کے اخراجات میں انتظام نصیحت

ارشاد ہوا۔ "جب ہم نے منشی عبد القدیر کو رخصت کیا تو اُنھیں جن جن مقامات پر دہلی پہنچنے تک اُترنا تھا اُن مقامات کی ایک فہرست لکھادی تھی اور غالباً پچیس روپے تھے جو سفر خرچ کے لئے تخمینہً ہم نے انکو دیدیے تھے۔ ڈپٹی مستفیض الرحمن ان کے ساتھ شہر تک گئے تھے۔ مقبول بھی ساتھ تھے، منشی عبد القدیر نے مقبول کو وہ فہرست دکھائی کہ مجھے ان تمام مقامات پر ٹھہرنا ہے! ڈپٹی مستفیض الرحمن نے مقبول سے کہا کہ انہیں پچیس روپے دیے گئے ہیں اور ان کو اتنے مقامات پر ٹھہرنا ہے میرا خیال ہے کہ یہ روپیہ اس سفر کیلئے کافی ہوگا خرچ ختم ہو جائیگا ابھی تھوڑا عرصہ ہوا تقریبا

ان مقامات کا خود میں نے سفر کیا ہے (اور کیا خرچ ہوگا؟ اس کا مجھے اندازہ ہے) اس وقت میرے پاس بھی روپیہ نہیں ہے ورنہ میں ان کو دیدیتا! مقبول جب شہر سے واپس آئے تو انھوں نے ہم سے تذکرہ کیا کہ مستفیض میاں ایسا کہتے تھے ہم زیادہ بات نہیں کرتے ہیں اس لئے خاموش ہوگئے، مگر ہم نے اپنے دل میں کہا کہ عبدالقدیر نے یہ سفر اگر ہمارے طور پر کیا جس طور پر کہ ہمارا خیال ہے کہ وہ سفر کریں گے تو روپیہ کم نہیں پڑے گا۔ بلکہ اُن کے گھر پہنچتے پہنچتے اُن کے پاس کچھ پیسے بچ رہیں گے۔ ہم نے اُنھیں حساب کر کے دیا ہے۔ اتنا روپیہ عبدالقدیر کے لئے تو کافی ہے البتہ مستفیض میاں کیلئے کم ہے۔ مقبول سے ہم نے اور کچھ نہ کہا خاموش رہے۔ جب عبدالقدیر یہاں دوبارہ آئے تو ہم نے ان سے پوچھا کہ روپیہ کم تو نہیں ہوا تھا، اُنھوں نے جواب دیا کہ روپیہ کم نہیں ہوا تھا جب گھر پہنچا تو دیکھا کہ بٹوے میں کچھ پیسے بچے ہوئے موجود ہیں۔

بے انتظام سفر کرنے کی ممانعت | دربار شریف سے رخصت کے وقت مظاہر الاسلام کو روپیہ کی ضرورت تھی ارشاد ہوا فکر و تردد نکرو ہم انتظام کر دیں گے۔ ہم بخیل نہ ہوتے اور روپیہ جمع نکرتے تو آج تمھیں کہاں سے روپیہ ملتا؟ جو شخص کہ رفتار و گفتار میں ہوشمندی سے کام نہیں کرتا اُسے تکلیف ہوا کرتی ہے، آپ لوگ کاروبار دنیوی میں بالکل ہوشمند نہیں ہیں۔ جب کہ روپے کا انتظام نہ تھا تو آپ کیوں روانہ ہوئے تھے (سفر ہمیشہ انتظام کے ساتھ کرنا چاہیئے)

دُنیا کا کام دُنیاوی طریقہ سے | (مظاہر الاسلام کو روپیہ حوالہ کرتے ہوئے فرمایا) "ان نوٹوں کو سنبھال لیجیے اور گن لیجیے اور (امانت کی ایک طلائی گھڑی دے کر فرمایا) یہ گھڑی بھی لیجیے۔ لکھنؤ اُتر کر حافظ احمد علی کے حوالہ کر دیجائے (کہ تمھارے ساتھ چل کر جس کی یہ چیز ہے اُسے پہنچادیں) اس گھڑی کا قصہ یہ ہے کہ یہ ایک قیمتی طلائی گھڑی تخمیناً پانچسو روپے کی تھی، جسے اہلیہ بھائی نبی رضا خاں صاحب مرحوم نے (ایک برادر طریقت) مولوی اسد علی صاحب کو فروخت کرنے کی غرض سے دیا تھا، وہ اس گھڑی کو کلکتہ لے گئے کہ کسی رئیس کے ہاتھ فروخت ہو جائے گی، مگر فروخت نہ ہوئی۔ کلکتہ سے وہ اپنے مکان چاٹگام آگئے چندروز بیمار رہے اور انتقال کر گئے۔ ان کے اقربائے یہ گھڑی ہمارے حضرتؒ کی خدمت میں پیش کر دی اور اس کا جو واقعہ تھا عرض کر دیا، آپؒ نے اس امانت کی حفاظت فرمائی، اور اب اس کی واپسی کا کام مظاہر الاسلام کو سپرد فرمایا تو یہ ارشاد بھی فرمایا کہ "اس گھڑی کو یہاں کسی نے نہیں خریدا اب آپ اسے لکھنؤ پہنچا دیجیے، اور سپرد کرتے ہوئے پکی دنیا داری برتیئے۔ کہ ہر ایک معاملہ بالکل صاف ہونا چاہیئے۔ پہلے کسی سے شناخت اہلیہ نبی رضا خاں مرحوم کی کرائی جائے کہ یہ آواز آیا اُنھیں کی ہے یا نہیں؟ گھڑی کو سپرد کر کے رسید پر اُن کے انگوٹھے کا نشان کرا لیا جائے۔ اور بعض معتبر لوگوں کی گواہی بھی کرالی جائے (کہ اُن کے سامنے امانت سپرد کی گئی) اور پھر یہ رسید ہمارے پاس بھیج دی جائے۔ ہم امانت اور قرضہ سے بہت گھبراتے ہیں، اسد علی نے بہت بُرا کیا تھا، جو گھڑی کو یہاں اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ صاحب! یہ بدنامی کی بات ہے بنارس میں حافظ مقبول احمد وغیرہ سے اور دہلی میں سکندر شاہ سے (جو اس وقت یہاں

طلب پڑھتے ہیں) اطلاع کر دیا کہ ہم نے اس طرح سے نبی رضا خاں کی گھڑی بھیجدی ہے، اس گھڑی کو خوب حفاظت سے رکھ لیجئے گا۔ اب ہم ذمہ دار نہیں، اب آپ لوگ ذمہ دار ہیں (گھڑی کو دیکھ کر فرمایا) بہت اچھی گھڑی ہے!" مظاہر (الاسلام خدمت اقدس سے رخصت ہو کر لکھنؤ اُترے اور حسب فرمان گھڑی پہنچا دی اور رسید لیکر پیش کر دی۔

تلاوت کلام پاک کرائی جائے ایک دن یہ خادم خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ ایک بوڑھے میاں جی صاحب (جو ہفتہ میں دو بار حاضر ہوتے اور خانقاہ شریف میں تلاوت قرآن مجید کرتے تھے اور سالہا سال سے اس خدمت پر مامور تھے) آئے اور عرض کیا کہ آج سال پورا ہوا اور ختم قرآن ہوا، کچھ فاتحہ کرا دیجائے! آپؒ نے خادم کو اسی وقت حکم فرمایا کہ فاتحہ کے لئے مٹھائی، گنے، اور ناریل اور جو مانگیں سب چیزیں میاں جی کے حوالہ کر دی جائیں! اور اس حکم کی تعمیل کی گئی۔

ارشاد ہوا: "ان میاں جی کو ہمارے حضرت والد قدس سرہ ان کے مکان جا کر بلا لائے تھے کہ ہمارے یہاں آپ قرآن شریف پڑھا کریں، ہمارے دیس میں اور بعض جگہ اور بھی ایسا دستور ہے کہ نیک بخت اور پابند صوم و صلوٰۃ لوگوں کو، اس طرح قرآن مجید کی تلاوت کے لئے مقرر کر دیتے ہیں (جس طرح کہ یہ میاں جی یہاں مقرر کئے گئے) سالانہ چار روپے یہ میاں جی یہاں سے پاتے ہیں۔ دو روپے ہمارے گھر سے اور دو روپے بھائی صاحب کے گھر سے۔ جب اللہ توفیق دے تو روزانہ خود تلاوت پاک کرتے رہنے کے علاوہ جیسے کہ ہم کرتے ہیں) تم بھی اپنے گھر میں قرآن مجید پڑھوانا۔ اور کسی میاں جی کو مقرر کر دینا اور کہنا کہ آپ ہمارے گھر میں قرآن مجید پڑھیں گے تو اس سے ہمیں خیر و برکت نصیب ہوگی اور ہم آپ کی خدمت کریں گے (تو ہمیں اس کا ثواب ہوگا)" فرمایا: "ان بوڑھے میاں جی کو ایک روز ہمارے گھر (اندرون حویلی شریف) میں طلب کیا گیا کہ آ کر دم کر دیجئے۔ انھوں نے جا کر (اور قرآن پڑھکر) ہم کو پھونک، دیا۔ خود ہم بھی کبھی صحت بدن کی دعا ان سے کراتے ہیں (کہ بوسیلہ کلام پاک ہماری تندرستی کی دعا کریں) یہ گویا ہمارے یہاں (ہنس کر فرمایا) پنڈت ہیں!"

اپنی فقیری پر نازاں نہ ہونا "تمھارے گھر کے لوگ بھی اگر کسی سے دُعا، تعویذ، اور جھاڑ پھونک (بطریق مسنون) کرانا چاہیں تو اس سے انکار نہ کرنا اور اس کی ممانعت نہ کرنا (اور اپنی فقیری پر غرّہ نہ کرنا) کیا سب ہی باتیں ہم تھوڑی جانتے ہیں۔ ان میاں جی کا خاندان اگرچہ ہمارے حضرت قدس سرہ کا مُرید ہے، خود بخود ہمیں کوئی تعویذ اگر کبھی یہ میاں جی دیتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ لایئے! اور لے لیتے ہیں۔ ہمارے یہاں (ادعیہ ماثورہ کو پڑھ کر) نظر بد اُتارنے والی عورتیں اگر کبھی آجاتی ہیں۔ تو وہ گھر میں سے چاول اور غلہ اور بہت سی چیزیں (بطور خیرات) لے جاتی ہیں (اور ہم ممانعت نہیں کرتے)

ملا نظام الدینؒ اور رسوم شادی ارشاد فرمایا: "ملا نظام الدینؒ فرنگی محلی (لکھنوی) ایک روز مجلس میں طلباء کو درس دے رہے تھے، اور اس روز اُن کے گھر میں کوئی تقریب تھی۔ گھر میں سے ایک لونڈی آئی اور کہا، چلئے موسل میں تاگا باندھ آیئے

حضرت مولانا شادی کی اس رسم کو ادا کرنے کے لئے فوراً گھر میں چلے گئے۔ اس پر طلباء میں ایک ہلچل برپا ہوگئی (کہ ایسے بڑے مقتدائے دین ہیں اور شادی کی ایسی ایسی رسمیں کرتے ہیں) جب آپ حلقۂ تلامذہ میں واپس آئے تو طلباء نے اعتراض اور شبہ ظاہر کیا۔ اس پر حضرت مولانا نے فرمایا۔ تم لوگ زیادہ سے زیادہ یہی کہو گے کہ یہ رسم بدعت ہے۔ لیکن ایسی بدعت اچھی ہے جو کفر سے بچائے۔ آج اگر میں اس رسم کو ادا نہ کرتا اور گھر میں قضاو قدر سے کل کوئی موت واقع ہو جاتی تو گھر کے لوگ کہتے۔ لیجئے مولوی صاحب نے رسم ادا نہیں کی تھی اس سے موت واقع ہوگئی اور ان کے ایسا خیال کرنے سے اندیشہ کفر میں پڑجانے کا تھا! (فرنگی محل لکھنؤ کا یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت قبلہؒ نے فرمایا) "جو امر (رسوم دنیادی میں سے) حرام ہو اُسے ہم ہرگز نہیں کرنے دیتے۔ اور جو امر کہ مباح ہے اور رسم ہے اُسے ہم کرنے دیتے ہیں۔ (مباح کو حرام یا ناجائز نہیں قرار دیتے)

ہر ملکے وہر رسمے فرمایا: "اس ملک میں جو رسمیں ہیں اُن کو اپنے یہاں جاری کرانے کی ضرورت نہیں ہے، جو رسم کہ جس ملک میں ہو وہ اسی ملک کے لئے ہے، عرب کی رسم اہل عرب کے لئے (اور ہند کی رسم اہل ہند کیلئے) اور شادی بیاہ کے موقع کی وہ رسمیں جو (اسراف اور) حرام نہ ہوں ان کے کرنے میں کیا مضائقہ؟ (اسلام میں سختی اور تنگی نہیں ہے کہ لوگوں کو جائز اور بے ضرر مسرتوں کی بھی اجازت نہ ہو)

بعض مولوی صاحبان کی غلط فہمی ارشاد فرمایا: "مباح قسم کی رسم و رسوم جو ہم کر لیتے ہیں۔ (اور لوگوں پر اُن کی جائز اور بےضرر خوشی کا دائرہ تنگ نہیں کرتے) تو اس سے یہاں کے (بعض متقشف اور ظاہر بیں) مولوی صاحبان نے یہ سمجھا کہ ہم سب رسمیں کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے، اور شادی کے موقع پر ڈھول اور تاشہ اور لڑکوں کا عورتوں کے لباس پہن کر راستہ میں ناچنا وغیرہ ان رسموں کو ہم نہیں کرنے دیتے۔ اور نہ ایسی رسمیں پسند کرتے ہیں (کہ جن سے کوئی حرمت و قباحت شرعی لازم) آئے ہم صرف مباح رسموں کو منع نہیں کرتے)

شادی میں باجہ نہ ہو ہمارے بھانجے بلیغ العالم نے خواہش کی کہ اپنی ممانی کو بھی اپنی سسرال لے جائیں۔ ہم نے اس شرط کے ساتھ اجازت دیدی کہ راستے میں باجہ وغیرہ نہ بجے (اور رواج ملکی میں سے نہ کوئی حرام رسم کیجائے) ورنہ شریعت کی اہانت ہوگی (جسے ہم برداشت نہیں کرسکتے) اور تمہارے جس کام سے شریعت کی اہانت ہوگی تو ہماری نسبت لوگ خیال کریں گے کہ معلوم ہوتا ہے یہ اُس کام کے مجوز (جائز کرنے والے) ہیں۔ (معاذ اللہ) پس اُنھوں نے ہماری نصیحت پر عمل کیا اور باجا وغیرہ ساتھ نہ رکھا۔ اور نہ کوئی ایسی رسم کی جس سے شرع شریف کی اہانت ہوتی!"

مباح رسمیں ممنوع نہیں ہیں جناب مولوی مستفیض الرحمن خاں صاحب سے آپ کی صاحبزادی صاحبہ کی شادی ہوئی تو اس دیس کی رسم کے مطابق عزیزو اقربا نے انھیں پالکی سے اُتار کر گود میں اٹھا کر لانے کی خواہش کی جس سے اُنھوں نے

انکار کیا، اور کہا: یہ میرے حضرت پیرومرشد کا آستانہ پاک ہے (یہ مقام سر کے بل چلنے کا ہے) اس کی حضرت قبلہؓ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا: "مستفیض میاں سے کہدیا جائے کہ جس رسم میں کوئی قباحت شرعی نہ ہو اور وہ مباحات سے ہو اُس سے ہمیں انکار نہیں ہے، اگر ان کے والدین اور عزیز و اقربا کی یہ ہی خوشی ہے (کہ پالکی سے گود میں اُٹھا کر لائیں) تو اس خوشی کو پورا کردیں۔ اور ادب و احترام شیخ کا تعلق قلب کے ساتھ ہے۔ اس رسم سے اُس میں فرق نہیں آئے گا! (اور پھر فرمایا) "ہم ملک کی وہ رسوم جو مباحات سے ہوں اِسے منع نہیں کرتے۔ البتہ ملک کی رسم اُسی ملک کے ساتھ ہے یہاں کی رسوم کی تقلید وہاں نہ کیجائے جہاں ان رسموں کا رواج نہ ہو" (یورپ میں خدا نے اسلام کو پھیلا دیا تو اس وقت معلوم ہوگا کہ ہمارے دین کی اس آسانی اور شائستگی نے راہ اشاعت اسلام کتنی آسان کی)

دین کی رازداری

پیران طریقت کی رازداری ارشاد ہوا "بزرگان طریقت اور پیران عظام کی عظمت و شان اگر کسی طور پر معلوم ہو جائے تو (رازداری کی جائے) پردہ دری ہرگز نہ کی جائے (بزرگان دین کی) جو پردہ دری کرے گا علم غیبی سے محروم رہیگا (حضرت اولیاء اللہ کی درون پردہ) باتیں، بازار میں بیچنے کی باتیں نہیں ہیں۔ پس کسی بزرگ کی اگر کوئی بات (رحمت خداوندی سے کسی کو) معلوم ہو جائے تو اُسے بس اپنے ہی تک رکھنا چاہئے، عوام سے نہ کہنا چاہئے!"

حضرت خواجہ اجمیریؒ کے رازدار ہمارے زمانہ میں خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسنؒ سنجری اجمیری رضی اللہ عنہ (کے بعض خاص نسبتوں کا اور آپؓ کی) بعض خاص باتوں کا علم حق سبحانہ تعالےٰ نے ہمیں دیا وہ باتیں کسی کتاب میں نہیں ہیں (ہم نے اس راز کو راز ہی میں رکھا ہے) بعضے اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ اُن کے اور اللہ کے مابین کچھ رمز ہیں، جنھیں ہر شخص نہیں جانتا، حضرت خواجہ بزرگؓ کا بھی ایک خاص رمز ہے اور اللہ کے اور آپ کے درمیان ایک خاص معاملہ ہے (جس کا حق سبحانہ تعالےٰ نے ہمیں علم دیا) جب صاحب میاں کے والد حضرت اجمیرؒ (بارگاہِ اجمیر کے لئے) جانے کو تھے تو ہم نے اُن سے صرف اتنا کہا حضرت خواجہ بزرگؓ بہت بڑے بزرگ ہیں (آگے تم لوگ کیا سمجھو گے۔ بس) جاؤ اور زیارت کر آؤ! اُن کا ایک رمز ہے جو اُن کے اور خدا کے درمیان ہے، (کسی کو اس کا علم نہیں ہے) ہمیں (رحمتِ خداوندی سے) معلوم ہے لیکن ہم اس کو کسی سے بھی نہ کہیں گے!"

سیدنا میر ابو العلاؒ فرمایا: "(اسی طرح ایک خاص معاملہ سیدنا حضرت میر ابو العلاؒ کا ہے جو ہمیں معلوم ہوا) حضرت سیدنا میر ابو العلا (رضی اللہ عنہ) کے اوپر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک

خاص عنایت ہے!"

مخدوم الملک قطب وقت تھے فرمایا۔ "مخدوم الملک سیدنا حضرت احمد عبد الحق (رضی اللہ عنہ) اپنے وقت کے قطب تھے اس کا علم حق سبحانہ تعالےٰ نے ہمیں نصیب فرمایا۔ لوگوں نے سمجھا نہیں ہے (کہ حضرتؒ کی کیا شان ہے؟) ہم نے بنی رضا خاں سے کہا کہ ادھر کے لوگ حضرت مخدوم الملکؒ کی خدمت میں حاضری دیا کریں۔ (جو اُن کے لئے آسان ہے) ہم اس سے خوش ہوں گے، اور ہمارے جو مُرید یہاں نہ آسکیں۔ وہ رُدولی شریف بارہ بنکی حضرت مخدوم الملکؒ کی درگاہ میں حاضر ہو جایا کریں (حضرت قبلہؒ جس ذوق و محبت کے ساتھ اور حضرات پیران عظام کا عرس فرمایا کرتے تھے اسی ذوق و محبت اور خصوصیت کے ساتھ آپ ہر سال مخدوم الملکؒ کا عرس فرمایا کرتے تھے، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرتِ مخدومؒ میں اور ہمارے حضرتؒ میں کوئی خاص روحانی علاقہ ہے!)

راز کی حفاظت کرو! اس کے بعد آپ نے نہایت تاکید فرمائی کہ "(اسرار سربستہ الہیۃ سے) اگر کوئی بات اللہ جل شانہ معلوم کرا دے تو اُس (راز) کی کماحقہ (رازداری اور) حفاظت کیجائے!"

فرمایا۔ "ایک بار شاہ اصغر علی (مجذوب) ہمارے پاس آئے اور فرمایا ہمیں آپ کے والد (سیدنا حضرت شیخ العارفین) نے کہا ہے کہ غیب کی باتیں نہ کہا کرو۔ (امانت و رازداری کیا کرو) بس اب ہم کچھ نہیں کہتے (اور افشائے اسرار طبی میں کفُّ اللسان ہو گئے ہیں)

ہندوستان کے صاحب خدمت دو بزرگ جو ہندوستان میں غوث اور قطب اور صاحب خدمت ہوئے ہیں ان بزرگوں کے ساتھ اس سلسلہ عالیہ (قادریہ، چشتیہ، ابوالعلائیہ) کے بزرگوں کے تعلقات اور روابط روحانی کا تذکرہ فرماتے ہوئے ایک روز ارشاد فرمایا۔ "تم لوگ بس اتنا اعتقاد رکھنا کہ (اس زمانہ میں) ہندوستان میں دخل اب تمھارے پیران طریقت کا ہے! (اس دور کے صاحب خدمت وہ ہیں) اور باتیں انشاء اللہ آگے چلکر معلوم ہوں گی!!"

عورتوں کا سفر اور علاج اور بعض نصیحتیں

مظاہر اور پیارے میاں کو نصائح مارہرہ (ضلع ایٹہ) کے چودھری محمد یونس کی اہلیہ (جو نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین مرحوم کی عزیزہ تھیں اور سلسلۂ عالیہ سے تعلق رکھتی تھیں وہ عرصہ دراز سے علیل چلی آتی تھیں دُعا کے لئے دربار شریف میں حاضر ہوئیں اور بفضلہ تعالےٰ شفایاب ہوئیں "باب کرامات" میں یہ تذکرہ وضاحتہً لکھدیا گیا ہے۔ اس کے ایک عرصہ بعد پھر دوسرے مرض میں مبتلا ہوئیں، اطبا نے جواب دیدیا کہ اچھی نہیں ہو سکتیں اسلئے دوسری بار اپنے بیٹے پیارے میاں کے ساتھ پھر حاضر ہوئیں۔ اپنے بھائی مظاہر الاسلام کو پہلے سے بھیجا تھا

ان لوگوں سے جو ارشادات یہ لوگ لکھتے رہے بعض ارشادات کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

دماغ کی گرمی مظاہر الاسلام سے فرمایا۔ "آپ کی بہن کے متعلق ہم نے دور دز غور کیا۔ ان کے دماغ میں گرمی آگئی ہے جس کی وجہ سے دورے آتے ہیں (پس یہ مرض ہے) آسیب نہیں ہے، منھ پر پانی کے چھینٹے ڈالنے سے ہوش آجاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرض ہے (نہ کہ آسیب جیسا کہ تم لوگوں نے خیال کر رکھا ہے) اختناق الرحم (ہسٹریا) کی بیماری ہے، ابخرات دماغ کی طرف صعود کرتے ہیں (اور یہ مرض اعصابی ہے، اور اعصاب کا مرکز دماغ ہے) اسلئے جسم میں تشنج ہونے لگتا ہے، دورہ پڑ جاتا ہے۔ دہلی میں ان کے سر پر ٹھنڈے پانی کی پٹی باندھی گئی تھی یا نہیں؟
مظاہر الاسلام نے عرض کیا" حکیم اجمل خاں صاحب نے سِل اور دق تشخیص کی اور اسی مرض کی دوائیں تجویز کیں۔"
فرمایا۔ "جہانتک ہم نے خیال کیا اور ان کے دورے دیکھے ہم سمجھتے ہیں کہ انھیں سِل یا دق نہیں ہے ہسٹریا ہے اس مرض میں بھی تخیلات اور آدمیوں کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں (جس سے عوام آسیب زدگی کا یقین کر لیتے ہیں) کیا ان کے گلے میں ہمارے ہاتھ کا تعویذ ہے؟" انھوں نے عرض کی خادم کو اس کا علم نہیں، راضیہ خاتون (چھوٹی بچی جو مریضہ کے ہمراہ تھی) کو ارشاد ہوا کہ یہ تعویذ لے جاؤ اور مریضہ کے گلے میں ڈالدو۔ ہم پانی اور تیل پر پڑھ کے اور دَم کرکے دیدیں گے اُسے استعمال کروا دیا جائے"۔ مظاہر اور پیارے میاں دونوں نے عرض کی کہ" ڈاکٹر اور طبیب دونوں جواب دے چکے ہیں، حالت مایوسی کی ہے، ان کی زندگی اور موت حضور کی دعا پر ہے، فرمایا" اس وقت مایوسی کی کوئی بات نہیں ہے، حالت لا علاج نہیں ہے، ڈاکٹری یا یونانی علاج کرائیں اس سے انھیں آرام ہوگا۔ اور (ہمارے دَم کردہ) تیل اور پانی کا استعمال کرائیں، یوں موت تو سب کے لئے ہے، انبیاء اولیاء کو بھی بیماری اور موت ہے۔ ہم خود علیل ہیں اور بیمار ہوتے ہیں تو اپنا علاج کراتے ہیں۔" دوسرے دن پرسش بیمار فرمائی گئی۔ عرض کیا گیا کہ اب حالت بہتر ہے، فرمایا"کل ہماری بڑی بہن صاحبہ آئی تھیں اُس وقت مریضہ کے ہاتھ میں سخت درد تھا دیکھتے ہی اُنھوں نے ٹھنڈا پانی ڈالا اور درد میں اُسی وقت سکون پیدا ہوگیا اور مریضہ کو فوراً نیند آگئی۔ اُن کے مزاج میں گرمی ہے، ہم سے کہتی تھیں کہ میری گُدّی میں درد ہوتا ہے اور گرمی نکلتی ہے ہم نے (گُدّی پر) ہاتھ رکھدیا گرمی کم ہوگئی اور ٹھنڈک پڑگئی، ان کے خون میں گرمی آگئی ہے۔ خون میں گرمی اگر آجائے تو گُدّی میں درد پیدا ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی مرد دور رہا ہو (پس یقین کرلو کہ یہ مرض ہے آسیب نہیں ہے) آج ہم نے سُنا کہ وہ نہائی بھی تھیں۔ ہم نے کہا کہ سامنے کے تالاب سے پانی کا ایک لوٹا لے جاؤ اور اُن کے سر پر ڈالدو۔ اس سے اُن کے دماغ میں ٹھنڈک پڑجائیگی اور دورہ بند ہوجائے گا۔"

ٹھنڈے پانی کے فوائد فرمایا۔ "ہمارے ہاتھ اور شانہ میں درد رہا کرتا ہے۔ ہم دن میں دو بار ٹھنڈے پانی سے نہاتے ہیں اور ٹھنڈے پانی سے دھارتے ہیں اِس سے آرام معلوم ہوتا ہے" مظاہر الاسلام سے فرمایا۔ "پیارے میاں تو کچھ سمجھتے

نہیں ہم آپ سے کہتے ہیں کہ اپنی بہن کا علاج بھی کرا لیجئے۔ ہم نے تعویذ دیدیا اور پانی پر دم کر دیا ہے۔ بس اس پانی کو پلایئے اور جو تیل کہ ہم نے دم کر کے دیدیا ہے جسم پر اس کی مالش کیجئے۔ جہاں دُعا ہے وہاں دوا بھی ہے ہمارے گھر میں کوئی بیمار ہوتا ہے تو ہم بھی اس کا علاج کراتے ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا پیارے میاں اور ان کی والدہ کو موافق نہیں ہے، عورتوں کو زیادہ عرصہ تک پردیس میں رکھنا بھی مناسب نہیں سمجھتے ہیں، آپ لوگوں کو ہم جلدی رخصت کر دیں گے۔ جمعرات جمعہ تک روانہ ہو جائیں۔ آپ کو اپنی ہمشیر کا علاج کرانا پڑے گا۔ بابا! خدائی خدائی تو ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ خدائی کے اختیارات خدا نے کسی کو نہیں دیئے تو ہم بیچارے کیا کر سکتے ہیں۔ یہاں سے جاتے ہوئے بنارس (اپنے اقربا میں) ٹھہر کر علاج کرایئے مگر یہ کہدیجئے گا۔ ایسی دوا دیجائے جو کاسر ریاح ہو اور کسیقدر دست آور ہو۔ مگر زیادہ دست لانے والی نہ ہو۔ ورنہ کمزوری ہو جائے گی۔ جایئے ہم نے دعا کر دی ہے اچھی ہو جائینگی انشاء اللہ۔" آپ نے (اپنے بہنوئی یونس میاں کا دو سو روپیہ اس سفر میں فضول خرچ کرایا۔ بس ایک خط بھیجدینا تھا، اور (زیادہ سے زیادہ یہ کرنا تھا) کہ دس ۱۰ روپے فاتحہ اور نیاز کے لئے بھیجدیتے۔ ہم دُعا کرتے (جس طرح کہ اب ان کے لئے دُعا کرتے ہیں) ہم کوئی طبیب تو نہیں ہیں ہم خود بھی اپنا علاج بیمار ہونے پر کرتے ہیں۔ ہمارے لڑکے (احمد میاں مرحوم) اور ہماری اہلیہ (حفاظت میاں کی ساس) کا انتقال ہوا۔ ہم کچھ نہ کر سکے۔ خدا کی خدائی ہمارے اختیار میں نہیں ہے، جو خدا کو منظور ہو۔ وہی ہوتا ہے۔ ہمیں معلوم ہو گیا تھا کہ حفاظت میاں کی ساس نہیں بچیں گی تب ہم نے دوا بھی چھوڑوا دی تھی (کہ دوا کی بھی تکلیف کیوں دی) جاؤ اپنی بہن کا علاج کراؤ۔ ان کا کوئی عضو خراب نہیں ہوا ہے۔ انشاء اللہ اچھی ہو جائینگی۔"

پیارے میاں کی والدہ نے روانگی کی بات سنکر کہا کہ مظاہر الاسلام کو تو اب رخصت کر دیا جائے کہ وہ پہلے سے آئے ہوئے ہیں اور میں اپنے لڑکے کے ساتھ یہاں کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد چلی جاؤں گی۔ فرمایا۔ "ہم نے اُنھیں تو کوئی جواب نہ دیا کیونکہ ہم ہر ایک بات کو سوچتے ہیں، مگر اب آپ سے کہتے ہیں کہ ہم اُنھیں آپ ہی کے ساتھ رخصت کریں گے پیارے میاں کے ہوش و حواس درست نہیں ہیں (وہ ابھی لڑکے ہیں) اور آپ کی بہن بیمار ہیں۔ سفر دور دراز کا ہے۔ یہ ہی مناسب سمجھتے ہیں کہ سب کو ایک ساتھ رخصت کر دیں۔"

سفر کی ممانعت | مظاہر الاسلام سے ارشاد ہوا۔ "ہم آپ کو سمجھائے دیتے ہیں۔ ہمیں اس کا بہت افسوس ہوا کہ آپ کی بہن اس حالت میں یہاں آئیں اور اتنا سفر دور و دراز اختیار کیا وہیں سے ایک خط لکھدیتے۔ ہم یہاں سے دُعا کر دیتے (جو خدا کو منظور ہے ہو جاتا) وہاں سکندر شاہ سے اور سب سے کہدینا کہ ایسی علالت کی حالت میں ہم کسی کا آنا پسند نہیں کرتے، عورت کیا مردوں کو بھی (ایسی بیماری کی حالت میں) سفر نہ کرنا چاہیئے۔ بس خط بھیجدیا جائے ہم دعا کر دیں گے۔ قریب کے جو لوگ ہیں (اور بیماری میں چلے آتے ہیں) ان کی اور بات ہے مگر اتنے دور دراز مقام سے ایسی حالت میں عورتوں کا آنا ٹھیک نہیں ہے۔ معلوم نہیں کیا حادثہ ہو جائے فضول بدنامی ہو۔ ہمارے

قبضہ میں حیات ہے نہ موت۔ عورتوں میں اگر کوئی بیمار نہ ہو، اور زیارت کو دل چاہے تو خیر (محرم کے ساتھ) آسکتی ہے۔

اختیار خداوندی ہمارے قبضہ میں کچھ نہیں ہے، ہماری روح بھی اللہ کے قبضہ میں ہے۔ جب خود ہماری روح اللہ کے قبضہ میں ہے تو پھر دوسرے کی روح ہمارے قبضہ میں کس طرح ہوسکتی ہے ؎

فاعلِ مختار ہے اللہ جو چاہے کرے　　بندہ بیچارہ سراپا عاجز و مقہور ہے

ہمارے قبضہ میں نہ صحت و علالت ہے، نہ موت و حیات ہے۔ جب مریضہ کو دورے پڑے تو ہم بہت ڈر گئے تھے (کہ اللہ بے نیاز ہے) خدا نے بڑا رحم کیا۔ آئندہ کبھی ایسا نہ کیا جائے۔ اگر دُعا سے سب اچھے ہو جائیں تو پھر کسی کو موت آئے!

قضا دو طرح کی ہے فرمایا۔ "قضا (موت) دو قسم کی ہے، ایک قضا مبرم ہے، دوسری قضا معلق ہے۔ موت مبرم (کا وقت آجائے تو اِس) کے لئے دُعا نہیں ہے، اس میں دُعا کچھ نہیں چلتی۔ قضا معلق میں البتہ دُعا سے (موت ٹل سکتی ہے)"

مریضہ کی شفایابی اس بار بھی آپ کی دُعا سے ان مریضہ کو موت کے چنگل سے رہائی ملی۔ جب وہ حاضر ہوئی تھیں، حالت نہایت زار و نزار تھی، مگر اس کے باوجود کہ بہت جلد رخصت کردی گئی تھیں ان کی حالت قابل سفر ہو گئی۔ اس قافلے کے پاس واپسی کے لئے صرف راہ کم ہو گیا تھا سو روپے تار پر منگانے والے تھے۔ آپؒ نے روک دیا کہ روپیہ کی طرف سے تردد نہ کیجئے ہم انتظام کردیں گے، سہولت سے واپسی اِس روپے کی کردینا۔ چنانچہ روپیہ عطا ہوا۔ پھر یہ لوگ رخصت کردیے گئے بنارس میں ان لوگوں نے دس روز ٹھہر کر بتعمیل ارشاد مریضہ کا علاج کیا، بالکل تندرست ہو گئیں۔ ان کے آئندہ سفر کی ممانعت صراحتاً فرمادی گئی تھی۔ اور قضائے مُبرم اور قضائے معلق کی تشریح میں اِس امر کا ایک صاف اشارہ بھی فرمادیا تھا کہ آئندہ بیمار ہوں تو سفر نہ کریں کہ دُعا قضائے مُبرم کے واسطے نہیں ہے یعنی اب قضائے مُبرم کا سامنا ہے قضائے معلق کا نہیں!

نصائح اور معانی کا ایک باب ارباب غور و فکر کے لئے پیارے میاں، اُن کے والدین اور بعض خاص عزیز یہ سب شاہ بدیع العالمؒ سے مُرید تھے پیارے میاں کی والدہ پہلی بار حاضر ہوئیں تو اتفاق وقت سے دربار شریف میں شاہ بدیع العالم مع اپنے متعلقین کے حاضر ہوئے اور وہاں ان سب کی ایک دوسرے سے ملاقات ہو گئی۔ جب پیارے میاں کی والدہ اچھی ہو گئیں اور رخصت کا حکم ہوا تو اُنھوں نے شاہ بدیع العالم کے مکان پر (جو دربار عالی سے دس گیارہ میل کے فاصلہ پر ہے) جانے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ "پیر صاحب اور اُن کے گھر والوں سے تم سب کی یہیں ملاقات ہو چکی۔ اب اُن کے مکان پر جانا کس کی ملاقات کے لئے ہے؟ کیا در و دیوار سے ملنے کے لئے؟ جو ملاقات کہ ہو چکی بس کافی ہے۔ تمھارے پیر صاحب قرضدار ہیں۔ تم لوگوں کی خاطر داری میں اور قرضدار ہو جائیں گے، ان وجوہ سے تم لوگوں کا وہاں نہ جانا ہی بہتر اور مناسب ہے" مگر پیارے میاں کی والدہ پر یہ سب نصیحت گراں گذری۔ اگرچہ کالی پور (شاہ بدیع العالم کے مکان پر) اُس وقت تو نہیں گئیں مگر بعد کو شاہ صاحب

سے خط و کتابت کے بعد یہ رائے قایم کی کہ اب اگر دربار شریف حاضر ہوں تو کالی پور ہوتے ہوئے تاکہ اس کی نوبت ہی نہ آئے کہ کالی پور جانے کی آپ ممانعت فرمائیں۔ تیسری بار یہ خاتون گردش آفات سے پھر بیمار ہوئیں اور محرم کے ہمراہ کالی پور پہنچیں، اگرچہ طاقت سفر بالکل نہ تھی، حالت نازک تھی لوگوں نے کھٹولے پر ڈال کر انہیں ریل اور جہاز اور کشتی سے اُتارا اور چڑھایا، اور شہر چاٹگام سے کالی پور جاتے ہوئے تو سخت مصیبت کا سامنا ہوا، بارش اور ہوا کا طوفان آیا ایسی مصیبت و تکلیف کا سامنا ہوا کہ مرض میں اور اشتداد پیدا ہوا۔ کالی پور ہو کر وہ دربار شریف میں حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا: "تم نے کالی پور جا کر اپنے پیر صاحب کو کیا نفع پہنچایا، اور خود تمھیں کیا آرام ملا؟" اس سے خادموں نے سمجھ لیا کہ یہ نافرمانی ان عزیزہ سے ایک سخت قصور سرزد ہوا خدا رحم کرے۔ اوّل بار بالکل تندرست ہو کر اپنے مکان پہنچ گئیں دوسری بار بھی برکت دُعا سے صحتیاب ہوئیں اور دوسری بار ان کے لئے مندرجۂ بالا ارشادات ہوئے جن کا مطلب ظاہر تھا کہ مرض کی حالت میں اب سفر نہ کریں ورنہ موت کا سامنا ہے (مثلاً فرمایا) ایسی علالت میں کیوں آگئیں۔ بس ایک خط لکھ دینا تھا آیندہ خط لکھ دیا جائے"۔ "آیندہ ایسا نہ کرنا کہ چلی آئیں) خدا جانے کیا حادثہ پیش آئے اور فضول بدنامی ہو۔ اگر دُعا سے سب اچھے ہو جائیں تو پھر کسی کو موت نہ آئے!" موت دو قسم کی ہے۔ معلق اور مبرم۔ قضائے مبرم میں دُعا کچھ نہیں چلتی" وغیرہ وغیرہ۔ بس ان خاتون سے قصور تو یہ ہوا کہ ایسی صریح ممانعت کے باوجود انھوں نے نہایت نازک حالت مرض میں سفر کیا۔ اس سفر پر آپ نے خفگی فرمائی کہ "ہم نے تو منع کر دیا تھا پھر سفر کی تکلیف کیوں اٹھائی خود آنے کی بجائے ایک خط بھیج دیتیں خود کیوں آئیں"۔ دوسرا قصور ان سے یہ ہوا کہ ممانعت کے باوجود کالی پور گئیں بجائے آرام کے تکلیف پائی (مرض زیادہ شدت اختیار کر گیا) اب ان مریضہ کی حالت روز بروز خراب ہوتی گئی، مشیت خداوندی یہی تھی۔ اس بار صحتیاب نہ ہوئیں، اور وہیں انتقال ہوا۔ مگر ان کے ان سفروں نے اور ان کے متعلق جو ارشادات ہوئے اُنھوں نے معانی اور نصائح کا ارباب طریقت کے غور و فکر کے لئے ایک دفتر چھوڑا۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

اس واقعہ میں جن متعدد کرامات کا آپ سے ظہور ہوا ظاہر ہیں۔

لا تبدیل لکلمات اللہ زبان مبارک پر جو جاری ہوتا وہ اکثر کلماتِ غیب ہوتے تھے۔ اور کلماتِ الٰہیہ نہیں بدلا کرتے بس جو جس کے لئے فرما دیا وہ ہو کے رہا۔ کرم خسروانہ اور شفقت پدرانہ سے ہر ایک کے لئے صراحتاً و اشارتاً ہر طریقہ سے وہ سب کچھ فرما دیا جاتا تھا جس میں اُس کے لئے فلاح دین و دنیا مضمر ہوتی تھی۔ جنھوں نے خیال کیا اور یاد رکھا اور راہ مرضیات پر چلے بفضلہ کامیاب ہو گئے۔ اور جس نے خود رائی اور غفلت کی۔ اور بھولا، اور کوتاہی اور تقصیر کرتا رہا حصول مرام سے رہ گیا کہ ہمیشہ سے سنت اللہ یہی چلی آئی ہے!

بعض کرامات

قطب العالمین بدر الملۃ والدین سیّدی و مولائی حضرت فخر العارفینؓ

واضح ہو کہ ذات مقدس کے محاسن بے شمار اور مناقب لاتعدُّ اور کرامات لاتحصٰی اس سے بالاتر ہیں کہ کوئی انسان اپنے فہم و عقل سے ان کے علوشان کو سمجھے اور بیان کرے۔ اس ذات پاک سے بیشمار کرامات کا ظہور قدرت و تصرفات الٰہیہ سے ہوا ہے۔ اگرچہ اخفائے کرامت اور اسرار الٰہیہ کی پوشیدگی اور ہر طرح کی شہرت سے احتراز کلّی ہمیشہ آپ کا عمل اور آپ کا طریقہ و دستور رہا ہے لیکن واللہ غالبٌ علیٰ امرہٖ تصرفات الٰہیہ اور مرضیات ربانیہ سے کرامات عظیمہ کا صدور ہوتا رہا۔ جس کا بیان اپنے موقع پر آئے گا لیکن آپ کی خواہش ایسے تصرفات عظیمہ اور کرامات جلیلہ کے ظہور پر بھی یہ ہی رہی کہ یہ واقعات مخفی رہیں۔ چنانچہ خدام و غلامان سے بارہا فرمایا کہ "یہ باتیں ہماری زندگی میں کہی جائیں! ہمیں اپنی گمنامی کے لالے پڑے ہیں!!"

آپ بالذات پوشیدگی اور بالطبع گمنامی کو عزیز رکھتے تھے۔ بہر حال حقیقت یہ ہے کہ حضور کے مدارج فہم و ادراک بشری سے بالاتر ہیں۔ خداوند قادر مطلق نے موہبات لامتناہی اور عطایائے سرمدی کا جو فیضان اس قلب اطہر پر جاری فرمایا، وہ لاعینٌ رأت، ولا اذنٌ سمعت (نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا) پس کس کی تاب و طاقت ہے کہ ان کے فہم و ادراک اور بیان و اظہار کی جرأت کرے ؎

تراچنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند　　بقدر ہمت خود ہر کسے کند ادراک

اس کمترین درگاہ نے اپنے حصائے قوت کے بقدر جو دیکھا اور زبان مبارک سے جو سنا اور یاران معتمدین و صادقین سے جو دریافت ہوا انضباط تحریر میں لایا۔ اور جس قدر ظاہر کر سکا اس کتاب میں لکھا۔

برکت طعام | از آنجملہ یہ ہے کہ حضرت قدس سرہٗ الاصفیٰ نے ابھی سجادۂ جہانگیری پر جلوہ ظہور نہ فرمایا تھا، اور نہ اس وقت تک کسی کو بھی مرید و تلقین فرمایا تھا اس زمانہ کے واقعات ہیں جن میں سے ایک واقعہ اپنا مشاہدہ مولوی محمد مبین الحق صاحب مقیم کانپور نے یہ بیان فرمایا۔

آپ ضلع چاٹگام کی بستی ہرالا میں ایک دعوتِ فاتحہ کی تقریب میں تشریف لے گئے۔ بندہ بھی ہمرکاب تھا اس تقریب میں غوث الثقلین محبوب سبحانی قطب ربانی سید محی الدین حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی فاتحہ ایک شیرینی پر جسے چیاساد کہتے ہیں دلائی گئی تھی، فاتحہ ہو چکی تو صاحب خانہ نے اس عقیدت کی وجہ سے کہ ہمارے حضرتؓ ان کے

مخدوم زادے میں درخواست کی کہ آپ اس تبرک کی تقسیم دست مبارک سے فرمائیں تاکہ اصحاب بہرہ یاب کے لئے یہ شئے نورٌ علیٰ نور ہو جائے۔ آپ کو حضرت غوث الثقلین سے بدرجۂ کمال محبت و عقیدت تھی اور جس چیز کا تعلق اور واسطہ اور انتساب کہ ذاتِ پاک حضرت غوث الاعظم سے ہو اُس کے ساتھ آپ کو خاص ذوق و شغف ہمیشہ سے تھا اس لئے آپؒ نے صاحب خانہ کی اس درخواست کو حسن اخلاق سے منظور فرمایا اور نماز ظہر کے بعد سے اس شیرینی کی تقسیم دست مبارک سے شروع فرمائی، لوگوں کا بہت ہجوم تھا اور اس مجلس کے حاضرین کئی سو آدمی تھے۔ آپ نے ہر ایک کو اتنا تبرک دیا کہ وہ آسودہ ہو گیا بعض اپنا حصہ گھر بھی لے گئے، اور حاضرین میں سب کو اُن کا حصہ پہنچا۔ کوئی باقی نہ رہا، اس وقت دیگ کو دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اب تک نصف کے بقدر بھی خالی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد حضرتؒ نے نماز عصر ادا فرمائی اور نماز کے بعد دوسری بار تقسیم تبرک کی شروع فرما دیا۔ تقسیم ثانی کا یہ سلسلہ بھی دیر تک جاری رہا اور ہر ایک کو دُہرا حصہ پہنچ گیا تاہم دیگ خالی نہ ہوئی۔ جو لوگ کہ فہمیدہ تھے اب سمجھے کہ دیگ کا خالی نہ ہونا یہ آپؒ کی برکت و کرامت ہے اور جو تقسیم کہ آل رسولؐ اور اولاد بتولؑ قاسم رحمت کے دستِ مبارک سے ہو وہ تو یوں ہی ہوتی رہے گی۔ اب وقت مغرب قریب آیا اور ختم اکبر اور فاتحہ کے سلسلے میں دوسرے کام جنھیں آپؒ کی حضوری میں ہونا تھا باقی تھے۔ پس صاحب خانہ اور دوسرے لوگوں نے درخواست کی کہ یہ تقسیم اور کسی کو سپرد فرمائی جائے۔ شام قریب ہے ابھی دوسرے کام بھی ہیں۔ حضور مجلس میں تشریف لے چلیں، آپؒ نے دیگ کو اسی حال پہ چھوڑا اور مجلس میں تشریف لے گئے۔

بیس آدمیوں کا کھانا اور ساٹھ آدمی

ازانجملہ۔ اسی گاؤں (دہرالا) کا ایک دوسرا واقعہ ہے جس کے چشم دید راوی یہی مولوی مبین الحق صاحب ہیں کہ حضرت قبلہؓ جب اس موضع میں تشریف لائے تو لوگوں کی طرف سے دعوتوں کا ایسا سلسلہ جاری ہوا کہ کئی روز گذر گئے اور ختم نہ ہوا۔ اسی وجہ سے آپؒ نے یہاں چند روز زیادہ قیام فرمایا کہ خاطرِ اقدس کو دل شکنی کسی کی بھی گوارا نہ تھی۔ گرد و نواح کے زائرین اور اہل حاجت (یہ سُنکر کہ حسنِ اتفاق سے آپ اس مقام میں تشریف فرما ہیں) زیادہ تعداد میں آنے جانے لگے۔ کھانے کے وقت یہ حال ہوتا کہ دو دو سو آدمی دسترخوان پہ ہو جاتے۔ جس گھر میں آپ کی دعوت ہوتی وہاں سب حاضرین مجلس مدعو کئے جاتے اور سب کو آپ ہی کا مہمان سمجھا جاتا۔ اس بستی میں ایک عقیدتمند بہت غریب آدمی تھے۔ اُنھوں نے بھی حضرت قبلہؓ کی دعوت کی، مگر آپ اُن کی غربت و ناداری سے واقف تھے، اس لئے آپؒ نے اُن سے فرمایا کہ ابھی ہماری دعوت ملتوی رکھئے کیونکہ مسافر و مہمان زیادہ ہیں جس دن کہ لوگ زیادہ نہ ہوں اُس روز ہمیں آپ کھانا کھلا دیں۔ وہ راضی ہو گئے۔ مگر کئی روز گذر گئے اور ایسا مناسب وقت اُن کو نہیں ملا۔ یہانتک کہ اس بستی سے آپکی روانگی کا دن آگیا۔ اس روز اتفاقاً آدمی بھی کم رہ گئے۔ آپؒ نے وقت ظہر اس عقیدتمند سے فرمایا کہ آج شام کا کھانا ہم آپ کے گھر کھائیں گے، اس وقت یہاں آپکے مہمان ہمراہی بیس آدمی تھے، ان کو دیکھکر اس قدر کھلانے کا جو اتنے لوگوں کو کافی ہو داعی نے انتظام کیا۔ مگر مغرب کے وقت تیس آدمی ایک گاؤں سے اور تھوڑی دیر بعد دس آدمی دوسری

بستی سے آگئے۔ صاحب خانہ نے انتظام طعام میں مہمانوں کا کیا تھا، اور اب سائٹھ آدمی ہو گئے، صاحب خانہ کو تردد ہوا۔ مگر آپؒ نے اُن سے فرمایا کہ آپ کچھ اور بندوبست نہ کریں جتنا کھانا تیار ہوا ہے بس اُسی کو لیں آئیں۔ البتہ کھانا برتنوں میں اُس وقت نکالا جائے جبکہ ہم آپ کے گھر پہنچ جائیں۔ اور اس عقیدت مند کے مکان پر پہنچکر آپؒ نے ایک چادر اور ایک رومال یہ دو کپڑے جو لبوس مبارک سے تھے دیکر فرمایا کہ ان سے کھانا ڈھانک دیا جائے۔ اور میں بیس آدمیوں کے حصے کر دیے جائیں۔ جب بیس آدمیوں کی ایک جماعت کھا چکے تو اس کے بعد دوسری جماعت کو کھلایا جائے، اور ہم خود اُس وقت کھانا کھائیں گے جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو جائیں گے۔ اسی انتظام کے موافق کھانا کھلایا گیا۔ جب سب نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھالیا تو ارشاد فرمایا۔ اب گھر کے آدمیوں کو کھلا دیا جائے جب یہ بھی ہو چکا تو آپؒ نے فرمایا اب ہم کھانا کھائیں گے۔!

دیگچی سے پردہ اُٹھا کر دیکھا گیا تو ماجرائے عجیب وغریب یہ نظر آیا کہ دیگچی کے اندر آدھا کھانا باقی تھا۔ سبحان اللہ! یہ واقعات اوائل ایام کے ہیں ؎

ایں کہ دیدی مراتب جزوی است　　کارِ کلّی ہنوز در قدر است

۱۵ سیر چاول اور ایک ہزار آدمی

ازانجملہ ایک یہ واقعہ ہے جسے خادم علی صاحب نے فرمایا۔ محرم الحرام کی شب عاشورا کا تذکرہ ہے کہ دربار شریف میں حسب شدآمد قدیم سید الشہداء امام عالیمقام سیدنا حضرت **امام حسین علیہ السلام** کی نیاز و فاتحہ تھی اور وہ دردناک نظم جس میں شاعر دربار جناب عبدالجلیل صاحب شفقدار مرحوم نے مظلومی اہلبیت اطہارؑ اور حادثۂ عظمیٰ اور شہادت کبریٰ کے واقعات منظوم کئے تھے اپنے معمول کے مطابق آپ مجلس میں سننے والے تھے (جس مجلس عزا کو اس نواح میں زاری کہتے ہیں) اور اس سالانہ نیاز میں شہدائے کربلاؑ کے ایصال ثواب و فاتحہ کے لئے حسب معمول پخت طعام بھی کی گئی تھی اور پندرہ[۱۵] سیر چاول اور ایک بکری کے گوشت کا نفیس پلاؤ پکایا گیا تھا جسے مطبخ کے مہتمم نے دربار شریف کے موجودہ لوگوں کے لئے کافی سمجھا تھا لیکن شام کے وقت قرب وجوار سے بے وہم و گمان صدہا آدمی اس مجلس مبارک میں شریک ہونے اور بیان شہادت سننے کی غرض سے آگئے، ابھی مجلس مبارک شروع نہ ہوئی تھی کہ یہ حکم صادر ہوا۔ پہلے سب لوگوں کو کھانا کھلا دیا جائے۔ ہم زاری اس کے بعد سنیں گے! خادم علی صاحب نے عرض کیا کہ پخت طعام صرف ایک بکری کا گوشت اور صرف پندرہ[۱۵] سیر چاول ہیں اور مجمع اتنا کثیر ہے اور رات کا وقت ہے اس وقت اتنا سامان بھی موجود نہیں ہے کہ اتنے زیادہ لوگوں کے لئے فوری طریقہ سے کھانے کا انتظام کیا جائے، **مگر حضرت قبلہؒ** نے اس معروضہ پر التفات نہ فرمایا۔ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی حکم صادر ہوا کہ سب لوگوں کو کھانا کھلا دیا جائے۔ اس حکم ثانی پر منتظمین طعام داری نے سمجھ لیا کہ بلحاظ مجمع کثیر اس طعام فاتحہ کے کم ہو جانے کا اندیشہ اور طعام قلیل و مجمع کثیر کے عدم توازن کا معاملہ یہ صرف ہماری عقل ونظر کی کوتاہی ہے اور حضرتؒ کا منشائے مبارک

یہی ہے کہ اسی تھوڑے سے کھانے سے ہم اس جم غفیر کی طعام داری شروع کر دیں کوئی جدید انتظام نہ کریں اور کسی طرح کا اندیشہ و تردد اپنے جی میں نہ لائیں۔ یہ خدام منتظمین آپ کے سخن شناس اور مزاج داں تھے، بات ان کی سمجھ میں آگئی کہ آج قدرت کاملہ الٰہیہ کا کوئی تازہ کرشمہ ظاہر ہونے کو ہے۔ اور لوگوں کو صف بہ صف بٹھا کر انھوں نے کھلانا شروع کر دیا۔ سب نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ اور (اس کے بعد) آپؓ نے منتظمین سے حجرہ شریف سے پکار کر دریافت فرمایا: تم لوگوں نے کھانا کھا لیا ہے یا ابھی نہیں کھایا؟ عرض کیا گیا ابھی منتظمین باقی ہیں، ارشاد ہوا۔ تم لوگ بھی کھا پی کر فارغ ہو جاؤ ہم سب کے بعد کھانا کھائیں گے۔ یہ منتظمین دس پندرہ اصحاب تھے، جب یہ بھی کھا چکے تو فرمایا کہ بقیہ کھانا اندر حویلی شریف میں بھجوا دیا جائے، ہم وہاں جا کر کھائیں گے اس کے بعد آپ حویلی شریف میں تشریف لے گئے اور وہاں کھانا تناول فرمایا، اور طعام قلیل کو اس مجمع کثیر میں اتنی برکت اللہ جل شانہٗ کی قدرت کاملہ سے حاصل ہوئی کہ باہر اور اندر سب نے کھا لیا پھر بھی دیگ میں تھوڑا کھانا باقی رہا۔ اندازہ کیا گیا تھا کہ جو لوگ دربار شریف میں پہلے سے موجود تھے، اور جو دفعتاً آگئے سب مل کر یہ ایک ہزار سے کم آدمی نہ تھے۔

برکتِ طعام کے واقعات روزانہ | اس قسم کے واقعات بہت ہیں اور برکت طعام کا مشاہدہ تو بار بار ہوا کرتا جس کی تفصیل یہ ہے کہ روزمرہ پخت طعام حویلی شریف میں ہوا کرتی تھی، ہر صبح و شام معمولاً قبل طعام حویلی شریف سے خادمہ آکر دریافت کرتیں اس وقت کھانے والے کتنے لوگ ہیں؟ اور جتنے لوگ موجود ہوتے اُن کی تعداد بتا دی جاتی اور اندازہ اسیقدر لوگوں کے لئے حویلی شریف میں پخت طعام ہو جاتی اور اسیقدر کھانا آجاتا جسقدر کھانے کے لئے اطلاع دی گئی تھی۔ لیکن ہمارے حضرتؓ کا دسترخوان وسیع اور لنگر عام تھا۔ اور وارد و صادر مہمان و مسافر سب کے لئے تھا۔ قریب و بعید سے خدام و مریدین اور اہل حاجت خاص و عام ہر روز آتے رہتے تھے اور دستور شریف تھا کہ کھانے کے وقت جتنے لوگ موجود ہوتے سب دسترخوان پر بٹھا دیے جاتے تھے، اور جتنا کھانا حویلی شریف سے آتا سب کو کافی ہو جاتا، بارہا دیکھنے میں آیا کہ حویلی شریف سے مثلاً بیسؔ آدمیوں کا کھانا آیا اور کھانے کے وقت تیسؔ، چالیسؔ، یا پچاسؔ آدمی ہو گئے یہی کھانا سب کیلئے کافی ہو جاتا۔

سولہ سیر کا من | ایک روز ارشاد ہوا۔ "ہمارا من سولہ سیر کا ہے!" یعنی سب جگہ ایک من کھانے میں جتنے لوگوں کا پیٹ بھرتا ہے یہاں اتنے آدمی سولہ سیر کھانے میں آسودہ ہو جائیں گے۔

ضرورت کے وقت غیب سے سامان | اور ایک خاص معاملہ جو بار بار ہزار ہا لوگوں نے دیکھا۔ یہ تھا کہ ضرورت کے وقت بس آپؓ کے خیال اور توجہ کے ساتھ معاً غیب سے سامان پیدا ہو جاتے تھے۔ ادھر آپ نے کسی چیز کا خیال فرمایا کہ اس وقت فلاں چیز ہوتی اُدھر فوراً ہی کوئی نہ کوئی شخص اُس چیز کو لیکر آجاتا۔

از انجملہ یہ ہے کہ ایک بار آپؓ کی صاحبزادی صاحبہ محترمہ رات کے کھانے کے بعد اپنی سُسرال کے لئے رخصت ہونے کو تھیں آپ نے صاحبزادی صاحبہ کے متعلق فرمایا۔ "اچھا ہوتا کہ ہم ان کو آج مچھلی کھلاتے"۔ یہ فرماتے ہوئے آپؓ مسجد شریف میں ادائے نماز مغرب کے واسطے داخل ہوئے۔ نماز کے بعد آپ واپس تشریف لا رہے تھے کہ مسجد کے باہر میدان میں ایک

اجنبی شخص کو دیکھا گیا کہ ہاتھ میں مچھلی تھی اور آپؒ کا منتظر تھا۔ آپؒ کو دیکھتے ہی قدم بوس ہوا اور مچھلی کو پیش کیا۔ آپؒ نے یہ مچھلی خود دستِ مبارک میں لیکر ایک خادم سے (جو مسجد شریف سے آپ کے پیچھے پیچھے چلا آتا تھا) خوش ہو کر فرمایا "یہ مچھلی ذرا ہم خود جاکر گھر میں دے آئیں، اسے ہمارے مولا نے ہمارے لئے بھیجا ہے! (یہ ایک تعلیم تھی کہ خداوندی نعمت میسر ہو تو ایسی قدر کیجائے) چنانچہ بجائے اس کے کہ آپ کسی خادم کو سپرد کرتے کہ وہ جاکر خادمہ کے حوالہ کرے آپ مچھلی کو لئے ہوئے بنفس نفیس حویلی مبارک میں گئے اور اس کام سے فارغ ہوکر اپنے معمولات بین المغرب والعشاء کو آپؒ نے پورا فرمایا۔

وقت کے وقت کھانا آگیا ازانجملہ یہ کہ ایک شام کا واقعہ ہے کھانے والے کم تھے کھانا اتنا ہی پکایا گیا جو اتنے آدمیوں کیلئے تھا مگر ٹھیک کھانے کے وقت پر دفعتہً زیادہ لوگ آگئے، ارشاد ہوا "کوئی انتظام نہ کرو!" ذرا دیر کے بعد یہ دیکھا کہ ایک گاؤں سے کچھ لوگ آئے جن کے ساتھ عمدہ عمدہ کھانے تھے۔ جو خدمت پاک میں پیش کئے گئے۔ فرمایا "یہ کھانے دستر خوان پر چنے جائیں۔ تاکہ سب لوگ کھائیں اور یہ کھانے اسقدر کافی ثابت ہوئے کہ سب لوگوں نے کھائے پھر بھی انکا بہت سا حصہ بچ رہا۔

شیرینی فوراً آگئی ازانجملہ یہ کہ ایک شخص کو شیرینی سے بہت رغبت تھی وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ انھیں شیرینی کھلاتے، لوگ اکثر آپ کی خدمت میں شیرینی لایا کرتے تھے۔ ایک بار یہی شخص خدمت میں آئے۔ اس وقت آپ کہیں باہر تشریف لے جارہے تھے، ان سے فرمایا "یہیں ٹھہرے رہنا، آج شیرینی کے جتنے دونے آئیں گے وہ سب تمھارا حصہ ہونگے" وہ خوش ہوئے کہ آج تو بلاشرکتِ غیرے خوب مٹھائی کھانے میں آئے گی۔ دو گھنٹہ تک بیٹھے رہے مٹھائی کا ایک دونا بھی نہ آیا۔ دو گھنٹے بعد آپ تشریف لائے مسکراکر ان سے پوچھا "کیا آج بلاشرکت ہی مٹھائی کھائی؟" انھوں نے عرض کیا "مٹھائی آئی نہ کھائی۔ فرمایا "اچھا! اب کھالینا"۔ آپ کے فرمانے کی دیر تھی کہ مٹھائی کے یکے بعد دیگرے دونے آنے شروع ہوگئے اور ایک سلسلہ آنے والوں کا قایم ہوگیا۔ دروازہ کھل گیا۔ گویا لوگ باہر منتظر ہی کھڑے تھے کہ دروازہ کھلے تو آئیں۔ یہ واقعہ غازیپور کا ہے۔ جبکہ آپ وہاں "مدرسہ چشمہ رحمت" میں صدر مدرس تھے۔

ضرورت کے وقت روپیہ موجود ہوا ازانجملہ یہ کہ دربار شریف کے قریب ایک قصبہ ہے جہاں ہر جمعرات کو بازار لگتا ہے قرب جوار کے لوگ آتے اور خورد نوش کی چیزیں خرید لیتے ہیں۔ ایک بار ایسا ہوا کہ بازار کا وقت قریب آیا اور تحویل خالی تھی آپ نے خیال فرمایا کہ روپیہ موجود نہیں ہے پنجشنبہ کو بازار کہاں سے ہوگا یعنی اشیائے خورد و نوش کہاں سے منگائی جائیں گی۔ مگر بدھ کے دن دو منی آرڈر چار روپے کے آگئے۔ آپ نے فرمایا "لو! خدا نے بازار کا سامان کردیا" ایسے واقعات بارہا ہوتے رہے کہ ٹھیک وقت پر سامان ہو جاتا تھا۔

ضرورت مہمان کا غیب سے سامان ہوا ازانجملہ یہ ہے کہ غازیپور کے دو ملاقاتی صاحبان کہ داخل سلسلہ طریقت نہ تھے، آپؒ کے مہمان ہوئے رخصت کے وقت انھوں نے بیس روپے کی خرچ راہ کے لئے ضرورت ظاہر کی، یہ زمانہ قریب ترک ملازمت کا تھا اور گذارہ بھی تنگی سے ہوا کرتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے ان کے سوال کو رد کرنا گوارا نہ فرمایا کہ وہ آپ کے مہمان تھے

یہاں اور کسی سے ان کی جان پہچان اور رسم وراہ نہ تھی بس آپ مزار شریف پر تشریف لے گئے اور زیارت سے فارغ ہو کر اپنی جگہ پر آکے بیٹھ گئے، اُسی وقت ناگہاں ایک شخص آئے اور بیس روپے نذر پیش کی۔ آپ نے فوراً یہ سب روپیہ دونوں مہمانوں کے حوالہ کیا۔

مہمان کی مرغوب و پسند غذا بن گئی | ازانجملہ یہ ہے کہ حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم دہلوی نے ازراہ حسن عقیدت نواب صاحب دوجانہ کے داروغہ محمد سعید خاں کو اس استدعا کے ساتھ پیش کرایا کہ نواب صاحب کا ایک ہی لڑکا ہے جو کچھ نہ کچھ بیمار رہا کرتا ہے۔ نواب صاحب کے اور بچے اس سے پہلے فوت ہو چکے ہیں۔ لڑکے کی تندرستی اور درازی عمر کی دعا فرمائی جائے محمد سعید خاں بیان کرتے تھے کہ جس روز میں دربار شریف میں حاضر ہوا خدا نے اُسی دن مقصد سفر میں کامیاب کر دیا فرمایا جاؤ! ہم دُعا کرتے ہیں، اور میرے لئے اسی روز روانگی کا حکم ہوگیا۔ میں ہنوز خدمت میں حاضر ہی تھا کہ ایک شخص آئے اور کھانے پیش کئے۔ ارشاد ہوا۔ یہ سب کھانے انھیں کھلائے جائیں۔ یہ بہت دُور (دہلی) سے آئے ہیں (اب ان کو زیادہ ٹھہرانا نہیں ہے بلکہ) انھیں ہم آج ہی رخصت کر دینا چاہتے ہیں اور خیال کر رہے تھے کہ ہم ان کو قورمہ اور بالائی کھلاتے خدا نے بھیج دیا! دسترخوان کھول کر دیکھا، تو قورمہ بھی تھا اور بالائی بھی تھی، اور میں اُسی دن شام کو وہاں سے روانہ ہوا خدا نے آپ کی دُعا کی برکت سے میری مُراد پوری کی" مرحوم نواب صاحب دوجانہ کے یہ صاحبزادے اپنے والد کی جگہ اب دوجانہ کے نواب ہیں۔

شفائے بیماراں

وأبرأ الاکمہ والابرص واُحي الموتیٰ باذن اللہ

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید | دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحائی کرد

کوڑھی اچھے ہوئے | ازانجملہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں آپ غازی پور میں تشریف فرما تھے، اُسی زمانہ میں پرکھ چند اگروال، مریض برص، آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حالت زار کو دکھا کر دُعا کا طالب ہوا کہ خدا اس کو ڈھ کی بیماری سے اُسے شفا دے۔ آپ نے فرمایا: پاک مٹی کا ایک ڈھیلا لے آؤ۔ وہ لے آیا۔ آپ نے اُس پر دَم فرمایا اور لعاب دہن مبارک ڈالا۔ اور فرمایا، جہاں جہاں کوڑھ کا داغ ہے یہ مٹی لگا دی جائے۔ مریض نے اس مٹی کو جہاں جہاں کوڑھ کے داغ تھے وہاں لگایا۔ اور کچھ مٹی گھول کر پی لی، خدا کی قدرت کاملہ اور آپؒ کی دُعا کی برکت سے چند روز میں مرض کا نام نشان نہ رہا۔ اور جسم کندن ہوگیا۔

انگریز کوڑھی کا علاج | ازانجملہ یہ ہے کہ میاں جھنگو غازی پور کے رہنے والے ایک غریب مسلمان سلسلۂ عالیہ میں داخل تھے کام انگریزوں کی باربری تھا، ایک انگریز جو کوڑھ کی بیماری میں مبتلا تھا اُس سے ان کی ملاقات تھی چونکہ میاں جھنگو نے

غازی پور میں قدرت خداوندی کے کرشمے خود دیکھے تھے کہ حضرت رضی کی خدمت میں برص و جذام اور دوسرے امراض لا علاج کے مریض آئے اور آپ کی برکت دُعا سے تندرست ہوئے۔ اس لئے اُن کو اعتقاد و یقین تھا کہ یہ انگریز اگر آپ کی خدمت میں پہنچ گیا تو بفضلہ تعالیٰ ضرور تندرست ہو جائیگا۔ پس اُنھوں نے اس انگریز کو غازی پور جا کر ہمارے حضرت قبلہ رضی سے خواستگار دُعا ہونے کا مشورہ دیا۔ وہ بیچارہ علاج معالجہ سے مایوس ہو چکا تھا۔ اس نے سوچا کہ انجیل میں واقعات پڑھا کرتے ہیں کہ کوڑھی (اور دیگر امراض مایوسہ کے مبتلا) حضرت مسیح (علیہ السلام) کے پاس گئے اور اچھے ہو گئے۔ ہو سکتا ہے کہ خدا نے اس زمانہ میں بھی ایسے لوگ پیدا کئے ہوں کہ وہ میرے لئے خدا سے دُعا کریں اور میں اچھا ہو جاؤں چلو یہ تدبیر بھی کر دیکھیں۔ پس وہ انگریز ایسے خیالات کے ساتھ ہمارے حضرت رضی کی خدمت میں بمقام غازی پور حاضر ہوا اور بیان کیا کہ سخت مصیبت میں مبتلا ہوں یہ وہ بیماری ہے کہ نہ سوسائٹی میں شریک ہو سکتا ہوں کیونکہ یہ مرض متعدی ہے ایک سے دوسرے کو لگ جاتا ہے اسی لئے لوگ مجھ سے نفرت اور پرہیز کرتے ہیں، نہ میں کوئی کاروبار کر سکتا ہوں بہت علاج کئے کچھ سود مند نہ ہوئے۔ اب زندگی سے بیزار ہوں کہ اس جینے سے مر جانا اچھا۔ آپ کا اس مسلمان سے (جو سچا آدمی ہے) تذکرہ سُنکر آیا ہوں۔ مجھ پر مہربانی کیجائے۔ آپ کو اس مصیبت زدہ انگریز پر رحم آیا۔ فرمایا کسی تیل کی ایک بوتل لے آؤ ہم اُس پر پھونک دینگے۔ تم اُسے استعمال کر لینا۔ انگریز کسی قسم کے تیل کی ایک بوتل لے آیا۔ آپ رضی نے اُس پر دَم فرمایا۔ اور اُسی وقت میاں جھنگو کے حوالہ کر دیا۔ جو اس انگریز کے ساتھ آئے تھے، بوتل اُٹھاتے ہوئے میاں جھنگو کی انگشت شہادت اتفاقی طور پر اس بوتل کے اندر چلی گئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ آتش سیال اور کھولتے ہوئے پانی کا صدمہ اُنگلی پر پہنچا۔ اُنگلی کو فوراً علیحدہ کر لیا اور بوتل کو نیچے سے پکڑ کر اُٹھایا اور انگریز کے حوالہ کیا۔ اس نے چند روز اس تیل کی مالش کی اور ایسا تندرست ہو گیا گویا اُسے یہ مرض ہوا ہی نہ تھا۔ مان گیا کہ اُمت محمدیہ میں قدرت کاملہ الٰہیہ کی آج بھی وہ زندہ نشانیاں موجود ہیں کہ صداقت حضرات انبیاء اور فیوض و برکات حضرات اولیاء کی زندہ شہادت ہیں۔

برص کا داغ لعاب دہن سے چلا گیا ازانجملہ یہ ہے کہ شیخ عنایت اللہ خیاط ساکن غازی پور (بڑا پُردہ) کے چہرے پر سفید داغ ہو گیا۔ غربت کے سبب علاج دوا سے قاصر تھے۔ سوچا کہ مجھے بھی اسی آستانۂ پاک مامن بیکساں و چارہ ساز غریباں کا بارگاہ الٰہی میں وسیلہ اختیار کرنا چاہئے۔ اسی قسم کے کئی مریضوں کا حضرت قبلہ رضی کی دُعا سے اچھا ہونا دیکھ بھی چکے تھے پس وہ خدمت مبارک میں (دیا نگام جا کر) حاضر ہو گئے اور صرف نور و حضوری میں رہے۔ آپ رضی ہر روز اپنا لعاب دہن مبارک اُن کے داغ پر ڈالدیا کرتے تھے، اسی کی برکت سے خدا نے شفا دی اور داغ ایسا غائب ہوا کہ گویا پیدا ہی نہ ہوا تھا۔ عنایت اللہ اس وقت تک کہ ۱۳۵۲ھ کا سال ہے زندہ اور اس بلائے عظیم (کوڑھ کی بیماری) سے محفوظ ہیں۔

پان کے الش سے ایک سل کے مریض کو شفا | از انجملہ یہ ہے کہ ایک نوجوان جو مدرسہ جامع العلوم کانپور کے طالب علم تھے۔ سل کی بیماری میں مبتلا ہوئے۔ کھانسی تھی، منھ سے خون آتا تھا اور ہلکی حرارت رہا کرتی تھی۔ پھیپھڑے میں زخموں کا ہونا، اور بلغم میں ٹیوبر کلوسس کے جرمز (جراثیم) کی موجودگی یہ سب کچھ طبی آلات وامتحان سے ثابت ہو چکا تھا۔ کمزوری اور ناتوانی دن دن زیادہ تھی، کہا کہ ڈیڑھ سال سے اس مرض میں مبتلا ہوں۔ اور کسی علاج سے نفع نہیں ہوا۔ مرض بڑھتا رہا جوں جوں دوا کی۔ آپنے دریافت فرمایا کہ آپ کو ہمارا پتہ کس طرح معلوم ہوا؟ اُنھوں نے کہا فلاں صاحب سے جو اس مدرسہ میں پڑھتے تھے معلوم ہوا۔ یہ زمانہ حضرت سیدنا دادا پیر صاحب قدس سرہ کے عرس مبارک کا تھا، ہجوم زائرین بہت تھا اور عام لنگر جاری تھا، اُنھوں نے پرہیزی کھانے کی درخواست کی جسے بکمال شفقت منظور فرمایا گیا۔ اور حکم ہوا کہ اِن کی خواہش کے موافق ان کے لیئے کھانے کا انتظام کر دیا جائے۔ وہ کئی روز حاضر رہے لیکن ان کے بارے میں کوئی ارشاد نہ ہوا۔ وہ بھی چپ چاپ حاضر رہے جب حاضرین عرس رخصت ہو گئے صرف چند حاضرین رہ گئے تو ایک رات جبکہ بعد نماز عشار آپ کھانا تناول فرما کر خانقاہ شریف کے بڑے وسطی کمرے میں تشریف فرما تھے اور حاضرین میں ان مریض اور ایک خادم کے سوا کوئی اور شخص نہ تھا اس وقت آپؒ گاؤتکیہ کی ٹیک لئے ہوئے بالکل خاموش تھے جیسے کسی اہم معاملہ پر غور فرما رہے ہیں کچھ دیر تک اسی سکوت اور خاموشی کا عالم رہا۔ دفعتہً آپ ان مریض کی طرف مخاطب ہوئے اور بکمال شفقت رحیمانہ ان سے ارشاد فرمایا۔ "مولوی صاحب ابھی آپ لڑکے ہیں۔ آپ نے دُنیا کا کیا دیکھا ہے؟" اور دہن مبارک سے پان کا اُلش اُن کو عطا فرمایا۔ جسے اُنھوں نے (اگرچہ وہ طریقت کے شخص نہ تھے اور پہلی بار حاضر ہوئے تھے) نہایت عقیدت وتعظیم کے ساتھ اُٹھ کر اور دونوں ہاتھ پھیلا کر لیا اور کھڑے ہی کھڑے اُسی وقت کھالیا اسکے بعد آپؒ نے اُن سے کچھ کلام نہ فرمایا اور وہ اپنے بستر پر آکر سو رہے، صبح اُٹھے تو بالکل تندرست تھے نہ کھانسی تھی نہ بخار تھا، نہ سینہ کی تکلیف تھی، جائے ضرور کو گئے تو براز کے ساتھ خون کے جمے ہوئے کالے کالے ٹکڑے خارج ہوئے، بیماری اور ناتوانی اس طرح چلی گئی اور ایسی کایا پلٹ ہو گئی گویا از سرنو بطن مادر سے پیدا ہوئے اور کوئی مرض اُنکو ہوا ہی نہ تھا، سب کچھ کھانے پینے لگے اور نئی زندگی لے کر یہاں سے نہایت شاداں فرحاں رخصت ہوئے۔

دق کے مریض کو صرف قدم چھونے سے آرام | از انجملہ یہ ہے کہ آپؒ کے ایک غریب مرید عرصہ سے دق میں مبتلا تھے جس طرح کہ کوئی ہرا بھرا درخت بت جھڑ ہو کر اور سوکھ کر ہجا ہے اسی طرح سوکھ کر فقط ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ رہ گئے تھے، یعنی صرف پوست واستخوان باقی تھا۔ البتہ چہرہ ایسا ہی تھا جیسا کہ مریضان دق کا عموماً ہوا کرتا ہے، ایک طبی آدمی نے تمام علامات دیکھکر یہی خیال کیا کہ ان کا مرض دق تیسرے درجہ میں پہنچ چکا۔ یہ جوان آدمی

تھے، اگرچہ بلحاظ تدابیر ظاہری زندگی سے مایوس مگر رحمت الٰہی سے مایوس نہ تھے، اور انھوں نے جس طرح بن پڑا اپنے آپ کو اس دربار مسیحائی تک پہنچایا۔ آپؒ نے انھیں دیکھا اور اس کے سوا کچھ نہ فرمایا کہ فلاں شخص رات کے وقت ان کے پاس رہا کریں تاکہ حوائج کی وجہ سے مریض کو تکلیف نہ ہو۔ کم وبیش دو ہفتے وہ دربار شریف میں حاضر رہے نہ آپؒ نے ان سے کچھ فرمایا نہ انھوں نے کچھ عرض کیا۔ رات بھر تکلیف و ناتوانی میں کراہتے اور بے چین رہا کرتے۔ کھانسی میں اتنا بلغم خارج ہوتا کہ اُگالدان بھر جاتے۔ وہ صرف اتنا کرتے۔ صبح کو یا جب موقع پاتے صرف قدم بوس ہو جایا کرتے! ایک روز صبح کو دفعتاً کیا دیکھتے ہیں کہ اُن کی کایا پلٹ ہو گئی ہے۔ نہ مرض باقی ہے نہ کمزوری وناتوانی۔ گویا بیمار ہی نہ تھے۔ اور اس کے ایک دو روز بعد وہ تندرست اور شاداں و فرحاں رخصت ہوئے خداوند قادر مطلق نے ان کی عقیدت اور ان پاک قدموں کی بدولت تیسرے درجہ کی دق سے اُن کو نجات بخشی۔

مریض جذام کو شفا ازانجملہ یہ ہے کہ رنگون سے جذام کے بیمار کا ایک عریضہ بذریعہ ڈاک موصول ہوا کہ غریب شخص ہوں اہل وعیال ہیں اور بسر زندگانی اور قوت لایموت کا ذریعہ صرف ملازمت سرکاری ہے۔ حالت یہ ہے کہ جذام میں مبتلا ہوا، اب رخصت پر ہوں، ہر طریقہ کا علاج کر دیکھا کسی تدبیر کو سود مند نہ پایا۔ اس حال میں اگر نوکری پر جانا پڑا تو ملازمت سے برخاستگی و موقوفی کا خوف ہے کہ امراض متعدی کے ایسے بیمار دفاتر سرکاری سے نکال دیے جاتے ہیں۔ تاکہ دوسرے لوگ مبتلا نہ ہو جائیں۔ پس اگر ملازمت گئی بسر زندگانی کا واحد سہارا گیا اسکے بعد میں ہونگا اور مصیبت و تباہی خانماں ہوگی۔ عرصۂ ملازمت پنشن کے قابل بھی نہیں کہ آدھی چوتھائی پنشن ہی حاصل ہو سکے۔ اتنی توفیق و دسترس نہیں کہ خود حاضر ہوتا۔ ناچار عریضہ پیش کیا ہے اور رحم وکرم خسروانہ سے التجائے دعا ہے۔" اس دردناک مضمون کو سُنکر آپؒ نے بکمال رحم فرمایا (اس رحم کے صدقے!) "اِس بیچارے کے لئے ہم کیا کریں بابا! ہم کیا کریں"۔ (ایک خادم سے فرمایا) "سامنے جو آم کا درخت ہے اُس کا ایک پتہ توڑ لاؤ!" پھر آم کے درخت کا یہ پتہ دست مبارک میں لیکر چند بار ملا، نہ کچھ پڑھا، نہ پڑھ کر کچھ دم کیا۔ اور آم کا یہ پتہ دونوں دست مبارک سے اس طرح مل دل کر خادم کے حوالہ کر دیا کہ "یہ پتہ خط میں رکھ کر بھیجدیا جائے۔ اور لکھدیا جائے کہ اس میں سے تھوڑا تھوڑا چند کالی مرچوں کے ساتھ پیسکر ہر روز پی لیا کریں"۔ ارشاد کی تعمیل کی گئی۔ تین ہفتہ سے زیادہ عرصہ منقضی نہ ہوا تھا کہ رنگون سے اس مریض کا خط آیا "الحمد للہ بالکل تندرست ہوں، تمام جسم کندن ہو گیا۔ آثار مرض میں سے کچھ باقی نہ رہا۔ اگر میں اپنی کھال کی جوتیاں بنوا کر پیش کروں جب بھی میری طرف سے اس احسان کا شکر ادا نہ ہوگا!!"

لاعلاج بیماریاں واضح ہو کہ سل اور دق اور جذام وغیرہ امراض لاعلاج مانے گئے ہیں۔ طب قدیم ہو یا نیا میڈیکل سائنس دونوں ان امراض کے علاج میں عاجز و درماندہ ہیں، مگر اس دربار عالی میں ایسے ایسے مریض اچھے ہوتے رہے کہ جن کی حالتیں یاس و ناامیدی کا انتہائی درجہ قبول کر چکی تھیں۔ اور یہ فقیر چند چشم دید واقعات تھے جو

بیان کیئے گئے۔ ورنہ قدرت کاملہ الٰہیہ کے بیشمار کرشمے ہیں جو یہاں روز و شب کے حالات تھے۔ ایک دریائے رحمت تھا جو یہاں سالہا سال موجزن رہا۔ آہ! کیا کیا کرشمے قدرت خداوندی کے تھے کہ ان آنکھوں نے دیکھے اور ان کانوں نے سُنے۔ لاعینٌ رأت ولا اذنٌ سمعت۔

درد فوراً جاتا رہا ازانجملہ یہ ہے کہ آپؒ کے ایک مرید بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے پاؤں میں چوٹ آگئی چلنا پھرنا دشوار ہوگیا۔ ایک روز خانقاہ شریف کے باہر رفع حاجت کے لئے جاتے ہوئے اپنے آپ کو گھسیٹ رہا تھا کہ حضرت قبلہؒ کی نظر مبارک پڑ گئی پوچھا "کیا درد ہے اور کہاں ہے؟" عرض کیا۔ اُس ایڑی میں درد ہے آپؒ نے کھڑے کھڑے اپنے قدم پاک کے انگوٹھے اور انگلیوں سے مقام درد کو مَس کیا اور بلا فوراً درد جاتا رہا۔

ایک اشارہ سے درد کا فور ہوا ازانجملہ یہ ہے کہ ایک اور خادم نے کہا۔ مجھے ایک پیر بھائی نے یہاں سے نو میل کے فاصلہ پر اپنے مکان میں مدعو کیا تھا۔ وہاں سے پیدل چلکر نو میل کا فاصلہ طے کیا اور خانقاہ مبارک میں حاضر ہوا برسات کا زمانہ تھا بنگال کی برساتی زمین میں چلنے کی عادت نہ تھی اس لئے ایک مقام پر پاؤں رپٹ گیا۔ اور پاؤں میں ضرب آگئی، اچھی خاصی تکلیف تھی۔ مگر برداشت کرلی گئی۔ عرض نہیں کیا کہ یہ تکلیف ہے۔ اُسی روز کا واقعہ ہے کہ مجلس مبارک سے اُٹھکر چلنے میں بیساختہ اور بے اختیارانہ کیفیت تکلیف ظاہر ہوگئی۔ ملاحظہ فرماتے ہی آپؒ نے نہایت کرم و شفقت سے فرمایا "کیا تمھارے پاؤں میں تکلیف ہے؟" عرض کیا جی ہاں! بیک لمحہ آپؒ نے سکوت فرمایا۔ بس آپؒ کا خیال فرمانا تھا کہ پھر تکلیف کہاں تھی، معلوم بھی نہ رہی۔ ایک چشم زدن میں بالکل آرام ہوگیا۔

ترقی بصارت ازانجملہ یہ ہے کہ نواب وقارالملک کی بیگم صاحبہ نے التجائے دُعا کی کہ بڑھاپے کے سبب میری نگاہ بہت کمزور ہوگئی ہے عینک سے بھی اب خاطر خواہ کاربراری نہیں ہوتی۔ آپؒ نے ان کی آنکھوں پر دَم فرمایا۔ لعاب دہن ڈالا اور سادہ سرمہ پر دَم کردیا کہ اسے آنکھوں میں لگاتی رہیں۔ چند ہی روز میں اُن کی بصارت بہت بہتر ہوگئی اور چشمہ کی ضرورت اور عادت جاتی رہی۔ آپؒ اکثر مریضان چشم کو کپڑے کا ٹکڑا دَم کرکے دیدیا کرتے تھے کہ آنکھوں پر لگاتے رہیں اور خواہ آشوب و درد چشم ہوتا۔ خواہ ضعف بصارت حتیٰ کہ نزول الماء و موتیا بند ہوتا یا آنکھ کا کوئی اور عارضہ بفضلہ تعالےٰ آرام ہوجاتا تھا۔

بستہ آواز کا کھلنا ازانجملہ یہ ہے کہ غازی پور میں ایک مسماۃ آپؒ کے حجرہ کے باہر آکر کھڑی ہوگئیں۔ ایک مرد اُن کے ساتھ تھا جس نے عرض کیا کہ اِس بیچاری کو بستگیٔ گلو کی زحمت ہے، حلق بند ہوگیا۔ بول نہیں سکتی۔ دُعا فرمائی جائے آپؒ نے اپنا رومال عطا فرمایا کہ اسے مریضہ کے گلے میں باندھ دیا جائے۔ اور جب آواز کھلجائے۔ اور مریضہ بولنے لگے تو واپس کردیا جائے، وہ عورت اور اُس کا ساتھی دونوں چلے گئے۔ چند گھنٹے نہ گذرے تھے کہ عورت کا ساتھی آیا اور رومال پیش کرکے اطلاع عرض کی کہ وہ مسماۃ اچھی ہوگئیں بولنے لگیں اور کئی روز کی اس تکلیف سے بالکل نجات پائی!

تپ ولرزہ سے نجات ازانجملہ یہ ہے کہ مولوی مبین الحق صاحب کے بھائی حاضر ہوئے جنھیں تکلیف جاڑے بخار کی تھی، آپؒ نے دریافت فرمایا کیا حال ہے؟" عرض کیا کہ جاڑے بخار میں مبتلا ہوں؛ بہ تبسم ارشاد ہوا" جوان آدمی ہو گیا جاڑا کیا بخار!" اور پھر ان کے سینہ پر دستِ مبارک سے آہستہ آہستہ چند ضرب لگا کر فرمایا "جاؤ ہم نے دُعا کی" بس اُسی دن وہ اچھے ہو گئے، پھر جاڑا بخار نہ ہوا۔ اس قسم کے واقعات اس دربار شریف میں روزمرہ کی معمولی باتیں تھیں۔

بیمار کیلئے ایک پھل بھیجدیا ازانجملہ یہ ہے کہ صاحب میاں کالی پور میں علیل ہوئے۔ جب علالت کا سلسلہ دراز ہوا تکلیف مرض کے حالات برابر عرض کراتے رہے۔ ایک دن دریائے رحمت موجزن ہوا۔ کوئی پھل سامنے تھا۔ ایک خاص خادم سے ارشاد ہوا کہ یہ پھل لے جاؤ اور صاحب میاں کو جا کر کھلا دو۔ بس اس پھل کا کھانا تھا کہ بیماری غائب ہو گئی۔ اور نہایت توانائی اور تندرستی آگئی۔

مریضۂ جنون کو شفا ازانجملہ یہ ہے کہ ایک بار آپ اعظم گڈھ تشریف لے گئے۔ یہاں ایک معزز خاندان کی خاتون عرصہ سے مبتلائے مرضِ جنون تھیں۔ اُن کے جنون اور حرکاتِ جنون سے گھر بھر عاجز و پریشان تھا۔ آپؒ سے عرض کیا گیا تو آپؒ نے دیکھکر فرمایا کہ "یہ تو پاگل ہیں (آسیب زدہ نہیں ہیں جیسا کہ اس گھر کی عورتوں کا خیال تھا) پانی لے آؤ ہم دَم کر دیں گے۔ اس پانی سے ان کا مُنہ دھلوایا جائے اور اسی پانی کے مُنھ پر چھینٹے دیے جائیں اور باقی پانی ان کو پلا دیا جائے۔" فرمان کی تعمیل کی گئی اور رحمت الٰہی نے اس مریضہ کو مرض جنون سے شفائے کلی عطا فرمائی۔ نہایت توانا تندرست ہو گئیں، بارہ[۱۲] برس سے اولاد نہیں ہوئی تھی اب اولاد بھی ہو گئی۔

مجنون و آسیب زدہ بیمار کوئی دن بھی خالی نہیں جاتا تھا جبکہ دس بیس یا اس سے بیش و کم ہر قسم کے مریض اور پاگل اور وہ بیمار جنھیں لوگ یہ خیال کرتے کہ آسیب زدہ ہیں حاضرِ خدمت نہ ہوتے ہوں۔ آپؒ کسی کو پانی دَم کر کے دیدیتے تھے اُسکے پینے سے شفا ہو جاتی تھی اور کسی کو سادہ کاغذ کا ٹکڑا تہ کر کے اور اُسپر درود شریف دَم کر کے دیدیا کرتے تھے۔ اور یہ پیغام شفا ہو جاتا تھا۔ کوئی آسیب زدہ ہوتا تو اُسے یہ ارشاد ہوتا کہ اپنی جگہ بیٹھے رہو، صرف ہمیں دیکھتے رہو وہ ایسا کرتا اور اُسی وقت اچھا ہو جاتا۔ ایک آسیب زدہ حاضر ہوا۔ آپؒ نے اپنی کلاہِ مبارک کو تہ کر کے اسکے سامنے رکھا اور اس سے کہا کہ اسے دیکھو۔ جونہی اس نے اس طرف نظر جمائی آپؒ نے ہلکے ہاتھ سے ایک طمانچہ اس کے رخسار پر مارا اور یہ الفاظ زبان مبارک پر جاری ہوئے۔ "بھاگ جا۔ چلا جا۔" اور یہ شخص اُسی وقت اچھا ہو گیا۔ اور کبھی مبتلا نہ ہوا۔ اس قسم کے بیشمار واقعات ہیں جو ہمیشہ ظاہر ہوتے رہے اور ایسے ایسے مریضوں کو شفا ہوتی رہی کہ ڈاکٹروں و طبیبوں کے جواب یافتہ تھے۔

علّتِ رجا کو آرام ازانجملہ یہ ہے کہ مارہرہ میں پیارے میاں کی والدہ جو نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین مرحوم سابق سکریٹری علیگڈھ کالج کی علاتی بیٹی تھیں علّتِ رجا میں کئی برس سے مبتلا تھیں۔ حکیم اجمل خانصاحب مرحوم اور ڈاکٹر انصاری صاحب کا علاج ہوتا رہا۔ دہرہ دون میں اکسریز سے فوٹو بھی لئے گئے اور قدیم و جدید سب طرح کے

معالجے کرلئے گئے، آرام نہ ہوا حکیم صاحب مرحوم کی رائے ہوئی کہ یہ مرض لا علاج ہے اور نواب وقار الملک سے
کہہ بھی دیا کہ اب دوا کا کام نہیں رہا دُعا کی ضرورت ہے۔ کسی بزرگ کی تلاش کیجائے اور اُن سے دُعا کرائی جائے
نواب صاحب اور حکیم صاحب یہ دونوا کابرین ملّت اسلامی معتقدات میں نہایت پختہ اور کراماتِ حضرات اولیاء
اللہ کے قائل و معتقد تھے۔ مریضہ نے جب دیکھا کہ کسی علاج سے نفع خاطر خواہ نہیں ہوتا تو پیارے میاں
اپنے لڑکے اور منظاہر الاسلام اپنے حقیقی بھائی کے ساتھ ہمارے حضرت قبلہؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں
کہ ان کے بڑے بھائی حکیم شمس الاسلام مرحوم اسی بارگاہ کے خادم تھے اور وہ بھی اسی بارگاہ سے ارادت کا
سلسلہ رکھتی تھیں اور اب ان کے لئے چارہ کار یہی باقی تھا کہ دوائیں کام نہیں کرتی ہیں۔ اور دُعا ہی بس آخری
سہارا ہے جب وہ دربار شریف میں حاضر ہو گئیں تو اُن کو اندرون محل سرا کے ایک کمرے میں ٹھہرایا گیا جس کا
اتصال والحاق باہر کے ایک کمرہ سے تھا۔ تاکہ اندر وہ رہیں اور باہر کے اس کمرہ میں اُن کے برابر ہی بھائی اور بیٹے
رہیں۔ یہ عُرس کا زمانہ تھا جب ہجوم خلائق کم ہو گیا تو ایک روز اُن پر کرم ہو گیا اور آپؓ نے دُعا فرمائی اور بفضلہ
تعالےٰ اُسی وقت سے اُنھیں کامل صحت شروع ہو گئی۔ ادرار کہ ماہانہ معمول نسواں ہے کئی سال سے موقوف
تھا۔ یہ ادرار خون ماہواری دوسرے دن سے جاری ہو گیا اور ان کا پیٹ (جو مشابہ حمل کئی سال سے چلا آرہا تھا
ہلکا اور بالکل صاف ہو گیا۔ اور آثار مرض سے کوئی علامت باقی نہ رہی، قوت و توانائی بھی آگئی اور وہ تندرست
اور بامراد اپنے مکان چلی آئیں۔ نواب صاحب اُن کو لیکر ایک بار پھر دہلی آئے تاکہ حکیم صاحب اور ڈاکٹر صاحب
کو دکھا کر طبی معائنہ سے طمانیت کلی مریضہ کی بابت حاصل کریں۔ دونوں صاحبوں نے دیکھا اور کہا کہ اب کوئی
مرض نہیں ہے حکیم صاحب مرحوم کو چونکہ حضرات اہل اللہ اور فقرا کے ساتھ ہمیشہ سے لگاؤ تھا۔ اُنھوں نے
تفصیل کے ساتھ حالات معلوم کئے کہ یہ شفا مریضہ کو کہاں سے اور کیونکر حاصل ہوئی۔ اس کے بعد جوں جوں
اس بارگاہ عالی کے حالات حکیم صاحب مرحوم کو معلوم ہوتے رہے ہمارے حضرت قبلہؓ کے ساتھ ان کی عقیدت
اور ارادت بڑھتی گئی۔ یہ مساۃ بالکل تندرست رہیں اس مرض کا پھر اعادہ نہ ہوا۔ ان کی آخری زندگی کا حال
ان کے بھائی منظاہر الاسلام اور ان کے بیٹے پیارے میاں کا جہاں ذکر ہے وہاں بیان کیا گیا ہے (یعنی صفحہ ۲۱۳ میں)

ہیضہ کی دوا خواب میں بتا دی گئی | ازانجملہ یہ ہے کہ مولوی حفاظت الرحمٰن خاں بی اے۔ ایل ایل بی وکیل کہ ہمارے حضرتؓ
کے داماد ہیں بیان کرتے ہیں کہ ہ۔ جب میں کاکس بازار میں پریکٹس کرتا تھا اور اہل و عیال بھی ساتھ تھے ایک بار ایسا ہوا
کہ اس مقام میں ہیضہ پھیل گیا اور موت کا بازار گرم ہو گیا میری اہلیہ صاحبہ کو بھی ہیضہ ہوا۔ میں نے ادھر ڈاکٹر کو بلایا
اور ڈاکٹری علاج شروع کیا اُدھر فوراً حضرت قبلہؓ کی خدمت میں تار سے خبر روانہ کی کہ مجھے یہ تردد پیش آیا اور شہر میں
یہ حالت ہے، جواب تار سے عطا ہوا کہ تردد نہ کرو، ہم دُعا کرتے ہیں۔ لیکن مرض کا حملہ بہت سخت تھا حالت نازک سے

نازک تر ہوتی چلی گئی ڈاکٹر نے میری خاطر سے کہا کہ حالت مایوسی کی اگرچہ نہیں ہے، مگر نازک اور اندیشہ ناک ضرور ہو چکی ہے۔ قے اور دست برابر جاری تھے اور علاماتِ رَدِیَہ ظاہر ہو رہی تھیں، اسی پریشانی اور اضطراب کی حالت میں ایسا محسوس ہوا کہ آنکھوں میں نیند چلی آرہی ہے، پلنگ پر جا کر ذرا کی ذرا لیٹا ہی تھا کہ سو گیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں حضورؒ کی خدمت پاک میں حاضر ہوں، آپؒ نے ایک ہومیوپیتھک دوا کا نام لے کر فرمایا کہ تم یہ دوا کیوں نہیں دیتے اُسی وقت آنکھ کھل گئی ہومیوپیتھک ادویات کا بکس ساتھ رکھتا ہوں کتاب میں اس دوا کے افعال و خواص کو پڑھا۔ مگر وہ دوا مبیضہ کیلئے نہ تھی، تاہم میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب یہ ہی دوا مریضہ کو استعمال کرانی ہے۔ یہ محل اپنی رائے کو دخل دینے کا نہیں ہے۔ بس میں نے یہ ہی دوا خدا کا نام لیکر دی اور اس نے یہ کرشمہ دکھایا کہ قے کے ساتھ کیڑوں کی ایک تھیلی خارج ہوئی اور مریضہ کو فوراً ہی نیند آگئی۔ ڈاکٹر آیا اور یہ کہکر کہ مریضہ کو اب جگایا نہ جائے چلا گیا۔ یہ صبح آٹھ بجے کا وقت تھا۔ وہ آٹھ بجے سے سوئیں تو شام کو بیدار ہوئیں۔ بفضلہ تندرست تھیں کہا بہت بھوک معلوم ہوتی ہے! دوا کیا تھی، نفع کیا ہوا، آپؒ ہی کی دُعا کا کرشمہ تھا کہ میری اہلیہ کو خدا نے موت کے چنگل سے چھڑا لیا۔"

جانوروں کو بلائے عظیم سے نجات ازانجملہ یہ ہے کہ ایک بار قرب و جوار کے قصبات اور دیہات کے اندر گائے بیل اور بکریوں اور جانوروں میں وبا پھیل گئی، چوپائے چارہ نہ کھاتے تھے اور پیٹ پھول پھول کر ہلاک ہو جاتے تھے کثرت سے لوگ حضرتؒ کی خدمت میں آئے کہ ہم غریب تو مرمٹے دعا فرمائی جائے خدا اس بلا سے نجات دے۔ فرمایا کوئی چیز جو چارہ کی قسم سے ہو مثلاً گھانس یا درختوں کی شاخیں یا پتے یا نمک لے آؤ! لوگ لے آئے آپؒ نے دَم کر دیا اور ارشاد فرمایا "کہ جانوروں کو تھوڑا تھوڑا کھلا دو۔ بس کھانا تھا کہ خدا کے حکم سے سب جانور اچھے ہو گئے اور قصبات و دیہات کے جانوروں کی یہ وبائے عام ایسی غائب ہوئی کہ نام و نشان نہ رہا۔

ایک مریض درد قولنج ازانجملہ یہ ہے کہ ایک شخص کو درد قولنج کا دورہ ہوا کرتا تھا۔ حاضر ہو کر خواستگار دُعا ہوئے آپؒ نے اُن کے پیٹ پر قدم مبارک رکھکر فرمایا۔ "تمہارے پیٹ میں جب گرمی کا احساس پیدا ہو جائے ہم سے کہدینا ہم اپنا پاؤں ہٹالیں گے۔" مگر گرمی محسوس ہونے پر بھی وہ چپ چاپ رہے ہدایت کی تعمیل نہیں کی جس کا یہ اثر ہوا کہ بیہوش ہو گئے، اُن کے سر پر پانی ڈالا گیا تب ہوش میں آئے اور لوگوں سے بیان کیا کہ پیٹ میں ایسا معلوم ہوا کہ آتش تنور بھڑک اُٹھی۔ مگر ادب کے خیال سے خاموش رہا اس دن کے بعد پھر اُنھیں درد قولنج نہیں ہوا۔ خدا نے آپ کے قدم پاک کی برکت سے ہمیشہ کیلئے اچھا کر دیا۔

لعاب دہن میں شفا تھی ازانجملہ یہ ہے کہ مولوی مبین الحق صاحب نے کہا کہ "ایک دفعہ ناگہانی حادثہ پیش آیا اور ضربت چشم سے تڑپ اُٹھا، آنکھ پر ایسی چوٹ آئی تھی کہ خون جاری ہو گیا۔ خدمت پاک میں اپنے آپ کو پیش کیا

آپؓ نے اُس زخم رسیدہ آنکھ پر لعاب دہن پاک لگا دیا فوراً آرام و سکون نصیب ہوا اور کسی دوا اور کسی تدبیر کے بغیر محض لعاب دہن مبارک کی برکت سے بفضلہٖ اچھا ہو گیا۔"

دہلی میں ایک مریضہ کو بستر مرگ پر شفا

از انجملہ یہ ہے کہ حضرت قبلہؓ کا ایک خادم دہلی سے بہ قصد حاضری دربار شریف، اس حالت میں چلا کہ اس کی والدہ کو انھیں دنوں میں علالت طویل سے نجات نصیب ہوئی تھی مگر ناتوانی بہت تھی اور خارش کا اثر باقی تھا جب یہ خادم حضرتؓ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو کچھ عرصہ بعد دہلی سے پے در پے اطلاعیں آئیں کہ تمھارے جانے کے بعد یکایک والدہ کی علالت نے اشتداد قبول کر لیا۔ اب اُن کا ہر وقت تم میں ہی دھیان ہے، اور کہتی ہیں کہ فوراً آؤ، میری ایک ہی اولاد ہے، آخری وقت میں افسوس کہ وہ بھی موجود نہیں۔ اس قسم کے دردناک خط برابر آتے رہے۔ ماں کی یہ حالت اور بیٹا ڈیڑھ ہزار کوس کے فاصلہ پر! ظاہر ہے کہ اس شخص کے قلب کا کیا حال ہو گا۔ مگر بپاس ادب حضرت قبلہؓ کی خدمت میں کچھ عرض نہ کیا، کہ جو مناسب اور قرین مصلحت ہو گا خود ہی حکم ہو جائے گا، اس پریشانی میں کئی روز گذرے۔ حضرت قبلہؓ بھی خاموش تھے اور یہ خادم بھی حکم کے انتظار میں چپ تھا کہ ایک دن بعد نماز ظہر آپؓ نے اس خادم کو طلب فرما کر یوں ارشاد فرمایا۔ "ہم نے ایک بار کسی دینی ضرورت سے سفر کیا تھا (لکھنؤ یا کسی دوسرے مقام کا نام لیا)، وہاں پہنچے تو ہمیں اطلاع ملی کہ ہماری والدہ سخت بیمار ہیں نازک اور انتہائی حالت ہے، ہم نے سوچا مکان چلے جائیں یا ابھی ٹھہریں، سفر کا مقصد پورا ہو جائے اُس وقت مکان جائیں اور ہم نے لوگوں سے کہا کہ ہم ایسا سوچ رہے ہیں، شاید ہم اسی وقت (خدمت والدہ ماجدہ کے خیال سے) مکان چلے جائیں گے۔ لیکن ہمارا اُس وقت گھر جانا نہ ہوا۔ کام پورا ہو گیا اُس وقت جانا ہوا۔ اور مکان جا کر ہم نے اپنی والدہ ماجدہ کو تندرست پایا۔" لفظ "تندرست" کو آپؓ نے کچھ اس طرح زور دیکر زبان پاک سے ادا کیا کہ اس خادم کے قلب مضطر کے لئے یہ لفظ ایک "پیغام شفا" ہو گیا۔ دفعتہً ایسا معلوم ہوا کہ غم کا بادل پھٹ گیا اور ایک ناقابل بیان سرور و سکون کا عالم طاری ہوا اور دل نے کہا، اب کامل یقین ہے کہ میں بھی مکان جا کر اپنی والدہ صاحبہ کو 'تندرست' پاؤں گا اگر ایسا نہ ہوتا تو اس دربار رحمت سے میرے لئے یہی حکم ہوتا کہ جاؤ اور آخری خدمتِ والدہ کی سعادت حاصل کرو اور ایسا ہی ظہور میں آیا کہ اس واقعہ کے ڈیڑھ دو ماہ بعد جب مجھے رخصت فرمایا گیا اور میں دہلی خدمت والدہ میں حاضر ہوا تو اُنھیں تندرست پایا۔ اور دس بارہ سال پہلے اُن کی جیسی عمدہ صحت تھی ایسی صحت میں اُنھیں دیکھا، اُن کے قدموں سے اپنی آنکھیں ملیں، اُنھوں نے سر کو اُٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا اور یہ فرمایا کہ "تمھارے جانے کے بعد میرا عجب حال ہوا بس ایک دَم تھا جو تمھارے دیکھنے کو آنکھوں میں اٹکا ہوا تھا، کفن دفن کا سامان ہو گیا تھا، اور سب کا یہی خیال تھا کہ آج انھیں شام نصیب ہو گی، جسم کے روئیں روئیں میں درد تھا، اور سوزش بھی، ہاتھ پاؤں کے ناخن نیلے پڑ گئے تھے کہ اس دن ظہر کے وقت ایسا معلوم ہوا کہ یکایک کوئی شے آسمان سے نازل ہوئی۔ پہلے قلب میں ٹھنڈک آئی پھر یہ ٹھنڈک تمام

جسم میں پھیل گئی۔ اور ایسی راحت و تسکین نصیب ہوئی کہ اب میں اُسے کیونکر ظاہر کروں۔ بس اُسی وقت سے میں نے اپنے تئیں بالکل تندرست پایا۔ شام تک ایسی قوت آگئی کہ اُٹھ کر چلنے پھرنے لگی۔ زندگی تھی کہ بچ گئی اور خدا کا شکر ہے کہ تمھیں دیکھ لیا" یادداشت سے مقابلہ کیا گیا تو یہ وہی دن اور یہ وہی ظہر کا وقت تھا جبکہ اس خادم کو تندرستی والدہ کی بشارت دی گئی تھی۔ اس واقعہ کے بعد اس خادم کو دوسری بار بفضلہ تعالیٰ حاضری نصیب ہوئی تو خادم سے حضرتؒ کا کلام اولین یہ الفاظ تھے "کیا تم نے یہاں سے جاکر اپنی والدہ کو تندرست پایا تھا!" یہ فرمایا اور آپ آبدیدہ ہوگئے۔ یہ لفظ "تندرست" نہ تھا ایک لفظ "کن" تھا جس نے قدرت الٰہیہ کا اس خادم کی بوڑھی اور قریب بموت والدہ کے بستر مرگ پر کرشمہ ظاہر کیا اور ایک شان "کن فیکون" کا جلوہ دکھایا اور گویا مردہ کو زندہ فرمایا۔ ؎

تا شنیدم قم باذنی از لبش کردم یقیں + می شود پیدا بہر عہدے مسیحائے دگر

احیائے موتیٰ

مُردوں کے زندہ ہونیکے واقعات

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے می آید — کہ ز انفاس خوشش بوئے کسے می آید

مجذوب کے مارا مُردہ نے جلایا ازانجملہ یہ ہے کہ ایک لڑکا جس کا نام بخشا تھا اور یہ جناب مولوی مستفیض الرحمٰن خاں صاحب ایم۔ اے ڈپٹی مجسٹریٹ کا خدمتگار تھا ڈپٹی صاحب کے ساتھ دربار شریف میں حاضر ہوا۔ زمانہ ہمارے دادا حضرت قدس سرہٗ کے عرس کا تھا اور ہزاروں زائرین و حاضرین کا ہجوم تھا۔ یہ لڑکا اِدھر اُدھر گشت کر رہا تھا کہ دربار شریف کے ایک فقیر سے جو اُس زمانہ میں مجذوب ہوگئے تھے اس کا آمنا سامنا ہوگیا۔ لڑکے نے مجذوب کو دیکھا اور مجذوب نے لڑکے کو۔ یکایک مجذوب نے لڑکے سے کہا۔ کہو لا الٰہ الا اللہ! لڑکا فقیر کا مُنہ دیکھنے لگا اپنے مُنہ سے کچھ نہ بولا۔ مجذوب کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ لڑکے کو خاموش دیکھکر دفعتہً وہ بگڑ بیٹھا اور پوری قوت و شدت کے ساتھ لکڑی کی دو ہتی لڑکے کے سر پر ایسی رسید کی کہ بیچارہ کا سر کھل گیا۔ سر کے دو ٹکڑے ہوگئے اور وہ بیہوش ہوکر گر پڑا سانس کی آمد و رفت تھوڑی دیر تک تو رہی اس کے بعد غیر محسوس ہوگئی مثل مردہ کے ہوگیا اس حادثۂ ناگہانی نے لوگوں میں ایسا تہلکہ برپا کردیا گویا کہ ایک زلزلہ آگیا۔ مگر دیوانے نے اس طرف تو یہ حرکت کی دوسری طرف کچھ ہوش آنے پر "دیوانہ بکارِ خویش ہوشیار" اس نے یہ کیا کہ حجرۂ شریف کی جانب دوڑ گیا اور اپنے آپ کو حضرتؒ کے قدموں پر ڈالدیا۔ اس عرصہ میں دوسرے لوگ بھی پہنچ گئے اور اس حادثہ کی خبر گوش گذار کی۔ آپؒ نے آنکھیں بند کرلیں تھوڑی دیر سکوت فرمایا اور پھر لوگوں سے ارشاد فرمایا۔ "اس لڑکے کے سر کو پٹی سے باندھکر پھر اسے کسی اندھیرے مقام میں

لیجاؤ۔ وہاں اسے لٹا دو انشاء اللہ عالم غیب سے مداوا ہوگا!" لوگ دوڑ پڑے جھٹ پٹ یہ کام کیا کسر کی دونوں قاشیں ملا کر (جیسی بھی مل سکیں) ٹھنڈے پانی میں کپڑا بھگو کر اس کپڑے کی کس کر پٹی باندھ دی اور ایک اندھیرے حجرے میں ہاتھوں ہاتھ لیجا کر لٹا دیا اور دروازہ حجرہ کا بند کر دیا۔ اس تمام عرصہ میں سب نے یہی دیکھا کہ اس کے سانس کی حرکت قطعی غیر محسوس ہے، اس کے بعد چند لمحات گذرے تھے کہ لڑکے کے کراہنے اور رونے کی آواز سنائی دی، اور اطمینان کی خاطر کہ یہ آواز اسی لڑکے کی آواز ہے حجرہ کا دروازہ کھولا تو لوگ کیا دیکھتے ہیں کہ لڑکا زندہ ہے، اور رہ جائے کس کس کو آواز دیتا اور پکار رہا ہے۔ اسی اندھیرے مکان میں آپؒ کے ارشاد کے موافق لڑکے کو رکھا گیا، اور اس کا "عالم غیب سے مداوا" ہوا اور اس مقام سے صحتیاب ہو کر وہ باہر آیا سبحان اللہ۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

تالاب میں ڈوب کر مرا اور زندہ ہوگیا ازانجملہ یہ ہے کہ خادم علی اور حافظ مقبول احمد صاحبان بیان کرتے ہیں کہ دربار شریف سے تھوڑے فاصلہ پر ایک لڑکا (جسکی عمر غالباً ۱۱، ۱۲ سال تھی) تالاب میں ڈوب کر مر گیا تھا یہاں آکر زندہ ہو گیا۔ اس عظیم الشان واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ یہ لڑکا دن بھر گھر سے غائب رہا۔ تلاش کیگئی اور نہیں ملا، تو اس کے اقارب نے سمجھا کہ گھر سے بھاگ کر کہیں چلا گیا ہے، تلاش و جستجو کرتے رہے یکایک خبر آئی کہ اس لڑکے کی لاش تالاب پر تیرتی ہوئی دیکھی گئی ہے۔ اب ایک ماتم تھا اور یہ گھر تھا۔ کچھ دیر بعد خیال تجہیز و تکفین پیدا ہوا اور کسی نے کہا کہ لاش کو معائنہ اور رپورٹ کی غرض سے پہلے پولیس اسٹیشن لیجانا ہوگا اس کے بعد دفن کیا جائے گا لیکن لڑکے کی ماں نے کہا اور اصرار کیا کہ لوگ پہلے اسے دربار عالی ہمارے حضرتؒ کی خدمت میں لیجائیں اور رحم و کرم اور دعا کے طالب ہوں، اس کے بعد جو آپ لوگوں کا جی چاہے وہ کام کریں۔ لہذا لوگوں نے یہ لاش چارپائی پر ڈالی اور چارپائی کندھوں پر اٹھائی اور اس طرح یہ جنازہ خانقاہ شریف میں لایا گیا حضرتؒ کی خدمت میں اطلاع پیش کی گئی اور لڑکے کی ماں نے جو درخواست کی اسے عرض کیا گیا۔ آپؒ اس وقت حجرہ مبارک میں تھے باہر تشریف لے آئے اور اس لڑکے کو ایک نظر دیکھا اور اس کے پیٹ پر قدم پاک رکھکر ذرا دبایا اور ارشاد فرمایا: "اس کے پیٹ میں پانی بھر گیا ہے (نیچے کے پاؤں اوپر کر کے) اسے الٹا کر دو، اور گھماؤ۔ اور چکر دو تاکہ جو پانی پیٹ میں بھر گیا ہے نکل جائے"۔ لوگوں نے لاش کو الٹا کر دیا اور چکر دیا، پیٹ اور منہ اور ناک سے خوب پانی نکلا آپؒ نے فرمایا: "بس اب لٹا دیا جائے!" یہ کہکر اس مقام سے تشریف لے گئے اور چادر مبارک عطا فرمائی کہ لڑکے کے اوپر ڈالدی جائے۔ اس فرمان کی تعمیل کیگئی اور لوگ خانقاہ شریف میں ایک جگہ پر جا کے بیٹھ گئے لیکن نظر لڑکے کی طرف تھی، یکایک کیا دیکھتے ہیں کہ لڑکے میں سانس کی ایک فوری اور ناگہانی حرکت پیدا ہوئی ناک کے پاس روئی کو رکھکر دیکھا تو روئی نے سانس کی حرکت کا پتہ دیا۔ اب اس وقت ظاہر ہے کہ ان لوگوں کی خوشی اور

وارفتگی کا کیا عالم ہوگا جن کا مردہ قدرت الٰہی سے زندہ ہوا۔ دوڑے اور حضرتؒ کے قدموں پر تلے اوپر جا کر گر پڑے
آپؒ نے فرمایا: "لڑکا اچھا ہو جائے گا۔ اس کے پیٹ میں پانی بھر گیا تھا" پھر اس غرض سے کہ "احیائے موتیٰ" کا راز فاش
نہ ہو جائے حاضرین خدمت اور غلامان بارگاہ کے سامنے "قضائے مبرم" اور "قضائے معلق" پر تقریر فرماتے رہے
تاکہ خیالات عامہ دوسری سمت منتقل ہو جائیں۔ یعنی موت دو قسم کی ہے۔ مبرم اور معلق "اس لڑکے کا زندہ ہو جانا
معلق موت کے قبیل سے ہے۔ نہ از قبیل مبرم" اس قسم کی باتیں اخفائے کرامت کی غرض سے فرماتے رہے اسکے
بعد یہی جنازہ جو لوگوں کے کندھوں پر آیا تھا اب برات کے دولہا کی طرح ایک عالم مسرت و شادمانی کے ساتھ
اس بارگاہ سے رخصت ہوا۔ اس واقعہ کا چرچا پھیلنے لگا کہ ایک مردہ کیونکر حضرتؓ کی ٹھوکر سے زندہ ہوگیا۔ تب آپؒ نے خاص خاص
لوگوں کو بلا کر ارشاد فرمایا "ایسے **واقعات کا چرچا ہماری زندگی میں نہ کیا جائے**!" پھر کس کی مجال تھی سب مہر بلب اور ساکت محض
ہوگئے۔ یہ لڑکا ۱۳۴۲ھ تک زندہ تھا۔ (اسکے بعد کا حال معلوم نہیں)

تواضع ایک عادت شریف تھی ایسے نادر الوجود اور عظیم الشان واقعات قدرت کاملہ الٰہیہ کے ظہور میں آتے تو عادت شریف
تھی کہ تواضعاً یا اخفائے کرامت وغیرہ کی غرض سے ذیل کے الفاظ ارشاد فرماتے۔ "ہم مردہ، ہمارہ پروردگار زندہ ہے
سب کچھ اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ ہم مثل اس کے ایک آلہ اور ہتھیار کے ہیں وہ بے چون و بے چگون جو چاہتا
ہے چون و چگوں کے ذریعہ سے اپنی قدرت کو ظاہر کرتا ہے۔ لوگ ظاہر میں بے چون و بے چگوں کو نہیں دیکھتے ہیں تو
ہمیں سمجھتے ہیں (کہ ہم نے کیا) ہمارا ظاہر و باطن میں کچھ اختیار نہیں ہے کہ ہتھیار خود نہیں کاٹتا اور خود نہیں چلتا
چلانے والا چلاتا ہے جب چلتا ہے۔ جیسے بندوق کو جب چلانے والا چلاتا ہے تب فیر ہوتا اور بندوق چلتی ہے
مجھ کو کچھ دخل نہیں ہے، جب (بندوق کا) نل گرم ہو جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ فائر ہوا۔ اسی طرح میری حالت
ہے!" حضرت شاہ تراب کاکوریؒ کا یہ شعر فرمایا کرتے ؎

فاعل مختار ہے اللہ جو چاہے کرے   بندہ بیچارہ سراپا عاجز و مقہور ہے

مولود کی موت بے احتیاطی دایہ ازانجملہ یہ ہے۔ کہ چینوٹی نواح اسلام آباد کا رہنے والا ایک شخص "دیدار امام" جو پیشتر دربار
شریف میں کبھی حاضر نہیں ہوا تھا۔ اور نہ داخل سلسلہ عالیہ تھا، گود میں بچہ لئے چند لوگوں کے ساتھ خدمت اقدس
میں حاضر ہوا اور عرض کیا: "نذر و منت کی تھی کہ یہ بچہ اگر زندہ ہو گیا تو اسے حضور کی خدمت میں بطور نذر گذرانا جائیگا
لہٰذا یہ بچہ غلامی میں قبول فرمایا جائے! واقعہ یوں ہے کہ جس وقت یہ بچہ متولد ہوا دایہ کی بے احتیاطی یا
کسی وجہ سے اسکی نال اپنی جگہ سے اکھڑ گئی تھی اور لڑکے کا یہ حال ہوا تھا کہ بالکل مردہ تھا کوئی علامت زندگی نظر
نہ آتی تھی۔ یہ فرزند ہمیں بہت دعاؤں اور بڑی آرزوؤں کے بعد رحمت خداوندی نے بخشش فرمایا تھا۔ اسکی
یہ حالت ہوئی تو ہمارے درد و الم اور قلق و صدمہ کی انتہا نہ تھی، یاس و ناامیدی و اضطراب کے عالم میں یکایک

خیال آیا کہ اگر یہ بچہ زندہ رہا تو پھر یہ ہمارا نہ ہوگا حضرت کا ہوگا۔ اور حضرت صاحب کی خدمت و غلامی میں بطور نذر پیش کیا جائے گا۔ اس نذر و منت کا جی میں عہد کر لینے کے بعد ہم نے یہ کام کیا کہ بچہ کی نال ناف کی جگہ رکھدی۔ قدرت خداوندی سے وہ خود بخود جم گئی اور اپنی جگہ پر قایم ہو گئی اور بچہ میں حس و حرکت، آواز اور زندگی پیدا ہو گئی۔ اب یہ بچہ بفضلہ تعالیٰ زندہ اور تندرست ہے، چلہ کا غسل ہو گیا ہے لہذا بچہ کو خدمت پاک میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس نذر کو قبول فرمایا جائے۔" آپ نے بچہ کو دیکھا اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا "لے جاؤ۔ ہم دعا کرتے ہیں!" اور فرمایا! "ہم تو لوگوں سے کچھ بھی نہیں کہتے ہیں اللہ ہی جانتا ہے کہ ایسے خیالات لوگوں میں کیوں پیدا ہوتے ہیں"

خطرات اور لوگوں کے چھپے ہوئے حالات

یہ دوا تو کھانی پڑے گی

از انجملہ یہ ہے کہ آپ کے ایک مرید جو طبیب بھی ہیں ان کا واقعہ ہے کہ "مرض بواسیر" کی زحمت شدید میں مبتلا تھے اور خون کے دست بھی آ چکے تھے۔ جب دواؤں اور تدبیروں سے فائدہ نہ ہوا علاج سے ناچار ہو گئے تو انھوں نے معقول علی شاہ صاحب خادم دربار عالی کو اپنے حالات لکھے کہ حضرت قبلہ کی خدمت میں عرض کئے جائیں۔ سنکر ارشاد فرمایا! "یہ مرض لاحق ہے۔ درویشوں کو کوئی نہ کوئی مرض ہو جایا کرتا ہے، اور رہجاتا ہے، ان کا یہ مرض رہے گا۔ ہمیں بھی یہی مرض ہے۔ ہم مونگ کے دانہ کے بقدر افیون کا اس طرح استعمال کرتے رہتے ہیں کہ جب مرض کا اشتداد ہوا اُسے بغیر پانی کے حلق سے یونہی اُتار دیتے ہیں۔ مرض میں تخفیف ہو گئی تو اُسے چھوڑ دیتے ہیں۔ لکھ دو کہ اگر جی چاہے تو تم بھی اس دوا کو چھ ماہ مسلسل استعمال کر لو جب فائدہ قائم ہو جائے اُس وقت ترک کر دینا۔ اور ناغہ کے ساتھ کھاتے رہنا ہے جب کچھ شکایت ہو کھا لیا کرنا۔" ان حکیم صاحب نے صرف ایک دن ایک بار یہ دوا استعمال کی اور ارشاد کی تعمیل کر دی مگر کامل تعمیل نہ کی دہیں خیال کیا کہ دوا کہیں قبض اور خشکی پیدا نہ کرے اور یہ اُن کے جی کا خطرہ تھا جس کا اظہار کسی پر بھی اُنھوں نے نہیں کیا کچھ عرصہ بعد اتنا سخت دورہ پڑا کہ پیشتر کبھی اتنی تکلیف کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ معروضہ پھر گذرانا۔ فرمایا۔ ہاں! ہاں! ہم تو نہ طبیب ہیں نہ ڈاکٹر جس دوا سے ہمیں فائدہ ہوا تھا وہی دوا ہم نے اُن کو بھی بتا دی۔ وہ طبیب ہیں خیال کرتے ہوں گے کہ یہ دوا کہیں قبض اور خشکی پیدا کرے۔ خیر ابھی کیا ہے؟" اور پھر یہ مصرعہ دہان مبارک پر جاری ہوا ع ورنہ ستانی بہ ستم می رسد، اس ارشاد کا مطلب یہ کہ سامنے ابھی اور تکلیف ہے۔ خوشی سے استعمال نہ کریں گے تو جبر سے استعمال کرائی جائے گی۔ اس کے بعد کچھ اور ارشاد فرمایا۔ ادھر حکیم صاحب ڈیڑھ سو روپے

کے ملازم ہو کر نوکری پر گئے۔ وہاں ناقابل بیان تکلیف میں مبتلا ہوئے۔ ناچار و بے بس ہو گئے ملازمت چھوٹی بڑی مینوں صاحب فراش رہے ایک دن خیال کیا کہ طب اور طبابت بالائے طاق، اب تو حضرت قبلہؓ کے حکم کی پوری تعمیل کریں گے۔ اس حالت د نوبت کے پیش آنے پر اب جو افیون بقدر دانۂ مونگ استعمال کی تو پہلے روز اس دوا کا کرشمہ ظاہر ہوا۔ کہ دستوں کی تکلیف نہ ہوئی اور چند ہی روز میں زیادہ نفع حاصل ہو گیا۔

آپؒ کا حکیم صاحب کے خطرہ پر آگاہ ہونا کہ افیون کہیں قبض اور خشکی پیدا نہ کرے اور آپؒ کا فرمانا ورنہ ستانی بہ ستم می رسد: یہ سب کچھ جس طرح کہ ارشاد ہوا تھا اُسی طرح وقوع میں آیا۔

خطرہ پر ارشاد پر کرم از انجملہ یہ ہے کہ آپؒ کے ایک مرید جو آپؒ کے خلیفہ بھی ہیں اپنے اوائل زمانہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ روپے پیسہ کی طرف سے نہایت تنگدستی تھی انتہائی تکلیف، عسرت اور فقر و فاقہ میں گھر بھر کی زندگی بسر ہوتی تھی۔ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں عرض حال کئی بار کیا گیا مگر کچھ ارشاد نہ ہوا۔ سُنکر خاموش ہو جاتے۔ کبھی سرسری طریقہ پر اتنا فرما دیتے: ہم نے دُعا کی جس سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا کہ آپؒ زیادہ متاثر نہیں ہوتے اور ہماری حالتِ زار پر خیال نہیں فرماتے، ایک شانِ استغنا و بے نیازی کے ساتھ اتنا فرما دیتے ہیں کہ ہم نے دعا کی۔ بس تنگدستی اور مصیبت میں رکھنا فی الحال پسند خاطر معلوم ہوتا ہے، ایک روز خدمت اقدس میں حاضر تھے اور ناداری کا یہ عالم تھا کہ ایک کرتہ اور ایک تہ بند کے سوا کچھ پاس نہ تھا اور ان میں بھی جوئیں پڑ گئیں تھیں، رہ رہ کر اپنے افلاس و فقر و فاقہ کا خیال آتا اور دوسرے پیر بھائی جو حضرتؒ کے خلیفہ بھی تھے اُن کی طرف نظر جاتی کہ آپؒ کے ایک وہ خلیفہ ہیں اور ایک ہم ہیں۔ یہاں فاقے اور مصیبتیں ہیں اُن کیلئے دیکھا کیا فتوحات ہیں اور کشائش رزق اور طرح طرح کی دنیاوی آسائشیں ہیں۔ عرض کرنے پر تو کچھ شنوائی نہیں ہوتی۔ آج حضرتؒ قبلہ کے حضوری میں اس طرح کے وسوسے اور خطرے آئے اور اپنی حالت پر ناخوشی اور ناگواری آج انھوں نے زیادہ محسوس کی۔ مگر یہ سب کچھ دل ہی دل میں۔ زبان سے کسی کے سامنے بھی ایک حرف اس طرح کا نہیں نکلا تھا۔ حضرت قبلہؒ نے ان سے ارشاد فرمایا "سنو! آج تمھیں ایک قصہ سُناتے ہیں ایک درویش تھے کہ پہاڑ میں رہتے اور ہمیشہ مشغول یاد الٰہی رہا کرتے اور دنیا و مافیہا سے بالکل علحدہ اور بالکل کنارہ کش تھے۔ ایک گھسیارہ اس طرف گھانس کاٹنے آیا کرتا اور دیکھا کرتا کہ یہ ہمہ وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور کھانے کا وقت آتا ہے تو من وسلویٰ (جس میں طرح طرح کی نعمتیں ہوتی ہیں) آسمان سے اُترتا ہے اور وہ یہ نعمتیں (ہر روز) کھاتے ہیں۔ گھسیارے نے اپنے جی میں کہا ہم بھی ایک گوشہ میں بیٹھ کر یاد الٰہی شروع کر دیں (ہمیں بھی یونہی من وسلویٰ ملیگا۔ اور یاد الٰہی بھی نصیب ہوگی اور کھانے پینے کے لیے جو محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے اُس سے نجات بھی مل جائے گی) یہ سوچکر گھسیارے نے اپنا کام ترک کر دیا اور اسی پہاڑ

میں ایک جگہ بیٹھکر یاد الٰہی کرنے لگا۔ آسمان سے من و سلوے اُسکے لئے بھی اُترا۔ مگر مکئی کی روٹی اور چنے کا، ساگ اور ان درویش کے لئے وہ ہی طرح طرح کی نعمتیں! چند روز کے بعد گھسیارے نے خیال کیا کہ خدا کی یاد یہ درویش اور میں دونوں کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے قورمہ، پلاؤ، مرغ مسلم اور قسم قسم کی نعمتیں ہیں اور میرے لئے ہمیشہ مکئی کی روٹی اور (چنے کا) ساگ (کام ایک اور انعام ایسے مختلف؟) مجھے بھی قورمہ پلاؤ اور مرغ مسلم ملنا چاہیئے۔ (گھسیارے کے ان خطرات پر) غیب سے ارشاد ہوا۔ یہ درویش بادشاہی چھوڑ کر یہاں آیا ہے اور (شاہی محل کی بجائے اس پہاڑ میں آکر) ہماری یاد میں مشغول ہوا ہے اور ہم اسے وہ کھانے دیتے ہیں (کہ یہ اسی نعمت کے قابل ہے، تو نے ہمارے لئے کیا ترک کیا ہے؟ بس گھانس کھودنے کا کھرپا، اور گھانس بھرنے کی ایک جالی! اور ہم تجھے مکئی کی روٹی اور ساگ کھلاتے ہیں (کہ یہ ہی تیری غذا اور یہ ہی تیری اوقات پہلے بھی تھی) اگر ہماری اس تقسیم پر تجھے اعتراض ہے تو اپنی گھرپی اور جالی سنبھال اور اس پہاڑ سے اُتر جا (اور اپنے گھر کا راستہ دیکھ) یہ حکایت بیان فرماکر حضرت قبلہؓ خاموش ہوگئے۔ آپؓ کے ان مُرید خلیفہ صاحب کا بیان ہے کہ حکایت سُنکر میں اپنے خطراتِ فاسدہ پر متنبہ اور نہایت ہی نادم و شرمسار ہوا کہ میرے قلبی خطرات پر اپنے اشراقِ باطن سے آگاہ ہوکر آپؓ نے محض میری اصلاح کے لئے یہ ارشاد فرمایا ہے اسلئے کہ میرے دوسرے پیر بھائی جو خلیفہ ہیں ڈپٹی کلکٹری اور پانچسو صد کی نوکری چھوڑ کر راہ طریقت میں گامزن ہوئے ہیں اور میں ایک معمولی شخص ہوں۔ میرا اُن کا کیونکر موازنہ ہو سکتا ہے اور اس حکایت کو سُنکر اور اس ارشاد سے مشرف ہوکر وسوسوں اور خطروں سے اپنے باطن کو خالی پایا۔ آپؓ کی پاک تعلیم پر عمل کرنے سے اسکے چند سال بعد پھر آپؓ کی دُعا کی برکت سے خدا نے ان کو فراخیٔ رزق، فراغ بالی، عزّت دنیاوی اور جائداد سب کچھ عطا فرمایا اور ممتازِ اقران و اماثل کر دیا۔

مزار شریف پر دعا حضرتؓ کا جواب

از انجملہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے بیان کیا "میرے والد صاحب سے حضرت قبلہؓ کی جناب میں ایک بڑا قصور ترک ادب ہوگیا تھا، میں سیدنا حضرت دادا پیر صاحب قدس سرہٗ کے مزار پر کہ مہبط نزولِ انوار و برکات ہے حاضر ہوا اور بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی کہ میں اس دربار کے پرانے درویش اور مرید عبدالجلیل شفدار کو شفیع ٹھہراتا ہوں، اُن کے طفیل میں میرے والد کے قصور کی معافی ہو جائے۔ (عبدالجلیل صاحب اس دربار کے مقبول شاعر اور ایک مُرتاض اور سن رسیدہ درویش تھے ۱۳۴۷ھ میں دُنیا سے انتقال فرمایا) اس کے بعد قبل اس کے کہ اُن کی اس دعا کا حال کسی متنفس پر بھی ظاہر ہو وہ حضرت قبلہؓ کی خدمت میں آکر چپ چاپ بیٹھ گئے۔ اس دُعا کا تذکرہ آپؓ سے بھی نہیں کیا حسنِ اتفاق سے اسی وقت محفل سماع شروع ہوگئی اور انہی شاعر جلیل کی غزل پڑھی گئی جس غزل کے ختم ہوتے ہی آپؓ [illegible] حکم صادر

فرمایا۔ اور نہایت خوشی کے لہجہ میں آپؒ نے ازخود بلاکسی تقریب کے ان صاحب سے فرمایا " تمھارے والد کا قصور معاف ہوا۔ عالم غیب میں دو قصوروں کی وجہ سے اُن پر دو مقدمے تھے۔ فردِ جرم بھی لگ چکی تھی۔ مگر عبدالجلیل کے فلاں شعر پر (آپؒ نے اس شعر کے معانی لطیف و دقیق کچھ بیان فرمائے) ہمیں یہ (غیب سے) معلوم ہوا کہ ان کا قصور معاف ہوا اور اُن کی رہائی اور بریّت ہوگئی!"

پیدل کیوں چلے آئے ازانجملہ یہ ہے کہ مولوی مبین الحق صاحب نے کہا " ایک دفعہ اپنے وطن کالی پور (بنگال) میں کانپور کے لئے روانہ ہونے کو تھا جو یہ ارادہ ہوا کہ پہلے حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوجاؤں اسکے بعد ہندوستان کے سفر پر روانگی کروں۔ اُس وقت مجھے یہ اطلاع ملی کہ آپؒ کنجن نگر میں تشریف رکھتے ہیں۔ میں اس بستی کی طرف چلا چلتے ہوئے اپنے بھائی سے اتنا کہا کہ " اقامت ہند کے سبب پیدل چلنے کی عادت جاتی رہی عادت سواری پر چلنے کی ہوگئی، اب مجھ سے یہ راستہ پیدل کیونکر طے ہوگا؟ یہ خیال لئے ہوئے میں چل کھڑا ہوا۔ جب حضرت قبلہؒ کی خدمت میں پہنچا، آپؒ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا تم یہاں کیوں چلے آئے، ہندوستان میں رہکر عادت سواری کی ہوگئی اب تم سے پیدل نہیں چلا جاتا، جو لوگ کہ حاضر خدمت تھے بعد میں اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ آج حضرت قبلہؒ نے بلا تقریب کئی بار تمھارا تذکرہ کیا!"

خطرۂ قرات پر گرفت مولوی سید احمد صاحب (ساکن مراد آباد بنگال) کہتے ہیں کہ " ایک بار میں حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُس وقت نماز مغرب ہورہی تھی اور حضرت قبلہؒ امام تھے، آپؒ کی قرات سُنکر میں نے دل میں کہا کہ آپؒ کے علم وفضل کی اتنی شہرت ہے مگر قرأت معمولی ہے۔ اور اعتقاد میں کچھ سُستی اس خیال سے پیدا ہوئی، نماز مغرب کے بعد آپؒ نے ازخود فرمایا " ایک مولوی صاحب فلاں بزرگ کی شہرت سُنکر ان کی خدمت میں گئے لیکن ان بزرگ نے جو نماز پڑھائی تو ان کی قرارت کو معمولی پایا۔ کچھ بے اعتقاد ہوگئے کشفِ باطن سے ان بزرگ کو علم مولوی صاحب کے سوء اعتقاد کا ہوگیا اور اُنھوں نے فرمایا۔ میاں! کسی نے دل صاف کیا کسی نے زبان صاف کی ہمیں تصفیہ قلب کی کوشش میں اتنا موقع کہاں تھا جو زبان کو صاف کرتے " اِس حکایت کے بیان کرنے کے بعد آپؒ نے فرمایا " ہمارا بھی ایسا ہی حال ہے!" پھر فرمایا " تمھیں اگر میرے کہنے کا یقین نہ ہو تو فلاں کتاب لے آؤ اور فلاں مقام پڑھو!" کتاب کو دیکھا۔ اور یہی حکایت پڑھی اور اپنے اس خطرہ کی وجہ سے دل میں نہایت نادم و شرمسار ہوا!"

کاش یہ شربت مجھے ملتا ازانجملہ یہ ہے کہ عرس کے ایام تھے۔ میدان خانقاہ میں خیمہ و بارگاہ استادہ تھی۔ مقام صدر میں آپؒ جلوہ افروز تھے اور مجلس مبارک میں بہت لوگ حاضر تھے کسی نے ایک شربت کا گلاس آپؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؒ نے ایک جرعہ اس شربت کا نوش فرماکر گلاس کو پاس رکھ لیا، نہ خود نوش فرمایا اور نہ کسی کو عطا فرمایا

اور لوگوں سے کلام فرماتے رہے، ایک خادم کے دل میں آرزو پیدا ہوئی۔ کاش یہ اُلش مجھے عطا ہوتا۔ جب مجلس برخاست ہوئی اور آپؒ کھڑے ہوگئے تو آپؒ نے اس خادم کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ "یہ شربت تم پی لو۔"

اعمال قلبی زیادہ مفید ہیں ازانجملہ یہ ہے کہ آپؒ کے ایک خادم نے کہا۔ "میرا کئی ماہ تک تنہائی میں یہ معمول رہا کہ وظائف کی کتاب پڑھا کرتا اور اپنی شامت نفس کے تصور پر وظیفے کے اُن مقامات میں جہاں مغفرت کی دُعائیں ہیں کبھی کبھی رو دیا کرتا۔ اس کے سوا سب ورد و وظیفہ ان دنوں میں ترک ہوگیا تھا۔ اس کے چند ماہ بعد سعادتِ حضوری نصیب ہوئی نہ آپؒ سے یہ ماجرا خود عرض کیا تھا، نہ آپؒ نے ہی دریافت فرمایا۔ مگر یہ ارشاد ہوا۔ "کتاب پڑھنے اور رونے دھونے سے کیا ہوگا؟" اور عرفی کا یہ شعر پڑھا، ؎

عرفی اگر بہ گریہ میسر شدے وصال صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

یہ خادم اس اشارہ کو سمجھا کہ اس کیلئے آپؒ کی یہ تعلیم بس ہے "اعمال قلبی مقدم ہیں وظائف زبانی سے کام نہیں چلتا"

ملے کسی نے نہ کیا ذکر لسانی سے سلوک صورتِ رشتۂ سبحہ ہے یہ رستہ دل میں

ہم بچوں کو نہیں مارا کرتے ازانجملہ یہ ہے کہ حضرتؒ کے اس خادم و غلام کا بیان ہے کہ وہ دربار شریف سے صد ہا میل کے فاصلہ پر اپنے مکان کی کوٹھڑی میں بعد مغرب حسبِ معمول مراقب ہوا، طبیعت مکدّر و منقبض تھی، بس یہی خواہش تھی کہ چپ چاپ بیٹھا رہوں، اسی حال میں صغیر سن لڑکا کوٹھڑی کے اندر چلا آیا اور عادت کے موافق شوخی و شرارت کرنے لگا، یہ بات اس وقت بہت بُری معلوم ہوئی اور لڑکے کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا تاکہ وہ چلا جائے بچہ روتا ہوا یہاں سے چلا گیا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد سعادت حضوری نصیب ہوئی تو ایک روز آپؒ نے بلاکسی تقریب کے خود بخود ارشاد فرمایا: "کیا تم نے ہمیں بھی بچوں کو مارتے ہوئے کبھی دیکھا ہے؟ ہم تو بچوں کو نہیں مارتے۔ یہاں اگر اگر وہ ہمیں بہت ستاتے ہیں اور دق کرتے ہیں تو ہم مقبول (خادم خاص) کو آواز دیتے ہیں کہ دیکھنا یہ ہمیں ستاتے ہیں مقبول کا نام سنتے ہی بچے فوراً چلے جاتے ہیں۔ ایک بار ہم نے لڑکے کو معمولی تنبیہ (اپنے ہاتھ سے) کی تھی وہ بیمار ہوگیا پھر ہم نے بچوں کو کبھی نہیں مارا۔" اس خادم نے سمجھ لیا کہ اپنے گھر کی کوٹھڑی میں ایک دفعہ بچے کو مارا تھا۔ یہ اس پر ملفوظ فرمایا گیا ہے اور اس طرح "آدمیت" مجھے سکھائی گئی ہے!

خواہش سماع ازانجملہ یہ ہے کہ ایک خادم نے کہا۔ "ایک بار میں خانقاہ کے بڑے وسطی دالان میں کھڑا ہوا تھا، اور جی میں یہ خطرہ گذر رہا تھا کہ کاش آج محفل سماع ہوتی اور میں فارسی اور اُردو کا حقانی کلام سنتا۔ اس وقت آپؒ حجرہ شریف سے تالاب پر وضو کے لئے تشریف لے جاتے ہوئے میرے پاس سے گذرے اور فرمایا۔ "کیا آج سماع میں اُردو اور فارسی کا کلام سُنو گے؟"

خطرہ حبّ جاہ ازانجملہ یہ ہے کہ ایک خادم کا بیان ہے کہ ایک روز حجرۂ خانقاہ میں میرا دماغ کچھ دنیاوی منصوبوں

اور وسوسوں میں بے طرح اُلجھا ہوا تھا کہ معاً آپؒ نے آواز دیکر بُلا لیا اور یہ شعر پڑھا ؎

خطرہ کو حُبِ جاہ کے دل سے نکالئے　　یہ بے طرح کا چور ہے گھر میں گھسا ہوا

اور بات کا پہلو بدل کر فرمایا "یہ شاہ نیاز احمد صاحب کا شعر ہے۔ مگر شاہ تراب صاحب کا کلام بھی خوب ہے۔ کیا تم نے ان کا دیوان دیکھا ہے؟" اس قسم کے واقعات بہت ہیں جو بکثرت خادموں کے ساتھ گذرے ہیں کہ ادھر قلب میں خطرہ گذرا ادھر آپؒ نے اصلاح فرمائی۔

وہی کرو جو ہم نے بتا دیا ہے

ازانجملہ یہ ہے کہ بنارس کے خواجہ عبدالقدیر کا بیان ہے کہ کچھ عرصہ میرا یہ طریقہ رہا کہ بجائے لا الٰہ الا اللہ اس ذکر نفی و اثبات کے میں اسمائے حسنیٰ باری تعالیٰ میں سے حق کا ذکر پاس انفاس کے طور پر کیا کرتا۔ اور میرا یہ طریقہ ذکر برابر جاری رہا یہاں تک کہ خدمت اقدس میں حاضری کا شرف نصیب ہوا ایک شب بعد عشا میں حضوری میں حاضر تھا، اور تنہائی تھی۔ اور آپؒ گاؤ تکیہ پر سہارا لئے ہوئے چشم بند اور خاموش اس طرح جلوہ افروز تھے جس سے یہ ظاہر ہو کہ آپؒ آرام فرما رہے ہیں اور خواب میں ہیں یکایک زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ "ذکر کا وہی طریقہ (نفی اثبات) جو ہم نے بتایا ہے بہتر ہے" ادھر زبان پاک پر یہ الفاظ جاری ہوئے، اُدھر میرے قلب پر یہ القا فرمایا گیا کہ میں نے ذکر کا جو طریقہ از خود اختیار کیا تھا، یہ اشارہ اُس کے بارہ میں ہے کہ اُسے چھوڑ دو جس طریقہ سے کہ ہم نے تعلیم کیا ہے اُسی طریقہ سے ذکر (اور یاد الٰہی) کیا کرو۔ اس کے بعد دفعتہً آپؒ حالت بیداری میں آگئے اور فرمایا "عبدالقدیر! سوتے میں ہمارے مُنہ سے جانے کیا نکل جاتا ہے!"

مزار شریف پر کہا اور آپؒ نے سُنا

انھیں خواجہ صاحب کا بیان ہے کہ میری کوئی مخفی اور پوشیدہ مراد تھی حضرت قبلہؒ کی خدمت میں عرض کرنے کو تھا مگر شرم آئی اور عرض نہ کرسکا۔ ایک روز حضرت جناب دادا پیر صاحب قدس سرہٗ کے مزار شریف پر حاضر ہوا اور آپؒ کے وسیلہ سے بارگاہ خداوندی میں اپنی اُس مراد اور اپنے اس راز مخفی کے لئے دُعا مانگی اور عرض حال کیا جب مزار شریف سے میں لوٹا تو حضرت قبلہؒ نے مجھے بلا کر فرمایا "اگر مزار شریف پر کوئی کچھ کہتا ہے تو اُسے یہیں بیٹھے ہوئے ہم سُن لیتے ہیں!" میں اپنے دل میں بہت نادم ہوا۔

دوسرے کے خواب کا علم

ازانجملہ یہ ہے کہ ایک بار انھیں خواجہ صاحب سے بعد نماز فجر آپؒ نے فرمایا "رات تم نے کیا خواب دیکھا تھا۔ ہم نے اپنے حجرہ سے دیکھا تھا کہ تم خواب دیکھ رہے ہو" حالانکہ آپؒ کی خوابگاہ کا کمرہ علیحدہ اور خواجہ صاحب جس کمرہ میں سوئے وہ کمرہ دوسرا تھا۔ درمیان میں دیوار حائل تھی۔ خواجہ صاحب نے اپنا خواب عرض کیا۔

حضرت قطب الاقطاب کی زیارت عجیب وغریب خواب

ازانجملہ یہ ہے کہ خادم علی صاحب کا بیان ہے کہ "ہم ایک بار اجمیر شریف سے

رخصت ہو کر دہلی زیارت کی غرض سے آئے۔ خوش قسمتی سے دہلی میں حضرت قبلہؓ کی ہمرکابی نصیب ہو گئی آپؓ نے دہلی کے دریبہ کلاں کی مسجدِ خوں بہا کے بالائی کمرہ میں قیام فرمایا۔ ایک شب تہجد کے وقت آپؓ حسبِ معمول بیدار ہوئے اور کسی کو آپؓ نے نہیں جگایا۔ خود چراغ جلا کر حقہ کی تیاری کرنے لگے۔ آہٹ پا کر میں بستر سے اُٹھ بیٹھا، اور حلیم آپؓ کے دستِ مبارک سے لیکر اور حقہ تیار کر کے پیش کیا۔ آپؓ نے پوچھا۔ "خادم علی! اس وقت تم نے کیا خواب دیکھا ہے! ہم دیکھ رہے تھے کہ تم خواب دیکھ رہے ہو!" میں نے عرض کیا واقعی اس وقت میں نے (عجب) خواب دیکھا ہے!!" اور پھر میں نے اپنا خواب عرض کیا۔ "میں نے اس وقت خواب میں ایک عالیشان بزرگ کو دیکھا کہ کرسی پر جلوہ افروز ہیں۔ سامنے ایک میز ہے۔ میز پر کاغذات کی مسلیں ہیں۔ میز کی دوسری سمت کوئی اور بزرگ ہیں جو کاغذات کو اس طرح پیش کر رہے ہیں جس طرح کہ پیشکار حاکم کے سامنے پیش کیا کرتے ہیں' اور ان کاغذات کے متعلق احکامات صادر ہو رہے ہیں' معلوم ہوا کہ یہ عالی شان بزرگ خواجۂ خواجگان' قطب الاقطاب حضرت **خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اُوشی چشتی** رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ ہی احکام صادر فرما رہے ہیں اور اس وقت آپ دنیا کے کسی بڑے انتظام میں مصروف ہیں۔ آپ نے کسی بادشاہ کی جگہ پر دوسرے بادشاہ کا تقرر فرمایا ہے۔ جیسے ایک بادشاہ کا انتقال ہو جائے اور دوسرا اُسکی جگہ بادشاہ بنایا جائے۔ آپؓ جب اس کام سے فارغ ہو گئے تو میری طرف مخاطب ہوئے اور مجھ سے ارشاد فرمایا۔ "خادم علی! تم یہاں آ گئے۔ ہمیں دیکھ لیا اچھا کیا، اگر موقع ملے تو پھر کبھی آ جانا، مگر اس بات کو یاد رکھنا کہ تم کو جو کچھ ملنا ہے وہ تمھیں تمھارے پیر و مرشد کے آستانے سے ملیگا۔ اور کہیں سے بھی نہیں ملے گا!" (یہ ۱۹۰۲ء کا واقعہ ہے)

"وہ ہمیں اپنے غریب ہی پیارے ہیں" از انجملہ یہ ہے کہ غازیپور میں اشاعت سلسلۂ عالیہ کے ابتدائی ایام تھے اور بندگان خدا اس سلسلۂ پاک میں جوق جوق داخل ہو رہے تھے جن میں کثرت غربا کی تھی۔ میاں محمد حسین مرحوم نے بیان کیا تھا کہ ایک روز میرے دل میں خطرہ گذرا کہ جو لوگ ہمارے حضرتؓ سے مُرید ہوئے اور ہو رہے ہیں اکثر غریب لوگ ہیں۔ اگر کچھ امرا مرید ہو جاتے تو ہمارے حضرتؓ کو روپیہ پیسہ بھی ملتا، اور دُنیا والوں کی نظر میں وقار بھی زیادہ ہو جاتا۔ یہ خطرہ جس وقت کہ میرے دل میں گذر رہا تھا۔ آپؓ نے اُسی وقت مجھ سے فرمایا "میاں محمد حسین! ہمیں اپنے غریب مرید ہی پیارے ہیں۔ ہمارے والد ماجد قدس سرہٗ کے تقریباً ایک لاکھ مُرید تھے اگر ہم کو روپیہ پیسہ لینا منظور ہوتا تو ہر ایک سے ایک ایک روپیہ ملنے پر بھی ایک لاکھ روپیہ مل جاتا!"

پیر کون ہو سکتا ہے؟ اور مرید کون ہے؟ اس کے بعد فرمایا۔ "پیر ہونے کے لائق وہی شخص ہے جس کے جی میں مُرید کی ایک چھنی کوڑی کا بھی لالچ نہ ہو جس میں ذرہ برابر بھی اطمع کسی سے کچھ ملنے کی نہ ہو اور مرید وہ ہے کہ خدمت شیخ میں روپیہ پیسہ کیا بلکہ جان سے بھی دریغ نہ کرے!"

آپ امراء سے گھبراتے تھے ازانجملہ یہ ہے کہ میاں محمد حسین نے کہا: کہ حضرت قبلہؒ ایک روز خدام سے کلام فرما رہے تھے یکایک زبان مبارک پر جاری ہوا کہ بھلا ہم کیا کرینگے (اگر امراء میں سے کوئی آگیا) ہم تو سفر میں ہیں۔ ہم سے کسی بڑے آدمی کی خاطر و مدارات کسی طرح ہو سکے گی؟! آپؒ کے اس فرمانے کا مطلب اُس وقت ہم لوگ کچھ نہ سمجھے تیسرے روز آپؒ نے پھر ایسا ہی ارشاد فرمایا۔ ہم لوگ اس وقت بھی کچھ نہ سمجھے اور اس بات کی جرأت ہم میں سے کسی کو نہیں ہوئی کہ آپؒ سے دریافت کرتے چوتھے روز نواب حیدر علی خاں رئیس کرٹیہ (ضلع میمن سنگھ بنگال) آپؒ کی خدمت میں غازی پور حاضر ہوئے، ارادہ مرید ہونے کا تھا۔ اُن کے ہمراہ ان کی ریاست کے منیجر، مصاحبین، اور دیگر ملازمین بھی تھے، اب ہم لوگوں نے سمجھا کہ تین۳ روز سے جو ارشاد بڑے آدمی کے آنے کا ہو رہا تھا اُس کا کیا مطلب تھا یعنی نواب حیدر علی خاں جس وقت اپنے مکان سے چلے منجانب اللہ آپؒ کو اُن کے آنے کا اُسی وقت علم ہوا۔ اور وہ الفاظ زبان پاک پر جاری ہوئے بدراستہ تین دن کا تھا۔ چوتھے روز نواب صاحب غازی پور خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ نواب صاحب مرید ہوئے اور گیارہ ۱۱ سو روپیہ نذر کا خدمت میں پیش کیا آپؒ نے فرمایا "پیر کو نذر کا دینا فرض نہیں ہے، قرض کو ادا کرنا فرض ہے" تمھاری ریاست پر بار قرض ہے اپنا قرض ادا کرو کہ قرض کا ادا کرنا فرض ہے، نواب صاحب نے بہت اصرار کیا اور رنجیدہ ہوئے تو آپؒ نے فرمایا "بعض لوگ مرید ہوتے ہیں تو ایک یا دو روپے نذر دیتے ہیں، ہم لے لیتے ہیں۔ آپ کی نذر سے دو۲ روپے ہم لئے لیتے ہیں تاکہ آپ یہ خیال نہ کریں کہ پیر و مرشد نے ہماری نذر کو رد کر دیا" یہ فرما کر آپؒ نے دو۲ روپے لے لئے اور باقی روپیہ نواب صاحب کو واپس دے دیا۔ اس طرح میاں محمد حسین نے اپنے خطرہ کا جواب مشاہدۃً و عملاً اس دربار شریف میں معائنہ کر لیا (سنا جاتا ہے کہ نواب صاحب کا اسٹیٹ تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے کا ہے)

ایک نواب کے خطرہ پر گرفت ازانجملہ یہ ہے کہ نواب حیدر علی خاں صاحب شرف بیعت کے کئی سال بعد دربار شریف میں حاضر تھے، اور اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اُن کے دل میں خطرہ گذرا کہ مصارف خانقاہ کیلئے میری طرف سے اگر کوئی معین رقم پیش ہو جایا کرتی تو میرے لئے موجب سعادت تھا۔ خدا نے مجھے اس لائق کیا ہے اور دربار شریف کا معاملہ توکل کا ہے، یہ خطرہ اُن کے دل میں گذرا ہی تھا کہ معاً طلبی ہوئی اور ارشاد ہوا، "ہمارے حضرتؒ کے آستانے کے مُریدوں میں سے اگر کسی کو خدا نے اس قابل کیا ہو کہ یہاں کے مصارف کیلئے کوئی معین رقم دیتے رہیں اور وہ ایسا خیال کریں کہ ہمارے پیر و مرشد کے کام تو توکل پر جاری ہیں اچھا ہے کہ ہم ان اخراجات کے پورا کرنے میں حصہ لیں اور اس طرح، یہاں کے کاروبار کے منتظم اور کفیل ہو جائیں تو اُنھیں خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کے ایسا کرنے سے ہمارا تو کچھ نفع نہ ہو جائیگا اور اُنکا نقصان ہو جائیگا اور انکی ثروت اور ریاست چلی جائے گی، ہمارے گھر کا منتظم صرف ہمارا پروردگار کافی ہے، اگر کوئی اور چاہے کہ اس گھر کا کفیل ہو جائے تو یہ اُس کے حق میں نقصان کی بات ہو جائے گی۔" نواب صاحب

اپنے خیال سے باز آئے۔

اعتقاد مرید کی اصلاح ازاں جملہ یہ ہے کہ مولوی معین الحق صاحب نے کہا "ایک روز حضرت قبلہؒ بعد مشغولی مابین المغرب والعشاء حجرہ سے باہر تشریف لائے اور بلا تقریب یہ آیت کلام پاک آپکی زبان مبارک پر جاری ہوئی اِنَّ الَّذِینَ آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا، لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا (جو لوگ کہ ایمان لائے اور پھر (ایمان واسلام سے) برگشتہ ہوگئے، پھر ایمان لائے اور پھر کافر ہوگئے (اور ایسا ہوا کہ) کفر میں بڑھتے چلے گئے تو (اب نعمتِ ایمان) نصیب ہوگی اور خدا کے (ایسے غضب میں مبتلا ہو جائیں گے کہ) خدا نہ تو اُن کی مغفرت ہی کرے گا، نہ (اُن کو اپنے) راستہ کی ہدایت کرے گا۔ اس آیت کو پڑھ کر آپؒ نے اس آیت کا ترجمہ بیان فرمایا۔ اور جو لوگ کہ قدیمی خدام سے ہیں سمجھے کہ آپ کا کوئی کلام کبھی بے معنی اور بلا سبب نہیں ہوا کرتا۔ ضرور کوئی بات ظہور میں آنے والی ہے کہ آپؒ نے یہ آیت بلا کسی تقریب کے پڑھی اور اس کا ترجمہ بھی سُنایا ایک صاحب نے جرأت کی اور دریافت بھی کیا کہ حضور نے کلام مجید کی یہ آیت ہم لوگوں کو سُنائی اور سمجھائی ہے تو یہ کیا بات ہے۔ لیکن آپؒ خاموش رہے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے تیسرے دن کا واقعہ ہے کہ ایک شخص مرادآباد سے تھے، اور حضرتؒ کے مرید بھی تھے۔ یکایک حاضر خدمت ہوئے اور ان کا یہ واقعہ معلوم ہوا کہ مُرید ہونے کے بعد شامت نفس اور اغوائے شیطان سے ان کے خیال واعتقاد میں ضعف واختلال واقع ہوگیا تھا، ایک عرصہ کے بعد پھر ان کا خیال وعقیدہ درست ہوگیا اور اب وہ عقیدت کے ساتھ تلافی مافات کی غرض سے حاضر ہوئے بفضلہ تعالیٰ ان کے خیالات ومعتقدات کی کماحقہ اصلاح و درستی ہوگئی۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا "اگر کوئی شخص ایمان وارادت وعقیدت لانے کے بعد منحرف و برگشتہ ہو جائے اور اس کے بعد پھر عقیدت لے آئے تو اسکا ارادت لانا قبول کرلیا جائے گا۔ قدیمی خادم سمجھ گئے کہ ارشاد انھیں کے متعلق تھا بعض خادموں نے ان میں سے دریافت کیا کہ آپ اپنے مکان سے کس دن اور کس وقت روانہ ہوئے تھے اُنھوں نے ٹھیک وہی وقت اور وہی دن بتایا جس وقت اور جس دن یہاں حضرتؒ قبلہ نے آیۂ اِنَّ الَّذِینَ آمنوا الخ پڑھی تھی اور اسکا ترجمہ سُنایا تھا۔ ان صاحب کا مکان یہاں سے براہ ریل اور جہاز تین روز کی مسافت پر تھا۔

خلق سے آپؒ کا استغنا ازاں جملہ یہ ہے کہ جناب مفضل الرحمٰن صاحب زمیندار اور پیشکار عدالت جو جناب صاحبزادہ طٰہٰ میاں صاحب کے نانا ہیں اور ان کے ساتھ یہ رشتۂ مبارک نہیں ہوا تھا۔ ۱۹۰۲ء میں جبکہ حضرت قبلہ سفر اجمیر کا عزم فرما رہے تھے اور یہ معلوم ہوچکا تھا کہ آپؒ کا یہ سفر چار یا پانچ مہینے کا ہے خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس خادم کی یہ آرزو ہے کہ حویلی شریف کے اخراجات یہ بندہ پیش کر دیا کرے، ماہوار کسقدر رقم کافی ہوگی آپؒ نے جواب دیا "ہرگز ایسا خیال نہ کرنا۔ آئندہ ایسا خیال بھی کیا تو نقصان ہو جائے گا۔" اور بطور نصیحت

ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک درویش تھے جن کے ایک مرید بہت بڑے تاجر (اور مالدار) تھے ان مرید نے شاہ صاحب سے اخراجات خانقاہ کیلئے درخواست کی کہ میں اُن اخراجات کا کفیل ہو جاؤں شاہ صاحب نے کہا ایسا خیال نہ کرنا تمہارا نقصان ہو جائے گا۔ اُنھوں نے اس ممانعت کا خیال نہ کیا اور عرض کی اچھا کم سے کم حضور کے اصطبل کا خرچ اس بندہ کے ذمہ رہے۔ شاہ صاحب نے پھر منع کیا کہ ایسا خیال و ارادہ نہ کرو مگر تاجر نے نہ مانا اور اصرار کیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا خیر، مصارف اصطبل تمہارے ذمہ سہی یہ تاجر اُن کے اصطبل کا خرچ اُٹھانے لگے، تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ ان سوداگر کا کام خراب ہو گیا اور نہایت غربت و افلاس میں مبتلا ہو گئے۔ اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا "ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں تمہاری بھلائی (اور) تمہارے فائدہ، کیلئے سمجھا دیا ہے۔ ایسا خیال مت کرنا۔"

علم کا بحرِ بے پایاں | از آنجملہ یہ ہے کہ آپؒ کے ایک مرید فرماتے ہیں کہ میں حضرت قبلہؒ کے سامنے بارہ (ذوالقعدہ) کے عرس پر اکثر حاضر ہوا کرتا تھا، ایک بار کئی مہینے پہلے حاضری نصیب ہو گئی، اس زمانہ میں آپؒ نے مسائل شریعت طریقت اور مقاماتِ فقر و تصوف اور رموز و نکات، طریقت اور دینی و دنیاوی پند و نصائح پر تقریباً روزانہ ایسا کلام فرمایا کہ سیراب ہو گیا۔ اور لکھتے لکھتے کتاب یادداشت بھر گئی۔ قدیم سے دستور شریف یہ ہی تھا کہ ایام عرس میں چونکہ مجمع کثیر ہوا کرتا تھا، اور اس موقع پر دیسی بدیسی فقرا، اور علما، اور مریدین و زائرین کا بہت بڑا اجتماع ہو جاتا تھا۔ لہذا آپؒ ان ایام میں مسائلِ شریعت و معاملات طریقت اور شریعت و طریقت کے رموز و اسرار اور مختلف فیہ مسائل کا کلام محققانہ، شفابخش و سیراب کن، زیادہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہدایت عامہ اور نفع رسانی مخلوق پسند خاطر اقدس تھی پس پند و نصائح عام طریقہ سے برسرِ مجلس ارشاد فرمائے جاتے تھے تاکہ سب کو فوائد حاصل ہوں اور کوئی بھی محروم نہ رہے ایک روز میرے قلب میں خطرہ اور وسوسہ گذرا کہ اس بار خلافِ معمول ایام عرس شریف سے پہلے ہی اتنے مسائل شریعت و طریقت اور اسقدر حقائق و معارف ارشاد فرمائے ہیں اور مسائل علیہ کو اتنی انتہائی حدود تک پہنچا دیا ہے کہ میری دانست میں بیان کرنے کی باتوں میں سے کچھ باقی نہیں چھوڑا۔ دیکھا چاہیئے کہ اب عرس کے موقع پر جبکہ دیسی اور بدیسی ارادتمندانِ کثیر کی حاضری ہو گی آپؒ اور کیا ارشاد فرمائیں گے اور یہ خطرہ رہ رہ کر دل میں گذرتا رہا۔ ایک روز حضرت قبلہؒ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "براعظم امریکہ میں ایک تالاب 'نائنگروفال' ہے جس میں بہت پانی ہے، اس پانی کی پیمائش کی گئی تو معلوم ہوا کہ اگر اس تالاب کا بند توڑ دیا جائے۔ اور اس تالاب کا پانی زمین پر پھیل جائے تو اتنا ہے کہ تمام عالم کو غرقاب کر دے" نیز فرمایا "اللہ جل شانہٗ اپنے اولیاء کے قلوب میں علوم کے دریا جاری کر دیتا ہے اُنھیں اتنا علم دیا جاتا ہے کہ اس کا اگر ایک قطرہ ایک ذرہ عالم پر ظاہر کر دیں تو تمام عالم ڈوب جائے۔" ایک بار

اور اسی خادم سے ارشاد فرمایا: "اس کو یقین کرنا کہ جس طرح (زمین پر) موسلا دھار بارش ہوتی ہے اسی طرح حق سبحانہٗ تعالےٰ کی رحمت سے ہمارے قلب پر علم کی بارش ہوتی رہتی ہے۔" یہ بہت نادم ہوئے کہ یہ میرے خطرہ کا جواب تھا اور عُرس کے موقع پر دیکھا کہ اس بار آپؒ نے جو کلام فرمایا وہ کچھ اور ہی کلام تھا۔ ع

یہ بخشش عنایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں

نئے سائنس پر کلام | از انجملہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ڈپٹی مستفیض الرحمٰن خانصاحب ایم۔ اے اور ڈپٹی صالح احمد صاحب ایم۔ اے آپؒ کے یہ دونوں مرید دربار عالی کے لئے روانہ ہوئے۔ کشتی میں ڈپٹی مستفیض میاں نے فرمایا "ہمارے حضرتؒ کا تبحر علمی بے پایاں ہے، کسی کو بھی تھاہ نہیں ملی۔ کون سا علم ہے جس میں آپؒ کلام نہیں فرما سکتے۔ تمام علوم اور علوم کے دقائق ہمارے حضرتؒ کے سامنے ایسے ہیں جیسے کہ بہتا ہوا پانی!" ڈپٹی صالح احمد صاحب نے کہا "یہ سچ ہے اور مشاہدہ بھی یہی ہے۔ بیشک علوم قدیمہ خصوصاً علوم اسلامیہ و دینیہ میں آپؒ کا تبحر و تفوق ایک حقیقت مسلمہ ہے لیکن سائنس جو زمانۂ حال کے علوم جدیدہ سے ہے اس میں آپؒ سے اب تک کچھ نہیں سُنا گیا!" ڈپٹی مستفیض الرحمٰن خاں صاحب خاموش ہو گئے اسلئے کہ عادت بحث و مباحثہ کی نہیں رکھتے ہیں۔ جب یہ دونوں انگریزی تعلیم یافتہ جوانانِ صالح حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؒ نے صرف ڈپٹی صالح احمد صاحب کو مخاطب فرمایا اور ارشاد ہوا: "میاں صالح احمد آؤ! آج کچھ سائنس کی بات چیت کریں۔" (راستہ کی یہ گفتگو صرف ان دونوں صاحبوں تک محدود تھی جس کے کسی پر اظہار کی ابھی تک نوبت نہ آئی تھی) اس کے بعد آپؒ نے سائنس کے مسائل ہوا اور پانی سے ابتدا کر کے پھر جو سلسلۂ کلام شروع فرمایا تو یورپ کے جدید سائنس کے مہمات، معلومات اور منتہیات، سب ہی کو احاطۂ تقریر میں سمیٹ لیا اور سائنس کے معلومات و انکشافات جدیدہ پر ایسی ایک بسیط اور جامع مانع تقریر فرمائی کہ یہ معلوم ہوا ایک بحر مواج ہے جس کی موجیں یکے بعد دیگرے اُٹھتی چلی آ رہی ہیں۔ بہت دیر تک یہ سلسلۂ تقریر جاری رہا یہانتک کہ ظہر کے بعد سے اب نماز عصر کا وقت آ گیا۔ نماز عصر کے لئے آپؒ اُٹھ کھڑے ہوئے اور مصلے پر تشریف لے جاتے ہوئے فرمایا۔ "اس وقت ہمارے قلب میں خیالاتِ علمیہ موج در موج ایسے اُمڈ رہے ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتے آؤ، بس اب نماز عصر پڑھ لیں!" ان دونوں مغربی تعلیم یافتہ حضرات نے خیال کیا کہ اس وقت یورپ کا کوئی پروفیسر سائنس ہوتا تو وہ اس سے زیادہ کیا سائنس بیان کرتا۔

فن جنگ بھی علوم انبیاؑ سے ہے | ارشاد فرمایا: "فن جنگ بھی علوم انبیاؑ سے ہے۔ (اللہ تعالےٰ نے اس اُمتِ مرحومہ میں بھی بعض بندگانِ خاص کو وارث علوم حضراتِ انبیاء فرمایا ہے) ہم اور تو کچھ نہیں جانتے، اتنا جانتے ہیں کہ اگر ہم کسی جنگ میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے یقین ہے کہ جس لشکر میں کہ ہم ہوں گے" (اور ہم جس لشکر کی قیادت کریں گے) انشاء اللہ اسی لشکر کو فتح ہو گی۔"

دل کا بھید بتلا کر مرید ہوئے | از ان جملہ یہ ہے کہ محمد فائق صاحب وکیل فتح آباد (داد دھ) مرید ہوئے تو اُنھوں نے کہا کہ میری ایک بات جو فیما بینی و بین اللہ ایک راز تھی اور کسی فرد بشر اور کسی متنفس کو جس از کی اطلاع نہ تھی اُس کی اطلاع مجھے حضرت قبلہؒ نے دی، عقیدتمند تو پہلے سے تھا مگر اس واقعہ کے بعد آپ کی غلامی میں داخل ہوا۔"

صاحب مزار کی آرزوئے فاتحہ خوانی | از آنجملہ یہ ہے کہ آپؒ سفر گلبرگہ شریف کے موقع پر بنارس پرانی عدالت میں فروکش تھے کہ ایک روز صاحب خانہ سے آپؒ نے پوچھا کہ آپ کی حویلی کے اندر کسی بزرگ کا مزار ہے؟" اُنھوں نے جواب اثبات میں دیا لیکن نہایت متعجب ہوئے کہ اس مزار کا ہونا آپؒ کو کیونکر معلوم ہوا، اس لئے کہ وہ بنارس کے شرفائے قدیم میں جس خاندان میں ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ اُن کے زنان خانوں میں خاص خاندانی عورتوں کے سوا باہر کی عورتوں کو بھی نہیں آنے دیا جاتا اور یہ مزار مکان کے بالکل اندرونی حصہ میں تھا، نہ اس مزار پر کوئی عام مرجع تھا نہ اس خاندان کے لوگوں کے سوا اور کسی کو اس مزار کی اطلاع تھی. آپؒ نے فرمایا:" رات ان بزرگ نے ہم سے فرمایا کہ چھ سات روز سے آپ کا اس گھر میں قیام ہے لیکن آپ نے ہم پر فاتحہ نہیں پڑھی، اس وجہ سے ضرور ہوا کہ ان بزرگ کے مزار پر جاکر ہم فاتحہ خوانی کریں۔" صاحب خانہ نے حویلی میں پردہ کرایا اور آپؒ زیارت وفاتحہ کیلئے تشریف لے گئے

چراغ روشن مراد حاصل | آپؒ کے ایک مرید، خلیفہ، وصاحب مجاز کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ سر سلیم اللہ خاں صاحب (نواب ڈھاکہ) کے مہمان ہوئے، نواب صاحب مرحوم ان سے اعتقاد و محبت رکھتے تھے نہایت تزک و اہتمام کے ساتھ ان کی شاہانہ دعوت کی، ان کے سامنے بڑے بڑے لوگ آکر کھڑے ہو جاتے اور جب تک بیٹھ جانے کی یہ اجازت نہ دیتے کھڑے رہتے۔ اپنے اس اعزاز واحترام کو دیکھکر اُن کے جی میں خطرہ پیدا ہوا کہ میں اس قابل ہوں کہ ایسے بڑے لوگ میرے روبرو آج دست بستہ کھڑے ہیں اس خطرہ کا دل میں گذرنا تھا کہ فوراً قلب میں حجاب واقع ہو گیا اور تاریکی باطن چھا گئی صرف اتنے پندار خودی کی وجہ سے کہ اپنی قابلیت کی بجائے یہ خیال کیوں نہیں کیا کہ محض پیران طریقت کی دعا اور نظر کرم کا طفیل ہے کہ بارگاہ خداوندی سے یہ نعمت وعزت مجھے نصیب ہوئی چونکہ رحمت پروردگار شامل حال تھی فوراً اس خطرہ پر متنبہ ہوئے اور ڈھاکہ سے پیدل چلکر فوراً ہی حضرت قبلہؒ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو گئے، خطا معاف فرمائی گئی۔ اور وہ حجاب جس نے قلب میں اندھیرا کر دیا تھا دور ہو گیا آپؒ کی برکت دعا سے اللہ جل شانہ نے اُن کا مرتبہ اور بلند فرمایا۔

قتل گاہ عاشقاں | از انجملہ یہ ہے کہ آپؒ کے ایک مُرید وخلیفہ کا بیان ہے کہ" مجھ پر ریاح باسوری کا نہایت ہی غلبہ رہا کرتا تھا. مگر بفضلہ میں معمولات، اور ورد وظیفہ کا نہایت پابند تھا کبھی ایسا ہوا کہ فراغ وظیفہ کے بعد مصلے سے علٰحدہ نہیں ہونے پایا تھا کہ غلبۂ ریاح کی وجہ سے جائے نماز پر ہی حدث ہو جاتا. چونکہ مجبور وناچار تھا اس بات کی چنداں پروا اور احتیاط بھی نہ تھی. مثل دیگر فرش کے جائے نماز کو خیال کرتا کہ یہ بھی مثل دیگر فرش اور بچھونے کے

ہے۔ اور مصلے پر حدث ہو جانے کو ایک معمولی بات تصور کر لیتا۔ جب میں اپنے مکان سے چلکر خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو آپؓ نے اُن سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا "جائے نماز پر یہ سمجھکر قدم رکھنا کہ وہ قتلگاہِ عاشقاں ہے!" یعنی مصلے کا ادب و احترام اس لئے مناسب ہے کہ وہ عاشقان خدا کی قتل گاہ ہے اور عشاق اپنے مقتل کا بھی احترام کرتے ہیں۔ پس میں اپنی خطا پر نادم ہوا اور اُس روز سے احتیاط کرنے لگا۔

ایک امتحان کرنے والے کا اعتقاد ازانجملہ یہ ہے کہ ایک شخص نے بطور امتحان یہ کام کیا کہ خوان میں صاف اور عمدہ کھانے کے ساتھ ایک ایسا کھانا جس میں کراہتِ طبعی تھی رکھا، اور آپؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت قبلہؓ نے لانے والے سے اُس کھانے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "اسے لیجاؤ، ہم نہ لیں گے، فلاں شخص کو جاکر دیدو" بھیجنے والے نے جب یہ سُنا خود حاضر ہوا اور اظہار ندامت و معذرت کے ساتھ خطا کی معافی چاہی اور اس روز سے وہ بدل و جان آپؓ کا معتقد ہو گیا۔

حضرتؓ کے تصرفات و برکات

آپؓ کی خدمت اقدس میں مُرید و تلقین ہونے والوں کی تعداد کبھی بمرّۃ واحدۃ ساٹھ ساٹھ، ستر ستر تک پہنچ جاتی تھی۔ تلقین و توجہ عطا فرماتے ہوئے جب آپؓ نعرہ فرماتے تو بیک چشم زدن ہر ایک پر حالت طاری ہو جاتی اور قلب جاری ہو جاتا اور طالبین خدا، مُرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے۔ بعض پر وجد اور حال اور جوش و خروش اس قدر غالب ہوتا کہ ہوش و حواس ظاہری گھنٹوں کے بعد بحال ہوتے۔

مجلس مبارک کی شان آپؓ کے روبرو مجلس وجد و حال قایم ہوتی تو اہل حال کا ادب، جوش و سرمستی میں بھی برقرار رہتا اور صاحب حال، ایک دوسرے پر گرتے نہ تھے۔ بلکہ اپنا بوجھ آپ سنبھال لیتے تھے۔ اگرچہ وجد و حال نہایت زور شور اور شدت و غلبہ کے ساتھ ہوتا تھا جس کی تاثیر سے اکثر صاحب حال، استادہ اور سرد قد بھی ہو جاتے تھے لیکن ابتدا سے لیکر آخر تک اپنے ہی قدموں پر کھڑے رہتے، دوسروں کے سنبھالنے اور سہارا دینے کے محتاج نہ ہوتے، اور یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ ایک پر حالت طاری ہے تو دوسرے حاضرین بے ذوق و بے لطف ہو رہے ہوں بلکہ صاحب حال اہل سماع کا ذوق و حال دوسروں کیلئے خوشگوار اور ایک تحریکِ ذوق و شوق ہوتا تھا، اور افسردگان خاموش پر سوزش درد دل کا حال وارد ہو جاتا ہے

دود آہ سینۂ سوزانِ من سوخت ایں افسردگان خام را

جس مجلس میں کہ آپؓ تشریف فرما ہوتے یہ معلوم ہوتا کہ ایک ہنگامۂ ایک حشر برپا ہو گیا۔ چار چار اور پانچ پانچ

گھنٹے گذر جاتے اور محفل کا آخر تک وہی رنگ رہتا جو شروع سے تھا۔ ادھر قوال کے منہ سے پہلا مصرعہ نکلا اُدھر رحمت الٰہی کا فتح باب ہوا۔ اور جوش وجد اور ذوق و شوق کا عالم طاری ہوا۔ نماز عشا کے بعد سے کبھی تو نمازِ فجر تک محفل اسی رنگ پر برپا رہتی اور قلوب ذاکرین پر انوار و برکات کا نزول رات بھر جاری رہتا اور اُن کے ذوق و شوق اور جوش و خروش کو لمحہ بہ لمحہ ترقی ہوا کرتی۔ جو لوگ کہ لذت آشنائے درد اور ذوق آشنائے کیف حال پیشتر نہ ہوتے وہ بھی رنگ میں رنگے جاتے۔ یہاں تک کہ منکرین و مخالفین بھی صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ اور غبی اور فاسد المزاج بھی سرشار بادۂ الست ہو کر اس مجلس مبارک سے نکلتے۔

قوال | اس دربار شریف میں پیشہ ور قوال نہ تھے، بلکہ بزرگان قدیم کی روش پر درویش اور فقراء ہمارے حضرتؒ کے قوال تھے، کلام اکثر متقدمین کا پڑھا جاتا تھا، اس کے علاوہ وہ کلام مطبوع خاطر اقدس تھا جو جناب عبد الجلیل صاحب مرحوم دیسی زبان میں لکھا کرتے تھے، نہایت شیریں، اور معانی عالیہ سے لبریز۔ ایسا معلوم ہوتا کہ اس دربار جہانگیری کے خسرو یہی ہیں۔

عشا سے صبح تک ایک آواز | ان فقراء کے پڑھنے کا یہ انداز رہا کرتا کہ گھنٹوں، قوالی کرتے لیکن نہ آواز میں کرختگی پیدا ہوتی نہ گلے میں بستگی، نہ ان پڑھنے والوں کے جوش وولولہ کا عروج مائل بہ نزول ہوتا۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ عشا کے بعد سے جو محفل شروع ہوئی ہے تو صبح تک پڑھنے والے درویش و فقراء اسی رنگ اور اسی انداز میں پڑھتے رہے بعض دفعہ وہ خود بھی مست و سرشار ہو جاتے اور اسی حال میں برابر پڑھتے بھی رہتے۔

دس میل پر آواز سنی گئی | بعض دفعہ لوگوں نے دس دس میل کے فاصلہ سے اس محفل سماع کی آوازیں سنیں اور اس محفل پاک میں شریک ہونے کو چلے اور جوں جوں قریب ہوتے گئے اُن کے لئے یہ سماع زیادہ پُرکیف ہوتا گیا۔

خشک تار و خشک چوب و خشک پوست | از کجا می آید ایں آواز دوست

اختتام سماع کا اشارہ | آپؒ کا معمول تھا کہ اختتام سماع کیلئے دست مبارک سے ایک اشارہ فرما دیتے کہ بس! یہ اشارہ کیا ہوتا تھا ایسا معلوم ہوتا کہ الکٹرک سٹی کا بٹن دبا دیا گیا اور ایک پلک جھپکنے کی دیر میں کچھ سے کچھ ہو گیا جوش اور ہنگامہ اُسی لمحہ رُک جاتا اور جتنے صاحب حال ہوتے آ آ کر آپؒ کے قدموں پر گرتے کسی کو تن من کا ہوش نہ ہوتا۔ آپؒ شفقت و کرم کے دست پاک سے اہل حال کی پیٹھ پر تھپکی دیتے اور فرماتے ہوش بحال کرو اور ہوش بحال ہو جاتے۔ دست مبارک کی ٹھنڈک سوختہ جگر اہل حال کی آتش سوزاں کو سرد کر دیتی۔ اور ایسا معلوم ہوتا کہ تشنگان راہ محبت و عشق الٰہی اب جام کوثر و سلسبیل سے سیراب و کامیاب ہیں۔

محفل پاک کی ایک ادائے خاص | اسی مبارک محفل کی ایک ادائے خاص اور شان ممتاز یہ نظر آئی جسے ہر شخص نے ہمیشہ دیکھا ہے عام مجلس سماع کے خلاف اس محفل کے سامعین و حاضرین کا ذوق و وجد کسی خاص شعر اور موسیقی کی کسی خاص راگنی اور

دُھن اور لَے کا پابند نہ تھا کہ صرف اُسی شعر کی تکرار ہوتی اور اُسی دُھن اور لَے میں گایا جاتا تو ذوق قایم رہتا ورنہ جوش ٹھنڈا ہو جاتا۔ بلکہ یہ حالت تھی کہ ایک کے بعد دوسرا شعر پڑھا جاتا اور ایک کے بعد دوسری غزل سُنائی جاتی تھی اور کسی خاص شعر کی زیادہ تکرار بہت کم کی جاتی تھی، لیکن سُننے والوں کے جوش و خروش اور ذوق و شوق کا وہی عالم ہوتا، اور یہ معلوم ہوتا کہ طوفان خیز سمندر کی موجیں ہیں کہ یکے بعد دیگرے چلی آرہی ہیں۔ صرف آپؒ کی زیارتِ رویہ، چہرۂ مقصود کی بے نقابی اور ذوق دوام اور نزولِ انوار و برکات کا سبب ہوتی تھی ؎

مستیٔ من از نگاہِ چشمِ مستِ ساقی است بندۂ پیرِ مغاں خاکِ درِ جانانہ ام

مجلس مبارک کی ایک اور خصوصیت | اس محفل سماع کے فیضان عمومی کا ایک رنگ یہ بھی تھا کہ وقت واحد میں سو سو سوا سوا سو سامعین پر عالم وجد و کیف طاری ہوتا تھا اور پھر وہ بھی بوارق نہ تھے کہ اِدھر آئے اُدھر چلے گئے بلکہ رحمت الٰہی کا ایک بحر بے پایاں تھا کہ اس میں غوطہ لگا کر آدمی اُسی وقت اُبھرتا جبکہ آپؒ اُسے سہارا دیتے اور اس عروج کو نزول حلاوت ہوتا، فی زمانا یہ بات اس آستانۂ پاک کے سوا نہ کہیں دیکھی ہے نہ سُنی، الحمدللہ! اب تک وہی رنگ ہے اور اس عالم سے آپؒ کے پردہ فرمانے کے بعد بھی وہی فیضان اور وہی شان ہے۔ محفلِ مبارک اُسی مقام پر ہوتی ہے جہاں آپؒ کے سامنے ہوا کرتی تھی، محفل اور محفل کے سامنے مزار پاک ہے اب یہ نقشہ ہے اور خداوند جل وعلا شانہ کی قدرت کاملہ اور رحمت واسعہ سے اُمید ہے کہ یہ در رحمت قیامت تک یونہی کھُلا رہے گا۔

زیارت قدم مبارک | آپؒ کے فیوض و برکات و تصرفات کے واقعات کثیرہ میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ شہر اسلام آباد (چاٹگام) میں شاہی زمانہ کی ایک مسجد "مسجد قدم شریف" کے نام سے موسوم ہے جس کے ایک حجرہ میں حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا قدم مبارک ہے۔ اس قدم شریف کے متعلق ایک رازار شاد ہوا "اس مسجد میں دو نقش قدم شریف ہیں جن میں ایک قدم مبارک اصلی ہے!" آپؒ نے ایک بار اپنے بعض خادموں کو زیارت قدم مبارک کا اشارہ فرمایا۔ اور یہ ارشاد ہوا "قدم مبارک کا بوسہ لینا" اور یہ ارشاد فرمایا کہ "مولوی فضل کریم صاحب ڈپٹی کلکٹر چاٹگامی ایک بار قدم مبارک کی زیارت کو گئے، جب زیارت سے مشرف ہوئے تو قدم مبارک سے ایک نور نکلا اور وہ بیہوش ہو گئے۔" ایک مرتبہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت قبلہؒ قدس سرہٗ قدم مبارک کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ چند اصحاب آپؒ کے ہمراہ تھے، آپؒ نے قدم مبارک کو دھو کر سب کو یہ پانی پلایا کہ ع پانی قدم شریف کا آبِ حیات ہے۔ پھر حضرت قبلہؒ مراقب ہوئے۔ آپؒ کو مراقب دیکھ کر جو لوگ کہ ہمراہ تھے وہ بھی گردن جھکا کر اور آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے، جن میں ایک صاحب امیر علی شاہ بھی تھے۔ وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ جن کی ریش مبارک سفید اور قد درمیانہ ہے، سر پر سفید عمامہ ہے تشریف لائے اور

ان کے آتے ہی تمام کمرہ معطر اور منور ہو گیا۔ ان بزرگ نے سب کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا، پھر امیر علی سے دریافت فرمایا: "تم سب بچے یہاں کیوں آئے ہو؟" امیر علی نے عرض کیا کہ "ہم سب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت قدم شریف کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔" ارشاد فرمایا: "تم لوگوں کو کس طرح معلوم ہوا کہ یہ تمھارے نبیؐ کا قدم ہے؟" امیر علی نے عرض کی کہ "اللہ کے مومن بندوں سے سُنکر معلوم ہوا ہے۔" اُن بزرگ نے فرمایا: "کیا تم سب کو اُن کے بیان پر یقین ہے؟" امیر علی نے جواب دیا: "بیشک یقین ہے!" فرمایا: "اچھا کیا" (کہ تم لوگ اعتقاد مومنین پر یقین لائے اور یہاں آئے) اس کے بعد ارشاد فرمایا: "میرے پاؤں کی طرف غور سے دیکھو کہ اس میں اور نقش قدم میں (جو یہاں موجود ہے) کوئی فرق ہے یا نہیں؟" امیر علی نے (دیکھکر) عرض کیا: "کوئی فرق نہیں ہے۔" اس کے بعد امیر علی نے نظر اُٹھائی اور پھر جو دیکھا تو وہ ذاتِ طاہر و مطہر اقدس و اعلیٰ نظر سے غائب تھی۔ اتنے میں ہمارے حضرت قبلہؓ مراقبہ سے فارغ ہوئے اور حجرہ سے باہر تشریف لائے اور امیر علی سے قبل اس کے کہ وہ کچھ عرض کرتے، خود ہی دریافت فرمایا: "امیر علی اس وقت تم نے کیا دیکھا؟" امیر علی نے جو کچھ کہ اس وقت دیکھا تھا وہ سب من و عن بیان کیا۔ جسے سُنکر حضرت قبلہؓ بغایت مسرور ہوئے اور ان دنوں امیر علی پر کرم فرمایا۔

قدم مبارک دہلی | دہلی میں جو درگاہ قدم مبارک کی ہے اُس کے متعلق ایک روز ارشاد ہوا: "ہم وہاں گئے تھے دروازۂ (درگاہ) پر یہ شعر کندہ تھا۔ جسے ہم نے یاد کر لیا ؎

یر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود — سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

شیر کا تمانچہ | از انجملہ یہ ہے کہ جن ایام میں ابنائے زمانہ کی طرف سے بہت زور و شور اور شد و مد کے ساتھ آپکی مخالفت کا ہنگامہ برپا تھا ایک شخص نے جو سالکینہ میں رہتے تھے مولویوں کو اکھٹا کر کے ایک جلسہ کا اہتمام کیا تاکہ مسائل مختلف فیہ میں آپؒ کے خلاف عوام میں پروپیگنڈا کیا جائے، یہ شخص آپؒ کی خدمت میں بھی ایک غیر جانبدار بنکر حاضر ہوا اور آپؒ سے بھی اس جلسہ میں شریک ہونے کی خواہش کی اور کہا: "یہ اس لئے تاکہ ہم عوام الناس کو امر جائز و ناجائز معلوم ہو جائے۔" اسی قسم کی باتیں منافقانہ طور پر عاجزی سے کرتا رہا۔ آپؒ نے جواب دیا: "ہم کہیں آتے جاتے نہیں ہیں۔ ایک عرصۂ دراز سے فتاوٰی پر بھی دستخط نہیں کرتے ہیں، نہ کسی جلسہ کی شرکت کرتے ہیں، ملک میں بہت عالم و فاضل ہیں ان کو مدعو کیا جائے اور اُن سے تحقیق کر لی جائے!" انھیں دنوں میں آپؒ نے خواب دیکھا کہ آپؒ نے ایک شخص کے تمانچہ مارا اور حاضرین سے اس خواب کو بیان کیا اور فرمایا: "ہم اس شخص کو جانتے اور پہچانتے ہیں، ہم نے یہ کیا خواب دیکھا، اللہ ہی جانتا ہے، ہم نے خواب میں اس کو تمانچہ مارا" اور بہت تاسف و بیقراری ظاہر فرماتے رہے کہ "ہم نے یہ کیا کیا اور کیا دیکھا؟" (بالذات مخالفین کے اوپر بھی آپؒ کی جو شفقت تھی اس کا بیان اپنے محل پر ہے) ہفتہ عشرہ کے بعد اس شخص کا رنگون جانا ہوا۔ وہاں عجائب خانہ میں

یہ شیر کے کٹہرے پر ٹیک لگا کر بے خیال کھڑا ہوا تھا کہ یکا یک شیر نے حملہ کیا اور ایک تمانچہ ایسا مارا کہ وہ سخت زخمی ہو گیا اور ایک عرصہ تک زخم کی تکلیف میں مبتلا رہا۔ اور آخر شیر کے تمانچہ نے اس کا کام تمام کیا اور مر گیا رنگون سے ساتکینہ اس کے مکان پر اُس کے انتقال کی خبر آئی۔ تو خدام جو حاضر دربار عالی تھے اور اس شخص کی بد اعتقادی اور ایذا رسانی اور منافقت اور دشمنی کو جانتے تھے اور آپؒ کے خواب اور اس واقعہ سے آگاہ تھے وہ سمجھ گئے کہ یہی وہ بے ادب تھا کہ خواب میں آپؒ نے جس کو تمانچہ مارا تھا اور اس خواب کی یہ تعبیر قدرت کاملہ الٰہیہ سے ظہور میں آئی۔

مُرید ہونے کے پہلے روز زیارتِ نبویؐ ہندوستان میں میاں محمد حسین مرحوم غازی پوری حضرت قبلہؒ کے سب سے پہلے مُرید ہیں جب وہ داخل سلسلۂ عالیہ ہوئے تو بعد مغرب ذکر و مراقبہ تعلیم فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اس طرح مراقب ہو جاؤ (یہ تذکرہ حضرت قبلہؒ کے حالاتِ غازیپور میں درج ہوا ہے) جب میاں محمد حسین مرحوم مراقبہ سے نکلے تو آپؒ نے دریافت فرمایا "میاں محمد حسین! تم نے (اس وقت) کیا دیکھا؟" اُنھوں نے عرض کیا "الحمد للہ کہ بارگاہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے یہ غلام (اس وقت) حضور کے صدقہ و طفیل میں مشرف ہوا (یعنی بیداری میں مجھے زیارتِ نبوی نصیب ہوئی) فرمایا "اللہ نے تمھیں جو نعمت نصیب فرمائی اس آرزو و تمنا میں ہزاروں مر گئے ہیں!" (جن کی یہ شان ہے کہ اُن کی توجہ و تصرف سے مُرید ہونے کے پہلے روز اُن کے مرید کو زیارتِ بارگاہ رسالت وہ بھی بحالت بیداری نصیب ہو جاتی ہے اُن کے بارہ میں کوئی کیا کہہ سکتا ہے جس نے آپؒ کو پایا اُس نے کیا نہیں پایا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہٖ)

کرامتِ آفتاب ازانجملہ یہ ہے کہ جناب ڈپٹی مستفیض الرحمٰن خانصاحب ایم۔ اے نے فرمایا "ہم سب نماز کیلئے دربار شریف میں حاضر تھے بعض ضعیف الاعتقاد ایسے بھی تھے جنھیں وسوسہ دامنگیر ہوا کہ نماز فجر آج قضا ہو جائے گی۔ آخر آپؒ (حجرہ شریف سے) تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ عین حالتِ نماز میں ایک نمازی نے یہ حرکت کی کہ طرف مشرق مڑ کر کئی بار دیکھا کہ آفتاب تو نہیں نکل آیا۔ آپؒ نے سلام پھیرا اور بعد اختتام نماز ایک شان جلال کے ساتھ فرمایا "میری دو آنکھیں سر کے پیچھے بھی ہیں تم میں سے بعض کو سورج نکل آنے کا نماز کی حالت میں جو وسوسہ ہوا میں اُسے جانتا ہوں۔ بھلا نماز میں اور یہ حرکت؟ کہ کئی بار پیچھے مُڑ مُڑ کر دیکھا۔ کہ سورج تو نہیں نکل آیا، یہ کون صاحب ہیں؟ اچھا تم سب لوگ اچھی طرح دیکھ لو کہ سورج اس وقت تک بھی نہیں نکلا ہے" جب دیکھا گیا تو آفتاب واقعی اس وقت تک طلوع نہیں ہوا تھا۔ یہ وہ مقام ہے کہ قرص آفتاب کا ذرا کنارہ بھی نمودار ہوتا ہے تو یہاں سے نظر آ جاتا ہے۔ کیونکہ سامنے میدان صاف ہے کوئی حجاب اور کوئی روک منظر طلوع آفتاب کے لئے اس جگہ نہیں ہے۔

انبہ کا درخت بار آور ہوگیا | ازانجملہ یہ ہے کہ مقبول علی صاحب خادم دربار عالی نے بیان فرمایا۔ کہ مسجد اور درگاہ شریف کے درمیانی راستہ میں میں نے ایک درخت انبہ کا بہت شوق سے لگایا تھا، جو قایم ہوا اور سرسبز ہوگیا لیکن چند روز کے بعد خشک ہوگیا۔ خیال غالب یہ ہوا کہ اب یہ درخت بار آور نہ ہوگا۔ آپؒ بعد نماز جمعہ اس راہ سے تشریف لے جارہے تھے، جب اس درخت کے سامنے سے گذرے تو میں نے عرض کیا، بابا جان! میں نے بہت شوق سے یہ درخت لگایا تھا، پانی دیتا رہا، اور خدمت کی یہ سرسبز ہوا اور بڑا ہوگیا۔ اب کہ پھل آنے کا وقت آیا تو یہ خشک ہوکر رہ گیا ہے۔ دُعا فرمائی جائے کہ یہ درخت بار آور ہو جائے، آپؒ نے اس درخت کو نیچے سے اُوپر تک ایک نظر دیکھا اور ایک لمحہ توقف فرمایا اور پھر آگے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اسی سوکھے ہوئے درخت میں سرسبزی اور شادابی رونما ہوئی، کونپلیں میں پتے اور ڈالیاں سب کچھ قدرت خداوندی سے اس درخت میں نظر آیا آخر اسی سال پھل لے آیا۔

زیارت صاحب مزار | ازانجملہ یہ ہے کہ نواب حسین علی صاحب رئیس بنارس مُرید ہوئے تو پنجشنبہ کے دن خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ عرصہ دراز سے اس بندے کا دستور معمول ہر جمعرات کو قطب بنارس حضرت مخدوم شاہ طیبؒ کے مزار (واقع منڈواڈیہ) پر حاضر ہونے کا ہے اب جو ارشاد ہو، جاؤں یا نہیں؟" ارشاد ہوا: "وہ بزرگ ہیں ضرور جائیے اور میرا سلام بھی عرض کیجیے۔" نواب صاحب مزار شریف پر حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ قبر مبارک سے باہر اور گنبد شریف کے اندر حضرت مخدومؒ منھ پر سبز نقاب ڈالے بہ نفس نفیس نواب صاحب کے انتظار میں سلام لینے کے لئے کھڑے ہیں، نواب صاحب نے سلام و پیام پہنچایا اور جواب باصواب پایا۔ اور حضرت مخدومؒ کے فیوض و اکرام سے شرفیاب ہوئے، اگرچہ اُن کی یہ حاضری ہر پنجشنبہ کو سالہا سال سے جاری تھی۔ مگر ان ہمارے حضرتؒ کے سلام و پیام و اجازت کے ساتھ حاضر ہوئے تو آپؒ کی بدولت نعمت دیدار و زیارت اور شرف ہمکلامی سے فیضیاب ہوئے اور انھیں یہ شرف آج پہلی بار نصیب ہوا۔

حضرتؒ کے ورود بنارس کی خبر | نواب حسین علی خاں صاحب فقیر دوست آدمی تھے درویشوں اور خاص کر بے نوا فقرا کی اکثر خدمت کیا کرتے تھے، ایک بزرگ سے انھیں عقیدت پیدا ہوگئی جن سے خواہش کی کہ مجھے مرید کر لیجیے، اُنھوں نے کہا کہ تمھارا مرشد میں نہیں ہوں تمھارے پیر و مرشد بنگال سے آئیں گے، اس کے کچھ عرصہ بعد ہمارے حضرت قبلہؒ کا بنارس میں تشریف لانا ہوا۔ تو ان بزرگ نے آکر نواب صاحب سے کہا مبارک ہو کل تمھارے پیر و مرشد بنارس میں تشریف لے آئے، مگر یہ نہ بتایا کہ قیام کہاں ہے؟ حسن اتفاق کہ اس بار ہمارے حضرتؒ نے قیام فرمایا تو پرانی عدالت میں کہ اسی محلہ میں نواب صاحب کا مکان تھا، پرانی عدالت سے متصل رنگیلے شاہ کی مسجد ہے کہ جس کے متولی نواب صاحب تھے اور حضرت قبلہؒ نماز اسی مسجد میں پڑھتے "پرانی عدالت" بنارس میں ایک

تاریخی عمارت ہے داراشکوہ فرزند شاہجہاں نے بنوائی تھی بنارس کے پنڈتوں سے سنسکرت اور ویدانت پڑھنے آتے تو داراشکوہ اسی عمارت میں اقامت کرتے تھے (اسی مسجد میں نواب صاحب کی ہمارے حضرت قبلہؒ سے ملاقات ہوئی (جس کا تفصیلی تذکرہ اپنے مقام پر ہے) جمعہ کا دن آیا تو نواب حسین علی صاحب نے حضرت قبلہؒ سے عرض کیا کہ حضور جمعہ کی نماز پڑھائیں۔ آپؒ نے اسے منظور فرمایا۔ دوسرے دن نواب صاحب سے یہ ارشاد ہوا۔ "آپ نے اس مسجد میں ہمارا نماز پڑھانا خواب میں دیکھکر ہم سے نماز پڑھانے کے لئے کہا" اس ارشاد کی اُنھوں نے تصدیق کی۔ اور کہا۔

اولیاء اللہ کے امام

"میں نے خواب میں دیکھا کہ رنگیلے شاہ کی یہ مسجد نہایت فراخ اور وسیع ہوگئی ہے جس کے احاطہ میں ایک بہت اچھا باغ بھی ہے اور بہت اولیاء اللہ جمع ہیں، نماز کا اہتمام ہے، حضور نے نماز پڑھائی اور سب اولیاء اللہ نے اقتداء کی مقتدیوں میں میں بھی شریک تھا۔ حضور کا عمامہ عربی مع کلاہ کے تھا۔ اور جسم مبارک پر ایک زرد رنگ کی چادر تھی۔" ان تمام باتوں سے کہ ایک بزرگ نے ان سے کہا کہ تمھارے حضرت پیر و مرشد بنگال سے آئیں گے اور پھر خود آئے اور کہا کہ کل تمھارے پیر و مرشد بنارس میں تشریف لے آئے، پھر حضرتؒ قبلہ نے قیام فرمایا تو "پرانی عدالت میں" اور نواب صاحب نے خود دیکھا کہ ایک جماعت اولیاء اللہ کی آپؒ نے امامت فرمائی اور نواب صاحب سے فرمایا کہ آپ نے خواب میں ہمیں نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا، نواب صاحب کو ہمارے حضرت کی بزرگی کا یقین واثق نصیب ہوا کہ میرے حضرت پیر و مرشد یہی ہیں اور پھر وہ آپؒ کے مرید ہوئے۔

آنے والے کی اطلاع

ازانجملہ یہ ہے کہ عبدالقدیر دہلوی کا بیان ہے کہ ایک روز خانقاہ شریف کے برآمدے میں نیچی نظر کئے ہوئے مودب حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ یکایک آپؒ نے جانب دکن اشارہ فرمایا اُس طرف جاؤ، یہ خادم اُس اشارہ کا مفہوم نہ سمجھا کہ آپؒ مجھے اس طرف کیوں بھیج رہے ہیں، تو آپؒ نے دوبارہ فرمایا جاؤ لڑکا آرہا ہے، میں چلا اور جلدی جلدی اس سمت میں تالاب اور ایک پگڈنڈی اور کھیت اور درخت پار کرکے دُور تک چلا گیا۔ دیکھا کہ ڈپٹی مستفیض الرحمٰن صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ یہ جگہ اس مقام سے جہاں کہ حضرت قبلہؒ اس وقت تشریف رکھتے تھے اتنے فاصلہ پر تھی کہ اتنے فاصلہ کا آدمی ہرگز نظر نہیں آسکتا۔ فاصلہ کے علاوہ تالاب اور درخت اور کھیت بہت درمیانی حجابات بھی تھے۔ میں نے سمجھ لیا کہ کشف باطن سے آپؒ پر یہ بات ظاہر و منکشف ہوئی۔

قوال کو کھینچ بلایا

ازانجملہ یہ ہے کہ آپؒ کے ایک مُرید کا بیان ہے کہ ایک روز ذوق سماع غالب ہوا اور بہت خواہش ہوئی کہ آج قوالی ہوتی، مگر اُس وقت دربار شریف میں (فقیروں اور درویشوں میں سے) کوئی قوال موجود نہ تھا۔ عبدالغنی درویش کہ درباری قوال ہیں یہ بھی موجود نہ تھے۔ بلکہ یہاں سے نو میل کے فاصلہ پر اپنے مکان مرادآباد میں تھے، دوپہر کے وقت آپؒ معمولی قیلولہ میں تھے اور میں پائے مبارک دبا رہا تھا کہ میرے منہ سے نکلا۔ قوالی

کو بہت جی چاہتا ہے، عبدالغنی بھائی ہوتے تو قوالی سنتا۔ مسکرا کر فرمایا۔ "کھینچ لو، بلا لو!" بات ختم ہوئی تین کے بارہ بجے کا وقت تھا۔ مغرب سے ذرا پہلے کیا دیکھتا ہوں کہ عبدالغنی موجود ہیں۔ میں نے کہا بھائی خوب آگئے میری طبیعت آج قوالی کے لئے بیقرار ہے، اُنھوں نے کہا کہ آج دوپہر تک حاضری کا کوئی ارادہ نہ تھا گھر کے کام کاج میں مصروف تھا کہ یکایک دوپہر کے بارہ بجے یہاں کی کشش ایسی غالب ہوئی کہ رہ نہ سکا اور اسی وقت چل کھڑا ہوا۔ اب نو میل کا فاصلہ پیدل طے کر کے اس وقت یہاں پہنچا۔

ڈپٹی کلکٹر ہو جاؤ گے ازانجملہ یہ ہے کہ مولوی مستفیض الرحمٰن صاحب بی۔ اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد دربار عالی میں حاضر ہوئے اور سیدنا حضرت دادا پیر صاحب قدس سرہٗ کے مزار شریف پر ازراہِ حسن عقیدت اپنے ہاتھ سے جھاڑو دینے لگے، حضرت قبلہؒ نے دُور سے اِن کے اس کام کو دیکھا کہ (ایک رئیس زادے اور خان بہادر اور ڈپٹی کلکٹر کے فرزند اور خود ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہیں لیکن) وہ کس ذوقِ دینداری اور کس حسنِ عقیدت کے ساتھ مزار پاک کی جاروب کشی کر رہے ہیں، آپؒ نے حاضرین سے فرمایا "یہ لڑکا عنقریب ڈپٹی کلکٹر ہو جائیگا"! اور بعد میں بھی لوگوں سے کہا: "جس وقت مستفیض میاں کے چہرہ پر ہم نے گردِ مزار شریف کو دیکھا ہم نے اُسی وقت سمجھ لیا تھا کہ اب وہ ڈپٹی ہو جائیں گے، خدا کی قدرت کاملہ سے یہی بات ظہور میں آئی اور مستفیض میاں صاحب بہت جلد ڈپٹی کلکٹر ہو گئے اور برابر ترقی کرتے گئے۔ ان کی ملازمت کا واقعہ یہ ہے کہ

آپ کی دُعا سے کامیابی جب اُنھوں نے ایم۔اے کا امتحان بھی پاس کر لیا تو ان کے والد ڈپٹی فیض اللہ خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر نے کوشش کی کہ وہ ڈپٹی کلکٹری کے لئے نامزد ہو جائیں، کمشنر نے کچھ اُمید دلائی مگر وقت آنے پر ان کو تو تحصیلداری کے لئے اور ایک دوسرے اُمیدوار کو ڈپٹی کلکٹری کے لئے نامزد کر دیا۔ مستفیض میاں نے حضرت قبلہؒ سے عرض کیا کہ حق میرا تھا۔ ایم۔ اے کے امتحان میں میں اوّل پاس ہوا ہوں، اور یہ امیدوار دوسرے نمبر پر پاس ہوئے پس مجھے ڈپٹی کلکٹری اور اُنھیں تحصیلداری ملنی تھی۔ کمشنر نے دوسرے کی سفارش پر فیصلہ اس کے برعکس کر دیا، آپؒ نے دعا اور نگاہ کرم فرمائی اور مستفیض میاں رخصت ہو کر اپنے مکان چلے گئے، اس عرض حال کے بعد اُنھوں نے خواب دیکھا کہ حضرت قبلہؒ لباس انگریزی میں نہایت ہیبت وجلال اور جوش و غصہ کی حالت میں کھڑے ہیں اور اپنے آپ کو یہ دیکھا کہ میں حضرت قبلہؒ کے پہلو میں کھڑا ہوں (خواب ختم ہوا) اِس کے بعد کلکتہ سے گورنمنٹ گزٹ شائع ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ مستفیض میاں تو ڈپٹی کلکٹری کے لئے اور دوسرے امیدوار تحصیلداری کے واسطے نامزد ہوئے۔ واقعہ یہ ہوا کہ مستفیض میاں نے پھر اپنے لئے کوئی کوشش نہیں کی نہ افسرانِ بورڈ کے سامنے ان کی بابت کوئی سفارش پیش ہوئی۔ خدمت اقدس میں عرض کر دینے کے بعد اُنھوں نے ہر کوشش سے ہاتھ اُٹھا لیا تھا لیکن حکام بالا نے کمشنر کی سفارش کو رد کر دیا اور مولوی مستفیض الرحمٰن خاں کو ڈپٹی کلکٹر کیا۔ یہ حضرت قبلہؒ کے فرمان کی برکت اور آپکا تصرف تھا

مظاہر الاسلام کی ملازمت از انجملہ یہ ہے کہ مظاہر الاسلام میرٹھی اپنی ملازمت کے متعلق متردد تھے کہ کونسی لائن اختیار کریں اور ملازمت کی کہاں کوشش وجستجو عمل میں لائیں۔ حضرت قبلہؒ کی خدمت اقدس میں عرض حال کیا۔ ارشاد ہوا "حیدر آباد میں کوشش کرو۔ ہم دعا کرتے ہیں" اُنھوں نے اس حکم کے مطابق عمل کیا۔ خدا نے کامیاب فرمایا ابتدا میں سو روپے کی نوکری مل گئی۔ چند روز کے بعد ان کے سامنے ایک ترقی کا موقع آیا تو حیدر آباد سے پھر عرض گزار ہوئے کہ میں نے فلاں جگہ کیلئے درخواست دی ہے۔ یہ محکمہ اور یہ لائن ایسی ہے کہ بارہ سو روپے تک ترقی کرسکتا ہوں دعا فرمائی جائے خدا کامیاب کردے، آپؒ نے دعا فرمائی۔ ان کا یہ عریضہ دو ورقہ تھا۔ ایک ورق پر مضمون دوسرا ورق سادہ۔ دستور شریف یہ تھا کہ لوگوں کے عریضے بعد سماعت الماری یا طاق میں ڈالدیے جاتے تھے۔ ان کا خط بھی سماعت فرمانے کے بعد طاق پر ڈالدیا گیا تھا۔ یہ وہ مقام ہے کہ آپ اکثر اسی جگہ تشریف فرما ہوا کرتے تھے اہل حاجت میں سے گر کسی نے تعویذ مانگا تو اسی طاق سے کاغذ لیکر اور تعویذ کی طرح طے کرکے کچھ تحریر کیے بغیر صرف درود شریف دم کرکے دیدیا کرتے تھے ایک روز کسی حاجتمند کو آپؒ نے تعویذ دینا چاہا تو مظاہر الاسلام کا یہی خط دست مبارک میں آیا۔ چونکہ اس کا ایک ورق صرف کورا کاغذ تھا آپؒ نے کاغذ کا تھوڑا سا ٹکڑا لیکر اور تعویذ کی طرح طے کرکے اور دم فرماکر اُس حاجتمند کے حوالے کردیا۔ خدام میں سے جو مزاج داں اور ادا شناس تھے اُنھوں نے مظاہر الاسلام کے خط کا اس طرح دست مبارک میں آنا اور آپؒ کا اس خط میں سے کاغذ لیکر تعویذ کرکے شخص حاجتمند کو عطا فرمانا اسے مظاہر الاسلام کے حق میں تفاؤل نیک سمجھا کہ مظاہر الاسلام اب انشاء اللہ کامیاب ہوجائیں گے۔ چنانچہ رحمت خداوندی سے ایسا ہی ہوا کہ ان کا انتخاب بہت اُمیدواروں کے مقابلہ پر ڈھائی سو (۲۵۰) روپے کی جگہ کے لئے ہوگیا۔

ایک مشاہدہ حجرہ شریف میں از انجملہ یہ ہے کہ حجرہ شریف میں ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے آپؒ اُس وقت کلام فرمارہے تھے، اُنھوں نے کئی بار مشاہدہ کیا کہ ایک عجیب جلوہ برق نور، رہ رہ کر نمودار ہوتا ہے اور یکایک غائب ہوجاتا ہے ایسا معلوم ہوا کہ حجرۂ شریف میں دفعۃً ایک بجلی چمکی۔ اور یکایک ایسی روشنی نمودار ہوئی کہ تمام حجرہ منورہ ہوگیا۔ اور ایسا سیلاب نور آیا کہ نور ہی نور رہ گیا اور نور کے سوا سب کچھ نظر سے غائب ہوگیا۔ اور پھر جس طرح یکایک یہ جلوہ نمودار ہوتا تھا اسی طرح یکایک غائب ہوجاتا، اُنھوں نے یکے بعد دیگرے کئی بار یہ ماجرا دیکھا اور عجب حال میں رہے۔ مگر خاموش نہ رہ سکے، اور عرض کیا۔ اس وقت کئی بار یہ ماجرا دیکھا ہے، آپؒ خاموش رہے اس بارہ میں کچھ نہیں فرمایا، دوسری گفتگو فرمانے لگے، مگر اس مجلس مبارک کے حاضرین کا ارادہ ہوا کہ پھر عرض کیا جائے اور معلوم ہو کہ یہ کیا ماجرا ہے جسے آج ہم لوگ دیکھ رہے ہیں۔ آخر آپؒ نے خود ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ تراب صاحبؒ کاکوری کا یہ شعر بامعنی ہے ؎

موسیٰ نے جسے جلوہ نما طور سے دیکھا — کالبرق اُسے ہم نے بھی کل دُور سے دیکھا

گمشدہ شے کی حفاظت از انجملہ یہ ہے کہ خادم علی صاحب عرس کی تقریب سے حاضر ہوئے اور بانس کی ٹٹی جو درگاہ شریف کے

پیر دالی صحن میں تھی اُس پر اپنی چھتری اٹکا کر بغرض فاتحہ درگاہ معلیٰ میں حاضر ہوئے، واپسی میں چھتری کا لینا یاد نہ رہا وہیں چھوڑ کر چلے گئے، ایک پردیسی شخص اس عرس میں حاضر تھے اُنھیں اسی شب میں سیدنا حضرت دادا پیر صاحب قدس سرہٗ کی زیارت ہوئی۔ فرمایا: خادم علی اپنی چھتری بھول گیا ہے تم اُٹھا کر حفاظت سے رکھ دو، اگر تلاش کرے تو خادم علی کو دیدینا" یہ بعد بیداری خواب اُسی وقت درگاہ شریف میں حاضر ہوئے، چھتری کو اسی مقام میں پایا اور اُسے حفاظت سے رکھ لیا چونکہ ہزاروں آدمیوں کا مجمع تھا اور خادم علی صاحب سے پیشتر ان کی جان پہچان نہ تھی اُنھوں نے حضرت قبلہؓ کی خدمت میں واقعہ خواب عرض کیا، اور چھتری کو پیش کر دیا۔ خادم علی عرس کے کاموں میں چھتری کو بالکل بھول گئے سمجھے یہ تھے کہ اُسے کہیں رکھدیا ہوگا۔ گیارہ روز کے بعد جب کاموں سے فارغ ہو کر مکان جانے کا ارادہ کیا اور خانقاہ و حجرہ شریف میں ہر جگہ چھتری کی جستجو کی اور اس تلاش وجستجو میں اُن کو حضرت قبلہؓ نے دیکھا تو پوچھا "خادم علی! کیا ڈھونڈ رہے ہو؟" اُنھوں نے عرض کیا کہ "اپنی چھتری" فرمایا "تمھاری چھتری موجود ہے۔ یہ شخص کہ سامنے بیٹھے ہیں انھوں نے تمھاری چھتری کی حفاظت کی ہے" اور پھر آپؓ نے ان کا خواب بیان فرمایا۔ اس کے بعد خادم علی سے ارشاد ہوا: "تم انھیں اپنی چادر دیدو۔ اُنھوں نے دیدی۔ اس کے بعد حضرت قبلہؓ نے اپنی چادر مبارک خادم علی کو عطا فرمائی اور ان پردیسی درویش سے فرمایا "تمھیں ہمارے والد ماجد قدس سرہ کی زیارت ان کی چھتری کی وجہ سے نصیب ہوئی یہ زیارت موجب سعادت ہے۔" اور خادم علی سے ارشاد ہوا۔ "دیکھو! میرے والد ماجد قدس سرہٗ تمھارے اوپر کتنے مہربان ہیں۔ میں بھی شکر کرتا ہوں کہ میرے مریدوں پر حضرتؓ کی کسقدر نظر کرم و مہربانی ہے!"

بے موسم کا پھل ازانجملہ یہ ہے کہ خادم علی صاحب نے بیان کیا کہ "میں دربار شریف میں حاضر تھا۔ ایک روز مجھے حضرت قبلہؓ نے ایک ترنج عطا فرمایا۔ اور ارشاد ہوا کہ اسے اپنے گھر لیجانا"۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ وقت ترنج کے درخت میں پھل آنے کا نہیں ہے' اس وقت تو یہ بالکل بے موسم کا پھل ہے کہاں سے آگیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا "میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ تمھیں ایک ترنج دیا ہے جاگنے پر تردد ہوا کہ یہ ترنج کا موسم نہیں ہے نہ اس وقت ترنج کہیں سے آیا اور دل نے چاہا کہ ایک ترنج تمھیں دیدیا جائے، ناگاہ پلنگ کے نیچے نظر پڑی تو یہ ترنج نظر آیا۔ اب یہ بات اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ ترنج کہاں سے آیا اور یہاں اسکو کون رکھ گیا!"

کھوئی تسبیح کہاں سے ملی ازانجملہ یہ ہے کہ خادم علی صاحب نے کہا "حضرت قبلہؓ کے وصال کے بعد ایک متبرک تسبیح جو آپ کے دست مبارک میں رہا کرتی تھی مجھے نصیب ہوئی۔ جس تسبیح پر میں وظیفہ پڑھتا رہا ایک روز دریا کے کنارے کنارے جا رہا تھا اور تسبیح ہاتھ میں تھی کہ وہ کسی جگہ میرے ہاتھ سے گر گئی مگر فی الوقت اُس کا ہاتھ سے گر جانا معلوم نہ ہوا، مجھے اس بات کا نہایت ہی ملال اور صدمہ ہوا کہ ایسی متبرک چیز مجھ سے گم ہو گئی، مزار مبارک پر حاضر ہو کر بہت رویا اور تسبیح کے واسطے عرضی دی کہ قدرت خداوندی سے مجھے مل جائے ایکے سات مہینے کے بعد کا واقعہ ہے کہ میں دربار شریف میں مقبول علی شاہ صاحب کے حجرہ [illegible]

وقت بیٹھا باتیں کر رہا تھا جب چلنے کا ارادہ کیا تو یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تسبیح میری گود میں موجود ہے جس مقام پر اس تسبیح کا گم ہونا خیال کرتا ہوں اندازہ یہ ہے کہ وہ جگہ دربار شریف سے گیارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔

نواب وقار الملک روک دیے گئے

از انجملہ یہ ہے کہ نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین صاحب مرحوم کو اس دربار شریف سے تعلق خاطر پیدا ہوا اور دربار عالیہ میں خود حاضر ہونے کا قصد و ارادہ کیا اور شاہ بدیع العالم کو جن سے علیگڈھ اور امروہہ وغیرہ میں چند بار ملاقات ہو چکی تھی ان کو تار پر اطلاع دی کہ میں فلاں دن آرہا ہوں یہ تار حضرت قبلہؒ کی خدمت میں پیش ہوا، تو آپؒ نے فرمایا: "نواب صاحب کا آنا نہیں ہوگا" شاہ بدیع العالم نے خیال کیا کہ نواب صاحب ایک پختہ ارادہ کے آدمی ہیں اور شائستہ اور ضابطہ پسند ہیں۔ تار سے اطلاع آپ نے آنے کی دی ہے تو لازم ہے کہ ان کی پیشوائی اور قیام و طعام کے انتظامات مناسب عمل میں لائے جائیں۔ چنانچہ اُنھوں نے چاندپور اور دوسرے مقامات پر جہاں نواب صاحب کے ریل اور جہاز اور کشتی سے اُترنے کے وقت انتظامات کرنے تھے کیے اور ایک خاصی رقم صرف کر دی لیکن نواب صاحب کوئی غیر متوقع سبب مانع پیش آنے کی وجہ سے یہ سفر نہ کر سکے جس کی اطلاع موصول ہونے پر شاہ بدیع العالم صاحب حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تعجب کے لہجہ میں آپؒ سے عرض کیا کہ "نواب صاحب کے تار کا مضمون تو یہ تھا کہ میں آرہا ہوں اور حضور نے فرمایا کہ نہیں آئیں گے، یہ بات حضور نے کن قرائن کی بنا پر فرمائی تھی نواب صاحب نے جو چاہا تھا وہ نہیں ہوا اور حضور نے جو فرمایا تھا وہ ہوگیا" آپؒ نے تبسم فرمایا، اور کوئی جواب نہ دیا، امراء خواہ عقیدتمند بھی ہوں آپؒ ان کا آنا بہت کم پسند فرماتے تھے۔

صرف روشِ تحریر دیکھ کر قابلیت کا اندازہ

از انجملہ یہ ہے۔ آپؒ کے ایک مُرید جنہوں نے دہلی میں طب پڑھی اور فن طب کی کتابیں پڑھ لینے کے علاوہ اب اپنے اُستاد مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے مطب میں نسخہ نویسی اور فن طب کی تحصیل عملی میں مصروف تھے ایک بار ان کا عریضہ جس میں کوئی تذکرہ مطب و نسخہ نویسی کا نہ تھا آپؒ کے ملاحظہ میں پیش ہوا۔ فرمایا: "ان کی روشِ تحریر دیکھکر ہم نے سمجھ لیا کہ ان کو نسخہ نویسی کا ڈھنگ (یعنی مطب کرنا) آگیا اور حقیقت بھی یہی تھی کہ اب ان کو نسخہ نویسی اور اپنے اُستاد کے دستور العلاج اور طریقۂ مطب پر عبور ہو چکا تھا، اور اس وقت عملیات فن میں بھی وہ منتہی تھے۔ ہمارے حضرتؒ نے بغیر اس کے کہ کسی امتحان یا کسی ظاہری طریقہ سے ان کی قابلیت معلوم فرماتے محض اُن کی رفتار و روشِ تحریر سے جان لیا اور فرما دیا کہ یہ کام ان کو آگیا!

محض رفتارِ عبارت سے اندرونی حالت کا علم

از انجملہ یہ ہے کہ آپؒ کے ایک مُرید میں اور ڈپٹی مستفیض الرحمٰن صاحب میں از راہِ محبت برادرانہ خط و کتابت کا سلسلہ رہا کرتا تھا۔ ایک بار ڈپٹی صاحب حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اتفاقیہ طور پر ان مُرید کا تذکرہ دوران کلام میں آگیا ڈپٹی صاحب نے عرض کیا ابھی ان کا ایک خط بھی اپنے جواب میں مجھے موصول ہوا ہے اور یہ خط سُنایا، جب آپؒ کے یہ مرید کچھ دنوں کے بعد خدمتِ پاک میں حاضر ہوئے تو آپؒ نے فرمایا:

"تمھارا ایک خط جو ڈپٹی میاں کے پاس آیا تھا، ہم نے سُنا اُنھوں نے تمھیں کیا لکھا تھا یہ تو ہمیں معلوم نہیں لیکن تمھارے خط کو دیکھکر (ہم کو ایک بات معلوم ہوگئی اور) ہم نے اُن سے کہا کہ یہ خط اُنھوں نے تردد اور پریشانی کی حالت میں لکھا ہے۔" انھوں نے تصدیق کی واقعی ان ایام میں یہ متردد اور پریشان تھے لیکن خط میں کوئی تذکرہ کسی تردد و پریشانی کا نہ تھا۔ اور ان کے خطوط ہمیشہ نہایت مختصر اور مدلل ہوا کرتے تھے۔

ندی میں چڑھاؤ

از انجملہ یہ ہے کہ آپؒ نے ایک بار فرمایا کہ "صدیقہ خاتون (آپؒ کی صاحبزادی) کی شادی ہوگی تو اس ندی میں (یہ ندی دربار شریف کے قریب ہے) ایسا جھال (ایسا چڑھاؤ) آئے گا کہ اس میں بڑی کشتی (بھی) چلنے لگے گی" (اس ندی میں پانی اتنا کم رہا کرتا ہے کہ بڑی کشتیاں نہیں چلتیں) چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اس شادی مبارک کے موقع پر ندی میں بہت پانی آیا اور کشتی چلی۔ ایک بار یہ بھی فرمایا "ایک شخص نے ہم سے اپنا خواب بیان کیا کہ اس ندی میں طغیانی آئی ہے اور کچھ لوگ کشتی میں بیٹھ کر آئے ہیں۔ اور ان لوگوں کا اسباب دکن کی طرف بھیجا جا رہا ہے۔ مگر اُنھوں نے خواب میں یہ نہیں دیکھا کہ یہ واقعہ ہماری لڑکی کی شادی کے موقع پر ہوگا۔ خدا معلوم ہم نے دل ہی دل میں کیوں کہا کہ صدیقہ خاتون کی شادی کے موقع پر ندی میں جھال (چڑھاؤ) آئے گا۔ اب شادی میں تین چار روز باقی ہیں، ندی میں طغیانی آگئی۔ دیکھئے اب کیا ہوا اور کون کون لوگ آئیں۔" آپؒ کے فرمانے کے بموجب اس ندی کے اندر کشتی چلی اور براتیوں کا سامان اور شادی کا سامان وغیرہ اسی راہ سے بسہولت آپؒ کے دولت خانہ تک آیا۔

ہاتھیوں کا خواب

از انجملہ یہ ہے کہ دامنِ کوہ میں ایک گاؤں "بازیا" اور اس کے ملحقات کی آبادی ہے، یہاں سے آپؒ کے مُرید حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس سال پہاڑ سے بہت ہاتھی اُتر آئے ہیں۔ ہمارے کھیت چر جاتے ہیں اور کھیتوں کو خراب کر رہے ہیں دُعا فرمائیں کہ خدا نجات دے۔ فرمایا "یہ ہاتھی صرف کھیتوں کے کنارے کنارے سونڈ سے لیکر کچھ کھائیں گے۔ اور ڈگر ڈگر گذر جائیں گے۔ کھیتوں میں اب نہیں اُتریں گے اور زیادہ نقصان نہیں کریں گے۔" وہ لوگ رخصت ہوکر اپنے گھروں میں پہنچے، رات کو خواب میں ہاتھیوں کو دیکھا، اور ہاتھیوں نے کہا کہ تم نے (حضرتؒ کی خدمت میں) جاکر ہماری شکایت کی، جیسے تم حضرتؒ کے مُرید ہو ویسے ہی ہم بھی تو آپؒ کے مرید ہیں! لوگوں نے آکر خدمتِ مبارک میں یہ خواب عرض کیا اور جیسا کہ آپؒ نے ارشاد فرمایا تھا ویسا ظہور میں آیا۔ ہاتھیوں نے زراعت کا زیادہ نقصان نہیں کیا اور کھیتوں میں نہیں اُترے ڈگر در راستہ پر سے گذرتے ہوئے چلے گئے۔

ہاتھیوں نے راستہ دیدیا

از انجملہ یہ ہے کہ ایک بار گاؤں کے کچھ لوگ پہاڑ میں لکڑیاں کاٹنے گئے۔ رات ہوگئی اور گھروں پر واپس نہیں آئے، ان کے متعلقین میں سے کچھ لوگ تردد اور پریشانی کے عالم میں حاضر اور دعا کے خواستگار ہوئے کہ یہ لوگ بخیریت اپنے گھروں میں آجائیں (آپؒ نے دعا فرمائی) صبح یہ سب آدمی خیر و عافیت کے ساتھ آگئے اور آکر یہ واقعہ بیان کیا کہ ہم سب پہاڑ کے اندر تھے کہ یکایک پہاڑ میں سے ہاتھی نکلے اور ہماری راہ میں حائل ہوگئے۔ ہم سب درختوں پر چڑھ گئے اور تمام

رات درختوں پر گذاری۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا ہاتھی پہاڑ میں کسی طرف خود بخود چلے گئے اور راستہ صاف ہو گیا۔ پس ہم درختوں سے اترے اور روانہ ہو گئے۔

غیر مسلم جن پر بھی حکم جاری ہوا ازانجملہ یہ ہے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ فلاں شخص پر کسی جن کا دخل ہے جس نے ہم سب کو نہایت عاجز و پریشان کر دیا ہے۔ دعا فرمائیں (کہ خدا اس آفت و مصیبت سے نجات دے) آپؒ نے تعویذ دیکر فرمایا کہ "یہ تعویذ بازو پر باندھ دینا اور) ہمارا نام لیکر کہدینا کہ انھوں نے کہا ہے چھوڑ دے اور چلا جا" وہ صاحب اپنے مکان گئے اور آپؒ کے فرمانے کے موافق عمل کیا۔ جن بولا "اُن کا حکم وہ جن مانیں گے جو جن مومن (مسلمان) ہیں۔ ہم اُن کا حکم نہ مانیں گے" وہ پھر حاضر خدمت ہوئے اور واقعہ عرض کیا۔ آپؒ نے فرمایا "اُس سے جا کر کہدو کہ ہمارا حکم (مومن و کافر) سب پر ہے!" انھوں نے جا کر یہی کہا اور وہ آسیب اُسی وقت سے ایسا غائب ہوا کہ پھر نہ لوٹا اور یہ آسیب زدہ ہمیشہ کے لئے صحیح و تندرست ہو گئے۔

آپؒ کے جن مُرید ازانجملہ یہ ہے کہ ایک روز آپؒ خانقاہ میں تشریف فرماتھے کہ خادمہ نے اندرون حویلی شریف سے آکر خبر دی کہ جناب والدۂ محفوظ میاں کی طبیعت (یکایک) خراب ہو گئی ہے حضور تشریف لے چلیں آپؒ تشریف لے گئے اور واپس آکر فرمایا "محفوظ میاں کی والدہ اچھی خاصی اور تندرست تھیں کہ دفعتاً طبیعت خراب ہو گئی میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ جن کا اثر ہے۔ پوچھا کہ تم کون ہو اور کیوں آئے ہو؟ کہا کہ ہم آپؒ کے مُرید ہیں۔ غازی پور میں مُرید ہوئے تھے ملنے آئے ہیں۔ ہم نے کہا۔ بابو! بھلا اس طرح ملنے آیا کرتے ہیں۔ آئندہ اس طرح نہ آنا۔" وہ چلے گئے اور ہماری والدہ صاحبہ معظمہ اُسی وقت اچھی ہو گئیں)

غازی پور میں مُرید ہونے والے دو نوجوان ازانجملہ یہ ہے کہ میاں محمد حسینؒ غازی پوری نے بیان کیا کہ ایک روز آپؒ کی خدمت میں دو نوجوان لڑکے حاضر ہوئے اور مُرید ہو کر گئے، ان نوجوانوں کی وضع قطع خاص تھی (اس وضع کے لڑکے نہ پیشتر نظر آئے نہ بعد میں) باوجودیکہ یہ بندہ ہمیشہ حاضر خدمت رہا۔ اور شہر کے اکثر خاندانی اور دیگر اشخاص سے ملاقات اور واقفیت تھی، مگر ان لڑکوں کو نہ پہچانا۔ اور ظاہراً انھیں اس روز کے بعد پھر کبھی حاضر خدمت نہیں دیکھا۔ (آپ نے جب والدہ محفوظ میاں صاحب کا مذکورۂ بالا واقعہ سُنایا تو میں سمجھا کہ یہ دونوں لڑکے درحقیقت جن ہونگے کہ متشکل باشکال مختلفہ ہوتے ہیں)

آپؒ کا ہمہ گیر حلقۂ ارادتمندی انسان، اور جن، اور حیوان ان سب کا حضرتؒ پر اعتقاد لانا خدام و غلامان کے بدیہیات اور مشاہدات سے ہے ایک بار (جیسا کہ اوپر مذکور ہوا) ارشاد فرمایا:- "ہاتھیوں کو بھی دعوئے مریدی کا ہے!"

وبا دفع ہو گئی ازانجملہ یہ ہے کہ خادم علی صاحبؒ نے کہا۔ "ایک بار میرے گاؤں (مراد آباد) میں ہیضہ پھیل گیا اور روزانہ بیس بیس آدمی مرنے لگے۔ اس وقت حضرت قبلہؒ ایک گاؤں (برُدوم حرّا) میں تشریف رکھتے تھے لوگ آپؒ کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ خادم علی نے بلایا ہے۔ آپؓ تشریف لیگئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور! اُنہوں نے کی گستاخی میں نے نہیں کی ہے (بلکہ اشارۂ غیبی ہوا اس لئے عرض کرایا) آپؒ نے فرمایا "میں سمجھا" اور کچھ نہ فرمایا اس وقت جو لوگ کہ ہمرکاب تھے ان میں آپؒ کے ایک مُرید مجذوب قدرت اللہ بھی تھے۔ انھوں نے ڈنڈا ہاتھ میں لیا اور جیسے کہ کسی کو مارتے ہیں ڈنڈا چلانا اور یہ کہنا شروع کیا۔ "دُور ہو شیطان مردود!!" اور ڈنڈا مارتے اور دوڑتے ہوئے دُور تک چلے گئے۔ بہت آدمیوں نے بیان کیا کہ ہم نے مغرب کی سمت کسی جانے والے کی آواز سُنی کہ "مجھے کام تھا حضرتؓ تشریف لے آئے اس لئے مجھے یہاں سے جانا پڑا۔ صرف دو آدمی اور لے جاؤنگا مگر کہنے والا کوئی نظر نہیں آیا اسکے بعد پھر دو آدمی اس گاؤں میں اور مرے اور خدا کے فضل وکرم سے سب لوگ اس بلائے وبا سے محفوظ رہے

حضرتؓ کی دُعا سے بے اولادوں کو نعمتِ اولاد نصیب ہوئی

بڑھاپے میں اولاد ازانجملہ یہ ہے کہ نواب حسین علیؒ صاحب رئیس بنارس تقریباً پچاس برس کی عمر کو پہنچے مگر محروم اولاد تھے اور جی پر اس کا رنج والم کہ سن یاس پر آگئے اور کوئی لڑکا ہے نہ لڑکی۔ حضرت قبلہؓ کے مریدانِ خاص میں سے تھے خدمت مبارک میں اولاد کے لئے طالبِ دعا ہوئے ارشاد ہوا کہ دوسرا نکاح کرلیں جس کی تعمیل بجالائے، ایک شب میں دیکھا حضرت قبلہؓ بہ نشست چہار زانو تشریف فرما ہیں اور آپؓ کے داہنے بازو پر ایک بچہ اور بائیں زانو پر دوسرا بچہ ہے، اور نواب صاحب سے (پہلے داہنے پھر بائیں بازوے مبارک کے بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا "نواب صاحب! یہ یا وہ" یعنی ان دونوں بچوں میں سے کون پسند ہے؟ اس خواب کے تھوڑے عرصہ بعد بفضلہ نواب صاحب کو فرزند نصیب ہوا۔ نواب صاحب کا بیان ہے کہ مولود کو جاکر دیکھا تو حیران ہوا کہ ہو بہو تو وہی بچہ ہے جسے خواب میں حضرتؒ کے زانو پر دیکھا تھا۔ اب یہ لڑکا نواب صاحب کا جانشین ہے۔

بجائے مولودِ غیر طبعی طفلِ انسانی ازانجملہ یہ ہے، مولوی عبداللہ صاحب ہیڈ ماسٹر مشن اسکول غازی پور کی بھتیجی مسماۃ خدیجہ بی بی (ساکن موضع غنی چک) کو وضع حمل میں ایک تھیلی (جس کے اندر چھپکلی کی شکل کے چھوٹے چھوٹے جاندار ہوتے تھے) خارج ہوا کرتی تھی اور یہ جاندار تھوڑی دیر زندہ رہ کر مر جاتے تھے۔ یہ مسماۃ داخل سلسلۂ عالیہ ہوئیں اور طالب دعا، کہ خدا مولود انسانی نصیب فرمائے۔ آپؓ نے ازراہ شفقت وکرم ان کے حق میں دُعا فرمائی، اللہ جل شانہٗ نے آپؓ کی دُعا کی برکت سے اس بلا سے نجات دی۔ اور آپؓ کی دُعا کے بعد پہلے حمل سے جیتا جاگتا انسانی بچہ پیدا ہوا۔

دونوں بیویوں سے اولاد ازانجملہ یہ ہے کہ حضرتؓ کے ایک مُرید جو خاصے خوشحال زمیندار تھے۔ ان کے یہاں کوئی اولاد نہ تھی

دُعا کی خواستگاری کی تو دوسرے نکاح کا ارشاد ہوا۔ انھوں نے دوسرا نکاح کیا لیکن دوسری بیوی سے بھی اولاد نہ ہوئی پس ایک روز دونوں بیویوں کو لیکر خانقاہ شریف میں آئے اور اپنا دردِ دل ظاہر کیا۔ فرمایا "جاؤ ہم دُعا کرتے ہیں"۔ یہ سیدھے سادے دیہات کے آدمی تھے، بولے حضور دعا تو ہو چکی اب تو دیا (مہربانی) چاہتا ہوں، خدا کی شان، آپؒ کی برکت دُعا سے دونوں بیویوں کو اولاد نصیب ہوئی۔

بڑھاپے کی اولاد کا ایک نادر واقعہ

خادم علی صاحب کی عمر پچاس سال یا کچھ زیادہ ہوئی مگر کوئی لڑکا نہ تھا، صرف دو لڑکیاں تھیں ایک روز ارشاد فرمایا "خادم علی! اگر ہو سکے تو تم دوسرا نکاح کر لو"۔ سُن کر اور سرِ تسلیم خم کر کے چپ ہو گئے ایک دن وقت خوش اور موقع مناسب پایا تو ادب کے ساتھ عرض کیا "نکاح ثانی کے حکم سے میں سمجھا کہ میرے حضرت پیر و مرشد کی خوشی، اور مرضی اور دُعا یہی ہے کہ خدا مجھے لڑکا دے، اور اولادِ ذکور سے میری آنکھیں ٹھنڈی اور میرا نسب جاری ہو لیکن اس حکم کو سنکر میں اس فکر و تردد میں پڑ گیا کہ اب میرے بڑھاپے کا وقت شروع ہوا، دو بیویاں ہونگی اور سوکنوں کے جھگڑے ہونگے تو پھر میرا کیا حال ہوگا؟ مجھے دو بیویوں کے جھگڑے میں کیوں ڈالا جائے، اگر بارگاہ خداوندی سے میرے لئے عطائے فرزند کی منظوری بہ برکت دُعائے حضور ہو چکی ہے تو قدرت خداوندی کے سامنے اسی ادھیڑ عمر کی بیوی سے ایک لڑکے کا ہو جانا کیا دشوار ہے، فخر و ناز مُریدانہ سے آپؒ کے اس وقتِ خوش، میں خادم علی صاحب نے اس طرح صاف صاف اظہار ما فی الضمیر کیا۔ تو آپؒ سنکر مسکرائے اور خاموش ہو گئے، دوسرے نکاح کی بابت پھر کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد ان کی بیوی کو استقرار حمل ہوا اور لڑکا پیدا ہوا جو لڑکا کہ بفضلہ اب خود صاحبِ اولاد ہے، اس طرح کے واقعات بیشمار ہیں جس کے لئے آپؒ نے جو دعا کر دی قدرت پروردگار عالم سے وہ ہی بات مَنصۂ شہود پر ظاہر ہوئی خدا ہی جانتا ہے کہ کتنے خاندانِ بے اولاد آپؒ کی برکت دُعا سے آباد ہوئے۔

بشارت فرزند خواب میں

از انجملہ یہ ہے کہ خواجہ عبد القدیر بنارسی کا بیان ہے کہ "میری بھانجی کو جب استقرار حمل ہوتا تو ایام حمل میں وہ طرح طرح ڈراؤنے خواب دیکھا کرتی، وضع حمل ہوتا تو بچہ مر جاتا کوئی بچہ زندہ نہ رہتا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں حضرت قبلہؒ کی خدمت میں بذریعہ عریضہ حفظِ حمل آئندہ کے لئے دعا کی درخواست کروں۔ میں نے عریضہ پیش کیا اور آپؒ نے دُعا فرمائی۔ اور بذریعۂ ڈاک ایک تعویذ عطا ہوا جو بھانجی نے گلے میں پہن لیا۔ چند روز بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہ و کعبہؒ ایک نہایت خوبصورت بچہ گود میں لئے ہوئے تشریف لائے۔ میں اُٹھا، اور اُٹھکر قدم بوس ہوا، دوسری طرف نظر پڑی تو یہ دیکھا کہ سُرخ اور نئے کپڑے کا ایک حجرہ ہے اور اس حجرے کے اندر میری بھانجی بیٹھی ہوئی ہے حضرت قبلہؒ نے بچہ میری طرف بڑھا کر ارشاد فرمایا کہ جاکر اپنی بھانجی کو دیدو اور یہ فرمایا کہ اس لڑکے کا نام غلام محی الدین ہے میں نے بچے کو لیلیا اور بھانجی کو جا کر دیدیا پھر میری آنکھ کھل گئی۔ چند روز بعد میری بھانجی کے لڑکا پیدا ہوا غلام محی الدین نام حسب ہدایت رکھا گیا۔ بحمد اللہ اس وقت

یہ لڑکا علی گڈھ میں بی۔ اے کلاس میں پڑھ رہا ہے۔ اور اس لڑکے کے بعد میری بھانجی کی تین اولادیں اور ہوئیں جو سب آپؒ کی برکت دُعا سے زندہ ہیں۔

حُضور کی دُعا سے عمریں دراز ہوئیں

آپؒ کی دُعا سے بستر مرگ پر لوگوں نے درازی عمر کو پایا ہے اور ایسے واقعات بہت ہیں۔

موت ٹل گئی | از انجملہ یہ ہے کہ خادم علی صاحب بیان فرماتے ہیں: "میرے والدین کے یہاں اولاد زندہ نہیں رہتی تھی جب میری ولادت ہوئی تو حضرت دادا پیر صاحب قدس سرہٗ کی خدمت مبارک میں میرے والد نے مجھے پیش کیا۔ اور عرض کیا کہ اس بچہ کو غلامی میں قبول کیجیے۔ اور منشا یہ تھا کہ آپؒ کی برکت قبولیت سے خدا میری عمر حیات میں برکت دے اور میری عمر دراز ہو جائے۔ آپؒ نے قبول فرمایا اور دُعا کی خدا نے مجھے زندگی دی۔ جوانی کے زمانہ میں میں سفر حج و زیارت کو گیا اور ہیضہ میں مبتلا ہوا۔ اسی حالت میں گھر پہنچا اور قریب المرگ ہوا۔ میری اسی حالت میں لوگ حضرت قبلہؒ کو لائے۔ میں بیہوش تھا آپؒ نے مجھے ہوش میں لانے کیلئے آواز دی اور مجھ سے فرمایا "میں کون ہوں؟" آپؒ کے اس پوچھنے سے مجھے ہوش آیا۔ آپؒ کو دیکھا تو میں رو پڑا۔ آپؒ بھی رو دیے۔ میں نے آپؒ کے روبرو اپنے پسماندگان کے لئے وصیتیں کیں اور آپؒ میرے پاس سے اُٹھکر میرے دوسرے مکان میں تشریف لے گئے میں نے کہلا بھیجا کہ بظاہر اب میرا وقت قریب ہے، حضور یہاں سے جنازہ کی نماز پڑھا کر تشریف لے جائیں آپؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ "اس وقت میں مکان جاتا ہوں۔ اگر ضرورت ہوئی تو نماز جنازہ کے لئے میں وہاں سے آجاؤں گا۔" یہ فرما کر آپؒ اپنے دولت خانہ تشریف لیگئے۔ وہاں سے ناظر علی کے ہاتھ احاطۂ مزار شریف کے درخت کی چند پتیاں دیکر کہلا بھیجا: "اطمینان رکھو، تمھاری موت ہمارے حضرتؒ کی دُعا سے ٹل گئی، اب تم اچھے ہو جاؤ گے" میں نے وہ پتیاں لسوا کر پی لیں۔ مرض کی کیفیتیں فی الفور دُور ہو کر چند منٹ کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ میں بالکل اچھا ہو اور میں اسیوقت تندرست اور صحتیاب ہو گیا جب خدمت مبارک میں اس نئی زندگی کے بعد حاضر ہوا تو مجھ سے ارشاد فرمایا: "خدا کی بارگاہ سے تمھیں زندگی عطا ہوئی ہے اسے دین کی خدمت میں بسر کرنا!" اس وقت میری عمر ۴۵ سال کی تھی۔ اب اکہتر برس کا ہوں اور اب ۱۹۳۵ء میں اسی کے قریب ہیں۔ اچھے ہونے کے ایک برس بعد میں نے حضرتؒ کے ارشاد کے بموجب مخدوم الملک قطب الاقطاب سیدنا حضرت احمد عبدالحق ردولوی رضی کا توشہ کیا ۲۰ من کی پخت کرائی اور مبیں علموں و راخوند کاروں کو علیحدہ علیحدہ برتنوں میں کھانا رکھ دیا کہ میں جگہ الگ الگ فاتحہ دیں اور یہ طعام فاتحہ بھرا بعض کو کھلایا گیا۔ اور دوسرا تمام کھانا غربا و مساکین میں تقسیم کیا گیا۔"

ابرس کا عمر میں اضافہ اعادۂ شباب | ازانجملہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے کہا: "میں اس وقت حضرتؒ کی خدمت مبارک میں حاضر تھا، جبکہ آپؒ نے حبیب اللہ شاہ صاحب کو خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ حبیب اللہ شاہ صاحب بہت بوڑھے اور کمزور اور ضعیف و ناتوان تھے حتیٰ کہ انہیں کبرسنی کے سبب چلنے پھرنے میں تکلیف ہوتی تھی انکی اس حالت کو دیکھکر آپؒ نے فرمایا "یہ بوڑھے ہیں۔ اگر دس برس بھی زندہ رہ گئے تو بہت لوگوں کو ان سے ہدایت ہوگی۔" میں اسی وقت بفضلہ سمجھ گیا کہ آپ کا یہ مقصد ہے، ان سے بندگان خدا کو ہدایت ہو، اور ان کی عمر قدرت خداوندی سے دس برس زیادہ ہوجائے۔ دوسرے سال عُرس شریف میں حاضر ہوا تو حبیب اللہ شاہ صاحب کو دیکھا لیکن باوّل نظر میں پہچان نہ سکا۔ اب وہ اتنے توانا و قوی تھے گویا اعادۂ شباب ہوگیا۔ سراپا بدل گیا، اور تیزی اچھی اور طراری یہ سب کچھ اُن میں پیدا ہوگئی تمام قویٰ اور افعالِ اعضاء درست ہوگئے۔ بہت لوگوں کو ان کی رُشد و ہدایت سے صراطِ مستقیم نصیب ہوئی۔ خلافت کے تیرہ سال کے بعد اُن کا انتقال ہوا۔ انتقال کی خبر سُنی تو میں نے خیال کیا کہ خلافت کے وقت ان کی زندگی کے تین سال باقی تھے، آپؒ کو منجانب اللہ اس بات کا علم ہوا، آپؒ نے دُعا فرمائی اور آپؒ کی برکتِ دُعا سے دس سال حیات مزید بارگاہ الٰہی سے ان کو عطا ہوئی۔ حقیقت یہ ہے آپؒ کی ذات مقدس میں تو بس شان کُن فیکون کا ظہور پایا۔ آپؒ نے جو فرمایا۔ جو ارادہ کیا اشارۃً و کنایۃً زبان مبارک سے جس چیز کے متعلق جو فرمایا وہی ہوگیا۔ (حضرت غوث الثقلینؓ نے فتوح الغیب میں فرمایا کہ اولیاء اللہ جن میں شانِ کُن فیکون کا ظہور ہو نادر الوجود ہیں)

درازیٔ عمر کی دعا | ازانجملہ یہ ہے کہ آپؒ کے ایک مرید فرماتے ہیں کہ "ایک بار میں اپنے دینوی کاموں میں بہت اُلجھا اور نہایت متردد رہا مسلسل بیماریوں کا بھی سامنا ہوا۔ اور بعض بیماریاں اتنی شدید تھیں کہ زندگی سے مایوسی ہوجاتی عرض پیش کیا۔ ارشاد ہوا" اب انشاء اللہ دین و دُنیا کے کاموں میں تردد نہیں رہے گا۔ ہم نے دُعا کی۔ ان کے لئے (فتوحاتِ دُنیا کا دروازہ بھی کھول دیا گیا۔ ہمیں اُن کی بیماری سے کوئی تردد نہیں ہوتا، ایک دفعہ اپنے زمانۂ تعلیم میں انھوں نے ہمیں خط لکھا کہ سخت بیمار ہوں۔ اس حالت میں معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنی والدہ کے لئے آخری وصیت بھی لکھوادی تھی، لیکن ہمیں ان کی طرف سے) کچھ تردد نہیں ہوا، مرنا کیا آسان سمجھا ہے! ابھی حق سبحانہ تعالیٰ کو ان سے بہت کام لینا ہے!" آپؒ کی دعا کی برکت سے وہ اچھے ہوگئے۔ اس کے بعد تقریباً ۲۵ سال (جو تھائی صدی) خیریت سے گذر کر اب کہ ۱۳۹۵ھ کا سال ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زندہ و سلامت ہیں۔ اور آپؒ نے اُن کے بارہ میں عامۃً اور خاصۃً جو کچھ کہ زبان مبارک سے فرمایا وہ سب کچھ ظہور میں آیا اور آرہا ہے (خدا کی رحمت سے اُمید ہے کہ عمر دراز نصیب ہوگی اور کوئی بڑی خدمت دینا باعث شوکت و جاہ و جلال اسلام خدا ان کے ہاتھوں سے پوری کرائے گا۔ و ما ذٰلک علی اللہ بعزیز)

کتاب و سنت اور تعامل صحابہ اور اقوال بزرگان دین سے یہ دلائل ہیں، باقی اعتراضات و شبہات اور اُن کے جوابات بیان فرماکر اس مضمون کا اختتام فرمایا۔ اور مولوی صاحب کے ۳۴ سوالات اور ان کے جوابات ختم ہو گئے۔ اب نو بجے دن کا وقت تھا۔ اس موقع پر وہ لوگ بھی حاضر تھے کہ جن کی مولوی رشید احمد صاحب سے مخالفتیں کی تھیں، اُن کے لیئے ایسے منکر طریقت و مخالف اہل طریقت کا اس دربار شریف میں حاضر ہو جانا، پھر نشست مؤدبانہ سے گھنٹوں سرنگوں بیٹھے رہنا تعجب و حیرت کا موجب تھا۔ کسی نے آپس میں کہا کہ ان کو ذوق خدا پرستی کہاں جو سمجھا جائے کہ یہ ذوق خدا پرستی ان کو یہاں لایا ہے، کہیں یہ حکومت کے جاسوس تو نہیں کہ اہل سلام کے اس اجتماع عظیم کو دیکھنے اور یہاں کے حالات کی رپورٹ کرنے آئے ہوں۔ گو مسلمانوں کا یہ اجتماع عظیم اغراض مذہبی کے لیئے ہے نہ کہ مقاصد سیاسی کیلئے تاہم جنگ کا زمانہ ہے کیا عجب ہے کہ ان کا یہاں آنا کسی خدمت حکومت کے سلسلے ہو، یہ بات ایک شخص نے حضرت قبلہؒ سے بھی عرض کی۔ آپؒ نے بے پروائی کے ساتھ فرمایا۔ "ہم نے دیکھ لیا ہے بدگمانی ٹھیک نہیں جاسوس نہیں ہیں" نماز ظہر کے بعد مولوی رشید احمد صاحب خانقاہ شریف کے اُس حجرہ میں (جہاں زمانۂ عرس میں بنارس اور دہلی وغیرہ کے خدام ٹھہرائے جاتے ہیں) آکر چپ چاپ بیٹھ گئے۔ اور پوچھا کہ نماز ظہر میں کیا دیر ہے، اگرچہ وہ یہاں نماز ظہر باجماعت پڑھ کر آئے تھے۔ مگر ایسی گمشدگی تھی کہ نماز کا پڑھنا بھی یاد نہ رہا۔ لوگوں نے کہا ابھی تو آپ نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ بولے پڑھ لی ہو گی۔ یاد نہیں رہا۔ یہاں سے تھوڑی دیر کے بعد اُٹھ کر خدمت اقدس میں چلے گئے اور قدموں پر گر پڑے اور بہت روئے اور ہزار ارمان و آرزو کے ساتھ اسی وقت آپؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی گریہ اتنا غالب رہا کہ گوشے میں چلے جاتے اور روتے ہی رہتے۔ دوسرے دن ہوش و حواس بحال ہوئے تو اُنھوں نے اپنا ماجرا اس طرح بیان کیا۔ "صاحبو! یہاں آکر میرا کفر ایمان سے اور میرا شک یقین سے بدلا ہے، طریقت سلف صالحین کہ حقیقت اسلام اور روح اسلام ہے میں اُسی کا سخت منکر و مخالف تھا میرے دل میں شکوک و شبہات بھرے ہوئے تھے۔ میں نے انٹرنس پاس کرنے کے بعد دہلی اور دیوبند میں برسوں علوم اسلامیہ دینیہ کی تحصیل کی ہے اور اب میرا شغل وعظ و پند ہے لیکن میرا اسلام صرف ظاہری دکھاوا تھا، اور میرا باطن شکوک و تذبذب و شبہات کا ایک کانٹوں بھرا جنگل تھا۔ چونکہ انگریزی داں بھی ہوں اس لئے میری نظر صرف علوم شرعیہ تک ہی محدود نہ تھی، اور حالت دراصل الحاد کے قریب قریب تھی اسلام صرف زبان پر تھا دل میں نہ تھا، اور طریقت اور ارباب تصوف کا تو شاید مجھ سے بڑھ کر کوئی دوسرا مخالف ہو گا۔ میں نے فقراء کی مخالفتیں کی ہیں اور میں نے انھیں تکلیفیں پہنچائی ہیں کہ مسلمانوں میں سستی اور جمود کاہلی انھیں سے پھیلی ہے (معاذ اللہ) اب جو میں یہاں حاضر ہوا تو نہ کسی ارادتمندی سے، بلکہ ۳۴ سخت مشکل اعتراضات و سوالات لیکر تا کہ میں اس مقام میں کہ آج دُنیائے اسلام میں مرکز طریقت اور گہوارۂ روحانیت ہے خوب دل کے حوصلے نکالوں اور خوب مخالفت کروں۔ لیکن وہ کہ دوسرے

کتاب و سُنّت اور تعامل صحابہ اور اقوال بزرگان دین سے یہ دلائل ہیں، باقی اعتراضات و شبہات اور پھر اُن کے جوابات بیان فرما کر اس مضمون کا اختتام فرمایا۔ اور مولوی صاحب کے ۳۳ سوالات اور ان کے جوابات ختم ہو گئے۔ اب نو بجے دن کا وقت تھا۔ اس موقع پر وہ لوگ بھی حاضر تھے کہ جن کی مولوی رشید احمد صاحب سے مخالفتیں کی تھیں، اُن کے لئے ایسے منکر طریقت و مخالف اہل طریقت کا اس دربار شریف میں حاضر ہو جانا، پھر نشست مودبانہ سے گھنٹوں سرنگوں بیٹھے رہنا تعجب و حیرت کا موجب تھا۔ کسی نے آپس میں کہا کہ ان کو ذوق خدا پرستی کہاں جو سمجھا جائے کہ یہ ذوق خدا پرستی ان کو یہاں لایا ہے، کہیں یہ حکومت کے جاسوس تو نہیں کہ اہل اسلام کے اس اجتماع عظیم کو دیکھنے اور یہاں کے حالات کی رپورٹ کرنے آئے ہوں۔ گو مسلمانوں کا یہ اجتماع عظیم اغراض مذہبی کے لئے ہے نہ کہ مقاصد سیاسی کیلئے تاہم جنگ کا زمانہ ہے کیا عجب ہے کہ ان کا یہاں آنا کسی خدمت حکومت کے سلسلے ہو، یہ بات ایک شخص نے حضرت قبلہؒ سے بھی عرض کی۔ آپؒ نے بے پروائی کے ساتھ فرمایا۔ "ہم نے دیکھ لیا ہے بدگمانی ٹھیک نہیں جاسوس نہیں ہیں۔" نماز ظہر کے بعد مولوی رشید احمد صاحب خانقاہ شریف کے اُس حجرہ میں (جہاں زمانہ عرس میں بنارس اور دہلی وغیرہ کے خدام ٹھہرائے جاتے ہیں) آ کر چپ چاپ بیٹھ گئے، اور پوچھا کہ نماز ظہر میں کیا دیر ہے، اگرچہ وہ یہاں نماز ظہر باجماعت پڑھ کر آئے تھے۔ مگر ایسی گمشدگی تھی کہ نماز کا پڑھنا بھی یاد نہ رہا، لوگوں نے کہا ابھی تو آپ نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ بولے پڑھ لی ہو گی۔ یاد نہیں رہا۔ یہاں سے تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر خدمت اقدس میں چلے گئے اور قدموں پر گر پڑے اور بہت روئے اور ہزار ارمان و آرزو کے ساتھ اسی وقت آپؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی گریہ اتنا غالب رہا کہ گوشے میں چلے جاتے اور روتے ہی رہتے۔ دوسرے دن ہوش و حواس بحال ہوئے تو اُنھوں نے اپنا ماجرا اس طرح بیان کیا۔ "صاحبو! یہاں آ کر میرا کفر ایمان سے اور میرا شک یقین سے بدلا ہے، طریقت سلف صالحین کہ حقیقت اسلام اور روح اسلام ہے میں اُسی کا سخت منکر و مخالف تھا میرے دل میں شکوک شبہات بھرے ہوئے تھے۔ میں نے انٹرنس پاس کرنے کے بعد دہلی اور دیوبند میں برسوں علوم اسلامیہ دینیہ کی تحصیل کی ہے اور اب میرا مشغلہ وعظ و پند ہے لیکن میرا اسلام صرف ظاہری نفاق تھا، اور میرا باطن شکوک و تذبذب و شبہات کا ایک کانٹوں بھرا جنگل تھا۔ چونکہ انگریزی داں بھی ہوں اس لئے میری نظر صرف علوم مشرقیہ تک ہی محدود نہ تھی، اور حالت دراصل الحاد کے قریب قریب تھی اسلام صرف زبان پر تھا دل میں نہ تھا، اور طریقت اور ارباب تصوف کا تو شاید مجھ سے بڑھ کر کوئی دوسرا مخالف ہو گا۔ میں نے فقراء کی مخالفتیں کی ہیں اور میں نے انھیں تکلیفیں پہنچائی ہیں کہ مسلمانوں میں سستی اور جمود وکاہلی انھیں سے پھیلی ہے (معاذ اللہ) اب جو میں یہاں حاضر ہوا تو نہ کسی ارادتمندی سے، بلکہ ۳۳ سخت مشکل اعتراضات و سوالات لیکر تاکہ میں اس مقام میں کہ آج دنیائے اسلام میں مرکز طریقت اور گہوارۂ روحانیت ہے خوب دل کے حوصلے نکالوں اور خوب مخالفت کروں۔ لیکن وہ کہ دوسرں

کے شکار کرنے کو آیا تھا آج خود شکار ہے اور رحمت الٰہی کی تلوار سے ذبح ہو کر اب مقتل میں آپ کے سامنے موجود ہے۔ میں کیا عرض کروں کہ وہ کیا وارد غیبی اور کیا ماجرے ہیں جو کل سے اب تک مجھ پر گذرے۔ قبل اس کے کہ میں جرأت لب کشائی کرتا، پیشتر اس کے کہ اعتراض و سوال کا کوئی ایک حرف میرے مُنہ سے نکلتا حضرت رضؓ نے میرے سوال و اعتراض کو میرے ہی لفظوں میں بیان فرمایا۔ اور پھر اس کا جواب دیدیا، اور ٹھیک میرے کاغذ کی تحریر و ترتیب کے موافق سلسلہ وار اسی طرز سے کہ پہلے میرے اعتراض کو بیان فرمایا جاتا وہ بھی میرے ہی لفظوں میں پھر اُسکے جواب کو ارشاد فرما کر آپؓ نے گمراہی کے اندھیرے سے نکال کر مجھے روشنی اسلام کے دریائے نور میں غرق کر دیا۔ میں نے شفا پائی ہے میں زندہ کیا گیا ہوں اور میرا باطن علم اور تزکیہ و تصفیہ کے ساتھ اب ایک نئی دنیا اور ایک نیا عالم ہے قرطاس اعتراض میرے سامان میں بند کا بند ہی رہا مگر میرا سینہ کھول دیا گیا۔ افمن شرح اللّٰہ صدرہ للاسلام اب میں اپنے گذرے ہوئے گناہوں پر نادم و شرمسار ہوں۔ یا اللّٰہ میرا کیا حشر ہوگا۔ اور کیا ایسے گناہ بھی معاف فرمائے جائیں گے جو گناہ کہ نادانستہ مجھ سے سرزد ہوئے ہیں۔ طریقت کیا مجھے تو خود اسلام میں شبہات و شکوک تھے ہستیٔ باری اور اقرار رسالت یہ بھی میرے باطن کا (جیسا کہ ہونا چاہئے ویسا) اذعان و یقین نہ تھا۔ اب کوئی کانٹا نہ رہا کہ چبھے اور کوئی خلش نہیں ہے کہ مجھے بیچین کرے! ؎

درجہاں ہیچ دلے ذوسوسہ آزاد نماند   مگر آں دل کہ اسیرِ خمِ گیسوئے تو بود

ازراہ رحم و کرم مجھے غلامی میں قبول فرما لیا گیا ہے۔ آپ برادرانِ دین میرے حق میں دُعائے خیر فرمائیں کہ اب خدا مجھے اس دریا کی خاک کر دے!!"۔ رو رو کر اُنھوں نے اپنی یہ داستان سُنائی۔ کسی نے خدمت اقدس میں جا کر عرض کر دیا کہ ایک مولوی صاحب آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ بلا عرض و گذارش، مجھے اپنے ۳۴ سوالاتِ اعتراضات کا جواب خود بخود عطا ہوا"۔ فرمایا "ہم مردہ، ہمارا پروردگار زندہ ہے، ہماری روح اُسی کے قبضہ میں ہے ہم سے وہ جو چاہتا ہے کہلا دیتا ہے ہمارا اس میں کچھ دخل نہیں"

ننّوا علماء کا حضرت غوث الاعظم پر ارادت لانا

حضرت غوث الثقلین کی بارگاہ مقدس میں بھی اسی طرح کا واقعہ گذرا ہے۔ جو "بہجۃ الاسرار" اور "زبدۃ الآثار" وغیرہ معتبر قدیمی کتابوں میں مفصّل طریقہ سے تحریر کیا گیا ہے۔ چنانچہ بہجۃ الاسرار (مطبوعہ مصر) طلب فرمائی گئی اور ایک مولوی صاحب سے ارشاد ہوا کہ یہ مقام پڑھ کر سُنائیں۔

یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ حضرت غوث الاعظم، محبوبِ سُبحانی، قطب ربانی میر محی الدین سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی (رضی اللّٰہ عنہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا شہرہ و غلغلۂ فضل و کمال جب بغداد (نیز اقصائے عالم) میں پھیل گیا۔ اور ہزار در ہزار بندگان خدا آپ کے مرید و معتقد اور آپؓ سے فیضیاب ہونے لگے تو علمائے ظاہری کو آپ سے حسد پیدا ہوا (کہ سنت اللّٰہ، حضرات انبیاءؑ و اولیاءؒ کے ساتھ یہی چلی آئی ہے)

پس ایک تو علماء نے باہمی مشورہ سے یہ قرار داد کی کہ جس وقت آپ برسرِ منبر کلام فرما رہے ہوں مشکل سے مشکل مسئلے اور لاینحل عقدے اس وقت آپؒ کے روبرو پیش کئے اور برسرِ عام اُن کے جواب آپؒ سے طلب کیے جائیں کہ آپؒ سے فوری طریقہ پر جواب قاطع و تشفی بخش کیا کسی طرح کا جواب بھی بن نہ آئے گا جس سے آپؒ کی تو مجمع عام میں سبکی ہو اور ہمارے علم و فضل کا مظاہرہ اور قلوبِ عوام پر ہمارے علم و فضل کا سکہ قایم ہو جائے، ان میں سے ہر ایک نے ایک ایک مشکل مسئلہ کا انتخاب کیا اور پھر عین مجلس عام میں جبکہ آپؒ برسرِ منبر کلام فرما رہے تھے، یہ جماعت علماء پہنچی۔ اس جماعت کے داخل مجلس ہونے پر حضرتؒ نے اپنے سرِ اقدس کو سینہ کی طرف جھکایا، معاً ایک نور قلب مبارک سے ظاہر ہوا اور ان لوگوں نے دیکھا کہ وہ نور ان کے سینوں میں داخل ہوا۔ اس کے بعد خیال کیا تو ان میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو علم سے خالی پایا تمام علم سلب ہو گیا اور کچھ یاد نہ رہا۔ ایسے رہ گئے جیسے کورا کاغذ، اور ایک ایسی کیفیت ہر ایک پر اس کے بعد طاری ہوئی کہ بے اختیار اور بے قابو ہو گئے، رونے اور پیٹنے اور زمین پر لوٹنے لگے۔ دیر تک اس حالت تباہ میں رہ کر ندامت و شرمساری اور گریہ و زاری کے ساتھ لوٹتے ہوئے زیر منبر پہنچے اور سب نے اپنے سر آپؒ کے قدموں پر رکھدیے اور زمین بوسی کرتے رہے، اب دریائے رحمت طغیانی پر آیا اور حضرتؒ نے کرم و مہربانی کی نظر سب پر فرمائی ایک ایک کو اپنے سینے سے لگایا اور آپؒ کی برکت سے ہر ایک نے اب اس سے زیادہ پالیا جتنا کہ اپنے ترک ادب کی پاداش میں ضائع کیا تھا، ہوش و حواس بحال ہوئے تو آپؒ نے وہ تقریر شروع فرمائی کہ جس میں گویا ہر ایک کا پہلے سوال اور پھر اس کا جواب تھا۔ ایسا تشفی بخش جواب کہ سب مبتلائے حیرت بالائے حیرت تھے اس کے بعد یہ پوری جماعتِ علما بھی حضرتؒ کے حلقۂ مریدین و معتقدین میں منسلک ہوئی

ایک مولوی صاحب کیونکر اعتقاد لائے

ہمارے حضرت قبلہ کو (جیسا کہ اپنے مقام میں تذکرہ کیا گیا) حضرت غوث الثقلین سے کمال محبت و عشق تھا، اور آپؒ حضور غوثِ اعظمؓ کے بالکل قدم بقدم تھے۔ خدا نے فہم و بصیرت سے جن کو بہرہ وافی نصیب فرمایا، ہمارے حضرتؒ کی یہ شان اُن سے مخفی نہ تھی، اور آپؒ سے بامر الٰہی ایسی کرامات عظیمہ کا ظہور و صدور ہوتا رہا کہ جن سے علوم مادی کے موجودہ دور ترقی میں بڑے بڑے عقلا اور تعلیم یافتہ اصحاب کو حیرت ہوتی تھی اور بارگاہ بغداد کے واقعات عظیمہ کی براہ العین تصدیق و شہادت ہوتی تھی جیسا کہ وہ واقعہ جسکا گذشتہ صفحات میں تذکرہ اس خادم بارگاہ نے لکھا اس واقعہ کے علاوہ بھی منکرین کے آپؒ پر ارادت لانے کے بہت واقعات ہیں اور معتقدین میں ایسے بہت ہیں کہ پیشتر طریقت ہی کے منکرین تھے، آپ کو پانا، اسلام و ایمان کو پایا تھا علماء جو ہمارے حضرتؒ کے حلقہ معتقدین و مریدین میں آئے اکثر منکرین و مخالفین ہی سے تھے۔ از انجملہ یہ ہے منشی قادر بخش ساکن کنجن نگر نے بیان کیا کہ موضع برڈوم جرا کے رہنے والے ایک مولوی صاحب لائق و قابل و فصیح البیان دربار شریف میں آئے اور آپؒ سے گفتگوئے مخالفانہ شروع کی، آپؒ نے اُن سے اس

تفصیل کے ساتھ کلام فرمایا کہ رات آخر ہو گئی۔ اس شب آپ رضؓ نے بالکل آرام نہ فرمایا نماز فجر کے بعد برآمدہ میں تشریف لائے تو لوگوں نے اس چائے میں سے جو سب کے لئے تیار ہوئی تھی ایک پیالی چائے حسب معمول پیش کی آپؒ نے پیالی میں سے ایک جرعہ نوش فرماکر وہی پیالی ان مولوی صاحب کو حوالہ کردی، اور فرمایا "لیجئے یہ چائے پی لیجئے" مولوی صاحب نے سروقد استادہ ہوکر اس پیالی کو پینا شروع کیا۔ کوئی آدھی پیالی پی ہوگی کہ مولانا کے ہوش وحواس اڑنے لگے۔ قریب تھا کہ بیہوش ہوکر گر پڑیں، آپؒ نے فرمایا کہ ان کے ہاتھ سے پیالی کو لے لیا جائے اور ان کو سنبھالا جائے۔ اس کے بعد مولوی صاحب بالکل بیہوش ہوگئے۔ اور گر گئے، دیر کے بعد ہوش میں آئے اور درخواست کی کہ میری بیعت قبول فرمائی جائے، آپؒ نے قبول فرمایا۔

ایک مرید کی اصلاح خیال ازانجملہ یہ ہے کہ بنارس (پیٹر کنڈہ) کے رہنے والے مولوی مغل صاحب جو حالات و روایات کے سبب اپنے پیر (بدیع العالم) صاحب سے بداعتقاد ہوگئے تھے۔ اور ایسے بداعتقاد کہ نفس طریقت اور حضرات اولیاء اللہ سے ہی انحراف پیدا ہونے لگا۔ ان کے دوست مولوی غلام مظہر صاحب بی۔ اے پلیڈر رئیس بنارس نے ان کے اصلاح خیال کی کوشش بھی کی، کہ کسی شخص واحد کے حالات ناگفتہ بہ کی بنا پر نفس طریقت سے انحراف انصاف و دانشمندی نہیں اس میں سوءِ خاتمہ کا خوف ہے۔ مگر مولوی محمد مغل صاحب کے خیال وعقیدہ میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ مولوی غلام مظہر صاحب مرحوم ایک بزرگ ہستی تھے اور ہمارے حضرتؒ کے ساتھ بدرجۂ کمال حسن ارادت وعقیدت کے نعمت یافتہ تھے۔ ایک روز ان سے فرمایا کہ میرا ارادہ حضرتؓ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ہے، آپ بھی میرے ساتھ چلیں، آپ کے جتنے خطرے اور خدشے اور وسوسے ہیں وہاں جاکر خود بخود دور ہوجائیں گے، بغیر اس کے کہ آپ اپنی زبان سے کچھ بھی اظہار مافی الضمیر کریں انشاء اللہ آپ کا شک یقین سے بدل جائے گا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو آپ کا کل صرفہ میرے ذمہ ہوگا۔ اور پھر آپ میری کسی بات کا بھی اعتبار نہ کیجئے گا۔ مولوی مغل صاحب اس شرط کے بعد بھی آمادہ نہ ہوتے تھے، مگر مولوی غلام مظہر صاحب نے بنظر اخوت دینی و پاسداری دوستی، دلی خیرخواہی کے ساتھ ہنگام گفتگو ان پر ایسا اثر ڈالا، اور انھیں ایسا گھیرا کہ وہ راہ پر لگے اور سفر دربار عالی کے لئے ان کے ساتھ چلے، یہ سات آٹھ آدمیوں کا قافلہ تھا جو اس بار بنارس سے روانہ ہوا تھا، اسی قافلے میں یہ بھی تھے جب یہ خدمت اقدس میں پہنچے اور شرف زیارت نصیب ہوا تو ایک ہی مجلس حاضری ان کے لئے سبب شفائے کلّی ہوگئی، نہ عرض سوال کی نوبت آئی نہ اظہار حال کی نہ کسی نے ان کی سفارش کی، مگر آپؓ نے ایک تقریر فرمائی جس سے ان کے تمام شکوک واوہام کا ازالہ ہوگیا اور تمام خدشے اور وسوسے دور ہوگئے اور طمانیت قلبی حاصل ہوگئی، آپؓ نے ایک روز مولوی غلام مظہر صاحب سے اتنا فرمایا کہ آپ مولوی مغل کو گھیر کر

اپنے ساتھ لے آئے۔ خیر، حالانکہ بنارس سے آنے والے اور بھی سات آٹھ لوگ تھے اور ظاہراً اس بات کا معلوم ہونا دشوار تھا کہ کون کس کے کہنے سے آیا ہے، مگر آپؓ نے مولوی مغل صاحب کے حاضر ہونے کا علم بغیر اس کے کہ کوئی اسے خدمتِ مبارک میں عرض کرتا خود ہی سمجھ لیا اور ظاہر بھی کر دیا۔ وہ بھی خصوصیت کے ساتھ وکیل صاحب کے روبرو کہ دراصل وکیل صاحب ہی مولوی مغل صاحب کے محرکِ سفر ہوئے تھے اس وثوق اور یقین کامل کے ساتھ کہ ضرور اُن کے وسوسے اور خطرے دُور فرما دیے جائیں گے، ورنہ پھر اُن کے تمام مصارفِ سفر اُن کے ذمہ نہ ہوں گے وکیل صاحب کے ذمہ ہوں گے۔

صرف معانقہ کا اثر | ازانجملہ یہ ہے کہ مولوی سید احمد صاحب مراد آباد ضلع چاٹگام کے رہنے والے جو بہت بڑے عالم و فاضل ہیں فرماتے ہیں کہ جب میں تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر ہندوستان سے مکان واپس آیا تو طریقت کی جانب میری کوئی توجہ نہ تھی، اگرچہ میرے گاؤں کے بیشتر اصحاب حضرت قبلہؓ کی غلامی میں داخل تھے اور میرے خاندان کے بزرگ بھی اس سلسلۂ عالیہ کے مرید تھے، حضرت قبلہؓ کی زیارت کا شرف تو کئی بار مجھے حاصل ہوا۔ مگر مسائل مختلف فیہ میں بہت شکوک و شبہات رکھتا تھا۔ میں گاہ گاہ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا کہ آپ دورِ حاضرہ میں ایک لاثانی عالمِ دین ہیں، آپؓ مجھ پر بہت شفقت و مہربانی فرمایا کرتے اور کبھی کبھی مسائل مختلف فیہ میں بھی تقریر فرماتے جس سے میرے معتقدات کی اصلاح ہوا کرتی۔ لیکن خدمتِ پاک سے رخصت ہو کر جب مکان جاتا تو میرے ایک خاص عزیز جو اگرچہ عالم تھے مگر طریقت سے اور اہل اللہ سے انھیں ایک طرح کا انحراف تھا۔ وہ میرے اصلاح یافتہ معتقدات کو اپنی بداعتقادی سے پھر شک و شبہ میں ڈال دیتے۔ اس کشمکش میں سات سال کا زمانہ گذر گیا۔ ایک روز میں عُرس کے موقع پر حاضرِ دربار تھا اور حضرت قبلہؓ شیرینی اور کھانے پر فاتحہ دیکر فارغ ہوئے تھے کہ آپؓ نے مجھے جو اُس وقت آپؓ کے پہلو میں کھڑا ہوا تھا نظرِ شفقت سے دیکھا، اور بلا معانقہ مجھے سینۂ مبارک سے لگا لیا۔ فی الفور میرے قلب و روح پر ٹھنڈک اور لذّت اور سرور کا ایسا کیف طاری ہوا کہ بیان سے باہر ہے اور ایسی تسکین و طمانیت میں نے اپنے قلب میں محسوس کی کہ خود مجھے حیرت تھی، میرے بہت شکوک و شبہات اُسی لمحہ دُور ہو گئے اور حضرتؓ کی ذاتِ گرامی سے ایک ایسا لگاؤ اور تعلق روحانی پیدا ہوا جو پیشتر نصیب نہ تھا۔ اس کے بعد میں نے مرید ہونے کی درخواست پیش کی اور آپؓ نے مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمایا۔ اگر ایسی رحمت و شفقت میرے حال پر نہ ہوتی تو میں اپنی علمی معلومات کے ذریعہ ہرگز ہرگز طریقت میں داخل نہ ہو سکتا اور صراطِ مستقیم ہرگز مجھے نصیب نہ ہوتی۔

———

ترکِ ادب پر غیبی تعزیر

بارہا دیکھا گیا کہ مریدین سے جب آپؒ کے خلافِ حکم اور خلاف مرضی کوئی بات سرزد ہوتی فوراً غیب سے تنبیہ ہوتی اور قصوردار کو نتیجہ خراب پیش آتا۔

تعمیل حکم میں کیوں تاخیر کی ازانجملہ یہ ہے کہ ایک روز بعد نماز فجر آپؒ نے بعض مریدین جو موضع باز لیا اور قرب جوار کے رہنے والے تھے، اُن سب کو رخصت فرمایا۔ بعض نے ارادہ کیا کہ حکم کی تعمیل بجالائیں اور فوراً روانہ ہو جائیں بعض نے کہا کہ ذرا ٹھہر جائیں۔ ڈپٹی میاں تشریف لا رہے ہیں اُن سے بھی ملاقات کرلیں پھر سب ساتھ چلیں۔ ان لوگوں نے جانے والوں کو بھی روکا۔ سب کے مکانات قریب ہی قریب تھے، اس طرح اس پوری جماعت سے فرمان کی تعمیل میں تاخیر کرنے کا قصور سرزد ہوا حالانکہ دربار شریف کے آداب و دستور کے موافق ان سب کو اسی وقت روانہ ہو جانا تھا، دیر کرنی نہ تھی۔ جب ڈپٹی میاں تشریف لے آئے تو سب لوگ اُن سے مل ملا کر اور بات چیت کر کے کافی دیر کے بعد یہاں سے روانہ ہوئے، ان کا سفر ۱۰۔ ۱۲ میل کا تھا، راستہ میں بانس کا بنا ہوا ایک پُل تھا (جیسا کہ اس طرف دیہات میں جابجا دیکھا جاتا ہے) یہ لوگ اس پُل پر سے گذر رہے تھے کہ یکایک پُل ٹوٹا اور سب کے سب نالہ میں گرے، خیریت رہی کہ کسی کی جان پر صدمہ نہیں آیا البتہ چوٹ ہر ایک کو کھانی پڑی جس نے جانے والوں کو روکا تھا سب سے زیادہ اسی کے چوٹ آئی اور جو روانہ ہو رہا تھا اور کہنے سے رُک گیا تھا اُس کے کم چوٹ آئی غرض اپنی اپنی غفلت و کوتاہی کے بقدر ہر ایک نے قصور ترک ادب کی سزا پائی اور اس واقعہ سے اِن کو اور دوسرے برادرانِ طریقت کو عبرت و نصیحت ہوئی۔

تعمیل حکم نہ کی ضرب کھائی ازانجملہ یہ ہے کہ ایک صاحب دربار شریف میں حاضر تھے کہ ان کو مکان جانے کا حکم ہوا اور رخصت و روانگی کی تاریخ بھی مقرر فرما دی گئی لیکن ان کی خواہش ہوئی کہ ابھی اور حاضر رہیں اور صاحب میاں کے والد جو سفر حج سے آ رہے ہیں ان سے ملاقات کرنے کے بعد رخصت ہوں۔ اس خیال سے رُک گئے، اتفاقاً مقبول مستان جو ایک درویش مجذوب آپؒ کے مریدوں میں سے تھے کیفیتِ مجذوبانہ کے ساتھ دربار شریف میں حاضر ہوئے، بہت لوگ ان کے ہمراہ تھے، اس جماعت کو دُور سے دیکھا تو انھوں نے خیال کیا کہ یہ غل و ہنگامہ شاید صاحب میاں کے والد کا ہے وہ آ رہے ہیں۔ یہ خیال کر کے استقبال کرنے کے ارادہ سے آگے بڑھے مجذوب نے انھیں دیکھا تو اشارہ سے اپنے قریب بلایا اور ایک سلیپر ان کی طرف پھینکا۔ یہ مجذوب کے ہاتھ سے بچکر بھاگے راستہ میں چوٹ کھائی سمجھ گئے کہ مرضی مبارک کے خلاف ٹھہرے تھے یہ اسکا نتیجہ تھا۔

حاضری میں جی گھبرایا

ازانجملہ یہ ہے کہ بارہ ذالقعدہ کے عُرس شریف میں غازی پور کے چند اصحاب حاضر ہوئے، لوگوں کے رخصت کرنے میں دستور شریف یہ رہا کہ جو لوگ ایک ساتھ آتے عموماً انھیں ایک ساتھ ہی رخصت فرمایا کرتے تھے کہ ساتھ آئے ہیں تو ساتھ ہی جائیں، ان لوگوں کی رخصت کا دن مقرر فرما دیا گیا۔ تو شیر علی نے جو اسی قافلہ میں آئے تھے عرض کیا کہ دوسروں کو رخصت فرما دیا جائے میں ابھی حاضر رہونگا۔ یہ اُن کی پہلی حاضری تھی اسیوجہ سے ایسی جرأت کی۔ ساتھی رخصت ہوگئے اور یہ رہ گئے۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ان پر پریشانی اور خوف اور ڈر ایسا غالب ہوا کہ ٹِک نہ سکے حالانکہ ارادہ مہینوں تک حاضر رہنے کا تھا۔ عرض کرنا پڑا کہ مجھے بھی رخصت فرما دیا جائے۔ فرمایا "تم تو رہنا چاہتے تھے پھر اب کیوں جاتے ہو؟" عرض کیا کہ اب حاضر رہنا مجھے دشوار ہو گیا پریشانی اور وحشت دامنگیر ہوگئی۔ بھاگنے کو جی چاہتا ہے۔ آپؒ نے شفقت کے ساتھ رخصت فرمایا حکم رخصت کے بعد ٹھہرنا خلاف ادب تھا۔ مگر رحمت الٰہی خطا بخش و خطا پوش ہوئی کہ خود اجازت لی اور رخصت ہوئے۔

آپؒ کی خفگی خدا کی ناراضی ہے

ازانجملہ یہ ہے حضرتؒ کے بڑے صاحبزادے احمد میاں صاحب قبلہ کی تقریب شادی تھی۔ بعض مریدین سے خدا جانے کیا سوء ادب اور گستاخی ہوئی کہ آپؒ کا انداز شریف ان لوگوں پر خفگی اور جلال کا ظاہر ہوا۔ جس کی وجہ سے سب کے قلوب لرزاں اور ہوش پرّاں ہوگئے۔ مگر آپؒ کی شفقت و مہربانی عتاب و جلال پر بدرجہا غالب تھی۔ قصور کی معافی ہوگئی رات کو دربار شریف کے خادم مقبول علی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ سیدنا حضرت دادا پیر صاحب قبلہؒ فرماتے ہیں کہ مریدین سے کہدو کہ بے ادبی نہ کریں ورنہ نقصان اُٹھائیں گے۔ حضرت قبلہؒ نے ایک بار شادی کے اس واقعہ کا تذکرہ فرمایا کہ "ہمیں غصہ نہیں آتا ہے مگر اس موقع پر آیا تھا، مقبول نے خواب دیکھا (خواب کو بیان فرمایا) جس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ غصہ کا آنا آپؒ کی ذات گرامی کی کیفیات و اثرات و تعلقات سے نہ تھا۔ بلکہ حضرات پیران عظام کے حکم و اشارہ سے تھا۔

بآں جلال و جمال و بآں عتاب و خطاب ٭ کہ حل مسئلہ مُردن است و زیستن است

ہنگام جلال زمین و آسمان میں زلزلہ تھا

ازانجملہ یہ ہے کہ ایک صاحب بہت حاضر باش اور خدمت گذار تھے۔ ہفتوں اور مہینوں کا شرف حضوری نصیب ہوتا بہت جوان صالح تھے۔ اتفاق وقت کہ ان سے کوئی بہت بڑا قصور سرزد ہوا۔ ان کے اس فعل پر آپؒ نے ناپسندیدگی اور غصہ کا اظہار فرمایا۔ اور حکم ہوا کہ ان کو احاطۂ خانقاہ کے باہر کر دیا جائے اور وہ خانقاہ کے باہر کر دیے گئے۔ اس وقت دوسرے حاضرین بارگاہ کا یہ حال تھا کہ قلوب میں زلزلہ اور طوفان تھا، ہوش بجا نہ تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ زمین و آسمان میں زلزلہ آگیا۔ اور در و دیوار لرز رہے ہیں۔ حالانکہ ان قصوروار سے ان لوگوں کی نہ کوئی غرض وابستہ تھی نہ ان کے ساتھ کوئی عزیز داری تھی اور نہ یہ لوگ

ان قصور وار کے شریک کار وافعال تھے۔ بالکل بے غرض و بے تعلق تھے۔ مگر آپؓ کے جلال وجبروت کا یارا تھا کہ قلوب سینہ سے نکلے پڑتے تھے۔ تمام عمر میں اور حاضری کی تمام مدت بتی سالہ میں صرف یہ دو واقعات آپؓ کے غصہ وجلال کے دیکھے۔ ان دو مواقع کے سوا کوئی تیسرا واقعہ آپؓ کے غصہ وجلال وجبروت کا نہ دیکھا نہ سنا۔ یہ صاحب حافظ خانقاہ کے باہر بیٹھے رہے اور توبہ واستغفار اور اپنے قصور وخطا پر ندامت وشرمساری خدا کے روبرو ظاہر کرتے رہے (یہانتک کہ ساعت غضب الٰہی گذر گئی) بالآخر ان کا قصور معاف ہوا اور بلالیے گئے) ایک روز یہ گنڈاسے سے بیل کا چارہ کاٹ رہے تھے کہ ان کے ہاتھ کا انگوٹھا کٹ گیا۔ یہی صاحب یا شاید کوئی دوسرے صاحب کہتے تھے کہ قصور کی وجہ سے گردن کٹنی تھی مگر صرف انگوٹھا کٹ کر تلافی قصور ہوگئی۔ اور جان کی بجائے انگوٹھے پر خیر گذری (اَللّٰھم احفظنا)

اسکول بند کرنا پڑا ازانجملہ یہ ہے کہ آپؓ کے ایک مرید صاحب اجازت وخلافت نے آپؓ کے حکم ومرضی کے بغیر ایک انگریزی اسکول قائم کیا، اور ریاست بھوپال سے سو روپے ماہوار اس کی اعانت بھی لیتے رہے۔ آپؓ نے سو روپے ماہوار وظیفہ کی خبر سنی تو فرمایا کہ "یہ وظیفہ بند ہو جائے گا" اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔ سو روپے ماہوار کی آمدنی نہ رہی تو اب ان کو بہت تردد اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا کہ خلاف مرضی مبارک چلے تھے۔

خلاف مرضی چلے دوالہ ہوگیا ازانجملہ یہ ہے کہ آپؓ کے ایک عزیز نے کپڑے اور لنگی کی ایک دکان شہر چاٹگام میں کھولی کامیاب ہوئے تجارت تھوڑے روپے سے شروع کی تھی۔ مگر بہت جلد ترقی آپؓ کی دعا سے ہوئی۔ اور چالیس ہزار کا سرمایہ ہوگیا۔ اب انھوں نے کلکتہ میں دوسری دکان کھولنے کا ارادہ کیا آپؓ نے منع کیا کہ کلکتہ میں دکان نہ کرنا اور بعض دیگر امور کی بھی ممانعت کی مگر وہ نہ سمجھے کلکتہ میں دکان کھول ہی لی اور بعض دوسری ہدایات تھیں ان کے بھی خلاف عمل کیا۔ نتیجہ یہ پیش آیا کہ کلکتہ کے کاروبار میں بہت خسارہ ہوا۔ دکان کو چھوڑنا پڑا۔ شہر چاٹگام کا کاروبار جو کامیاب اور روز افزوں ترقی پر تھا وہ بھی خراب ہوا۔ نقصان پر نقصان اٹھانا پڑا یہاں تک کہ یہ دکان بھی بند ہوئی اور ان کا دوالہ ہوگیا۔



حضرتؒ کے مرتبۂ علیٰ کا اظہار اربابِ طریقت و دیگر بزرگانِ دین کی زبان سے اور بزرگانِ دین کے ساتھ آپ کے تعلقاتِ روحانی کا انکشاف

"اے دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیا"

ایک درویش مجذوب کی وصیت اس سلسلہ میں کثیر واقعات ہیں۔ از آنجملہ یہ ہے کہ فرمایا: "فلاں مجذوب نے وصیت کی کہ میرا انتقال ہو جائے تو اس کی اطلاع وہاں (یعنی ہمارے حضرتؒ کی خدمت میں) کی جائے چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا اور اُن کے مدفن کے معاملہ میں اختلاف اور جھگڑا ہونے لگا تو لوگوں کو یہ وصیت یاد آئی اور یہاں آکر ہمیں اُن کی وصیت کی اطلاع دی۔ ہمیں پہاڑ پر ایک جگہ دکھائی گئی۔ ہم نے لوگوں سے کہا کہ شاہ صاحب فلاں پہاڑی کے فلاں مقام میں دفن کیے جائیں اور اسی جگہ لوگوں نے دفن کیا یہ جگہ ظاہراً ہم نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔"

مجذوب نے مرید کرایا "ایک شخص ایک درویش مجذوب کے پاس گئے جن کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے۔ اور کہا کہ مجھے مرید کر لیجیے۔ اُنھوں نے مرید نہیں کیا اور مرید ہونے کے لئے ہمارے پاس بھیج دیا۔"

مجذوب شیر شاہی فرمایا: "قلندریہ سلسلہ کے ایک بزرگ اصغر علی شاہ صاحب مجذوب یہاں پہاڑ میں رہا کرتے تھے، یہ بیچارے ہم سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اکثر یہاں آیا کرتے تھے۔ ان کا مکان بانس کا تھا جس کے نیچے شیر اور جنگلی جانور بیٹھے رہا کرتے تھے۔ جنگل کے جانوروں پر ان کی بہت حکومت تھی، شیر ان کے ساتھ ساتھ چلا کرتا تھا۔ نہایت بزرگ ہستی تھے۔ ہمارے ساتھ اُنھیں بہت محبت تھی اُن کے مکان کے نیچے ایک تالاب ہے جو سوار اور بیل وغیرہ کی وجہ سے (جو پُرانے تالابوں میں اکثر پیدا ہو جاتی اور پانی کو ناقابلِ استعمال کر دیتی ہے) خراب ہو گیا تھا۔ ایک شخص سے خواب میں کہا کہ تالاب بہت میلا ہو گیا ہے صاف کرا دو۔ اُس شخص نے آکر ہم سے کہا کہ اصغر علی شاہ صاحب نے خواب میں کہا ہے کہ تالاب صاف کرا دو۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ ہم تالاب کی صفائی کرا دیں۔ ہم نے (تواضعاً) کہا بابا! ہم غریب آدمی ہیں۔ اس کا انتظام ہم سے کیونکر ہو سکے گا؟ شاہ صاحب نے خواب میں ہم سے کہا۔ آپ تردد نہ کیجیے ہم نے دوسرا بندوبست کر دیا ہے، اس کے بعد معلوم ہوا کہ دو جنگلی ہاتھی تالاب میں گھس گئے اور تالاب کی کائی اور اندر کی گھانس وغیرہ سب کھا گئے۔ اور تالاب کو صاف کر ڈالا۔"

شیر مزارِ شریف پر فرمایا: "شیر یہاں بھی مزارِ شریف پر رات کو آیا کرتا ہے۔ لوگوں نے اکثر دیکھا ہے۔ ایک بار معتول نے زمین پر شیر کے پیر کے نشان (جو چلنے میں زمین پر پڑے) دیکھے تھے (خادموں سے فرمایا) آپ لوگ کبھی دیکھیں

تو ڈریں نہیں۔ آپ لوگوں سے شیر نہیں بولنے کا۔ محبت داعتقاد رکھنے والوں کو شیر نقصان نہیں پہنچا سکتا!" یہ وہی اصغر علی شاہ صاحب ہیں جنھوں نے ہمارے حضرت قبلہؒ سے اوائل میں جبکہ آپؒ بدرجہ کمال ریاضت و مجاہدہ فرماتے اور نہایت اضطراب و بے قراری کے عالم میں سفر پر سفر فرمایا کرتے تھے، یہ کہا تھا کہ "تمام جہان میں گھومنے اور سفر کرنے سے کیا ہوگا۔ نقیری تو آپؒ کو اپنے والد ماجد قبلہ کے مزار سے ملیگی"

فقرا کے والسرائے ہمارے حضرتؒ کا احترام جو بزرگان وقت، اور مشائخ زمانہ نے کیا ہے اس کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک ڈپٹی صاحب جو اس سلسلۂ عالیہ سے پیوند اور تعلق رکھتے ہیں شاہ نیاز احمد صاحب فیض آبادی کی خدمت میں اپنی تعیناتی فیض آباد کے زمانہ میں اکثر جایا کرتے تھے مگر اپنا اس سلسلۂ عالیہ میں مُرید ہونا اُنھوں نے کبھی شاہ صاحب پر ظاہر کیا نہ کبھی شاہ صاحب نے اُن سے پوچھا کہ آپ کا تعلق کس سلسلہ سے ہے، یہ زمانہ یورپ کی جنگ عظیم کا تھا۔ ایک روز خلوت میں اُنھوں نے شاہ صاحب سے کہا کہ اس لڑائی کی بابت کچھ فرمایئے کہ اس کا انجام کس کی فتح اور کس کی شکست پر ہوگا۔ اس بات کے جاننے کی نہایت آرزو ہے، شاہ صاحب نے ان مستفسر کو سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا، اور کہا "یہ (بڑی) بات بھلا ہم کس طرح جان سکتے ہیں۔ ہم فقرا کے والسرائے جانگام میں ہیں بس وہی بتا سکتے ہیں کہ کیا ہوگا" اور پھر ان کو معنی خیز نظروں سے دیکھا کہ جایئے اور معلوم کر لیجئے کہ آپ بھی تو اسی سلسلہ میں مُرید ہو چکے ہیں۔

مجذوب نے استقبال کیا از انجملہ یہ ہے کہ جُمّن شاہ ایک مجذوب کلکتہ میں رہا کرتے تھے۔ ایک شخص کی ڈیوڑھی اور دروازہ کی دہلیز میں پڑے رہتے تھے۔ بدن پر فقط ایک لنگوٹی تھی۔ اس کے سوا کبھی کوئی کپڑا ان کے بدن پر نہیں دیکھا گیا۔ نہ کبھی غسل کرتے دیکھا گیا۔ ایک بار ہمارے حضرتؒ کلکتہ میں تشریف رکھتے تھے کہ ان صاحب خانہ نے کہ جن کی ڈیوڑھی میاں جُمّن شاہ کا مسکن تھی، حضرتؒ کی اپنے مکان پر دعوت کی۔ اس خبر تشریف آوری کا سنا تھا کہ جُمّن شاہ نے کہنا شروع کیا "میاں آرہے ہیں کپڑے لاؤ۔ پگڑی لاؤ۔ (تاکہ میں پہنوں)" اور نہایت فرحاں و شاداں تالاب پر پہنچے اور بہت اچھی طرح غسل کیا، اور بہت لوگ ان کے پیچھے پیچھے، لوگوں نے پوچھا۔ جُمّن شاہ آج کیا بات ہے۔ بولے "ہمارے مولانا صاحب تشریف لارہے ہیں!" اور غسل کے بعد کپڑے پہن کر اور دستار باندھ کر مکان کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ اور لوگوں سے کہا "آرہے ہیں اب راستہ میں ہیں!" کیونکہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ معلوم نہیں تشریف لانے میں اب کتنی دیر ہے۔ جُمّن شاہ کے اس کہنے کے ذرا دیر بعد دیکھا تو واقعی حضرتؒ تشریف لے آئے۔ ہمارے حضرتؒ کا دستور تھا کہ جو فقیر مجذوب برہنہ رہا کرتے نہ آپؒ اُن سے ملاقات فرماتے نہ اُس راہ سے گذر کرتے کہ کسی جسم برہنہ پر نگاہ ناگہانی بھی نہ پڑے، اتفاقاً اگر ایسی راہ سے گذرتے تو چھتری کی آڑ کر لیتے تھے۔ تاکہ کسی مجذوب برہنہ پر نظر نہ پڑے جُمّن شاہ بظاہر مدہوش مگر بکار خود ہشیار تھے، اسی لئے اُنھوں نے

کپڑے پہنتے تاکہ آپؒ سے ملاقات کرسکیں، اور کشفِ باطن سے آپؒ کا جاہ و مرتبہ معلوم کرکے اُنھوں نے شہنشاہِ دین کا درخانہ پر استقبال و خیر مقدم کیا۔

مجذوب نے کہا ہمیں خدمت میں لے چلو — جناب شاہ علاء الدین سر برہنہ چاٹگام میں ایک مجذوب درویش تھے جن کے تفصیلی حالات اپنے مقام پر بیان ہوں گے اُنھوں نے اپنے والد سے کہا کہ "ہمیں حضرتؒ صاحب کے پاس لے چلو" چنانچہ اُن کے والد اُن کو لیکر ہمارے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی وقت ایک شخص آئے اور حضرتؒ کی خدمت میں بیر پیش کئے۔ جو آپؒ نے علاء الدین صاحب سر برہنہ کو عطا فرمائے اور فرمایا "ابھی ہم دل میں سوچتے تھے اس وقت بیر ہوتے تو ہم ان کو دیتے، خدا نے بھیج دیے"

آفتاب توحید مشرق سے طلوع ہوا — جناب رحیم شاہ صاحب مست نے بنارس میں خواجہ عبد القدیر سے ایک دن بلا تقریب کہا "آفتابِ توحید پورب (چاٹگام) سے طلوع ہوا ہے" اور ایک روز ہمارے حضرت کے ایک خادم سے فرمایا "حضرتؒ نے فلاں شخص کو ختم کردیا" یعنی باطنی طور پر اُن کا حال سلب کرلیا۔ (گویا وہ ہلاک ہوگئے) اور اُن کا یہ فرمانا بالکل صحیح تھا اس کی تفصیل دوسرے موقع پر لکھی جائے گی۔

ہندوستان کے حضرات مشاہیر — مولانا شاہ عبد الغفور صاحب سکندر پوری اور مولانا شاہ عبد العلیم صاحب قبلہ آسی سکندر پوری سجادہ نشین خانقاہ رشیدیہ جون پور، اور مولانا شاہ محمد حسین صاحب قبلہ الٰہ آبادی (رحمہم اللہ علیہم اجمعین)، ہمارے زمانہ میں یہ حضرات بزرگان و مشائخ مشاہیر میں سے تھے؛ اور یہ بزرگوار ہمارے حضرتؒ کے دوست اور رفیقِ طریقت اور آپؒ کے ثنا خواں تھے، ہندوستان کی شمالی و مغربی سرحد پر حضرت اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بزرگ گذرے ہیں۔ ایک بار معلوم ہوا کہ ایک شخص بغرض حصول استفادۂ روحانی اُن کے فرستادہ ہمارے حضرتؒ کی خدمت میں آئے ہیں۔ اُس عہد پاک کے بزرگوار اور مشائخ کبار سب ہی ہمارے حضرتؒ کو نظرِ اختصاص و انتخاب سے دیکھتے اور اظہار مسرت فرماتے تھے کہ فی زمانا ایسی برتر و اعلیٰ ہستی کا ظہور قدرت کاملہ الٰہیہ سے اس اُمتِ مرحومہ کے فلاح و بہبود کے واسطے ہوا۔ چنانچہ

بھاگلپور کا واقعہ — ایک بار یہ خادم حضرت مولانا سید نثار حسین صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ امدادیہ کی خدمت اقدس میں بھاگلپور محلہ قاضی ولی چک میں حاضر ہوا تو آپؒ نے فرمایا "ہم نے سُنا ہے کہ آپ کے پیر و مرشد صاحب کے پاس اہلِ حاجت طالبِ دُعا آتے ہیں۔ تو آپ یا تو صرف سادہ کاغذ لپیٹ کر اور دم کرکے بطور تعویذ دیدیتے ہیں یا کھانے پینے کی قسم سے کوئی چیز آپؒ کے سامنے ہوتی ہے تو اہلِ حاجت کو اُسی میں سے دیدیا کرتے ہیں" یہ ہمارے حضرتؒ کے دربار شریف کا عام مشاہدہ تھا پس خادم نے تصدیق کی اور جواباً عرض کیا۔ "حضور نے جو سُنا سب درست اور صحیح ہے، پہلے ہمارے حضرتؒ کا دستور یہی تھا کہ کاغذ پر درود شریف یا اسم ذات اللہ لکھکر حاجتمند کو دیدیا کرتے

تے۔ مگر اب صرف سادہ کاغذ دم کرکے بطور تعویذ عطا ہوا کرتا ہے، یا جو چیز سامنے ہوتی ہے وہ دیدی جاتی ہے۔ یہ سنکر حضرت سجادہ نشین صاحب بنہایت مسرور و شادمان ہوئے۔ پس یہ خادم سمجھا کہ یہ امر بہت بڑے مقام کے اثر سے ہے۔ اسی لئے دریافت فرمایا اور خوش ہوئے۔ خدا کا شکر ہے ہمارے زمانہ میں ایسی ذات مقدس کا ظہور ہوا۔

اکابرین حضرات اولیا اللہ سے بشارات

اور اکابرین حضرات اولیاء اللہ خواجہ خواجگان عطائے رسول نائب رسول اللہ فی الہند حضرت خواجہ غریب نوازؒ اجمیری۔ خواجہ خواجگان قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی دہلوی، سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیا، محبوب الٰہی، اور قطب الاقطاب مخدوم الملک سیدنا حضرت احمد عبدالحقؒ ردولوی اور حضرت سیدنا مخدوم سید جہانگیر اشرفؒ سمنانی کچھوچھوی، اور حضرت سیدنا سید شاہ عبدالرزاقؒ بانسوی اور حضرت مخدوم سلمٰیؒ اور حضرت شاہ امانتؒ صاحب صوفی چاٹگامی اور دیگر بزرگان دین نے ہمارے حضرتؒ کے متوسلین اور دست گرفتہ خدام کو خوش خبریاں اور بشارتیں آپؒ کی ذات مقدس کے متعلق دی ہیں جن سے علیٰ قدر فہم ہر ایک نے سمجھا ہے کہ ہمارے حضرتؒ فی زمانناً "شہنشاہ دین" ہیں اور آپؒ وہی اکابرین حضرات اولیا اللہ سے ہیں۔ ان حضرات کے مزارات مقدسہ کی حاضری میں ہمارے حضرتؒ کے غلاموں پر جو رحم و کرم خداوندی اس ذات بابرکات کے طفیل اور صدقہ میں ہوتا ہے، نیز حضرت قبلہؒ کی ذات اقدس کی نسبت جو ظاہر و معلوم ہوا ہے اُس کا کیا بیان ہو سکتا ہے۔

اخبارِ غیب

ارشاداتِ وفات شریف کے متعلق

ہمارے حضرتؒ قبلہ نے کئی سال پیشتر اپنی وفات شریف کے بارے میں وقتاً فوقتاً تمام امور بیان کر دیے تھے۔ مثلاً یہ کہ آپؒ کی وفات شریف کا دن کیا ہوگا؟ کونسا مہینہ ہوگا۔ اور علالتِ طبع مبارک، اور جانشینی وغیرہ تمام امور اس قدر تفصیل اور جامعیت کے ساتھ بہت پیشتر فرما دیے تھے کہ کسی بات میں محل تردد و اشتباہ باقی نہیں رہا تھا۔ اور جسقدر کہ فرما دیا تھا وہ سب حرف بحرف پورا ہوا۔ مگر طرز بیان ان امور کے اظہار میں اس قسم کا ہوتا تھا کہ سب کچھ فرما جاتے۔ مگر سننے والے یہ ہی خیال کرتے کہ ابھی یہ بہت دُور کی بات ہے، بہت پہلے فرمادی گئی ہے اور آپؒ کا ایسی طرز کو اختیار فرمانا اس لئے تھا کہ پردہ کی بات پردہ ہی میں رہے، اور غم و الم کے ہنگامے خادموں اور غلاموں میں ابھی سے برپا نہ ہونے لگیں۔ چنانچہ جب وہ مرض شروع ہوا جس میں وفات ہوئی تو سب سی غفلت میں رہے کہ یہ وہ مرض نہیں ہے۔ نہ یہ وہ وقت ہے جس میں وفات شریف ہوگی جب وصال ہوگیا اور وفات شریف کے بارہ میں وقتاً فوقتاً جستہ جستہ جو ارشادات ہوئے جب ان سب پر نظر کی گئی تو اُس وقت ہر ایک نے سمجھا کہ کونسی بات ہے

جیسے پہلے سے نہیں فرمادیا گیا تھا۔ طرزِ کلام اس بارہ میں یہ تھا: "ہم پر ایک مصیبت (بیماری) آنے والی ہے۔ اس مصیبت کے ریلے میں چلے گئے چلے گئے رہ گئے رہ گئے۔ اس بیماری میں ہم جا بھی سکتے ہیں اور بچ بھی سکتے ہیں"۔ اس طرزِ کلام سے اور مثل اس کے دوسرے ارشادات سے لوگوں نے اپنے جی کی تسلی کے پہلو نکالے اور تاویلوں سے اپنے دل کو سمجھاتے کہ وقت اخیر ابھی نہیں آیا۔

نادرالوجود حضرات اولیاء اللہ | حضرت غوث الثقلینؓ نے فرمایا: "وہ اولیاء اللہ نادرالوجود ہیں جنھیں آثارِ موت سے قبل عالمِ غیب سے موت کی اطلاع دیجاتی ہے"۔

ارشاداتِ وفات اپنے مقام میں ہیں | غرض وہ کونسی بات تھی جس کا تعلق آپؓ کے اس عالم سے پردہ اختیار کرنے کی بابت تھا اور اسے آپؒ نے پہلے سے نہیں فرمایا تھا یہ تمام ارشادات "وفات شریف" کے تحت عنوان دوسرے حصہ میں لکھے گئے ہیں

یورپ کی جنگِ عظیم | ۱۹۱۴ء کا واقعہ ہے کہ دہلی سے آپؓ کا ایک مرید و غلام بہ قصد حاضری چلا۔ یہ یورپ کے محاربۂ عظمیٰ کا ابتدائی زمانہ تھا۔ حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم نے ان سے نہایت ہی تمنا و آرزومندی کے ساتھ کہا کہ اس لڑائی کی نسبت معلوم کرنا اور عرض کرنا کہ اس جنگ کے انجام کو جاننے کا نہایت اشتیاق ہے ان کا بیان ہے کہ جس روز میں خدمت مبارک میں شرف اندوز ہوا تو یہ جمعہ کا روز تھا۔ آپؓ نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور بعد نماز مجھے باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ کوئی ایک حرف عرض کرنے نہ پایا تھا کہ آپؓ نے از خود ارشاد فرمایا: "حکیم اجمل خاں صاحب سے ہماری چار چشمی ملاقات تو نہیں مگر وہ ہم سے حسنِ عقیدت رکھتے ہیں۔ جب یہ لڑائی شروع ہوئی تو یہاں آکر بعض لوگوں نے ہم سے کہا کہ اس جنگ میں کیا ہوگا۔ ہم نے کہا کہ ہم علمِ غیب تھوڑا ہی جانتے ہیں (جو ہم سے پوچھتے ہو) بعض نے کہا، اچھا استخارہ کر لیجیے (اور استخارہ سے جو معلوم ہو اُسے ظاہر فرما دیجیے) مگر ہم خاموش رہے، ان لوگوں کو کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ ہم نے جنگ شروع ہونے کے قبل ایک خواب دیکھا کہ ہم اس خانقاہ کے صحن میں کھڑے ہیں اور لوگوں کا ایک جمِ غفیر ہے جو مسجد کے باہر میدان میں موجود ہے اور یہ لوگ نہایت غور سے ہمیں دیکھ رہے ہیں (الفاظ مبارک یہ تھے "ہمیں تاک رہے ہیں) ان کی ٹوپیاں انگریزی ٹوپی کی طرح چھجے دار تھیں مگر وضع دوسری تھی، بعد میں لوگوں نے ہمیں بتایا کہ ٹوپی کی یہ وضع جرمن والوں کی ہے، اس مجمع کے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہاتھوں پر ایک لاش ہے (جسے انھوں نے اپنے ہاتھوں پر اُٹھا رکھا ہے) معلوم ہوا کہ ہمارے پاس فریادی آئے ہیں ہم نے جانب مشرق نظر اُٹھا کر دیکھا تو آسمان پر بڑے بڑے حروف میں یہ لکھا نظر آیا **امریکہ** (اس مقام پر آپؓ رک گئے اور کچھ دیر سکوت فرمایا) ہم نے یہ خواب دیکھا تھا۔ اس کے ایک دو روز بعد یہاں آکر لوگوں نے ہم سے کہا، کہ یورپ کے بادشاہوں میں ایک بڑی لڑائی شروع ہوئی جرمنی نے اعلان جنگ کر دیا ہے" پھر فرمایا: "ہم نے (ایک) خواب (میں یہ بھی) دیکھا کہ شاہ انگلستان اور شاہ جرمنی دونوں یہاں آئے (ایک اور

صاحب سے تفصیلاً فرمایا تھا کہ یہاں آکر ایک بادشاہ ہمارے سرہانے اور ایک پائنتی کھڑے ہو گئے اس وقت ہم لیٹے ہوئے تھے اس کے بعد ذرا سکوت فرمایا۔ اور پھر بالکل آہستہ سے اور ہلکی آواز سے فرمایا۔ "یہ لڑائی پانچ برس رہے گی"۔ اس کے بعد دوسرا کلام شروع کر دیا۔

جب آسٹریا کا ولیعہد سرویا والوں کی سازش سے بمقام سراجیوہ قتل ہوا اور جرمنی نے آسٹریا کو اپنے ساتھ لیکر بلجیم اور فرانس اور انگلستان اور روس کے خلاف جنگ کی اور اس جنگ نے خیالات عامہ کے خلاف نہایت طول کھینچا، اور امریکہ بھی شریک جنگ ہوا اور یہ جنگ پانچویں برس میں پہنچکر بعد شرکت امریکہ انگلستان اور اس کے اتحادیوں کے حق میں ختم ہوئی تو اب مندرجہ بالا ارشادات کے معانی و مطالب و اشارات بالکل بے نقاب تھے وہ سب کچھ ظہور میں آیا جو آپؒ نے فرمادیا تھا۔ امریکہ کا اتحادیوں کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرنا اور اس وقت شریک ہونا جبکہ شکست و فتح ترازو کے دونوں پلڑوں میں تل رہی تھی اور زیادہ تر اسی وجہ سے جرمن کو شکست نصیب ہوئی لڑائی کے پہلے سال میں یہ باتیں کسی کے وہم و گمان میں بھی آنے کی نہ تھیں۔ لیکن یہ وہی باتیں ہیں جو ہمارے حضرتؒ نے اس لڑائی کے بالکل ابتدائی ایام میں اپنے خدام کے روبرو عام طریقہ سے بیان فرمائی تھیں۔

دوران جنگ میں قبل از وقوع بارہا ایسی باتیں آپؒ فرمادیا کرتے تھے کہ وہ حرف بحرف پوری ہوتیں اور بالکل وہی واقعات ظہور میں آتے جو زبان مبارک سے صراحتاً یا اشارۃً سُنے جاتے تھے۔ بعض خادموں سے غلطی سرزد ہوئی کہ ان کے دُنیاوی تعلقات جن لوگوں سے تھے ان میں سے بعض بڑے آدمیوں پر آپؒ کے بعض ارشادات متعلق بہ جنگ ظاہر کر دیا کرتے تھے، یہ سمجھکر کہ اس سے ان لوگوں کی نظر میں ہماری وقعت زیادہ ہو گی۔ ان خادموں سے ایک بار ارشاد ہوا "تم تو ہماری باتیں بیچتے ہو" اور اس وقت سے آپؒ نے لڑائی کا تذکرہ بالکل موقوف کر دیا۔ گویا دُنیا میں لڑائی کا وجود ہی نہیں رہا۔ یہ اختتام جنگ سے ایک سال پیشتر کا واقعہ ہے۔

صلح کیلئے واسطہ | اس "جنگ عظیم" کے آخری زمانہ میں جناب مستفاض الرحمٰن خان نے خواب دیکھا کہ شاہ انگلستان اور قیصر جرمنی ایک مجلس میں ہیں اور ہمارے حضرتؒ کو اپنے بیچ میں ڈالا ہے اور اس واسطہ سے چاہتے ہیں کہ صلح ہو جائے۔

واقعات جنگ کی روزانہ رپورٹ | جناب ڈپٹی مستفیض الرحمٰن خاں صاحب نے فرمایا کہ اُن کے سالے میاں یحییٰ نے خواب دیکھا، کوئی شخص کہتا ہے کہ "تمھارے پیرومرشد کے روبرو جنگ کے معاملات روزانہ پیش ہوا کرتے ہیں اور آپؒ جو حکم دیدیتے ہیں بس وہی ہوتا ہے"۔ کہنے والے نے اسی خواب میں یہ بھی کہا کہ "اگر تم لوگ اس بات کا یقین نہ کرو گے تو تمھیں نقصان پہنچ جائے گا"۔ یہ خواب حضرت قبلہؒ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپؒ نے فرمایا "اللہ زندہ ہے اور ہم مردہ اللہ جانے اس میں کیا بھید ہے (کہ صالح اور نیک بخت لوگ ایسے مبشرات دیکھتے ہیں)

جنگ بلقان | المختصر یہ ہے کہ ۱۹۱۴ء کی "ملحمہ عظمیٰ" سے پیشتر جب سرویا۔ بلغاریہ اور یونان وغیرہ بلقانی ریاستوں نے

متحدہ طریقہ سے ترکی پر حملہ کیا تو آپؒ نے فرمایا کہ "ایک روزن ہے اُس میں سے نہایت تلخ گویا آرہی ہے"
اس کے بعد سقوطِ ادرنہ (ایڈریانوپل) کی خبر اخبارات نے شائع کی اور ترکوں کے ہاتھ سے ایڈریانوپل کے نکل جانے
کے واقعہ کا بعض عقیدتمند خدام کو نہایت رنج ہوا۔ آپؒ کے ایک خلیفہ صاحب نے ایک عقیدتمند نے دلی میں اس
امر کا انکشاف چاہا کہ ترکوں کا اقتدار ایڈریانوپل پر کیا اب دوبارہ نہ ہوگا؟ اور آپؒ کے خدام آپس میں ایک
دوسرے سے اس حادثہ پر اظہار رنج و افسوس کرتے ہوئے جب اس شب بستروں پر سونے کے لئے جانے لگے تو ایک
خلیفہ صاحب نے سب سے کہا کہ آج شب اگر کوئی صاحب خواب میں کچھ دیکھیں تو سب سے بیان کر دیں۔ چنانچہ اس
رات مولوی امان اللہ نے خواب دیکھا کہ حضرت قبلہؒ "فیلڈ مارشل" (ایک بڑے فوجی افسر) کی وردی میں ملبوس ہیں اور آپ
قلعہ (ایڈریانوپل) کی فصیل پر تشریف رکھتے ہیں اس خواب سے یہ بات اُسی وقت سمجھ لی گئی کہ یہ قلعہ ترکوں کے قبضہ میں
انشاء اللہ دوبارہ آئے گا اور اب ضرور ترکوں کی کوئی فتح ہونے والی ہے۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد یہ خبر شائع
ہوئی کہ ستلچہ کے مورچوں پر ترکوں نے بلغاریوں کو شکست فاش دی۔ پھر خبر آئی کہ انور پاشا نے آگے بڑھ کر ایڈریانوپل
فتح کر لیا، ایک طرح سے ترکوں کی بات رہ گئی۔

راہ ترقی اسلام | دوران جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں بعض خادموں نے خیال کیا کہ اسلام اور اہل اسلام کی ترقی اور بہتری
آیا اسی جنگ میں مضمر ہے یا علم الٰہی میں ملتِ اسلامیہ کے کشائش کار اور فلاح و بہبود کی کوئی دوسری راہ ہے یہ خیالات
اور یہ خطرات قلوب میں گذرتے رہے مگر یہ جرأت کسے ہو سکتی تھی کہ مقدراتِ الٰہیہ اور اسرار غیبیہ کے انکشاف کی
آپؒ سے درخواست کرتا ایک روز خود ہی بعض خادموں سے آپؒ نے ارشاد فرمایا "(فریضۂ نماز کی پابندی راہ نجات
ہے) ہو سکے تو آپ لوگ ایک "انجمن صلوٰۃ" قائم کر دیں۔ (اور ایک ایسا ہمہ گیر نظام پیدا کر دیں کہ شہروں و قصبوں کے
علاوہ قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں میں پابندی نماز کی تحریک (مستقل طریقہ سے) پھیل جائے مگر یہ کام خالصاً لوجہ اللہ کیا جائے چندہ اس کام کیلئے نہ کیا جائے۔
اور عامۃ المسلمین کیلئے تحریک ترغیب نماز (ایک دائمی طریقہ سے نہ کہ ایک عارضی جوش اور ولولے کے طور سے) جاری کی جائے) اور نماز کی برکتوں اور
فضیلتوں سے عامۃ المسلمین کی آگاہی کا بندوبست کیا جائے، جو مسلمان کہ پابند نماز ہوگا وہ روزہ کے لئے (بھی)
خود ہی رغبت کر سکتا ہے اور اسی پابندیٔ نماز کی بدولت دیگر فرائض (اور واجبات کے لئے اس کا میلان طبع ہو جائیگا

تنظیم ملت کی واحد راہ | "آدمی نماز کی وجہ سے بہت برائیوں سے بچ سکتا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ
وَالْمُنْکَرِ (نماز فواحش و منکرات سے روکنے والی ہے) اور اسی نماز باجماعت کی پابندی سے مسلمانوں میں تنظیم اور
اتحاد و اتفاق بھی پیدا ہوگا!"

طریق کار | اس انجمن کے قواعد و ضوابط اور طریق کار کا ایک خاکہ بھی زبانِ مبارک سے فرمایا گیا تھا، اور ابتدائی
طریق کار یہ تجویز فرمایا کہ "پہلے اپنے گھر سے پھر اپنے قریہ سے اس کام کو شروع کیا جائے لوگوں میں بیان استقامت

پیدا) ہو جائے (یعنی شوق نماز وقتی اور ہنگامی جوش کی طرح نہ ہو۔ بلکہ پختہ اور دائمی ہو جائے۔ اور عادت نماز قلوب میں راسخ ہو جائے) تب دوسرے قریہ اور دوسرے مقام اور دوسرے شہر میں یہ تحریک پھیلائی جائے اور مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں میں کوئی (ایک) بھی بے نمازی نہ رہنے پائے اور جب ایسا ہو جائے گا تو ایک اتفاق مسلمانوں میں (رحمت الٰہی سے) آجائے گا۔ میں تو اب اس کام کا نہیں رہا، ہو سکے تو تم لوگ اس کام میں کوشش کرنا۔" یہ ہے اہل اسلام کی ترقی و بہبود اور کشاد کار کی اصلی راہ!

اس سلسلہ میں بعض خدام نے کام شروع کیا تھا لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپؒ نے دنیا سے پردہ فرمایا اور آپؒ کے پردہ کر لینے کے بعد "فتنۂ ارتداد" ہندوستان میں پھیلا، اس وقت یہ تحریک "تبلیغ و اشاعت اسلام" اور "تنظیم و اشاعت اسلام" یا "انجمن اصلاح المومنین" یا "انجمن تاکید الصلوٰۃ" وغیرہ مختلف ناموں سے نہایت وسعت اور زور و شور کے ساتھ ہر جگہ پھیلی۔ بعض رؤسا نے بھی اس میں حصہ لیا۔ اور اس تحریک کی بدولت مسلمانوں میں ایک اتفاق بھی پیدا ہوا اور "بکھری ہوئی کڑیوں کے آپس میں ایک دوسرے سے مل کر ایک قوی اور مضبوط زنجیر کے سلسلۂ دراز" کا پیدا ہونا ایک دفعہ تو مشاہدہ میں آیا اور اس طرح وہ منشائے مبارک پورا ہوا کہ یہ تحریک ہر جگہ نہایت وسعت کے ساتھ پھیلے۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد پھر ہم لوگوں پر غفلت طاری ہو گئی تحریک نماز با جماعت کہاں بلکہ نفس نماز سے وہ سستی اور غفلت اور کاہلی ہے کہ الامان اور مسلمان اپنی ترقی اور بہتری کے راستہ کو چھوڑ کر پھر پستی میں جا گرے لیکن ہمارے حضرتؒ کے اس ارشاد کی ضرورت اور اہمیت اور نفع بخشی اپنی جگہ پر بدستور ہے، مسلمانوں کے لئے راہ نجات یہی ہے کہ مسلمان مسلمان ہو جائیں۔ اب لوگوں کو تحریک احیائے دین داری اور پابندی نماز کے منافع و فوائد کا انکار تو نہیں ہے مگر منافع و فوائد نماز کے روحانی پہلو پر کما حقہ نظر ہم عامۃ المسلمین کی نہیں ہے، اور وہ مسلمان کہ دنیا کی کسی بلندی اور برتری کے مقام پر بھی اپنے لئے خدمتگزاری ملت کی راہ قرآن میں تلاش نہیں کرتے اور اپنا راستہ صحابہ کرامؓ اور اہلبیت عظام اور سلف صالحین کے اعمال میں نہیں ڈھونڈھتے۔ بلکہ یورپ کے حکماء عقلاء کے اقوال و اعمال میں اپنی راہ ترقی کی جستجو کرتے ہیں یہ ہے دور حاضرہ کا حال ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ رحمۃ الٰہیہ سے کیا بعید ہے کہ پردہ غفلت اٹھ جائے اور کاروان گم کردہ کو نشان منزل نظر آجائے وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

بڑے بڑے مکانات | ماسٹر رحمت علی سے فرمایا "ہم نے خواب میں دیکھا کہ یہاں دو مکان بنے ہیں، ان میں (ہم) آدمی تو نہیں دیکھتے۔ مگر یہ معلوم ہوا کہ ان کو کسی ہندوستانی رئیس نے بنوایا ہے تاکہ ایام عرس میں لوگ (ان مکانات میں) قیام کیا کریں۔ جیسے کہ اجمیر شریف (اور بغداد شریف) میں تاجروں اور سیٹھ لوگوں نے زائرین کے لئے مکانات بنوا دیئے ہیں۔ معلوم نہیں یہ ہماری حیات میں ہوگا یا ہمارے بعد۔ اللہ کو معلوم ہے۔

نئی شان کا ظہور فرمایا: "ہم ایک نئے ڈھب اور نئے طرز و قماش کے آدمی ہیں (کسی زمانہ میں) لوگ یہاں بہت دور دور سے آئیں گے کہ چلو دیکھ آئیں معلوم نہیں اس میں کیا خدا کی مصلحت ہے۔ کہ ہم ہندوستان اور بنگال میں مشہور ہیں، ہم بنگال کے رہنے والے ہندوستان سے ہمارا کیا کام؟ کجا عبدالقدیر۔ علاء الدین۔ احمد شاہ نبی رضا خاں مرحوم اور کجا ہم۔

چالیس ہندوستانی مغیض میاں کہتے تھے کہ اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے یہاں چالیس ہندوستانیوں کی دعوت ہے اور مستفیض میاں (اُن کے بھائی) ان چالیس ہندوستانیوں کی خاطر و مدارات کر رہے ہیں، اور وہ چالیسوں ہمارے حضرتؒ کے آستانہ کے خلفا ہیں۔ واللہ اعلم یہ کب ہوگا اور یہ چالیس لوگ کس ملک کے ہوں گے؟

زرد لباس میں "ایک درشخص نے خواب میں دیکھا تھا کہ سینکڑوں آدمی زرد لباس میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور ہم کو دیکھا کہ ہم اُس جماعت کے امام ہیں، وہ سب خلفا ہیں جن میں ہندوستانیوں کی تعداد زیادہ ہے، اللہ ہی جانتا ہے کہ اس میں کیا بھید ہے، لوگ بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ ہندوستانیوں کی کثرت ہے اور ہندوستان کے بہت لوگ اس دربار کے خلفا ہونگے۔"

نعمت ہندوستان سے ملی فرمایا: "مجھے یہ نعمت ہندوستان سے ملی ہے، شاید اسی لئے ہندوستان کے لوگ مجھ سے زیادہ محبت رکھتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔"

اہل ہند کی روح کا تعلق "ہندوستانیوں کی روح عام طور پر مجھ سے تعلق رکھتی ہے، یہ لوگ اپنے پیر کو نہایت استقلال اور مضبوطی کے ساتھ پکڑتے ہیں، اُمید ہے کہ یہ طریقہ ہندوستان سے روشن ہوگا۔ اگر یہ میری حیات میں نہ ہوا تو یہ میرے بعد میں ہوگا۔" اس وقت آپؒ کے ایک ہندوستانی مرید نے بعد قدم بوسی عرض کیا کہ ہندوستان کے بڑے بڑے لوگ زیارت و حاضری کا اشتیاق رکھتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے بہت لوگ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوں گے، فرمایا: "بعض لوگ خواب میں دیکھتے ہیں کہ ہمارے حضرتؒ کے اس دربار میں ہندوستان کے لوگ زیادہ ہیں!"

اجتماع عظیم "ہم نے لوگوں سے کہا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ یہاں عرس کے موقع پر کثرت سے لوگوں کا اجتماع ہوا کرے گا........ مگر یہ کب اور کس زمانہ میں ہوگا؟ اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے!"

کیوں خیمے نصب کرتے ہیں فرمایا: "بتاؤ عرس کے موقع پر یہاں (میدان میں) لوگ خیمے کیوں نصب کرتے ہیں؟"

بہت ملک آباد ہونگے ارشاد ہوا۔ "ہندوستان سے ہمارے پاس ایک خط آیا تھا جس میں یہ مضمون تھا کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ طریقت میں ہمارے والد قدس سرہٗ کا بہت بڑا درجہ اور بہت بلند پایہ ہے اُن کی وجہ سے بہت ویران ملک آباد ہو جائیں گے۔" ایک موقع پر ارشاد ہوا: "ہماری طبیعت چاہتی ہے ریاست رامپور

کے کچھ لوگ مرید ہوتے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگوں کے قلب میں کچھ گرمی اور اہل طریقت کے ساتھ کچھ محبت پیدا ہوگئی ہے' اور معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ دکن اور کابل اور کچھ لوگ استنبول وغیرہ کے مُرید ہونگے
خواجہ عبدالقدیر بنارسی نے ہم سے اپنا یہ خواب بیان کیا تھا کہ مجھ سے دادا حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ترکستان کے لوگ بھی اس سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوں گے، دیکھیں یہ خدمت ہم سے کیونکر ادا ہوتی ہے؟ ہم تو بالکل خانہ نشین ہو گئے ہیں معلوم نہیں کس ذریعہ سے یہ خدمت ادا ہو گی، ہم تو یہاں لوگوں میں پھنس پھنسا کر بالکل بیکار ہو گئے حق سبحانہ تعالےٰ نے ہمیں علم دیا مگر اب مراقبہ و مکاشفہ کچھ ہوتا ہوتا نہیں ہے' تم لوگوں سے اگر ہو سکے تو ابھی وقت ہے (تندرستی و جوانی باقی ہے' جس طرح ہم نے کیا تم بھی اسی طرح ریاضت کر لینا)

یہاں مسجد بنے گی | صاحب میاں نے فرمایا کہ" حضرت قبلہؓ کالی پور تشریف لے گئے' ایک بار آپؓ نے صحرا اور دامن کوہ کی طرف جانے کا قصد فرمایا۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا جاتے جاتے آپؓ ایک پیپل کے درخت کے نیچے کچھ ٹھہرے اتنے میں میں بھی پہنچ گیا۔ مجھے دیکھکر آپؓ نے فرمایا" یہ درخت کہتا ہے کہ میں کاٹا جاؤں گا اور یہاں مسجد بنیگی اس کے بعد آپ آگے تشریف لے گئے، اس ارشاد کی اہمیت کی طرف میرا ذہن منتقل نہ ہوا اور وہ نسیاً منسیا کے درجہ میں رہا۔ بہت سال گذرنے پر سُنا کہ فلاں مقام میں پیپل کا جو درخت تھا وہ کاٹ دیا گیا اور وہاں مسجد بن گئی' اس واقعہ کے برسوں پہلے حضرت قبلہؓ کا فرمانا یاد آیا کہ درخت کاٹا جائیگا اور مسجد بنے گی۔"

کب ترقی ہوگی | ایک مرید کے متعلق آپؓ نے فرمایا:" کہ ان کی ترقی ان کے والد کے انتقال کے بعد ہو گی' باپ کے سامنے بیٹے کی ترقی نہ ہو گی' اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔ جب ان کے والد کا انتقال ہو گیا تب آپؓ کی دعا سے ان کی ترقی ظاہر ہوئی۔"

حضرت یاسمین | ارشاد ہوا کہ" ہمارے حضرتؓ کے سلسلہ میں ایک عورت بہت بزرگ ہوں گی۔ اکی خبر ہے دیکھیں ہماری زندگی میں آتی ہیں یا ہمارے بعد اُن کا ظہور ہوتا ہے وہ بہت بڑی بزرگ ہستی ہونگی اور نہایت مستجاب الدعوات' عالم غیب میں ان کا نام یاسمینؔ ہوگا جو جنّت کے ایک پھول کا نام ہے وہ ایسی مستجاب الدعوات ہوں گی کہ (ایک شخص کا نام لیکر فرمایا جو اس وقت معتوب اور مغضوب تھے کہ) بی بی یاسمین اگر ان کے حق میں بہ درگاہ خداوندی دعا کریں گی تو اُن کا قصور معاف ہو جائیگا۔ اور اُن کی بہت تعریف فرمائی' اور فرمایا) دیکھیں ہماری زندگی میں آتی ہیں یا ہمارے بعد" آپؓ کی زندگی میں ان بی بی صاحبہ کا ظہور نہیں ہوا۔

موت کی اطلاع اور دستگیری | از انجملہ یہ ہے کہ ایک شب بعد نماز عشاء آپؓ نے فرمایا" ڈپٹی فیض اللہ خاں لاجواب ہو گئے؟" (یہ آپؓ کے مُرید تھے اور اس بارگاہ سے سرفراز خلافت بھی) اس وقت آپؓ کچھ دیگر

خانقاہ کے برآمدہ میں بے قرارانہ ٹہلتے اور یہ فرماتے رہے، یا اللہ رحم کر۔ یا اللہ رحم کر! لوگ آپؓ کے اس فرمانے کا کہ ڈپٹی فیض اللہ خاں لاجواب ہو گئے اُس وقت کچھ مطلب نہ سمجھے نہ آپؓ کی اس بیقراری کا اور دُعا فرمانے کا مفہوم ظاہر ہوا۔ رات گذر گئی اور صبح ہو گئی تو چھبونی گاؤں (جو یہاں سے نو میل کے فاصلہ پر ہے) سے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ کل رات عشاء کے وقت ڈپٹی فیض اللہ خاں کا (چھبونی اپنے مکان میں) انتقال ہو گیا۔ اب لوگوں پر آپؓ کے فرمانے کا مطلب کھلا کہ ڈپٹی فیض اللہ خاں لاجواب ہو گئے۔

مولوی بشیر اللہ کے انتقال کی غیبی خبر ازانجملہ یہ ہے کہ حافظ مقبول احمد نے بیان کیا کہ "ماہ مبارک رمضان کے ایام تھے اور ہم لوگ حضرت قبلہؓ کے ساتھ تراویح پڑھ رہے تھے کہ دفعتاً ایک آواز پیدا ہوئی جیسے توپ چھوٹی، سلام پھیرنے کے بعد آپؓ نے لوگوں سے پوچھا "یہ کیسی آواز تھی؟" میں نے عرض کیا کہ اِس نواح کے پہاڑوں سے جو آواز اکثر پیدا ہوا کرتی ہے، شاید یہ بھی وہی آواز ہو گی۔ فرمایا "وہ آواز مخصوص سمت سے آتی ہے، مگر یہ آواز ہر شش جہت سے تھی اور بلا سمت تھی۔" یہ فرما کر آپؓ بیقراری کے ساتھ ٹہلنے لگے اور بار بار یہ الفاظ زبان مبارک پر جاری تھے "یا اللہ تو رحم کر، یا اللہ تو رحم کر، یہ کیسی آواز تھی؟" نماز فجر کے بعد حجرہ شریف کے اندر خلوت میں تشریف لے جانے کا معمول تھا۔ مگر اس روز نماز فجر کے بعد بھی بےچینی اور بیقراری کے ساتھ برآمدہ میں ٹہلتے رہے (آپؓ کا دستور شریف تھا کہ جب کبھی اضطراب و رجوش ہوتا تو ایک وقار شاہانہ کے ساتھ چپ چاپ ٹہلنا شروع کر دیتے تھے اور اس حال میں لوگوں سے بہت کم کلام فرماتے تھے)، دوپہر سے پہلے چند آدمی مولوی بشیر اللہ صاحب کے مکان سے آئے (جو یہاں سے دس میل دُور تھا) اور کہا کہ کل شب نماز تراویح کے بعد مولوی بشیر اللہ صاحب کا انتقال ہوا (یہ بزرگ آپؓ کے مُرید اور خلیفہ تھے)، اس خبر کو سُن کر آپؓ نے فرمایا "مولوی بشیر اللہ بزرگ آدمی تھے کسی نے پہچانا نہیں!" اب ہم لوگوں نے سمجھا کہ وہ توپ چھوٹنے کی سی آواز عالم غیب سے اُن کے حادثہ ارتحال کا اعلان تھا۔ اور آپؓ کا بیقرار ہونا اور دعا فرمانا یہ آخری وقت میں اُن کے حال پر آپؓ کا اظہار شفقت و کرم تھا۔

کب اور کہاں؟ ازانجملہ یہ کہ آپؓ کے ایک بزرگ مُرید فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت قبلہؓ نے کچھ انداز بیقراری کے ساتھ چند بار یہ فرمایا "کب اور کہاں؟" پھر ارشاد ہوا "مولوی محب اللہ ہمارے ایک شاگرد اور مُرید بکسر میں ہیڈ مولوی ہیں، ہم سے محبت رکھتے ہیں (اور بھی صفت و تعریف فرمائی)، ہمارے ایک اور شاگرد مولوی مبین الحق ہیں جو کانپور میں رہتے ہیں۔" اس وقت چہرہ مبارک پر افسردگی اور

ہیجان والم کے آثار ظاہر ہوئے اور بیقراری کے ساتھ فرمایا "کون اور کہاں؟" تھوڑی دیر کے بعد آپؒ لوگوں سے بات چیت میں مشغول ہو گئے اور پھر وہ الفاظ زبان پاک پر جاری نہ ہوئے کہ کون اور کہاں؟ یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ آپؒ کے اس اضطراب و بیقراری اور آپؒ کے ان الفاظ پر لوگوں نے غور کیا لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا، سب دم بخود رہے، اندازے صرف اتنا سمجھے کہ عالم غیب سے کوئی خبر آئی ہے جس کا تعلق مولوی محب اللہ اور مولوی حبیب الحق ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہے اور ان اصحاب میں سے کسی ایک کی طرف سے آپؒ کو کوئی تشویش ہے، چند روز کے بعد آپؒ نے اپنے ان بزرگ مرید کو جن کے سامنے یہ واقعہ ہوا تھا، اور جو یو۔پی کے رہنے والے تھے حکم فرمایا کہ اگر ہو سکے تو بکسر جانا"۔ انھوں نے حکم کی تعمیل کی، بکسر میں مولوی محب اللہ صاحب کے لڑکے سے اتفاقیہ طور پر ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ اتنے دن ہوئے مولوی محب اللہ صاحب نے دُنیا سے انتقال کیا۔ اب سمجھے کہ حضرتؒ قبلہ کی افسردگی اور بیقراری اور بکسر اور کانپور کے دو اصحاب کا تذکرہ اور بار بار یہ فرمانا کہ کون اور کہاں ان سب باتوں کا تعلق اسی حادثہ سے تھا۔

مُریدین کی غیبی اِمداد

مریدوں کی حفاظت آپؒ کے مریدین کی غیبی طریقہ سے امداد و اعانت ہونے کے واقعات بیشمار ہیں اور مریدین میں سے کون ہے جس پر کوئی ایسا واقعہ نہ گذرا ہو۔ ازانجملہ یہ ہے کہ صالح احمد ڈپٹی مجسٹریٹ کی ایک ہندو مجسٹریٹ سے جو "یوگ وِدیا میں" سوامی ویویکانند کا بہت بڑا چیلا تھا ملاقات تھی، یہ سوامی ویویکانند وہی ہیں جنہوں نے "ہندو یوگ فلاسفی" کی امریکہ جاکر اشاعت کی تھی، اور سوامی ویویکانند کا چیلا یہ مجسٹریٹ یوگ میں عملی شخص تھا محض باتوں کا آدمی نہ تھا، ایک دن میاں صالح احمد کے مکان پر آیا اور کہا صالح احمد آؤ آج تمھیں اپنے گرو کے طریقہ کے مطابق میں توجہ دوں، انھوں نے اس بات کو ٹالا مگر وہ نہ مانا اور بہت اصرار کیا آخر انھوں نے یہ سمجھکر کہ یہ بھی ایک مذاق ہے کہدیا اچھا اور ان کی منظوری کے بعد وہ اپنے طریقہ کے مطابق ان پر توجہ ڈالنے میں مشغول ہوا جب سے ان کے بدن میں سنسنی پیدا ہونے لگی اور یہ ڈرے کہ کہیں بیہوش نہ ہو جائیں اور کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے، بس انھوں نے حضرتؒ قبلہ کا خیال اور تصور کیا اور استمداد چاہی کہ "یا حضرتؒ! یہ ہندو یوگی نہیں مانتا اس وقت اسے اسلام کی قوت و حقانیت کا کوئی کرشمہ دکھائیے" ان کا یہ خیال کرنا تھا کہ جسم کی سنسنی اور دل کا خوف جاتا رہا، اور یوگی اپنی توجہ کو چھوڑ کر یکایک بھاگا اور

باہر چلا گیا۔ جس سے یہ بہت متعجب اور متحیر ہوئے، تھوڑی دیر کے بعد یوگی نے آکر ان سے کہا ضرور آپ کسی مہاتما کے چیلے ہیں۔ آپ نے یہ بات پہلے سے ہم پر کیوں ظاہر نہیں کی، آپ کے گرو مہاراج ملک بہت بڑے مہاتما اور نہایت زبردست اور بہت بڑے کامل ہیں" انھوں نے کہا "میرا مرید ہونا یہ میرے مذہب کا اور میرے بخ کا معاملہ تھا۔ کیا ضرور تھا کہ میں آپ پر اس کا اظہار کرتا، مگر یہ تو بتائیے کہ یا تو آپ مجھ پر توجہ کا اثر ڈال رہے تھے یا یکایک باہر چلے گئے اس کا کیا سبب تھا؟" اس نے جواب دیا کہ "جب میں اپنی توجہ ڈال رہا تھا تو دفعتاً آپ کی پیشانی سے ایسا نور چمکا کہ مجھے اس کے دیکھنے کی تاب نہ رہی اور میں باہر چلا گیا۔ (تاکہ اپنے ہوش و حواس ٹھکانے کروں) ضرور آپ کے گرو مہاراج کی شکتی (طاقت) کا کرشمہ تھا۔ بیشک وہ بڑے مہاتما (کامل ولی) ہیں؟" پھر اس نے ہمارے حضرتؒ کا پتہ پوچھا۔ انھوں نے بتایا، اُس نے کہا میں اُن کے درشن (دیدار) کو جاتا ہوں۔ یہ کہکر وہ اسی کمرہ میں مراقب ہو گیا اور مراقبہ سے اُٹھ کر اُس نے کہا کہ "گرو مہاراج اس وقت مکان کے ورانڈے میں بیٹھے ہیں اور سامنے پیچوان (حقہ) ہے!" اور پھر اُس نے خانقاہ شریف کا نقشہ اور حضرتؒ قبلہ کا کل حلیہ، صورت شکل قد و قامت سب کچھ بیان کیا، اور کہا کہ میں دکن کی راہ سے اس ہاؤس (مکان) میں داخل ہوا۔ اور سب جگہ تو میں پہنچا مگر اُتر کی جانب راستہ پر جو مکان ہے وہاں اندر بھی اور باہر بھی ایسی عجیب و غریب اور تیز روشنی کا چمتکار ہے کہ مجھ میں اس نور کے دیکھنے کی طاقت نہیں ہے اس لئے میں اندر نہ جا سکا یہ کیا مکان ہے؟" ڈپٹی صاحب نے اُسے بتایا کہ یہ کوئی مکان نہیں ہے یہ ہمارے حضرت دادا پیر صاحب قدس سرہٗ کی درگاہ ہے، اور اس جگہ آپؒ کا مزار ہے۔ پھر اُس نے کہا کہ آپ کے پیر و مرشد صاحب نے ہاتھ سے کسی عربی عبارت کو لکھکر مجھ سے کہا ہے کہ اسے پڑھا کرو۔ آپ جو عربی کی چیزیں جانتے ہیں اور پڑھتے ہیں مجھے لکھکر دکھائیں دیکھکر میں اُس چیز کو پہچان لوں گا جو مجھے بتائی گئی ہے، انھوں نے بعض دعائیں لکھ لکھکر دکھائیں مگر وہ یہی کہتا رہا کہ وہ عبارت یہ نہیں ہے آخر اُنھوں نے کلمۂ طیبہ "لا الہ الا اللہ" لکھکر دکھایا وہ دیکھکر پکار اُٹھا یہی عبارت ہے جس کی بابت ہم سے کہا ہے کہ تم اسے پڑھا کرو۔ پس اُسی وقت سے کلمۂ طیبہ کا ورد اُس نے شروع کر دیا۔ اور کہا اس وظیفہ کا پڑھنا مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے، اور کہا کہ میں ظاہری طریقہ سے بھی اُن سے جا کر ملاقات کروں گا۔ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ مگر اُس نے حاضر خدمت ہونے کا موقع نہ پایا۔ اور آپؒ نے دُنیا سے پردہ فرمایا۔ آپؒ کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا گیا تو آپؒ نے فرمایا "اگر صالح احمد مرید نہ ہوتے تو یوگی ان پر غالب آجاتا۔"

مجذوب ہونے سے بچالیا | ازانجملہ یہ ہے کہ نواب حیدر علی خاں صاحب رئیس کروٹیہ (ہیمن سنگھ) نے بیان کیا کہ حضرت قبلہؒ سے بیعت کرنے کا شرف جب مجھے حاصل ہوا تو اس کے تھوڑے دنوں بعد کا واقعہ ہے کہ میں ڈھاکے میں میاں بہادر شاہ مجذوب کی خدمت میں گیا۔ وہ اپنی مستی اور اپنے جذب وجوش کے حال میں تھے میری طرف تیز نظر ڈالی۔ اور مجھے خوب گھورا، اور ایک نعرہ فرمایا۔ اس وقت سے مجھ پر یہ کیفیت طاری ہوئی کہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد نعرہ لگانے اور مجذوبانہ طور پر دوڑ لگانے اور بھاگنے کو میرا بھی جی چاہنے لگا، نعرہ مارنے کا ارادہ اور آواز جس وقت قوت ارادیہ سے قوت فعلیہ کے قریب آتی۔ یعنی قریب ہوتا کہ نعرہ میرے حلق سے نکلے کہ رحمت خداوندی سے ایسا معلوم ہوتا جیسے کسی نے حلق اور سینہ پر ہاتھ پھیرا اور اس جوش وکیف کو بہ قوت وبہ جبر دبا دیا اور مجھے سنبھال لیا۔ (ورنہ میں بھی مجذوبوں کی طرح نعرے لگانے اور دوڑ بھاگ کرنے لگتا)۔ ایک عرصہ تک میری یہی حالت رہی مجھے ایک ڈر اور خوف معلوم ہونے لگا۔ آخر یہ بندۂ درگاہ اپنے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن کچھ عرض نہیں کیا۔ آپؒ نے مجھے دیکھتے ہی مسکراتے ہوئے فرمایا "مجذوبوں کا جھوٹا پس خوردہ مت کھانا، اگر کھالیا تو برباد ہو جاؤ گے"۔ میں اس ارشاد کا مفہوم سمجھا۔ اور خاموش رہا۔ اپنی حالت کی بابت کچھ عرض نہ کیا جب ہنگام رخصت قدمبوس ہوا تو آپؒ نے مجھے سینۂ مبارک سے لگا لیا اور آپؒ کے تصرف اور شفقت وکرم سے میری وہ حالت (آثار جنون) جاتی رہی۔

قلب جاری ہو گیا | ازانجملہ یہ ہے کہ انہیں نواب حیدر علی خاں کا بیان ہے کہ "جب میں مرید ہوا تو مجھے حضرت قبلہؒ نے تلقین وتعلیم نہیں فرمائی جیسا کہ آپؒ کا دستور ومعمول تھا بعض پیر بھائیوں نے میری سفارش بھی کی لیکن آپؒ خاموش رہے اور تعلیم وتلقین نہیں فرمائی، میں رخصت ہو کر اپنے مکان چلا آیا۔ ایک عرصہ کے بعد یکایک میری یہ حالت رونما ہوئی کہ سینہ کی بائیں طرف یعنی مقام قلب پر ایک جلن اور سوزش اور بیقراری پیدا ہوئی، اور دل کی حرکت بھی کبھی کبھی بڑھ جاتی، اختلاج قلب کا احتمال پیدا ہوا، اور اس حالت کو تکلیف اور بیماری سمجھ کر معالجہ شروع کیا۔ مگر کوئی افاقہ محسوس نہ ہوا، ایک بزرگ مولانا شاہ غلام سبحان تھے، اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اُنھوں نے دریافت کیا کہ تم نے کیا کسی بزرگ کی صحبت پائی ہے؟ میں نے اقرار کیا اور اپنے حضرت قبلہؒ کا نام مبارک بتایا کہ تھوڑا عرصہ ہوا آپؒ سے مرید ہوا ہوں، اُنھوں نے کہا "یہ کوئی بیماری نہیں ہے یہ وہی صحبت بزرگ کی، تاثیر ہے!" دوسرے ایک مجذوب (جو بہت بزرگ تھے) اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اُنھوں نے بھی وہی کہا جو مولانا شاہ غلام سبحان صاحب نے کہا تھا۔ لیکن میری اس سے بھی تسکین نہیں ہوئی، پھر میں حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کل حال عرض کیا اور معالجہ کرنا اور ان بزرگ کی خدمت میں حاضر ہونا، یہ بھی گوش گذار کیا۔ آپؒ سن کر مسکرائے اور فرمایا دنیا کے کل طبیبوں (اور اُن کی تمام دواؤں کو) گھونٹ کر پی جاؤ گے

جب بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تمھاری یہ حالت آہستہ آہستہ خود ہی کم ہو جائے گی۔" اب میں نے جانا اور یقین کیا کہ میری یہ حالت آپؒ کے فیضان و تصرفات سے ہے۔ کوئی بیماری نہیں ہے۔ اور مجھے آپؒ کے فرمانے سے پورا اطمینان ہو گیا، اور آپؒ کی برکت سے میری طبیعت رفتہ رفتہ بالکل درست ہو گئی اور وہ حال باقی نہیں رہا۔

سمندر کا پانی سمندر میں بعض خادموں سے ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہوا "سمندر کا پانی سمندر ہی میں سماتا ہے!" یعنی جب سمندر میں جوش و طوفان آتا ہے تو سمندر کا پانی سمندر کے سوا اور کہیں نہیں سماتا۔ اپنے میں ہی سماتا ہے، رفتہ رفتہ خود اُسی میں یہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ اپنے طوفان اپنے ہی اندر ہضم کر لیتا ہے اسی طرح قلب (سالک) کے جوش کا حال ہے کہ خود قلب میں ہی اپنے اس "طوفان" کو سنبھالنے اور پی جانے کی صلاحیت رفتہ رفتہ آجاتی ہے اور جوش کی بجائے سکون پیدا ہو جاتا ہے۔"

مُریدین کی دینی و دُنیاوی تعلیم اور نفع رسانی اور اُن کے بہبود و ترقی کے لئے آپؒ نے وقتاً فوقتاً جو ارشادات فرمائے وہ علیحدہ بیان کئے گئے ہیں۔ اس مقام پر چند ایسے خاص واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کا تعلق مریدوں کی غیبی امداد سے ہے۔

تہدید بے رغبتی نماز پر از انجملہ یہ ہے کہ آپؒ کے ایک مُرید آپؒ کی غلامی میں داخل ہونے کے بعد آغاز شباب سے ہی نہایت پابند صوم و صلوٰۃ اور بہت ذاکر و شاغل تھے، ایک بار اُن پر ایسا حال طاری ہوا کہ لوگوں سے ملنا اور بولنا کم کر دیا، اور اسی حالت میں چند وقت کی نماز بھی اُن سے چھوٹ گئی، اس حالت سے تو کچھ عرصہ بعد افاقت ہو گئی لیکن نماز کی طرف سے بے پروائی بدستور رہی، آپؒ نے باطنی طریقہ سے مشاہدہ اور خواب دونوں میں اُن کی سخت گرفت فرمائی اور ان پر بہت غصہ اور ناراض ہوئے اور نہایت تنبیہ و تہدید کے ساتھ ارشاد ہوا "نماز کا چھوڑ دینا کیا معنی؟ نماز پڑھو اور جو نمازیں کہ چھوٹ گئی ہیں اُن کی قضا ادا کرو!" وہ اس تنبیہ پر ہوشیار اور خبردار ہوئے اور اس مقام سے آپؒ نے اُنھیں پار کر دیا جس مقام پر بعض شہسوارانِ طریقت نے سخت ٹھوکر کھائی ہے اور اُن سے نماز ترک ہو گئی ہے۔

معنی قرب بُعد کا انکشاف حضرت شاہ نبی رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن نواح ریاست رامپور (یو۔پی) جن کا مزار آج صدر لکھنؤ میں زیارت گاہ خلائق ہے، جب آپؒ سے مُرید و تلقین ہو کر اپنے وطن پہنچے، اور ان کا مرید ہونا رشتہ داروں کو معلوم ہوا تو اُن کے ایک رشتہ دار نے (جو پیری و مریدی بھی کرتے تھے، اور خاں صاحب کو اپنا قائم مقام بنانا چاہتے تھے) کہا تم مُرید ہو گئے اچھا کیا، مگر آپ کے حضرت پیر و مرشد کا مقام بہت دُور ہے، نہ تو تم جلد جلد وہاں جاسکتے ہو نہ اُن کا یہاں بار بار تشریف لانا ہو سکتا ہے، آدمی اگر مُرید ہو تو ایسے بزرگ کا کہ جن سے ملاقات دشوار نہ ہو اور جب ضرورت ہو آسانی سے اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا دُکھ درد بیان کر سکے نبی رضا خاں صاحب کو اُن کا یہ

کہنا گراں گذرا کہ اُنھوں نے کیا کہا۔ اور کیوں کہا؟ شیخ کی صفت تو یہ ہے کہ ان کا ایک قدم مشرق میں ہوتا ہے، تو دوسرا مغرب میں۔ اس طرح معنیٔ قربِ بُعد کی طرف ان کا ذہن منتقل ہوا۔ اور بہت خطرات قلب میں آنے لگے اور خیالات کی ایک بڑی کشمکش میں مبتلا ہوئے، اس حالت میں اُنھوں نے خلوت کا عزم بالجزم کر لیا اور گھر کے لوگوں سے کہا۔ میں حجرہ میں جاتا ہوں جب تک کہ میں خود باہر نہ آجاؤں کوئی مجھ سے تعرض نہ کرے، اور کھانے پینے کے واسطے ہرگز مجھے باہر نہ بلائے۔ اپنے جی میں کہا کہ اب تو حجرہ سے مجھے اُسی وقت نکلنا ہے کہ جب میرے خطرات زائل اور طمانیت مجھے حاصل ہو جائے گی، ورنہ ذہیں مر کر رہ جاؤں گا۔ اور اس ارادہ کے ساتھ وہ حجرہ میں داخل ہوئے۔ اور حجرہ کا دروازہ بند کر کے ذکر و فکر، مراقبہ و مشاہدہ میں مشغول ہو گئے، وہ فرماتے تھے کہ ایک بار حالت مشغولی میں مجھ پر ایک کیفیت غنودگی طاری ہوئی، اور دفعتاً ایک دھماکا سُنائی دیا، گویا توپ چھوٹی۔ اس آواز کے ساتھ ایسا معلوم ہوا کہ میرے حجرہ میں آفتاب اُتر آیا، سورج نکل آیا۔ تمام کمرہ منورا و رروشن ہو گیا، اور جرم آفتاب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت قبلہؒ بہ نفس نفیس جلوہ آرا ہیں اور بآواز بلند فرما رہے ہیں۔ "خان صاحب! آپنے قربِ بُعد دیکھ لیا!" اس مشاہدہ کے بعد میری قلبی لذت و سرور اور میری مسرت بے پایاں کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے اور اسے میں کیوں کر بیان کر سکتا ہوں؟ اب کہ حضرت قبلہؒ کی یہ شان مجھ پر منکشف ہو گئی تو وہ وسوسہ جو میرے رشتہ دار درویش کی گفتگو نے پیدا کر دیا تھا اُسے میرے دل سے دُور ہونا ہی تھا، غرض اس مشاہدہ و یقین کے بعد میں شاداں و فرحاں حُجرہ سے باہر نکل آیا کہ میرے حضرتؒ میرے ساتھ ہیں مجھ سے دُور نہیں ہیں)، خاں صاحب کا یہ وہ عینی مشاہدہ ہے جس کا اپنے خاص یارانِ طریقت پر کبھی بار اُنھوں نے اظہار فرمایا۔"

ایک مُرید کی زرغۂ مخالفین میں حفاظت

از انجملہ یہ ہے کہ حضرت قبلہؒ کے ایما سے آپؒ کے ایک خلیفہ صاحب نے ڈھاکہ کا سفر کیا بعض منکرین طریقت مولوی صاحبان سے ان کا جھگڑا ہو گیا۔ بات بڑھ گئی اور مخالفین بر سر پرخاش ہو گئے عصر و مغرب کا درمیانی وقت تھا کہ نواح ڈھاکہ کے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی طرف چلے۔ چند آدمی ان کے ساتھ تھے اور مخالفین جستجو میں تھے کہ موقع ملے تو ان پر حملہ کریں۔ اور ان کی اس نقل و حرکت کی مخالفین کو پہلے سے اطلاع تھی آخر ایک جماعت کثیر کے ساتھ مخالفین نے اس پارٹی کو آکر گھیر لیا صرف تھوڑا فاصلہ رہا۔ یہ حالت دیکھکر شاہ صاحب نے ہمارے حضرت قبلہؒ کا تصور کیا، اور فریاد کی کہ آپؒ کے حکم سے آیا ہوں۔ اگر یہی منظور ہے کہ مخالفین مجھے بے عزت کر دیں تو لیجئے یہ سر حاضر ہے۔ بس یہ تصور کرنا تھا کہ نصرت غیبی آگئی اور باوجودیکہ مطلع بالکل صاف تھا اور ابر و بارش کا نام و نشان نہ تھا بجلی کوندنے اور تڑپنے لگی، دل کانپنے لگے۔ یہ معلوم ہوتا کہ بجلی اب گری اب گری آس پاس کے بہت لوگ غیر جانبدارانہ محض تماشا دیکھنے جمع ہو گئے تھے، ان لوگوں نے اور موافق و مخالف سبھوں نے دیکھا جب یہ مخالفین شاہ صاحب اور اُن کے ساتھیوں پر حملہ کے ارادہ سے قدم آگے بڑھاتے بجلی ان کے سروں پر کوندنے

لگتی تھی، کہ ذرا قدم آگے بڑھایا تو میں جلا کر کوئلہ کر ڈالوں گی۔ وہ پیچھے ہٹتے تو بجلی غائب ہوجاتی آگے بڑھتے تو بجلی کی گرج اور کڑک اور چمک انھیں پھر پیچھے ہٹا دیتی، آخر اس صاعقۂ آسمانی نے ان کے قلوب پر خوف و دہشت کا ایسا غالب اثر ڈالا کہ وہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے ایک قدم آگے نہ بڑھا سکے۔ اور شاہ صاحب اور ان کے ساتھی اپنی راہ آگے بڑھے اور بڑھتے چلے گئے، آخر اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ مخالفین ان کا بال بیکا نہ کرسکے دربار عالی کی اس کرامت کو دیکھکر صدہا بندگان خدا جن میں بعض مخالفین طریقت بھی تھے سلسلہ عالیہ جہانگیریہ میں داخل ہوئے اور ہمارے حضرتؒ کی بدولت صدہا لوگوں نے مشاہدہ کرلیا کہ نصرت وتائید آسمانی مومنین پر کس طرح نازل ہوا کرتی ہے اور خداوند تبارک وتعالیٰ جس نے بدر وحنین میں اپنی غیبی طاقتوں کے جلوے دکھائے اُمت محمدیہ کے لئے ہمارے زمانہ میں بھی اُس کی غیبی نصرت وحمایت ہوسکتی ہے۔

سانپ راستے سے ہٹ گیا
ازانجملہ یہ ہے کہ مولوی مبین الحق صاحب نے بیان کیا کہ "ایک بار میں اپنے وطن کالی پور سے حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کی نیت سے روانہ ہوا۔ میں پہاڑ کے ایک تنگ اور دشوار گذار درے سے گذر رہا تھا کہ مجھے راستہ کے بیچوں بیچ ایک بڑا سانپ بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اس مقام پر راستہ اتنا تنگ ہوگیا تھا کہ بس ایک ہی آدمی گذر سکتا تھا، سانپ کو دیکھکر میں ٹھٹکا۔ میں اُس کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ اب حیران تھا کہ کیا کروں، اور کچھ سمجھ میں نہ آیا تو سانپ ہی کو مخاطب کیا اور کہا میں اپنے حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں جارہا ہوں۔ اگر مجھے ڈسنا ہے تو ڈس لے۔ اتنا کہنے پر میں نے دیکھا کہ سانپ منھ موڑ کر چلا اور میری راہ گذر خالی کرکے تین ہاتھ کے فاصلہ پر جا بیٹھا۔ اور حضرتؒ قبلہ کے ساتھ میری ارادت وعقیدت کی برکت نے اس کے حملے اور اذیت سے مجھے محفوظ رکھا۔

شیر نے راستہ دیدیا
ازانجملہ ایسا ہی واقعہ مبارک علی ساکن مراد آباد کا ہے وہ کالی پور سے دربار شریف کی حاضری کیلئے چلے یہ راستہ دشوار گذار ہے ادھر اُدھر پہاڑ۔ بیچ میں راستہ جو بعض جگہ اتنا چھوٹا کہ دو آدمی برابر نہیں چل سکتے۔ ایک ہی آدمی گذر سکتا ہے، جابجا آبشار، اور اس پہاڑ میں اکثر مقامات پر جانوروں اور درندوں کا مسکن۔ کالی پور سے دربار شریف آنے میں تین میل راستہ کا یہ ٹکڑا طے کرنا ہوتا ہے، اس پہاڑ کے بعض درے ایسے ہیں کہ اُن سے گذرنے کی تنہا آدمی کو ہمت نہیں ہوتی۔ بمقتضائے احتیاط لوگ ایسے تنگ راستہ کے سرے پر پہنچ کر ٹھہر جاتے اور دوسرے مسافر کا انتظار کرتے ہیں اور دو چار آدمی آجاتے ہیں تو ملکر آگے بڑھتے ہیں، مبارک علی ایسے مقام پر پہنچ کر بجائے اس کے ٹھہر کر دوسرے آنے والوں کا انتظار کرتے تن تنہا آگے بڑھتے چلے گئے۔ تھوڑا راستہ طے کیا تھا کہ دیکھا۔ سامنے راستہ پر شیر بیٹھا ہے نہایت خوف طاری ہوا۔ موت سامنے نظر آنے لگی قدم من من بھر کا ہوگیا۔ ٹھہر گئے چونکہ بہت خوش اعتقاد اور صادق الارادت تھے اور ہمارے حضرتؒ کے مخلصین میں سے یہ بھی ایک شخص تھے انھوں نے اس انتہائی خوف اور دہشت کے عالم میں

حضرتؒ قبلہ کو یاد کیا۔ اور شیر کو خطاب کرکے بولے اے شیر! میں اپنے حضرتؒ پیر و مرشد کے پاس جا رہا ہوں میرا راستہ چھوڑ دے۔ آپؒ کی برکت سے اللہ جل شانہ کے فضل و کرم کا یہ کرشمہ دیکھا کہ شیر ان کے راستہ سے ہٹ کر جھاڑیوں میں چلا گیا۔ اور انھوں نے سلامتی کے ساتھ راستہ طے کیا۔ اور خدمت مبارک میں حاضر ہو کر یہ ماجرا عرض کیا۔ آپؒ نے فرمایا "محبت اور اعتقاد رکھنے والے کو شیر اور سانپ نقصان نہ پہنچائے گا۔ انشاء اللہ!"

بے کھٹکے چلے جاؤ ازانجملہ یہ ہے کہ میاں جی بارک اللہ جن کا مکان اسی کالی پور میں تھا۔ ایک بار وہ خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ یکایک رات کے آٹھ بجے حجرہ شریف سے باہر تشریف لاکر آپؒ نے مجھے حکم دیا کہ تم ابھی اور اسی وقت اپنے مکان چلے جاؤ۔ میں حیران تھا کہ راستہ ایسا سخت اور پُرخطر ہے، وہ بھی یہاں سے کالی پور تک گیارہ میل کا، اور رات کا وقت ہے، پہاڑ میں جابجا شیروں اور درندہ جانوروں کا مسکن ہے، اس مقام سے گذرنے کی دن کے وقت بھی تنہا آدمی بھی ہمت نہیں کرتے ہیں چہ جائیکہ اندھیری رات میں، اور اس راہ کا یہ سب حال آپؒ جانتے ہیں مگر اس کے باوجود مجھے تن تنہا روانگی کا حکم ہو رہا ہے یہ کیا معاملہ ہے؟ اور اس میں کیا بھید ہے، آپؒ نے مجھے متامّل اور خاموش دیکھکر خود ہی فرمایا۔ "کچھ خوف نہ کرو اور چلے جاؤ۔" اور ایک چھڑی دست مبارک سے مس کرکے مجھے دی کہ "یہ چھڑی لو اور بے کھٹکے چلے جاؤ۔" آپؒ کے اس ارشاد کے بعد راستہ کا خوف و خطرہ اور تنہائی کا ہراس اندیشہ میرے دل سے دُور ہو گیا اور میں بہ تعمیل فرمان اُسی وقت چل کھڑا ہوا، تمام راستہ بھر ایسا معلوم ہوتا رہا، کہ تنہا نہیں ہوں چار چھ آدمی اور بھی ہیں جو میرے آگے پیچھے اور دائیں بائیں چل رہے ہیں، رات کے گیارہ بجے تھے جو میں اپنے گھر پہنچا۔ گھر والوں نے مجھے دیکھکر کہا خوب ہوا کہ تم آگئے، تمھاری بھانجی کا آخری وقت ہے اور وہ بار بار تم کو پوچھ رہی ہے کہ میرے ماموں کہاں ہیں اور کب آئیں گے؟ میں فوراً بیچاری کے پاس گیا اور دیکھا کہ سکرات الموت میں مبتلا ہے، میں نے اُس کے حلق میں چمچے سے پانی ڈالا، اُس نے مجھے اور میں نے اُسے دیکھا اور اُسی وقت اُس کی روح نے جسم سے مفارقت کی اور بیچاری دُنیا سے رخصت ہوئی، اور اب مجھ پر کھلا کہ یکایک اندھیری رات میں مجھے فوری روانگی کا جو حکم ہوا اُس کا راز یہ تھا، وہ چھڑی جو حضرت قبلہؒ کے دست مبارک سے مجھے رخصت کے وقت عطا ہوئی تھی اب تک میرے پاس موجود ہے، جب کسی خطرے کے مقام میں جانا ہوتا ہے تو اُسے ساتھ رکھتا ہوں۔ خدا کے فضل سے کوئی خوف خطر مجھے پیش نہیں آتا۔"

جائداد دِلا دی گئی ازانجملہ یہ ہے کہ آپؒ کے ایک مُرید و خلیفہ جن کی عمر اس وقت تقریباً بیس برس کی تھی اُن سے ارشاد ہوا کہ ابھی تمھارا زمانہ اور وقت پڑھنے کا ہے اگر ہو سکے تو تحصیل علم دین کرلو یہ تمھارے حق میں بہت اچھا ہوگا۔ مثل مشہور ہے جاہل فقیر شیطان کا ٹٹو۔ فقیر کے لئے ظاہری علم کا ہونا بہت اچھا ہے۔" اُنھوں نے بہ تعمیل فرمان طالب علمی شروع کردی۔ اگرچہ اُن کے خاندانی اور خانگی، اور ذاتی حالات و معاملات اس وقت غریب الدیار ہونے اور طالب علمانہ زندگی اختیار کرنے کی مساعدت نہیں کرتے تھے۔ کچھ دن کے بعد ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اِس خبر کو سنکر وہ مکان گئے

ان کے چھوٹے چھوٹے بھائیوں، بہنوں، نیز متعلقین کے اخراجات کثیر تھے اور کوئی ایسا کافی انتظام ظاہری نہ تھا جس سے اب گھر کے اخراجات پورے ہوتے۔ اگلوں کی فضول خرچی اور بدنظمی بہت بڑی جائداد اور زمینداری کو ٹھکانے لگا چکی تھی، کچھ زمینداری باقی رہ گئی تھی جس سے بس گذر اوقات ہوسکتی تھی، مگر والد کے بعد حساب کتاب دیکھا گیا تو ظاہر ہوا کہ جائداد پر اتنا بارِ قرض ہے جو مالیت جائداد کے قریب قریب پہنچ چکا ہے۔ کوئی بڑا اب گھر بھر میں موجود نہ تھا جو اب اس گھر کو چلاتا۔ قرضخواہوں کے تقاضے شروع ہوچکے تھے، اور ہر طرف سے تردداتٌ اور پریشانیوں کا سامنا تھا۔ اُنھوں نے خیال کیا کہ مہاجن قرضخواہوں سے اگر مفاہمت ہوجائے اور ادائے قرض کے بعد دس پندرہ روپے ماہوار آمدنی کی جائداد بھی بچ جائے تو گھر کے نان و نمک کا تو سہارا باقی رہے۔ اس چیز کو مغتنم سمجھ کر اُنھوں نے کوشش مفاہمت کی۔ مگر سود خور مہاجنوں سے کوئی صورت مفاہمت اور باہمی تصفیہ کی پیدا نہ ہوئی۔ حالات بہت پیچ در پیچ تھے بعض ورثا کی نابالغی بھی رکاوٹ تھی۔ اُدھر مہاجن کی بھی نیت خراب تھی کہ سوکھے تالاب کی مچھلی ہے آسانی سے قبضہ میں آسکتی ہے، پھنسا ہوا شکار کیوں ہاتھ سے چھوڑا جائے، مفاہمت کی کوشش میں نو مہینے گذر گئے اور کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اور پڑھنا بھی چھوٹا۔ بہت سرگرداں رہے۔ کوئی صورت پیدا نہ ہوئی اور مجبور و ناچار ہوگئے۔ اور اب خیال آیا کہ حضرت پیر و مرشد کے فرمان کی تعمیل میں قصور ہو رہا ہے نہ تعلیم جاری رکھ سکا نہ گھر کا انتظام درست ہوا اگر پڑھنے کے لئے باہر جاتا ہوں تو بھائی بہن چھوٹے ہیں، شہر میں رہ کر پڑھنا ہو نہیں سکتا۔ کہ تعلیم چاہتی ہے فراغت و یکسوئی اور وہ یہاں مفقود ہے، ان خیالات کی کشمکش میں چند روز اور گذرے اس کے بعد توکل بخدا اُنھوں نے عزم بالجزم کرلیا کہ جائداد رہے یا جائے گھر والوں کو تکلیف ہو یا آرام مجھے پڑھنے کے لئے ضرور باہر جانا اور حضرتؒ کے فرمان کی تعمیل بجالانی چاہیئے۔ والدہ سے عرض کیا۔ "مہاجنوں سے مفاہمت و مصالحت کی بہت کوشش کر دیکھی مگر کامیابی نہ ہوئی اور ہمارے تعلیمی زمانہ کا ایک سال اسی پریشانی میں چلا گیا۔ اب ہم پڑھنے کے لئے ضرور جائیں گے مہاجن سے معاملہ طے ہونے کی کوئی امید نہیں۔" اُن بیچاری بیوہ بیکس نے کہا۔ "بیٹا ہمیں کس پر چھوڑتے ہو۔ تمھارے بھائی چھوٹے ہیں اور کوئی سرپرست اور مربی باقی نہیں ہے، آمدنی کم ہے، خرچ پورا ہے اور اس پر قرض داری ہے!" انھوں نے جی کو مضبوط کرکے والدہ سے عرض کیا۔ "ہم نے سب کچھ خدا کے سپرد کیا" اور یہ کہکر وہ مکان سے نکل کھڑے ہوئے اور جونپور میں پڑھنے لگے اور حضرت قبلہؒ کی خدمت میں واقعات اور حالات کا عریضہ پیش کردیا کہ ادائے قرض کی کوئی صورت نہیں نکلی۔ گھر کے لوگوں کو حوالہ بخدا کیا اور تحصیل علم کی غرض سے اب جونپور آگیا ہوں اور تعلیم میں مشغول ہوں۔ جب یہ عریضہ خدمتِ قدس میں پیش ہوا تو اس وقت صاحب میاں حاضر تھے، اُنھوں نے تحریر فرمایا۔ "آپ کا عریضہ پیش ہوا۔ حضرت قبلہؒ آپکے دوبارہ بغرض تعلیم جونپور آنے کی خبر سُنکر بہت خوش ہوئے اور دُعا فرمائی۔" المختصر یہ تو تعلیم میں رہے اور ایک مہاجن قرضخواہ نے

چند روز کے بعد نالش دائر کردی اور قطعی ڈگری حاصل کرلی۔ آخر ایک مدت کے بعد وہ دن آگیا کہ جائداد نیلام پر چڑھے اور مہاجن نیلام میں اپنے نام چھڑا کر جائداد کا مالک بنجائے۔ بس ان کے چھوٹے بھائی حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ اپنی تکلیف و بیکسی کے حالات اور نالش و قرضخواہ کے واقعات عرض کریں اور دعا کے طالب ہوں، وہ حاضر تو ہو گئے مگر حضوری کا رعب و دبدبہ ایسا غالب ہوا کہ ایک حرف زبان سے نہ نکلا۔ کئی روز کے بعد رخصت کئے گئے۔ رخصت کے وقت یہ ارشاد ہوا "گھر کے سب ہی لوگ تو فقیر نہیں ہوتے تمھارے بڑے بھائی فقیری کریں۔ تم جاؤ اور تجارت کرو۔ ہم دعا کرتے ہیں!"

جب مہاجن نے ڈگری جاری کرائی اور جائداد نیلام پر چڑھی تو حضرتؒ کی دعا کی برکت سے یہ بات ظہور میں آئی کہ نیلام کے وقت پر خریدار زیادہ آگئے اور گیارہ سو روپے کی جائداد بائیس سو روپے میں نیلام ہوئی اور مہاجن کا قرضہ ادا کرنے کے بعد تقریباً گیارہ سو روپیہ بچ رہا۔ اس روپے سے دوسرے مہاجن کا قرضہ ادا کیا گیا۔ اور تمام قرضے بیباق ہونے کے بعد تقریباً پچیس روپے ماہوار آمدنی کی زمینداری بچ رہی۔ یہ بڑا قصہ ہے جسے مختصراً بیان کیا گیا۔ بڑے بڑے دانا اور ہوشمند اس معاملہ میں سرگرداں رہے کہ ایک پائی کی جائداد بچ جائے اور اس خاندان کے بزرگوں کی کچھ تو نشانی رہجائے لیکن ایسی کوئی صورت نکال نہ سکے۔ یہ محض آپ کی برکت دعا کا ظہور تھا کہ ہر شخص کے اندازہ اور امید اور توقع کے خلاف خاصی معقول جائداد و زمینداری بچ گئی اور چونکہ انھوں نے حضرت قبلہؒ کے تعمیل فرمان میں گھر کے لوگوں کو "حوالہ بخدا کیا اور "ہمت مردانہ" سے کام لیا تھا لہذا سب کام درست ہو گئے۔ رحمت سے گھر کا گذارہ بھی اس طرح ہوتا رہا کہ وہم و گمان سے بالاتر تھا۔ اور تعلیم بھی پوری ہو گئی اور جائداد بھی بچ رہی (حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں) ؎

آں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست — فانی است وگفتِ او گفتِ خداست

تعمیل ارشاد کے دنیاوی منافع و برکات

ازانجملہ یہ ہے کہ آپؒ نے اپنے ایک مرید و خلیفہ صاحب سے فرمایا کہ "آپ نے (ہمارے کہنے سے) علم دین تو حاصل کرلیا لیکن دین کا علم ہدایت مخلوق کے لئے ہے نہ کہ معاش کے لئے اب آپ معاش کی خاطر اگر ہو سکے تو فن طب دہلی یا لکھنؤ جا کر پڑھ لیں۔" وہ اس فرمان کی تعمیل بھی بجالائے۔ اور جب علمی و عملی طرز سے فن طب کی تحصیل کر چکے تو ارشاد ہوا کہ اپنے وطن میں مطب کریں، انھوں نے مطب شروع کیا۔ مگر مطب کے ساتھ ایک دواخانہ بھی دوسرے کے روپے سے شرکت (مضاربت) میں قایم کیا۔ یہ سمجھ کر کہ دواخانہ اور مطب فی زمانہ لازم ملزوم ہیں اور مطب کا حکم ہوا ہے تو دواخانہ بھی اسی کے ساتھ کھول لیں جس میں مریضوں کی سہولت بھی ہے اور اپنا نفع بھی لیکن اُن کے لئے دواخانہ کھولنے کو پسند نہیں فرمایا۔ یہ ارشاد ہوا کہ ان کا مذاق دوسرا ہے یہ کام دواخانہ کا اُنکے مذاق کے مطابق نہیں ہے اس کے علاوہ دوسرے کے روپے پیسے سے ہے، اگر اس تجارت میں نقصان ہو گیا تو بدنامی

کی بات ہے۔ (ع ہر کسے را بہر کارے ساختند) اس کے بعد وہ حاضرِ خدمت ہوئے تو ارشاد فرمایا۔" دواخانہ کو بیچ ڈالو۔ اور جن کا روپیہ دواخانہ میں لگایا ہے اُن کا روپیہ واپس کر دو۔ اپنی شادی کر لو (جس کا اندازہ خرچ ہزار روپیہ فرمایا گیا) اپنے دونوں بھائیوں کی بھی شادی اپنے روپے سے کر دو!" یہ سب ارشادات واجب التعمیل تھے مگر حکیم صاحب کے پاس نہ تو روپیہ تھا نہ مطب اُس وقت تک کامیاب تھا کہ اُسی کی آمدنی سے یہ سب کام پورے کرتے۔ خیال کیا کہ یہ سب کام کس طرح پورے ہوں گے؟ ارشاد ہوا "تم مکان جاتے ہوئے دہلی چلے جانا!" مکان پہنچکر اُنھوں نے یہ دواخانہ جو پانسو چار روپے میں کھلا تھا پچاس روپے میں فروخت کر دیا اس کے بعد دہلی چلے گئے مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم ان کے نہایت شفیق اُستاد تھے، ان کو نگاہ امتیاز و انتخاب سے دیکھتے اور بہت محبت فرماتے تھے، اُنھوں نے حکیم صاحب کو ایک رئیس کے علاج کے لئے باہر بھیجدیا (بغیر اس کے یہ کوئی خواہش ظاہر کرتے) وہاں سے حکیم صاحب کو کافی روپیہ ملا پھر ایک دوسرے رئیس کے علاج کیلئے بھیجا نتیجہ یہ ہوا کہ دواخانہ کی وجہ سے جو پانسو چار کا قرض ہو گیا تھا اُس کے لئے اور اپنی شادی اور دونوں بھائیوں کی شادی کے لئے بھی کافی روپیہ ان کے ہاتھ میں آگیا۔ اپنی شادی کے بعد حکیم صاحب نے خیال کیا کہ پھر دہلی چلے چلیں مثل سابق اس راہ سے اب کے بھی بہت روپیہ مل جائے گا۔ چونکہ مسیح الملک قبلہ مرحوم اُن پر بانتہا مہربان تھے اس لئے اُنھوں نے اس بار بھی ان کو مالی نفع پہنچانے کی کوشش کی کئی رئیسوں کے معالجہ کیلئے انھیں مقرر کرنا چاہا۔ مگر کامیاب نہ ہوئے۔ اس مرتبہ یہ پانچ چھ مہینے دہلی میں رہے۔ اور بہت سے امرا اور رؤسا اور والیان ملک اس عرصہ میں مسیح الملک مرحوم کے زیر علاج رہے اور دلی شفقت کے ساتھ مسیح الملک مرحوم نے ان کے لئے کوششیں بھی کیں تاکہ ان کو مالی نفع پہنچے، مگر بجز اس کے کہ ان کے اخراجات روزمرہ پورے ہوتے رہے اور مسیح الملک مرحوم کے ساتھ رہنے سے اپنے فن کے متعلق ان کی معلومات و تجربات میں اضافہ ہوا۔ انکو اپنے اس طویل قیام دہلی میں کوئی مالی منفعت حاصل نہ ہوئی۔ آخر دربار عالی سے ایک گرامی نامہ اس مضمون کا اُن کے نام صادر ہوا کہ "حکیم صاحب پر کیوں ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔ دہلی سے باہر فلاں فلاں مقام میں سے کسی جگہ جاکر اپنا مطب جاری کریں!" اس مکتوب شریف نے ان کو متنبہ کیا۔ اور سمجھے کہ اب دہلی آنا غلطی تھی دہلی کا پہلا سفر چونکہ تحت ارشاد مبارک تھا اور یہ تعمیل فرمان تھا غیب سے سامان ہوا۔ اور کثیر نفع حاصل ہوا۔ اس بار سفر اپنی مرضی سے کیا اور مسیح الملک مرحوم پر ٹیک لگائی کہ ان کی سفارش اور اُن کے تعلقات سے نفع حاصل ہو گا اس وجہ سے اس بار کامیاب نہ ہوئے، پہلے سفر میں غیر معمولی کامیابی کا ہونا یہ حضرت قبلہؓ کی برکت دعا سے تھا نہ کہ محض مسیح الملک مرحوم کی کوشش و سعی سے اب اُنھوں نے تعمیل فرمان کی اپنا مطب جاری کیا خدا نے کامیاب کر دیا۔ وقار و منزلت اور جائداد وغیرہ سب کچھ رحمت خداوندی سے حاصل ہوا۔ اور بفضلہ آج سنہ ۱۳۵۴ء

میں وہ ایک باوقار اور کامیاب طبیب ہیں۔

ایک جہاز تباہی سے بچا ازانجملہ یہ ہے کہ ۱۲؍ ذوالقعدہ کے عُرس شریف میں ایک شخص نے برسرِ مجمع عام عرض کیا "میں جہاز پر سفر کررہا تھا کہ ایک روز یکایک جہاز میں ایک ہل چل برپا ہوگئی۔ اور افراتفری پھیلنے لگی۔ جہاز کے سارنگ نے آکر مجھ سے کہا اُٹھو کہ اس وقت جہاز خطرہ میں ہے (اگر جہاز کو خطرہ پیش آئے تو ملازمین جہاز مسافروں کو خبردار کردیتے ہیں کہ بُرا وقت اگر آجائے تو اپنی جان بچانے کی تیاری اور کوشش کرسکیں) چونکہ مجھے اشخاص مذہبی کی صورت اور وضع میں دیکھا شاید اسی لئے سارنگ نے خصوصیت کے ساتھ پہلے مجھ سے جہاز کے خطرہ میں ہونے کا اظہار کیا۔ حالت دیکھکر میں بھی گھبرا گیا اور کچھ نہ سوجھا، سارنگ سے اتنا کہا کہ مجھے ایک علیحدہ کمرہ بتادیجئے اُس نے ایک کمرہ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ اس میں جاسکتے ہیں۔ میں اس کمرہ کے دروازہ کو بند کرکے ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوگیا کہ جہاز کو اگر ڈوبنا ہے تو یادِ الٰہی کے ساتھ میرا خاتمہ ہو، اور میں نے حضرت پیر و مرشد کا تصور کیا۔ دورانِ مشغولی میں مجھ پر ایک بیخودی اور غنودگی طاری ہوئی۔ اس حالت میں دربار شریف کے ایک درویش کو دیکھا کہ وہ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ "مت گھبراؤ امداد کو حضرت قبلہ تشریف لا رہے ہیں۔" پھر افاقت ہوئی اور حالت بیخودی سے میں ہوش میں آگیا اور جی کو اطمینان ہوگیا کہ مدد اللہ کی طرف سے آگئی۔ انشاء اللہ جہاز خطرہ سے پار ہوجائے گا اور میں نے سارنگ سے جاکر کہدیا کہ اطمینان رہے بفضلِ الٰہی سے جہاز سلامت رہیگا۔ یہ کہکر میں پھر اُسی کمرہ میں چلا آیا تھوڑی دیر گذری تھی کہ سارنگ نہایت شاداں و فرحاں میرے پاس آیا اور کہا "مولانا صاحب مبارک ہو اب جہاز خطرہ سے باہر ہے کسی طرح کا اندیشہ نہیں رہا اور ہم سب محفوظ ہیں!!" چونکہ میرے کہنے کے موافق ظہور ہوا اور جہاز اور اہل جہاز سب کی سلامتی رہی اس لئے سارنگ کو مجھ سے ایک گونہ اعتقاد ہوگیا۔ اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے پہلے سے کیونکر جان لیا تھا کہ جہاز محفوظ رہیگا۔ میں نے واقعہ جو غنودگی میں مجھ پر گذرا تھا بیان کیا اُس نے دوسروں سے جاکر کہا پس ملازمین جہاز اور دوسرے لوگوں نے حضرت قبلہؒ کا محبت و عقیدت کے ساتھ چرچا کیا کہ فلاں مقام میں ایسے بزرگ کا ظہور ہوا ہے جو غریبوں اور بیکسوں اور مصیبت زدوں کو بفضلہ تعالےٰ تباہی و بربادی سے بچاتے ہیں اور اُن کے ایک مرید اسی جہاز پر سفر کررہے ہیں جنھوں نے خطرہ کے وقت سلامتی جہاز کی بشارت دی تھی اور وہ لوگ مجھ سے بیحد محبت کرنے لگے!"

ڈاکوؤں کے حملہ سے خلاصی ازانجملہ یہ ہے کہ ایک شخص مسمی علی میاں ساکن سہنا کانیا کا بیان ہے کہ "میں دھان کاٹنے کی محنت و مزدوری کرنے کی غرض سے اکیاب (برھما) میں گیا ہوا تھا۔ اور ایک روز بستی کی طرف دھان (چاول) لئے ہوئے چلا آرہا تھا کہ جنگل بیابان میں مجھے دو مغ (برہمی ڈاکو) مل گئے۔ ایک کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں دَاو (وہ دھاردار آلہ جس سے لکڑیاں وغیرہ کاٹتے ہیں) یہ ڈاکو میرے پیچھے لگے کہ جو کچھ میرے پاس ہے اُسے لُوٹ لیں

اور اگر میں مزاحمت یا مقابلہ کروں تو مجھے قتل کر ڈالیں، یہ بات مجھے ان کی باہمی گفتگو سے معلوم ہوئی، میں ان کی بولی سمجھتا تھا کیونکہ میرا ایک مدت سے اس طرف آنا جانا تھا۔ اس وقت میں بالکل اکیلا تھا، دور تک نہ آدم نہ آدم زاد، بس یہ دو قوی اور زبردست ڈاکو تھے اور ایک میں بیکس و تنہا تھا زندگی سے مایوس ہو کر میں نے اپنے حضرت رضؓ کو یاد کیا اور دل میں کہا کہ اللہ نے اس خطرے سے نجات بخشی تو میں پانوں کی دو ڈھولیاں حضرت رضؓ کی خدمت میں نذر پیش کرونگا۔ یہ نذر کرکے میں امیدوار امداد ہوا۔ اور اب یہ دیکھا کہ دونوں ڈاکو کچھ دیر تو میرے پیچھے پیچھے چلے، اس کے بعد یکایک دوڑ کر آئے اور میرے پاؤں پر گرے اور اپنے خراب ارادہ کی مجھ سے معافی مانگی اور کہا کہ ہمارا ارادہ تمھیں لوٹ لینے اور قتل کر دینے کا تھا۔ مگر اب ہم اس ارادہ سے دست بردار ہوئے تم ہمیں معاف کرنا شاید تم جادو جانتے ہو جس وقت ہم ارادہ کرتے کہ تمھارے اوپر حملہ کریں ہمیں آنکھوں سے دکھائی دینا موقوف ہو جاتا تھا اور جب اس ارادہ سے درگذر کرنے کا خیال کرتے ہماری آنکھوں میں روشنی آجاتی تھی، اس بات چیت کے بعد وہ اپنے راستہ پر ہو لئے اور میں نے اپنی بستی کی راہ لی، خدا نے ان ڈاکوؤں کے شر سے میرے جان و مال کو بچایا خیریت کے ساتھ جب میں اپنے وطن میں آ گیا تو پانوں کی دو ڈھولیاں اور کچھ چھالیا حضرت قبلہؓ کی خدمت میں نذر گذرانی، آپؓ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا "کیا تم ڈر گئے تھے تمھیں جو دکھ پہنچائے گا خراب ہو گا مت ڈرا کرو"

حفاظت مقام ہولناک میں | از انجملہ یہ ہے کہ امیر علی درویش شہر چاٹگام سے پیدل چلکر اجمیر شریف حاضر ہوئے اس سفر میں انھیں ایک بار ایسی سنسان اور غیر آباد مسجد میں شب باش ہونا پڑا جس مسجد کی نسبت مشہور تھا کہ یہاں رات کو کوئی رہ نہیں سکتا، مگر امیر علی ناواقف تھے اسی مسجد میں اس رات ٹھکانا نظر آیا اس لئے رک گئے۔ تھوڑی رات گذرنے پر ایسا معلوم ہوا گویا ایک زلزلہ آ گیا تمام در و دیوار لرزنے لگے، اور فرطِ خوف سے ان کا کلیجہ کپکپانے لگا اس حالت میں بے اختیارانہ انھوں نے حضرت قبلہؓ کو پکارا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ دادا حضرت قبلہؓ اور ہمارے حضرت قبلہؓ دونوں تشریف لائے۔ اور فرماتے ہیں "امیر علی مت ڈرو۔ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ اور ہم یہاں موجود ہیں!" یہ دیکھکر امیر علی کا خوف جاتا رہا۔ اور اس مسجد میں تمام رات خوب گہری نیند سوئے کہ بہت تھکے ماندے تھے اور خیریت سے صبح کی تو معلوم ہوا کہ اس مسجد میں تو رات کوئی گذار نہیں سکتا۔

سنگین فوجداری ملزم رہا ہوا | ایک روز دوپہر کا واقعہ ہے کہ حسب معمول آپؓ حجرہ شریف میں قیلولہ فرما رہے تھے اور آرام خاص میں تھے کہ بودھ مذہب والوں کی ایک پارٹی خانقاہ شریف میں آئی، اس جماعت کے ایک شخص نے پوچھا کہ "بابا کہاں ہیں؟" لوگوں نے جواب دیا کہ آپؓ آرام خاص میں ہیں، تھوڑی دیر کے بعد حجرہ شریف سے باہر تشریف لائیں گے۔ یہ لوگ شہر (چاٹگام) جانے والے تھے۔ جہاں ایک برادر بودھ کے اکلوتے لڑکے پر سنگین فوجداری مقدمہ تھا، اور اگلے دن حکم سنانے کی تاریخ تھی، یہ لوگ زیادہ دیر اس وجہ سے ٹھہر نہ سکتے تھے کہ

سفر دریا کا تھا کشتیاں جوار بھاٹے (مد و جزر) کے حساب سے چلا کرتی ہیں اور کشتیوں کی روانگی کا وقت خاتمہ
پر آن لگا تھا بہت مایوس اور دل گرفتہ ہو گئے۔ ان میں ایک بوڑھا شخص (غالباً پھنگی یعنی بودھ ازم کا درویش)
بھی تھا۔ اس نے کہا "بابا تو سب کی فریاد سنتے ہیں خواہ پاس سے کہیجائے یا دور سے! جس چوکی پر کہ بابا ہر روز
بیٹھا کرتے ہیں آؤ اس چوکی کے پاس چلیں اور اپنے بے گناہ لڑکے کے لئے فریاد کریں کہ بابا ہمارے بچہ کی جان بچا لو
اور اس کے بعد یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ اتنا ہی کافی ہے"۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، اور حضرت قبلہؒ کی
نشستگاہ کے روبرو جا کر کھڑے ہو گئے اور ہاتھ جوڑ کر کہا "بابا! ہمارے بچے کو مصیبت سے بچالو اور اس کی جان
بخشی کرا دو"۔ یہ کام کر چکے تو پھر یہ سب دریا کے گھاٹ کی طرف چل پڑے، گھاٹ پر پہنچے تو دیکھا کہ کشتیاں جا چکیں
نہایت پریشان ہوئے کہ اب شہر کیونکر پہنچیں۔ لیکن تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ایک بڑی کشتی خالی آگئی یہ اس میں
سوار ہوئے اور وقت پر شہر پہنچ گئے، عدالت نے اسی دن حکم لکھا اور سنایا کہ ملزم بری کیا گیا ؎

ہے درِ شاہِ جہانگیرؒ آج ایدل دہر میں　　بے ٹھکانوں کا ٹھکانا اس کو بھولیں کس طرح

جیل کے ایک ملزم کی رہائی

اَزانجملہ یہ ہے کہ کاکش بابازار (بنگال) کے ایک وکیل کا محرر جعل کے مقدمہ میں ماخوذ ہوا مقدمہ چلا
جس وکیل کا یہ شخص ملازم تھا اس مقدمہ میں وہ بھی مخالف ہو گیا تھا۔ خدمت مبارک میں آکر اس نے بہت گریہ وزاری کی
اور کہا میں بے قصور ہوں، لیکن اس کا بے قصور ہونا آپؒ نے باور نہیں فرمایا۔ اور یہ ارشاد ہوا "انسان سے اگر
قصور ہو جائے تو لازم ہے کہ صدق دل سے توبہ کرے خدا سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے سو وہ غفور رحیم ہے نہ کہ
جھوٹ بولے"۔ وہ نہایت پشیمان اور بیقرار ہوا، اور رو رو کر کہا میں حضور کے سامنے بارگاہ الٰہی میں توبہ کرتا ہوں
آئندہ ہرگز ایسی خطا نہ ہوگی۔ بہت غریب ہوں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر سزا ہو گئی تو برباد ہو جاؤں گا۔ آپؒ نے
اس پر رحم فرمایا۔ اور اس کے حق میں دعا کی اور فرمایا کوئی ہوشیار وکیل کر لینا جو عدالت میں مقدمہ کی خاطر خواہ پیروی
کرے" اس نے ایسا ہی کیا اور آپؒ کے روبرو اپنی توبہ اور صدق نیت اور سب سے بڑھکر آپؒ کی دعا کی برکت سے رہا ہو گیا

موت کے وقت امداد

اَزانجملہ یہ ہے کہ نواب حسین علی صاحب نے بیان کیا کہ "میں نے اپنے دوست حافظ محمود صاحب
سے کہا کہ ہمارے حضرتؒ اس وقت بنارس میں تشریف رکھتے ہیں بہتر ہے کہ آپ بھی داخل سلسلۂ خیر اور مرید ہو جائیں اور
پھر ہمارا آپ کا دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی ساتھ ہو جائے، حافظ محمود نے کہا مرید ہونے میں یہی تو ہوگا کہ حضرت صاحب
دعا، درود اور وظیفہ تعلیم کر دینگے کہ پڑھا کرو۔ یہ سب کچھ تو میں پہلے ہی جانتا ہوں (حافظ قرآن ہوں) اس کے علاوہ
کتابوں میں سب کچھ موجود ہے، پھر مرید ہونا کیا، اور مرید ہونے کا کیا فائدہ؟ نواب صاحب نے خیال کیا کہ ذوقِ
خدا پرستی نہیں ہے، صرف دنیاوی سمجھ رکھتے ہیں لہذا حجت بازی بیکار ہے خاموش ہو گئے، مگر نواب صاحب کو حافظ
محمود سے ہمدردی تھی۔ بغرض استمداد و ترحم یہ واقعہ عرض کر دیا کہ میں نے یہ کہا تھا جس کا حافظ صاحب نے جواب دیا کہ مرید

ہونے کا کیا فائدہ ہے اس عرض کرنے سے مقصود یہ تھا کہ شاید کشش و تصرف کی بدولت حافظ صاحب کو ہدایت و فلاح نصیب ہو جائے۔ سن کر آپؒ نے فرمایا یہ نواب صاحب حافظ محمود سے کہہ دینا کہ پیر کیا چیز ہے اور مرید ہونے کا کیا فائدہ ہے (اگر زندگی میں معلوم نہ ہو تو) یہ مرنے کے وقت معلوم ہو جائیگا۔" حافظ محمود کو باؤ گولہ کے درد کا ایک دورہ ہوا کرتا تھا جس دورہ سے گویا مر کر نجات حاصل ہوتی تھی، اب جو دورہ پڑا تو نواب صاحب نے مشورہ دیا کہ ہمارے حضرتؒ کی خدمت میں جائیے اور دعا کی التجا کیجئے انشاء اللہ اس مرضِ جانکاہ سے آپ کو نجات نصیب ہوگی مرتا کیا نہ کرتا حافظ محمود اس پر رضامند ہو گئے اور آپؒ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، آپؒ کا دستور یہ تھا کہ اپنا قدم مبارک اکثر مریضوں کے پیٹ پر رکھ دیا کرتے تھے۔ حافظ محمود حاضر ہوئے تو آپؒ نے چند منٹ کے لیے اُن کے پیٹ پر بھی قدم رکھا اور دُعا فرمائی حافظ محمود کا بیان تھا کہ جس وقت آپؒ نے اپنا پائے مبارک میرے پیٹ پر رکھا ایسا معلوم ہوا کہ میرا پیٹ تنور کی طرح ایک آتشکدہ ہو گیا درد اُسی وقت جاتا رہا۔ اور پھر عمر بھر یہ مرض ان کو نہیں ہوا۔ چونکہ ایسے سخت آزار سے آپؒ کی دعا سے خدا نے نجات نصیب کی تھی خدمت اقدس میں آنے جانے لگے جس کا یہ فائدہ حاصل ہوا کہ دو چار روز بعد از خود آرزوئے بیعت ظاہر کی اور آپؒ کے مرید ہو گئے اس کے بعد اپنے دُنیوی کاروبار میں لگ گئے۔ زیادہ صحبت میسر نہ آئی اور مرید ہونے کے کئی سال بعد تک زندہ رہے، آخر وقت موعود آن پہنچا، اور مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ نواب حسین علی صاحب کو بلایا۔ چونکہ نواب صاحب ان کے نہایت ہمدرد تھے معالجہ اور تیمارداری میں سعی بلیغ کرتے رہے مگر افاقہ نہ ہوا۔ اتنے کمزور ہو گئے کہ بغیر دوسروں کے سہارے کے کروٹ نہ بدل سکتے تھے۔ جب آخری وقت آیا اور قریب تھا کہ روح پرواز کر جائے جو دفعتہً ہوش میں آئے اور جو لوگ کہ آس پاس تھے اُن سے مخاطب ہوئے کہ ہٹ جاؤ جگہ چھوڑ دو حضرت رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ہمارے حضرت پیر و مرشدؒ تشریف لا رہے ہیں!" اور یکایک ایسی قوت آ گئی اور ایسا جوش پیدا ہو گیا کہ بے سہارے خود ہی پلنگ پر اُٹھ کر بیٹھ گئے اور دونوں ہاتھ پھیلا کر بولے "آیئے آیئے!" اور پھر لیٹ گئے اور حاضرین سے کہا میرے کلمے کے گواہ رہنا اور کلمۂ طیبہ پڑھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ایک چشم زدن اور آن واحد میں روح پرواز کر گئی۔ اس موقع کے حاضرین کا بیان ہے کہ حافظ محمود صاحب نے دونوں ہاتھ پھیلا کر جس وقت یہ الفاظ کہے کہ "آیئے آیئے" اُس وقت تمام مکان یکایک خوشبو سے معطر ہو گیا اور ایسی خوشبوئے روح پرور گھر بھر میں پھیلی جسے ہر ایک نے محسوس کیا اور کہا کہ ایسی خوشبوئے جان نواز کب کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

حافظ محمود کی عاقبت محمود اور خاتمہ بخیر ہونے کا یہ واقعہ دیکھ لیا تو اس وقت نواب صاحب اور دوسرے لوگ حضرت قبلہؒ کے اس ارشاد کا مطلب سمجھے کہ "پیر کیا چیز ہے؟ یہ مرنے کے وقت معلوم ہو جائے گا۔" اور اب کھلا کہ

حضرت پیر و مرشد رضؓ کی نظر توجہ اور برکت دعا سے مُرید کو وقت مرگ یوں زیارت حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور آپؓ کی زیارت وحضوری کی بدولت حُسن خاتمہ باقرار کلمہ طیبہ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ نصیب ہوتا ہے۔

مُریدوں کا حسن خاتمہ ازانجملہ یہ ہے کہ آپؓ کے مُرید خواجہ رحمت اللہ صاحب کا انتقال ہوا تو بستر مرگ پر اُن کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ خواجہ صاحب نہایت کمزور و ناتوان ہو چکے تھے، اپنے آپ کروٹ کا بدلنا دشوار تھا یکایک ایسی قوت عود کر آئی کہ خود بخود اٹھکر بیٹھ گئے اور جس طرح کہ کسی آنے والے کا خیر مقدم کرتے ہیں اس طرح کہا آیئے آیئے۔ لوگو! حضرتؓ تشریف لائے۔ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ" لفظ اللہ دُنیا میں ان کا آخری لفظ تھا۔ یہ لفظ پاک زبان سے ادا کیا اور روح نے جسم سے مفارقت کی۔

موت کی بیہوشی دستخط کرنے سے انکار ازانجملہ یہ ہے کہ مارہرہ میں پیارے میاں مرحوم کا عالمگیر انفلوائنزا کی بیماری میں انتقال ہوا تو اُن پر یہ ماجرا گذرا کہ مرنے کے وقت بالکل بیہوش تھے اور موت کے پسینے آرہے تھے یکایک بولے۔ "چلا جا، چلا جا، میں ہرگز دستخط نہیں کرنے کا" اس کے بعد کلمہ طیبہ پڑھا اور دُنیا سے رخصت ہوئے، یہ نوجوان عقیدتمندان دربار شریف سے تھا۔

استداد وقت موت عظیم الشان چیز ہے غرض آپؓ کے مریدوں کی موت کے ایسے بیشمار واقعات ہیں کہ آخر وقت میں اُن کی سلامتی ایمان کے لئے ہمارے حضرتؓ کے تصرفات باطنی اور آپؓ کی توجہ و برکت دعا سے تائید غیبی کا ظہور ہوا۔ اور رحمت ربانی اور تائید آسمانی نے موت کی سخت ترین گھاٹی سے بہ سلامتی دین وایمان پارلگا دیا جو لوگ کہ آپؓ کی ذات مقدس اور اس سلسلہ عالیہ سے شرف انتساب رکھتے ہیں اُن کے لئے یہ بہت بڑی اور نہایت عظیم الشان بشارت ہے اور یہ وہ بشارت وصداقت ہے کہ جسے حضرت غوث الثقلینؓ نے اپنے متوسلین سلسلہ کے لئے مختص فرمایا۔

بشارت حضرت غوث الثقلینؓ اور یہ ارشاد فرمایا (قولہ) وعزۃ ربی، وجلالی، ان یدی علی مریدی، کالسماء علی الارض وان لم یکن مریدی جید فانا جید وعزۃ ربی وجلالہ لابرحت قدمای من بین یدی ربی حتیٰ ینطلق بی وبکم الی الجنۃ،

اشعار حضرت غوث اعظمؓ (وقولہ رضی اللہ عنہ رزقنا اللہ تعالے محبتہم واتباعہم)

مُریدی لک البشریٰ تکون علی الوفا + اذا کنت فی ضیق فتنجو بہمتی

مُریدی تمسک بی وکن بی واثقا + فاحمیک فی الدنیا ویوم القیامہ

انا لمریدی حافظ ما یخافہ + واحرسہ من کل شرٍ وبلیتہ

وکن یا مُریدی حافظاً لعہودنا + اکن حاضر المیزان یوم القیامۃ

ترجمہ اشعار (اے!) میرے مُرید اگر تو وفا پر قائم رہا تو تجھے بشارت ہے جب تو کسی تکلیف میں ہوگا تو میری ہمت

نجات یاب ہوگا۔ اے میرے مُرید میرے ساتھ تمسک کر (چنگل مار) اور مضبوط ہو جا۔ پس میں دُنیا میں بھی تیری حمایت وسرپرستی کروں گا اور قیامت کے دن بھی (تیری حمایت وشفاعت کروں گا) میں خوف کی حالت میں مرید کا محافظ ہوں، میں کل بلاؤں اور فسادوں سے اُس کی نگہداشت کرتا ہوں، اے مرید تو میرے وعدوں کی (جو تونے میرے ساتھ کئے ہیں) محافظت کر، قیامت کے دن میزان پر (جبکہ تیرے اعمال تولے جائیں گے) میں موجود رہوں گا (اور تیری مدد وحمایت خدا کے سامنے کرونگا)

سیّدنا حضرت فخر العارفین رضؓ کے بعض مراتب باطنی کا مشاہدہ

خصوصیات وتاثیرات جسم مبارک

شب کے وقت جسم مبارک کا علیحدہ علیحدہ نظر آنا ازانجملہ یہ ہے کہ آپؒ غازیپور میں تھے، اُس زمانہ کا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص جن کا مکان آپ کی قیامگاہ سے قریب ہی تھا، اکثر حاضر خدمت ہوا کرتے تھے، ایک دفعہ رات کے وقت ایسا خیال ہوا کہ صبح صادق ہوگئی۔ ارادہ کیا کہ اس نور ظہور کے وقت اُس چہرۂ صبح نورانی کا دیدار کریں۔ حقیقتاً یہ رات کا پچھلا پہر تھا اور صبح صادق اس وقت تک نمودار نہیں ہوئی تھی، چاندنی کھلی ہوئی تھی اور آپؒ کی فرودگاہ پر بھی سناٹے کا عالم تھا، انھوں نے حجرۂ مبارک کے دروازہ کو دھکیلا تو کواڑ کھل گئے چاند کی روشنی حجرہ میں پہنچی تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپؒ کا جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے، جسم مبارک کا ہر حصہ الگ الگ ہے اور ہر عضو سے آواز آرہی ہے "اللہ! اللہ!" یہ معاملہ دیکھکر وہ ہیبت زدہ اُلٹے قدموں پیچھے ہٹے اور چپ چاپ اپنے مکان میں چلے آئے نہایت خوف طاری ہوگیا کہ نہ معلوم یہ کیا حادثہ گذرا ہے، کسی پر اس وقت غیر میں میرا اس مقام میں آنا ظاہر ہوا تو کہیں اس کا مجھ سے مواخذہ نہ ہوجائے کہ تمھارا کیا کام تھا جو ایسے وقت میں تم گئے اس لئے چُپ سادھ لی اور تذکرہ اس بات کا کسی سے نہیں کیا۔ خدا خدا کرکے صبح ہوئی تفحصِ حال کی غرض سے ڈرتے ڈرتے ادھر آئے تو آپؒ کو زندہ وسلامت دیکھا۔ شکر خداوندی بجالائے اور آپؒ کی خدمت میں آکر بیٹھ گئے، آپؒ نے ان کے کچھ عرض کرنے سے پیشتر خود ہی ان کو پاس بلایا اور چپکے سے فرمایا "ہماری رازداری کرنا، راز فاش نہ کرنا تمھیں خیر و برکت نصیب ہوگی"!

دوسرا مشاہدہ اسی طرح کا دوسرا واقعہ، اُس زمانہ کا ہے جبکہ آپؒ نے بعد سفر حج وزیارات ملازمت غازیپور سے استعفاء دیدیا تھا اور وطن تشریف لے آئے تھے، چونکہ آپؒ خلوت و ریاضت کو نہایت پسند فرماتے تھے آپ کی

شب باشی کا حجرہ ہمیشہ علیحدہ رہا، ایک رات کا واقعہ ہے کہ آپؒ کی اہلیہ محترمہ کسی چیز کی تلاش کے لئے آپؒ کے کمرہ میں داخل ہوئیں، روشنی کی ڈبیہ ہاتھ میں تھی، کیا دیکھتی ہیں کہ جسم مبارک کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ہیں۔ سر الگ ہے دھڑ الگ ہے اور ہاتھ پاؤں الگ ہیں، اس منظر خوفناک سے ہوش جاتے رہے اُلٹے قدموں پیچھے ہٹیں اسی پریشان حالی میں کچھ ایسی آہٹ سی معلوم ہوئی کہ آپؒ کمرہ میں موجود ہیں اور بیدار ہیں۔ ہمت کرکے دوبارہ اندر گئیں تو دیکھا کہ آپؒ بفضلہ صحیح و سالم مع الخیر تشریف رکھتے ہیں، یہ حالات شریف وفات شریف سے سالہا سال پہلے کے ہیں حضرت کے انتہائی حالات مبارک کیا ہونگے یہ خدا ہی جانتا ہے فہم بشری کی کیا تاب و طاقت ہے جو عباد اللہ الصالحین کی مرتبہ شناس ہو، اور ذرہ بیمقدار کی کیا ہستی ہے کہ حقیقتِ آفتاب کو سمجھے ؎

مقامِ خواجہ برتر از گمان است + بروں از حدِ تقریر و بیان است

پھول کا برتن ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا | از انجملہ یہ ہے کہ ایک شخص پھول کے برتن میں پانی دم کرانے کو لایا۔ آپؒ کا دستور تھا کہ پیتل اور پھول کے برتن استعمال نہیں فرمایا کرتے تھے لہذا فرمایا "میں پھول اور پیتل کے برتن میں پانی دم نہیں کرتا ہوں پانی کسی اور برتن میں لایا جائے" اس شخص نے اصرار کیا کہ اسی گلاس کے پانی پر دم کردیجیے۔ آپؒ نے دوبارہ انکار فرمایا۔ مگر وہ نہ مانا۔ آخر آپؒ نے دم کردیا۔ لیکن اُسیوقت گلاس ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔

آپؒ کا جلوہ پتہ پتہ پر | از انجملہ یہ ہے کہ آپؒ کے ایک مُرید ساکن کالی پور بیان کرتے تھے کہ ایک روز انھیں اور انکے ساتھیوں کو معمول کے موافق ایسے ٹھیک وقت پر رخصت کا فرمان ہوگیا تھا کہ وہ سب بے اپنے گھروں پر سر شام پہنچ جاتے، یہ پہاڑی راستہ ہے نالوں، اور چشموں، اور نشیب و فراز کے مقاموں سے گذرنا پڑتا ہے، اور رات کو حشرات الارض اور درندوں کا خوف بھی رہا کرتا ہے، اس وجہ سے مسافر یہاں کا سفر دن ہی دن میں کیا کرتے ہیں، اور آپؒ کا دستور بھی یہی تھا کہ اس طرف کے لوگوں کو عموماً دوپہر کے کھانے کے یا ظہر کے بعد رخصت کردیا کرتے تھے، اس دن بھی رخصت کا فرمان ایسے ہی وقت پر صادر ہوا، مگر اس کے بعد بھی لوگوں سے کلام فرماتے رہے یہانتک کہ عصر کا وقت ہوگیا سلسلۂ کلام بعد عصر بھی جاری ہوا، حتیٰ کہ وقت مغرب قریب آگیا۔ اس وقت فرمایا "اچھا۔ اب آپ لوگ اسیوقت روانہ ہوجائیں دور جانا ہے"۔ اس آخری اور قطعی فرمان کے بعد لوگ بادل ناخواستہ چلے، خانقاہ شریف کے جا ہر چند فرلانگ راہ طے کی ہوگی کہ آفتاب غروب ہوگیا، ٹھہر گئے، اور نماز مغرب کے لئے جماعت کی، اسکے بعد آگے روانہ ہوئے، رات اندھیری تھی اور راستہ کٹھن اور دشوار ایک دوسرے کا سہارا لئے ہوئے چلتے رہے ایک پہاڑی نالہ آیا جسے دشواری سے طے کیا اور مقام نشیب سے سطح مرتفع پر آئے جو ایک مختصر سا میدان ہے اور جس میدان میں عالیشان درخت بھی سرو قد کھڑے ہیں اب رات کا خاصہ حصّہ گذر چکا تھا، یہ جماعت اس جگہ ذرا کی ذرا دم لینے ٹھہری تھی کہ یکبارگی گویا زمین و آسمان بدل گئے، اور سارا جہان یہ نظر آیا کہ بس نور ہی نور ہے، عرش زمین تک آسمان نور کا

اور درختوں کے پتہ پتہ پر دیکھا کہ ہمارے حضرتؒ جلوہ فرما ہیں۔ اور روشنی کا وہ عالم ہے کہ روشنی آفتاب وماہتاب اس کے سامنے ہیچ ہے۔ یہ خواب نہ تھا بیداری تھی، اور یہ دیکھنا ایک دو کا نہ تھا سب کا تھا، اور یہ مشاہدہ چشم باطن کا نہ تھا چشم ظاہر کا تھا۔ اس "جلوۂ دیدار" میں سب کے سب دیر تک محو وسرشار رہے کہ شب ظلمانی میں قدر کی رات کو پایا تھا۔ اور اسی سرور ومحویت میں تھے کہ یکایک نظارہ بدل گیا۔ اور اب جو دیکھتے ہیں تو وہی پہاڑ ہے اور وہی اندھیری رات! آگے روانہ ہوئے، آدھی رات باقی ہوگی کہ اپنے گھروں پر پہنچے اور نہایت شاداں وفرحاں کہ آج زندگی کی کیسی مبارک رات تھی، کاش! یہ قدر کی رات پھر نصیب ہو اور ظلمت شب سے خدا پھر صبح نورانی کا جلوہ دکھلائے ؎

شب قدرے چنیں عزیز وشریف + با تو تا روز خفتنم ہوس است

پیٹھ پر ہاتھ نہ رکھ سکے ازانجملہ یہ ہے کہ میاں محمد حسین نے بیان کیا۔ "گرمی کا موسم تھا اور کرتا جسم مبارک پر نہ تھا، میں سر پر تیل کی مالش کر رہا تھا۔ اس سے فارغ ہو کر چاہا کہ پشت پر بھی مالش کر دوں، مگر جوں ہی میرا ہاتھ آپؒ کی پشت مبارک سے مس ہوا جیسے جلتے توے پر ہاتھ پڑ گیا۔ فوراً ہی آپؒ نے فرمایا۔ "محمد حسین ٹھہر" چند سکنڈ گذر نے کے بعد فرمایا: "اچھا اب ہماری پیٹھ مالش کر سکتے ہو!" اب جو ہاتھ رکھا تو وہ گرمی، وہ حرارت نہ تھی، معمول کے موافق معتدل حرارت تھی۔

تاثیرِ دستِ مبارک ازانجملہ یہ ہے کہ ایک شخص کا بیان ہے۔ "مُرید ہونے سے پہلے حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضورؒ نے مجھ پر نہایت شفقت فرمائی، دورانِ گفتگو میں آپؒ نے داہنا کف دست میرے سینے اور مقام قلب کے بالمقابل اس طرح جیسے کہ آئینہ دکھاتے ہیں رکھا، کف دست مبارک کے میرے قلب کے مقابل ہوتے ہی میرا یہ حال ہوا کہ قلب میں گرمی اور حرارت اور طپش اس درجہ پیدا ہوئی گویا ایک آگ بھڑک اُٹھی اور تمام سینہ میں جلن اور سوزش محسوس ہونے لگی۔ دریافت فرمایا تمھیں کیا معلوم ہوتا ہے؟ عرض کیا دل میں نہایت گرمی اور حرارت معلوم ہوتی ہے! فرمایا: "ہم تمھارے لئے دُعا کرتے ہیں"! اور دست مبارک ہٹا لیا۔

آپ کو تہجد کے وقت دو جگہ دیکھا ازانجملہ یہ ہے کہ ایک درویش محمد صدیق نے کہا کہ "ایک بار میں نے دادا حضرت قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر بارگاہ الٰہی میں آپؒ کی عزت وجاہ کا واسطہ دیا اور التجا کی کہ میرے ازدیادِ اعتقاد ویقین کے لئے دین برحق کی کوئی شان خاص مجھ پر ظاہر ومنکشف فرمائی جائے اس کے بعد رات کو میں اپنے حجرہ میں آکر سو رہا، رات کے پچھلے حصہ میں یکایک میری آنکھ کھل گئی، ایک گرمی حرارت سی محسوس ہوئی، جی گھبرایا، اور میں بستر سے اُٹھ کر حجرہ سے باہر نکل آیا، اور ہوا کھانے کے لئے چھوٹے تالاب پر کے کھڑا ہو گیا میری پیٹھ خانقاہ شریف کی طرف تھی اور مُنھ تالاب کی طرف تھا، چاندنی رات تھی دفعتہً پیچھے سے ایسی خوشبو آئی جیسے

کسی عطر کا قرابہ کھل گیا اور بہت سا عطر میرے سر پر انڈیل دیا گیا۔ مُڑ کر دیکھا تو کیا نظر آیا کہ حضرتؒ تشریف لا رہے ہیں، ایک ہاتھ میں کھڑاؤں ہے اور دوسرے ہاتھ میں لوٹا۔ خیال یہ ہوا کہ تہجد کا وقت ہے تالاب پر وضو فرما کر کھڑاؤں پہن لیں گے اور لوٹے کو پانی سے بھر کے (جیسے کہ اکثر آپؒ کیا کرتے تھے) آپؒ حجرۂ شریف میں تشریف لے جائیں گے اس وقت میں راستہ میں کھڑا ہوں لہذا ادباً مجھے ہٹ جانا چاہیے، پس میں راستہ چھوڑ کر ایک سمت کھڑا ہو گیا، مگر آپؒ آگے نہیں بڑھے وہیں ٹھہر گئے، اور فرمایا "میاں صدیق ہم ہو۔ اچھا ہو ہم جاتے ہیں!" ادب سے میں نے نگاہ نیچی کی۔ اور لمحہ کے وقفہ سے نظر اٹھا کر جو دیکھا تو آپؒ نہ تھے، متحیر ہوا۔ مگر سمجھا کہ شاید خانقاہ کے اندر تشریف لے گئے ہوں لیکن دروازہ کو جا کر دیکھا تو معمول کے موافق اُسے بند پایا پھر اپنے حجرہ میں گیا اور اندرونی راستہ سے حجرۂ مبارک پر پہنچا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حجرہ کا دروازہ بھی بند تھا، دروازہ پر کان لگائے اور سُنا تو معلوم ہوا کہ آپؒ حجرۂ شریف میں استراحت فرما ہیں، بات اب سمجھ میں آئی کہ یہ تو میری دُعا قبول فرمائی گئی ہے اور قدرت کاملہ الہیٰہ نے حضرت قبلہؒ کی ایک شان خاص "مجھ پر منکشف کی ہے کہ جس لمحہ آپؒ حجرہ میں تھے اُسی لمحہ باہر بھی تھے۔ ادھر حجرہ میں آرام فرما رہے ہیں اُدھر میدان میں مجھ سے ملاقات اور کلام فرما رہے ہیں، اور یہ دونوں حالتیں آن واحد میں! اَب حضرت سرور کائنات فخر موجودات علیہ التحیۃ والتسلیمات کی شان ارفع و اعلیٰ پر ایمان یقین ازراہ عین الیقین مجھے نصیب ہوا کہ جب آپؐ کی اُمت کے اولیائے کاملین اور نادر الوجود محبوبین کی یہ شان ہے کہ خالق سے راز و نیاز بھی ہے اور مخلوق سے کلام و ملاقات بھی اور یہ سب کچھ وقتِ واحد میں تو خود حضور صلعم کی کیا شان ہوگی ؎

ادہر مخلوق میں شامل اُدہر اللہ سے واصل ‏ ‏ خواص اُس برزخِ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

دیکھنے کی تاب نہیں | از انجملہ یہ ہے کہ آپؒ کے ایک مُرید خدمت مبارک میں نگاہ نیچی کئے حاضر تھے اور چہرۂ مبارک کی زیارت سے فرحت و سرور حاصل کر رہے تھے کہ چہرۂ مبارک یکبارگی ایسا نظر آیا گویا آفتاب عالمتاب پردۂ مشرق سے نکل آیا، چہرۂ انور پر نگاہ نہ ٹھہر سکی، ذرا دیر کے بعد پھر جو نظر اُٹھائی اور دیکھا تو پھر وہی نظارہ تھا جسے دیکھنے کی تاب نہ تھی نظر جھک گئی اِس کے بعد پھر یہی دیکھا کہ آفتاب سامنے ہے ؎

تمہارے حسن کی تصویر کوئی کیا کھینچے ‏ ‏ نظر ٹھہرتی نہیں عارضِ منور پر،

تابِ نظارہ کسے جلوہ جو دیکھے اُن کا ‏ ‏ ؎ بجلیاں کوندتی ہیں جب لبِ بام آتے ہیں

نواب صاحب نے کیا دیکھا؟ | اپنا ایک ایسا ہی مشاہدہ نواب حیدر علی خاں صاحب رئیس کروٹیہ (مہین سنگھ) نے بیان کیا کہ میں خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ چہرۂ مبارک مثل آفتاب روشن اور درخشاں، منور و تاباں نظر آیا اور یہ کیفیت کہ نگاہ نہ ٹھہرتی تھی ؎

تمہارے روئے منور کی کیا کھنچے تصویر
نہیں ہے دخل نظر کا جمال انور پر

نعرہ کا اثر

ازانجملہ یہ ہے کہ آپؒ ایک بار بعد مغرب اپنے حجرہ میں مراقب تھے کہ حالت مشغولی میں یکایک ایک نعرہ فرمایا جس کے اثر سے یہ محسوس ہوا کہ زمین میں زلزلہ آگیا۔ برآمدہ میں بانس کا کھمبا تھا اور بانس کی جعفری (ٹٹی) بھی، ان کے بندھن کھل گئے، اور ٹٹی کے بانس اُدھڑ جا پڑے۔ اور جو لوگ کہ اُس وقت حاضر تھے ان کے قلوب میں ایک زلزلہ اور طوفان کی کیفیت برپا ہوگئی، خدا ہی جانتا ہے کہ حضورؒ کا یہ نعرہ کس مقام سے تھا

قوت جبرئیلؑ از مطبخ نہ بود
بود از دیدار خلاق وجود

نماز تہجد کے لئے کئی برس تک بیدار فرمایا

ازانجملہ یہ ہے کہ آپؒ کے ایک مُرید نے بیان فرمایا کہ مجھے حضرت قبلہؒ نے ترکیب نماز تہجد تعلیم فرمائی تو میں نے یہ عرض کی کہ بندہ پر نیند کا غلبہ رہا کرتا ہے، اگر تہجد کی نماز کے لئے جگا دیا جاؤں تو بہتر ہے۔ آپؒ نے مجھے نگاہ ترحم سے دیکھا اور خاموش ہوگئے۔ کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ اس کے بعد جب میں خدمت مبارک سے رخصت ہوکر اپنے مکان پہنچا تو پہلی رات میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضورؒ بنفس نفیس تشریف لائے اور یہ معلوم ہوا کہ آپؒ میرے سرہانے کھڑے ہیں اور جس طرح کوئی سونے والوں کو جگائے۔ اور بیدار کرے۔ اس طرح آپؒ مجھے بیدار اور ہوشیار فرما رہے ہیں، میں آپؒ کی آواز بھی سُن رہا ہوں، اور آنکھوں سے شرف دیدار بھی حاصل کر رہا ہوں جس دیدار کی کیفیت احاطۂ تقریر و تحریر سے بالاتر ہے۔ پس میں نیند سے بیدار ہوا دیکھا تو وقت تہجد تھا، وضو کیا اور نماز ادا کی۔ اس رات سے یہ معمول ہوگیا کہ میں ہر شب وقت تہجد بیدار کیا جاتا اور مشرف بہ دیدار ہوتا، اور بستر کو چھوڑ کر نماز ادا کرتا (حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں) ؎

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست
دستِ اُو جز قبضۂ اللہ نیست

رحمتِ خداوندی کا یہ معاملہ میرے ساتھ عرصہ تک برابر جاری رہا۔ ایک شب کا واقعہ ہے کہ سفر کی وجہ سے مجھ میں نہایت تکان اور خستگی آگئی تھی، حسب معمول اس رات بھی میں جگایا گیا، مگر جسمانی خستگی کے اثر سے گہری نیند غالب ہوگئی اور سو رہا۔ دوبارہ پھر جگایا گیا مگر بستر نہ چھوڑا۔ لیٹا رہا کہ اب اُٹھتا ہوں، اسی میں غفلت آئی اور سو گیا، تیسری بار پھر مجھے بیدار فرمایا گیا۔ مگر اُٹھ نہ سکا اور سو گیا۔ یہانتک کہ صبح ہوگئی، اس کے بعد پھر نہیں جگایا گیا اور یہ معاملہ موقوف ہوا۔ وہ اپنا خیال ظاہر کرتے تھے کہ جگانا اس لئے بند کیا گیا کہ میں نے نعمت کی قدر نہ کی۔ آپؒ نے تین بار جگایا پھر بھی بستر سے نہ اُٹھا نعمت اُسے نہیں ملتی ہے جو نعمت کی ناسپاسی و بےقدری کرے

صرف چھونے سے ذوق و کیف ہوا از انجملہ یہ ہے کہ آپؒ کی خدمت میں مظفر پور کے محمد حسین صاحب نے عرض کیا کہ مجھے کبھی وجد اور کیف سماع میں پیدا نہیں ہوتا اور اس کی بہت آرزو ہے۔ آپؒ نے فرمایا: "قریب آؤ اور ہمیں چھو لو!" انھوں نے آپؒ کا دستِ حق پرست اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ آپؒ نے فرمایا: "جاؤ! اب ذوق سماع نصیب ہوگا۔" وہ چلے گئے اور کامیاب مقصود ہوئے، اُس وقت سے اُن پر سماع میں وجد اور حال وارد ہونے لگا۔

حال سلب ہوگیا از انجملہ یہ ہے کہ ایک شخص صاحب کیف و حال تھے، وہ ایک تقریب میں شریک ہوئے جہاں طوائف کا گانا تھا ہمارے حضرت ایسے گانے کو جائز نہیں رکھتے، مگر اس کے باوجود انھوں نے ایسا گانا سُنا۔ اس گانے میں اُن پر رقت اور بیخودی اور کیف و وجد کی حالت طاری ہوئی، محفل میں اوباش وضع کے نوجوان زیادہ تھے پس اپنے حال بے محل پر خود انھیں نفرت و شرمندگی ہوئی اور خیال کیا کہ اس حال سے آج نظر اہل مجلس میں میری سُبکی ہوئی۔ لیکن انھیں اس مجلس خلاف شریعت و طریقت ممنوع و ناجائز کی شرکت پر پشیمان ہونا اور اپنے نفس کو ملامت کرنا تھا۔ یہ کہ اپنے حال پر جو فی نفسہٖ شے محمود ہے متاسف اور شرمندہ ہوتے یعنی نہ اس ممنوع مجلس میں شرکت کرتے نہ ایسی نوبت آتی۔ کسی نے یہ واقعہ آپؒ کی خدمت میں عرض کر دیا۔ آپؒ نے فرمایا "حال سے جو شخص نفرت کرے گا اُسے حال کیوں آئے گا؟" اُس روز سے اُن کی حالت سلب ہوگئی، اور مجالس خلاف شرع کا کیا مذکور، اس دن کے بعد سے درویشوں کی باشرائط و پاک مجالس یادِ الٰہی میں بھی اُن پر کبھی حال وارد نہیں ہوا۔

طوائف کا گانا ناجائز ہے ہمارے حضرت قبلہؒ نے مسئلہ سماع میں جو مبسوط کتاب عربی زبان میں تحریر فرمائی اور غازی پور سے شائع ہوئی اس میں جائز و مباح مکروہ اور حرام، تمام اقسامِ سماع کے متعلق آپؒ نے ایک قول فیصل ارشاد فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایسا سماع بیشک ممنوع و ناجائز ہے،

انشراح باطن نصیب ہوا از انجملہ یہ ہے کہ ایک مولوی صاحب ساکن مراد آباد (ضلع چاٹگام) نے بیان کیا کہ مرید ہونے کے بعد ذکر و اذکار اور وظیفہ وغیرہ میں بہت مشغول رہا مگر کچھ ذوق و شوق اور کچھ کشود کار معلوم نہ ہوتا۔ ایک دن آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حالت کو عرض کیا۔ آپؒ نے فرمایا "اچھا جاؤ! ہم نے دُعا کی۔" پس اُسی روز سے انشراح صدر شروع ہوا۔ اور میری مراد و آرزو کا، اور رحمت خداوندی کا فتح باب ہوگیا، اور حلاوت عبادت اور ذوق و شوق سب کچھ نصیب ہونے لگا۔

کشود کار از انجملہ یہ ہے کہ ایک صاحب جو نیک خصلت و عبادت گذار تھے، اور ایک دوسرے بزرگ سے ارادت و عقیدت رکھتے تھے اور ان بزرگ سے خلافت یافتہ بھی تھے وہ راہ خدا میں ہمارے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب خدا ہوئے، آپؒ نے توجہ تعلیم فرمائی۔ اور آپؒ کی برکت آپؒ کے تصرف سے وہ عالی مرتبہ ہوئے اپنا واقعہ اس طرح بیان کرتے تھے کہ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے بھی نماز روزہ، ذکر و اذکار اور وظیفہ ہمیشہ

پڑھتا رہا۔ مگر کچھ کشود کار نہ ہوا۔ مگر آپؓ کی تعلیم وارشاد کے بعد تو کچھ اور ہی بات پیدا ہو گئی جو میرے وہم و گمان سے بالاتر تھی (حلاوتِ عبادت اور مشاہدہ و مکاشفہ سب کچھ ہونے لگا)

الہامات سیدنا حضرت فخرالعارفینؓ

واضح ہو کہ ہمارے حضرت قبلہؓ کا دستور شریف کھلے طریقہ سے "کشف" "مشاہدہ" اور "الہام" کے الفاظ استعمال کرنے کا نہ تھا۔ بلکہ عادت مبارک ہمیشہ سے یہی تھی کہ غیبی امور و معاملات جو کشف، یا الہام سے آپؓ پر ظاہر ہوتے اُن کا اظہار آپؓ اکثر اس طرح فرمایا کرتے تھے۔ "ہمیں ایسا معلوم ہوا ہے" "ہم سے ایسا کہا" "ہمارے دل میں کہا" "کان میں کہا" وغیرہ وغیرہ۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کے چار خُلفاء چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سیرالاولیا میں درباب خلافت، حضرت محبوب الٰہیؒ کا جو ارشاد ہے کہ آپؒ نے فرمایا "ہم نے بہت لوگوں کو خرقہ دیا ہے، ان میں سے چار کا خرقہ، تو خرقہ خلافت ہے ہے، باقی کا تبرک" اس کے متعلق کئی روز کلام فرماتے رہے، کہ اس ارشاد حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیا محبوب الٰہی کا مطلب و منشا کیا ہے، انداز کلام سے ظاہر ہوتا کہ حضرت محبوب الٰہیؒ کے اس ارشاد پر آپؓ غور فرما رہے ہیں اور جو مطلب و منشا، کہ بعض حضراتِ گزشتہ نے سمجھا اور بیان کیا۔ آپؓ اس سے مطمئن نہیں ہیں، ایک روز بعد نماز عشا آپؓ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ "ہم وضو کر رہے تھے، کہ ہمیں کشف ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ صرف چار خرقے حضرت محبوب الٰہیؒ نے اشارت غیبی سے دیے تھے، انھیں آپ نے خرقہ خلافت فرمایا، باقی کو خرقہ "تبرک" (یعنی آپ نے اشارت غیبی سے جو خرقے دیے خرقہ خلافت اُنھیں کو فرمایا اور یہ صرف چار خرقے تھے، باقی جو خرقے کہ آپ نے دیے اُن کو تبرک کے خرقے فرمایا) اتنا فرمانے کے بعد دفعتہً سکوت فرمایا۔ لفظ کشف، آج صراحۃً خلاف معمول زبانِ پاک پر جاری ہوا تھا۔ لہٰذا بار بار فرماتے رہے۔ "آج ایسا لفظ کیوں ہماری زبان سے نکلا؟ ایسا کہنا ہماری عادت نہیں ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ ایسا لفظ فلاں شخص کے سامنے کیوں نکل گیا اور کسی کے سامنے نہیں کہ ایسا لفظ ہماری زبان سے نکلا ہے"

وحی اور الہام ارشاد ہوا جس طرح حضرات انبیاء علیہم السلام کو بیداری اور خواب دونوں حالتوں میں وحی آتی ہے اسی طرح حضرات اولیاء اللہ کو خواب و بیداری دونوں میں الہام ہوتا ہے۔ مگر جو الہام کہ خواب میں ہوتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اُس کا بعض حصہ کسی کو یاد نہیں رہتا۔"

الہامی تعلیم "اولیاء اللہ کو بذریعۂ الہام اکثر وظیفہ بھی تعلیم ہوتا ہے، یہ الہامی وظیفہ یا تو خاص آیت قرآنی ہوگا یا آیت قرآنی کے کسی جزو یا اُس کے مفہوم کے موافق ہوگا، خلاف قرآن ہرگز نہ ہوگا۔"

الہامی تعلیم محدود ہوگی ارشاد فرمایا "الہام ہمیشہ مباحات و مستحبات کے کرنے یا نہ کرنے میں ہی ہوتا ہے، فرائض و واجبات میں نہیں ہوتا، ورنہ شریعت میں فتور واقع ہو جائے (جو الہام کہ کتاب و سنت کے خلاف ہو، قابل عمل نہ ہوگا)

آپؓ کا الہامی وظیفہ فرمایا "ہمارے لئے الہامی وظیفہ یہ رہا واجعل لی لسان صدقٍ علیاً" قرآن مجید میں ہے وجعلنا لھم لسان صدقٍ علیاً۔

اللہ کی طرف سے اظہار احسان فرمایا عامۃً انسان کی طبیعت میں درشت خوئی اور سنگدلی ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں مخاطب فرمایا ہے فبما رحمۃٍ من اللہ لنت لھم یعنی اللہ کی رحمت سے تم نرم دل ہوئے! اگر انسان میں نرمی جبلۃً ہوتی تو حق سبحانہ تعالےٰ آپؐ پر نرم دل ہونے کا احسان نہ جتاتا۔ قاعدہ ہے کہ جو بات عام ہو اُسکے ہونے کا احسان نہیں جتایا جاتا۔"

شیخ العارفین حضرت قبلہؓ نے ارشاد فرمایا "۲۱ یا ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۳۶ھ کی صبح ہمیں معلوم ہوا (یعنی ہمیں الہام ہوا) کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت والد ماجد قدس سرہٗ کا **خدا دادی لقب شیخ العارفین** ہے اور اور عالم غیب میں آپؓ لقب "شیخ العارفین" سے ملقب ہیں۔ اس سے ہمیں نہایت سرور ہوا" ؎

لقب ہے عالمِ قدسی میں شیخ العارفیں تیرا
برستا ہے ترے مرقد پہ ہیم لطفِ یزدانی

نہی تعظیم نبوی ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ روز پنجشنبہ بعد نماز صبح ہمارے حضرتؓ نے فرمایا "ہمیں اس وقت معلوم ہوا کہ جتنی احادیث کہ نہی تعظیم (نبوی) میں آئی ہیں اُن میں نہی تواضع ہے! نہی تحریم نہیں ہے" حسب اشارۂ وحی الٰہی واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین (مومنین کے سامنے تواضعاً اپنے بازو جھکاؤ) اور آنحضرت صلعم بذاتہٖ منکسر المزاج اور بالطبع متواضع تھے، اس لئے اس قسم کی نواہی تواضعاً فرمائی ہیں (نہ کہ تحریماً فرمائی ہیں) جیسے کہ کوئی مہمان (اپنے میزبان سے) کہے، تکلف یا زیادہ تکلیف کی ضرورت نہیں، معمولی کھانا کافی ہوگا" (ظاہر ہے کہ مہمان کا ایسا کہنا تواضعاً ہوگا اور یہ کہنا مہمان کی طرف سے کوئی ممانعت نہ ہوگی کہ اگر میزبان کھانے میں بہ تعظیم مہمان تکلف سے کام لے تو میزبان کے نزدیک قصوروار ٹھہرے)

مہر فاطمیؓ فرمایا "۲۷ رمضان المبارک کو نماز تراویح میں ہمیں معلوم ہوا کہ اب جو ہماری شادی ہوگی تو مہر مہر فاطمیؓ سے زیادہ نہ ہوگا، جسے نقد ادا کرنا ہوگا" ہم دل ہی دل میں سوچتے رہے کہ حدیث نفس (وسوسہ) تو نہیں ہے، پھر معلوم ہوا کہ حدیث نفس نہیں ہے (الہام خداوندی ہے) پیغمبروں سے نماز میں کہا گیا ہے۔ (یعنی وحی والہام نماز کی حالت میں ہوا ہے) اس پر ہم نے اپنی روح سے کہا، اس کے لئے کیا دلیل ہے؟ جواب ملا کہ فرشتہ نے حضرت یحییٰؑ کے پیدا ہونے کی بشارت حضرت زکریاؑ کو دی تو وہ محراب نماز میں تھے جس کا بیان سورہ مریمؑ میں آیا ہے۔"

بعض مدعیان زمانہ کے باطنی حالات فرمایا: "شاہ احمد اللہ، حافظ فیض الرحمن اور میرزا غلام احمد قادیانی کے حالات درد کا علم حق سبحانہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا جسے بندگان خدا کے فائدہ اور ہدایت کیلئے ہم نے رازِ فنا میں شائع کر دیا ہے!" ان لوگوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ جن آدمیوں اور جن درویشوں کا علم دینا چاہتا ہے (وہ علم ہمیں دیدیتا ہے (اس موقع پر بعض مولویوں اور بعض درویشوں کے نام آپؒ نے لئے یہ اپنے محل پر بیان کئے جائینگے)

حافظ فیض الرحمن کے موکل "آپؒ نے خواب میں دیکھا کہ بہت سے گھوڑے جنگی ساز و سامان کی طرح آراستہ بجلی کی طرح تیزی سے دوڑتے ہوئے، دو، دو کر کے دراقدس کی طرف آئے اور فوراً چلے گئے۔ آپؒ نے خواب ہی میں سوچا یہ کیا ہے؟ اور کہاں سے آئے؟ مگر قلب مبارک پر کسی طرح کا خوف نہ تھا!" دوسرے دن صبح کو بعد نماز فجر رحمتِ الٰہی سے آپؒ کو معلوم ہوا (یعنی آپؒ کو الہام ہوا) کہ گھوڑے حافظ فیض الرحمن کے موکلین تھے۔ (اس واقعہ کا تفصیلی بیان عنوان "حافظ فیض الرحمن" میں آئے گا۔ انشاء اللہ)

القا

(دل میں بات کہنی)

حکایت حضرت شبلیؒ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ حکایت آپؒ نے بیان فرمائی جس میں یہ تذکرہ ہے کہ "قطب وقت" نے اُن کے دل میں کسی بات کا القا کیا۔ اس پر ارشاد ہوا: "قطب وقت اور اولیاء اللہ کبھی (دوسرے کے قلب میں القا کرتے ہیں۔ اور کبھی کان میں آواز دیتے ہیں!"

کان میں آواز آئی فرمایا: "آج دوپہر کو ہم حجرہ میں سو رہے تھے جو کان میں آواز آئی کہ اس عرس کے موقع پر کون کون ہندوستانی ہندوستان سے آتے ہیں۔" دوسرے موقع پر ایک امر خاص کے متعلق فرمایا: "قلب میں کہا۔ فلاں شخص کو خلاصی اور نجات ملی (دونوں ارشادات ظہور میں آئے یعنی جو فرمایا تھا بالکل وہی ظاہر ہوا) اس کے علاوہ اور امور الہامی بھی ہیں جن کا اپنے اپنے محل و موقع پر تذکرہ ہوگا۔ انشاء اللہ۔

خواب اور تعبیر خواب

آپؒ کے بعض خواب

خواب کے معنی فرمایا: "خواب کے معنی کبھی فوراً سمجھ میں آتے ہیں کبھی فوراً سمجھ میں نہیں آتے، برسوں کے بعد سمجھ میں آتے ہیں۔

تین بار دیکھ کر خواب پر عمل کرو ہمارے حضرتؒ کا فرمان ہے کہ "خواب میں اگر کچھ دیکھا جائے تو اُس کے بارے میں توقف

کیا جائے جلدی نہ کی جائے۔" چنانچہ ایک واقعہ ہے کہ ایک صاحب نے سفر حج کا قصد کیا اور زاد راہ بھی مہیا کر لیا۔ خواب میں اُنھوں نے دیکھا کہ حضرت قبلہؒ نے اُن سے یوں فرمایا کہ اپنے سفر حج کے خرچ میں سے اتنا روپیہ فلاں شخص کو دیدو اور اس سفر کو ملتوی کردو۔ ان صاحب نے چاہا کہ اس خواب کی تعبیر کو ظاہراً پورا کریں اور اُسیقدر روپیہ (جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا) آپؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ خواب میں جن کو روپیہ دیا تھا وہ شخص بھی خدمت میں اس وقت حاضر تھے۔ آپؒ نے روپیہ تو ان کو دلا دیا لیکن نصیحت کے طور پر ارشاد فرمایا۔ اگر تم لوگوں کو خواب میں (مثلاً) تو روپے ہمیں یا اور کسی کو دینے کا حکم ہو یا مثل اس کے کوئی اور بشارت یا حکم ہو یا خواب میں کوئی اور امر عظیم الشان دیکھو تو خواب میں ایک بار دیکھنا کافی نہیں ہے جب تک اس معنی کی بشارت یا حکم (کی) خواب میں تین بار تکرار نہ ہو تعمیل نہ کرو۔"

حضرت ابراہیمؑ کا خواب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ السلام کو خواب میں قربانی کا حکم ہوا اوّل خواب میں آپ نے توقف اور تامل فرمایا جب دوسری بار اور تیسری دفعہ خواب میں آپکو وہی حکم ہوا اُسوقت آپ (بیٹے کی قربانی کیلئے) تیار ہوئے۔"

شیطان کا دھوکہ ارشاد فرمایا۔ "شیطان اکثر خواب میں اور ظاہر میں دھوکا دیکرتا ہے مگر اس کا خیال رہے کہ وہ چاہے کچھ کہے لیکن ہم یہی کہنا کہ ہمارے پیر و مرشد کی شکل میں آؤ تو ہم اعتبار کریں۔"

ایک مسئلہ حقیقت شریعت اور طریقت کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور پیر و مرشد (شیخ کامل) کی صورت میں شیطان متمثل نہیں ہو سکتا۔"

اقبال مندی کا خواب ارشاد فرمایا: "حضرت دادا پیر صاحب اور دیگر پیران عظام کو خواب میں دیکھنا مریدوں کے لئے سعادت دارین (اور اقبالمندی دین و دنیا) کا نشان ہے۔"

خلفاء سے ارشاد خلفاء سے ارشاد فرمایا۔ "اپنے خواب اور کشف اور (معائنہ) پر ہی عمل کرنا، مریدوں کے خواب اور کشف اور معائنہ پر عمل نہ کرنا۔ اپنی پسند اور اپنے معائنہ کے موافق عمل کرنا مریدوں پر کسی شے کے لئے بھروسہ نکرنا پیر مرید کا محتاج نہیں ہے جس طرح کہ نبی اُمتی کا محتاج نہیں ہے بس ہمیشہ اپنے کشف اور پیر و مرشد کے کشف پر عمل کرنا اور اُسی کے مطابق چلنا، نہ کہ مریدوں کے خواب اور کشف وغیرہ پر۔ ایک بار پیارے میاں نے اپنی خلافت کا خواب دیکھا بعض اور مریدوں نے بھی خلافت کا خواب دیکھا اور ہم سے بیان کیا ہم نے یہی کہا بابا تم نے تو دیکھا ہم بھی تو دیکھیں۔

منشائے مبارک خلافت ایک عظیم الشان امر ہے مرید کا خواب دیکھنا کہ اُسے خلافت عطا ہوئی پیر کیلئے دلیل و حجت نہیں ہے گا پیر کو اپنے الہام و کشف وغیرہ کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔

خواب ہر شخص کے مطابق حدیث شریف میں آیا ہے رویا المومن جزءٌ من ستتہ و اربعین جزءًا من النبوۃ" یعنی

خواب ایک جزو ہے چھیالیسویں جزو نبوت کا۔ فرمایا: "خواب ہر شخص سے بیان نہ کئے جائیں، نہ خود تعبیر کیجائے (ایسا کرنا) نقصان کی بات ہے، خواب کی تعبیر صرف وہی دیسکتا ہے جو ظاہر و باطن کا عالم ہو۔ سیدنا حضرت یوسف علیٰ نبینا و علیہ السلام کو تعبیر خواب کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں خصوصیت کے ساتھ فرمایا گیا ہے، اگرچہ کوئی بات تم لوگوں کو خواب یا مشاہدہ میں معلوم ہو جائے (یہ ہوسکتا ہے) مگر ابھی تم لوگ سمجھ گئے نہیں۔ اتنا ہوش نہیں ہوا ہے، جب تک حواس قوی نہیں ہو جاتے (اور طریقت کا بلوغ نصیب نہیں ہوتا) اُس وقت تک (سالک) روح کی باتوں کا ادراک (ظاہری حواسوں کے ذریعہ سے) نہیں کرسکتا۔ اور جب تک کہ خواصِ بہیمیہ چلے نہ جائیں (صفات محمود پیدا نہ ہو جائیں) اُس وقت تک جان (یعنی روح) کی حقیقت کا اظہار نہ ہوگا اور جب تک جان کی حقیقت معلوم نہ ہوگی جان کی قدر نہ ہوگی۔"

ملائے اعلیٰ سے تعلقات "عبادتِ ظاہری و باطنی میں نقصان آنے سے قلبی حسرت و ندامت پیدا ہو۔ اُس وقت سمجھنا چاہیے کہ اب روح کو تعلق ملائے اعلیٰ سے پیدا ہوا۔ اگر ایسا نہ ہو یعنی عبادت ظاہری و باطنی میں نقصان آنے سے روح میں ندامت اور صدمہ پیدا نہ ہو تو سمجھنا چاہیے کہ ابھی روح عالم سفلیات سے تعلق رکھتی ہے۔"

خواب بیداری ایک ہو جائے ارشاد فرمایا: "خواب مثل بیداری کے ہو اور جاگنا مثل سونے کے ہو۔" (ایسا ہونا چاہیے)

کشفِ مُعمّا مثنوی مولانا رومؒ کے اشعار فرمائے کہ ؎

گر نخواہی در تردد ہوشِ جاں　　کم فشار ایں پنبہ را در گوشِ جاں
تا کنی "فہم مُعمّا" ہاش را　　تا کنی ادراک رمز فاش را

ان شعروں کے متعلق حافظ مقبول احمد صاحب و ماسٹر رحمت علی صاحب سے فرمایا: "بتایئے مُعمّا کے کیا معنی ہیں؟" پھر فرمایا "حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستاروں نے اور چاند اور سورج نے انھیں سجدہ کیا یہ ایک مُعمّا تھا، یا نہیں؟ اسی کے متعلق قرآن مجید میں (اللہ جل شانہٗ نے) فرمایا ہے: "اذ قال یوسف لابیہ یا ابت انی رایت احد عشر کوکبًا والشمس والقمر رائیتھم لی ساجدین۔" اچھا! ہم بتاتے ہیں عالم غیب سے کلام غیبی خواب و مشاہدہ میں دو طرح ظاہر ہوتے ہیں کبھی کشفِ صورت کشف معنی کے ساتھ اور کبھی کشفِ صورت بلا کشف معنی کے۔ پہلی صورت (یعنی کشف صورت مع کشف معنی میں) صاف صاف عبارت معلوم ہو جاتی اور سمجھ میں آجاتی ہے کہ کیا کرنا (یا کیا سمجھنا) چاہیے۔ دوسری صورت (کشف صورت بلا کشف معنی) میں یہ ہوگا کہ خواب میں صورت کچھ اور ہو اور (ظاہر سے جو سمجھا جاسکتا ہے) تعبیر اُس کے خلاف ہو۔ چنانچہ مصر میں حضرت یوسف علیٰ نبینا و علیہ السلام کو جب اُن کے گیارہ بھائیوں نے اور والد و والدہ نے سجدہ کیا اُس وقت کشف معنی ہو کر کشف صورت کا ادراک ہوا (کہ گیارہ ستاروں اور چاند اور سورج کے سجدہ کرنے کے معنی یہ تھے) قرآن مجید میں ہے ورفع ابویہ علی العرش

وخرواله سجدا، وقال یا ابت هذا تاویل رؤیای من قبل، قد جعلها ربی حقا (اور حضرت یوسفؑ نے اپنے والدین کو تخت پر اُونچا بٹھایا، اور سب (یعنی گیارہ بھائی اور والد و والدہ) اُن کے آگے تعظیماً سجدہ میں گر پڑے اور (اپنا خواب یاد کر کے حضرت یوسفؑ نے) کہا کہ بابا جان! وہ جو میں نے پیشتر (اپنے لڑکپن میں) خواب دیکھا (کہ گیارہ ستاروں اور چاند سورج نے مجھے سجدہ کیا) یہ اُس کی تعبیر ہے۔ آج میرے پروردگار نے اُس (خواب) کو سچا کر دکھایا۔ (اور وہ مُعمّا آج کھُلا)

جناب صدیقہ کا خواب | ایسا ہی خواب حضرت عائشہؓ کا ہے کہ اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ تین چاند اُن کے حجرہ میں (آسمان سے) گرے اُنھوں نے اس کی تعبیر یہ خیال کی کہ آنحضرتؐ سے مجھے تین فرزند نصیب ہوں گے اُنھوں نے یہ خواب حضرت ابوبکرؓ سے بیان کیا۔ آپ امام المعبرین تھے آپ نے خواب کو سُنکر سکوت فرمایا کوئی تعبیر نہ فرمائی۔ جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عالم سے رحلت فرمائی اور آپؐ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں مدفون ہوئے تو اب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا "اے عائشہؓ یہ ہے تیرے خواب کی تعبیر! آپؐ (وہ بدر منیر اور) سب سے (افضل وہ) چاند ہیں کہ (آج) تیرے حُجرے میں مدفون ہوئے" پھر یکے بعد دیگرے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اس حجرے میں مدفون ہوئے، اور حضرت عائشہؓ نے جو کچھ خواب میں دیکھا تھا ظہور میں آیا" (فرمایا) تب دیکھئے خواب میں کچھ معلوم ہوا اور تعبیر کچھ ظاہر ہوئی اسی کو مُعمّا، اور کشف صورت (بلا کشف معنی) کہتے ہیں۔ جب تک خواب کے معنی نہیں کھلتے معما سمجھ میں نہیں آتا۔ اور یہ (کشف صورت بلا کشف معنی) ہمیشہ صورت ظاہر کے خلاف ہوا کرتا ہے!"

امام فن تعبیر | علامہ ابن سیرینؒ، کو بھی امام المعبرین کہتے ہیں۔ آپ اس فن (تعبیر خواب) کے ماہر تسلیم کئے گئے ہیں آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تھا کہ انھوں نے اپنے مُنہ کو ان کے مُنھ کے سامنے کھولکر فرمایا۔ "بتلاؤ! تمھیں ہمارے منھ کے اندر کہاں تک نظر آرہا ہے؟" اُنھوں نے کہا منھ کے اندر کا حصہ دیکھ رہا ہوں، پھر دوسری مرتبہ مُنھ کھولا اور دریافت کیا "بتاؤ! اب کہاں تک دیکھ رہے ہو؟" اُنھوں نے کہا کہ اب حلق تک دیکھ رہا ہوں! تیسری بار پھر مُنھ کھولا اور دریافت کیا کہ اب کہاں تک دیکھ رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ۔ اب پیٹ کے اندر تک دیکھ رہا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا اب تم تعبیر خواب کے ماہر ہو گئے۔ خواب کی نہایت صحیح تعبیر کہہ سکو گے! اس وقت سے علامہ ابن سیرینؒ کی شہرت عام ہو گئی اور سب نے انھیں اس فن کا امام مانا۔" (پھر حضرت قبلہؒ نے امام المعبرین حضرت علامہ ابن سیرینؒ کی بعض تعبیراتِ خواب کو تمثیلاً بیان فرمایا۔)

وفات کا خواب | ایک شخص نے آکر بیان کیا کہ چاند آسمان کو پھاڑ کر ثریا میں گھس گیا جعفرؒ اُس وقت کھانا کھا رہے تھے اُسی وقت کھانے سے ہاتھ اٹھایا اور اپنی بہن صاحبہ کو بلا کر اُن سے فرمایا "اب ہم سات روز میں اس جہان سے رحلت

کرجائیں گے، اور ایسا ہی ہوا (سات روز کے بعد انتقال فرمایا)۔

سات حافظ قرآن | علامہ ابن سیرین کی خدمت میں ایک شخص بہت ڈرا اور سہما ہوا آیا اور اپنا خواب سُنایا کہ رات میں نے خواب میں یوں دیکھا کہ میں قرآن مجید پر پیشاب کر رہا ہوں، آپ نے پوچھا آیا تم بتا سکتے ہو کہ کتنے قطرے گرے تھے؟ اُس نے جواب دیا سات قطرے! آپ نے فرمایا مبارک ہو خدا تمہیں سات لڑکے دیگا، اور وہ ساتوں حافظ قرآن ہوں گے۔" (اور ایسا ہی ظہور میں آیا)

زبیدہ کا خواب | زبیدہ خاتون نے خواب میں دیکھا کہ انسان، وحیوان چرندا ور پرندا ونٹ اور گھوڑے وغیرہ سب ہی آتے اور اُس سے صحبت کرتے ہیں اپنی لونڈی کو علامہ ابن سیرین (غالباً حضرت نے یہ ہی نام فرمایا تھا یا اور کسی بزرگ کا نام لیا تھا) کے پاس بھیجا اور لونڈی سے کہا کہ یوں کہنا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے، آپ نے سنکر فرمایا کہ اے لونڈی! تیرا یہ منہ نہیں ہے کہ ایسا خواب دیکھے، ناچار اُسے زبیدہ خاتون کا نام بتانا پڑا اور آپنے یہ تعبیر بیان فرمائی کہ زبیدہ خاتون سے رفاہ عام کا کوئی ایسا کام عمل میں آئے گا جس سے انسان اور حیوان، چرند اور پرند سب استفادہ کرینگے چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ حجاز مقدس میں نہر زبیدہ آجتک یادگار زبیدہ خاتون موجود ہے پس دیکھئے خواب میں کچھ ظاہر ہوا، اور تعبیر کچھ ظہور میں آئی۔

سیدی ومولائی ومرشدی حضرت فخر العارفینؒ کے خواب

قدم بقدم رسولؐ | ہمارے حضرت قبلہؒ نے فرمایا۔" ہم نے اپنی تعلیم کے آخری سال میں ایک خواب دیکھا تھا اسی سال ہم جمیع علوم سے فارغ ہوئے تھے، تم سے کہا تھا یا نہیں۔ خواب یہ ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے آگے تشریف لیجارہے ہیں اور تنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے ہم آپؐ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں مجھے اس خواب کو دیکھکر نہایت سرور ہوا۔ مگر فکر ہوا کہ اس خواب کے کیا معنی ہیں اب اٹھارہ برس کے بعد کچھ کچھ معنی سمجھ میں آئے ہیں"

میدان دُنیائے ثانی | فرمایا:۔ ایک بڑا میدان ہے (اتنا بڑا) گویا دُنیائے ثانی ہے، ہم اس میدان کے کنارے پر تن تنہا کھڑے ہیں۔ اور ہم نے دیکھا کہ اس میدان میں بہت سے قلعے ہیں جن میں آدمی بھی ہیں، مگر ہم ان آدمیوں کو نہیں دیکھتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالےٰ کو یہ ہی پسند اور یہ ہی منظور ہے کہ ہم ان قلعوں کو توڑ دیں اور مسمار کر دیں۔ ہم خواب ہی میں ڈرے اور خواب ہی میں یہ آیت پڑھنے لگے:۔ وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین!"

قلعے مسمار کئے جائیں گے اور مخالفتیں ہوں گی | یہ ارشاد متعدد بار فرمایا۔" ہمیں نظر آتا ہے کہ ظاہر و باطن میں انس و جان سے ہمارے بیشمار دشمن ہیں وہ پوری تیاری کے ساتھ ہم سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اُنھوں نے قلعہ بندیاں کرلی ہیں گر

خدا ہمارا محافظ حقیقی ہے، پہلے زمانہ میں جب دیندار بے دینوں کے مقابلہ میں صف باندھ کر کھڑے ہوتا اور انھیں خوف معلوم ہوتا تو وہ یہ دُعا پڑھتے۔ ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔" (فرمایا) "جب ہم امر حق کہیں گے اور لکھیں گے، تو ہندوستان اور بنگال کے لوگ اپنی نافہمی کے سبب ہمارے دشمن ہوجائیں گے **تم لوگ مضبوط رہنا**۔ تم لوگ اپنے کام میں مشغول رہنا۔"

بہت بڑا ہاتھی مع تین سو آدمیوں کے ساتھ فرمایا۔ "ہم نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا ہاتھی چلا آرہا ہے اور اُس ہاتھی پر ایک آدمی سوار ہے ہاتھی کو دیکھکر ہم ڈرے اور (برآمدے سے جہاں اُس وقت ہم کھڑے ہوئے تھے) پیچھے ہٹ کر ہم **اندر کے کمرہ میں چلے گئے**، وہ آدمی بہ حالت معانقہ ہمارے سینہ سے سر لگاکر اور ہم سے لپٹکر اس قدر رویا کہ (اُس کے آنسوؤں سے) ہمارا سینہ تر ہوگیا۔ اور ہاتھی نے بسم اللہ کہکر اپنی سونڈ ہماری قدمبوسی کے لئے اندر (حجرہ میں) ڈالی۔" فرمایا۔ "یہ آدمی (جن کو بڑے ہاتھی پر سوار دیکھا) ہمارے بہت بڑے عاشق مُرید اور ہمارے حضرتؒ کے آستانے کے خلیفہ ہیں، اور یہ ہاتھی کوئی بہت بڑا امیر ہے جو ان کا مُرید ہوگا، اور جس کی امارت بہت بڑی بہت ہیبت اور بڑے دبدبے کی ہے کہ دیکھکر ہم ڈر گئے یہ (بہت بڑا آدمی) اپنے پیرو مرشد کی معیت میں تین سو آدمیوں کے ساتھ ہم سے ملنے آئے گا۔ باقی یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ کب ہوگا (ہماری زندگی میں یا ہمارے بعد) فرمایا۔ اس خواب کے دیکھنے کے بعد ہمیں بہت شرم آئی اور خوف معلوم ہوا کہ امیر آدمیوں کی خدمت و مدارات اُن کے رتبہ کے موافق ہم سے کیونکر بن پڑے گی؟" (حضرتؒ نے اپنے ان خلیفہ صاحب کا نام بھی اپنے ایک خادم پر کیا ظاہر فرمایا تھا جو بفضلہ تعالٰے حیات ہیں، پروردگار عالم اپنی قدرت کاملہ اور رحمت واسعہ سے انھیں عمر دراز نصیب فرمائے۔ اور یہ باتیں ظہور میں آئیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔)

ایک دوسرا خواب فرمایا۔ "ایک خواب کالے میاں کی والدہ نے بھی دیکھا تھا کہ ہاتھی آیا ہے اور کالے میاں (آپ کے صاحبزادے) ساتھ ہیں۔ وہ دیکھکر ڈر گئیں، اور کالے میاں نے ہاتھی سے اُتر کر کہا کہ یہ میری والدہ ہیں، یہ سُنکر ہاتھی نوراً اُن کے قدموں کی طرف جُھکا، ہم نے خواب سُنکر کہا۔" وہ ایک آدمی ہے (ہاتھی نہیں ہے) اس کے بعد حکم ہوا کہ "جی چاہے تو یہ خواب لکھ لینا مگر ہماری زندگی میں نہ کہنا۔"

اصحاب فرید پور خواب میں فرمایا۔ "ہم نے خواب میں دیکھا کہ یہاں صحن میں ایک شخص ٹہل رہے ہیں، ہم نے پوچھا کون ہیں؟ دادا کہاں سے آئے ہیں، اُنھوں نے کہا فرید پور سے آئے ہیں، دادا حضرتؒ کا عرس کرنے کے لئے!۔ ارشاد ہوا کہ "خواب دیکھنے کے بعد ہم نے لوگوں سے کہا کہ اب فرید پور (بنگال) کے لوگ آئیں گے اور مُرید ہوں گے۔ کچھ عرصہ بعد مولوی محمد ابراہیم صاحب آئے، ہم نے ان کی صورت دیکھی تو پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہیں جن کو ہم نے خواب میں دیکھا تھا۔ پھر وہ مُرید ہوئے۔"

علماء دنیوی پھیر پھار میں ہیں | فرمایا۔" ہم نے خواب میں علماء کی ایک جماعت کو دیکھا کہ اُتر کی جانب سے آئی ہے۔ ان لوگوں نے ہمیں دیکھکر کہا کہ آپ کا چہرہ دیکھکر ایک رغبت اور خواہش پیدا ہوتی ہے اور یقین ہوتا ہے کہ آپ کی صحبت سے ہمیں فائدہ پہنچے گا اور ہدایت نصیب ہوگی۔ مگر آپ کے (بعض خلفاء کے چہرے میں یہ بات نہیں ہے اور ہم لوگ دنیوی پھیر پھار کی وجہ سے آپ کے پاس نہیں آتے اور اسی وجہ سے مُرید نہیں ہوتے۔"

الہام | آج مغرب کی نماز میں ہمیں" معلوم ہوا" کہ اہل کتاب حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو جانتے اور مانتے تھے (کہ آپ صادق، امین، اور نبی برحق ہیں) مگر دنیوی سبب سے آپ پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ اس سے ہمیں بہت سرور ہوا۔"

من کی بتیا | ایک بار آپ نے میاں محمد حسین غازی پوری سے فرمایا۔" آج ہم نے خواب دیکھا مگر ہمارے من کی بتیا نہیں ہوئی، خواب میں ہم نے دیکھا کہ آسمان سے ایک درخت اُترا اور زمین پر آکر جم گیا اور بہت بار آور ہوا اور بہت پھل گودی (پیلی یعنی درخت پیپل کے پھل) کی طرح ننھے ننھے، اور گول گول اس درخت میں لگے، پھر وہ درخت آسمان کی طرف چلا گیا، اس درخت کے بہت سے پھل گر گئے، اور چند پھل درخت میں لگے ہوئے ساتھ گئے۔ فرمایا۔ درخت میں جتنے پھل تھے وہ میرے مُرید ہیں جو گر گئے وہ ضمنی اور جو لگے رہے وہ کاملین سے ہونگے، میں چاہتا ہوں کہ میرے سب مُرید کامل ہوں، مگر میرے من کی بتیا پوری نہ ہوئی۔"

ہندوستان سے باہر کے لوگ | فرمایا۔" ۲۳ ذوالحجہ کی دوپہر کو میں نے خواب میں دیکھا۔ چند لوگ غزل پڑھتے اور وجد اور رقص کرتے ہیں اور یہ مصرعہ پڑھ رہے ہیں ع بر تننت یک بجرو بر حاصل مدام، وہ لوگ ہندوستان اور بنگال کے نہ تھے بلکہ افغانستان کی طرف کے معلوم ہوتے تھے، اُن کے دیکھنے سے ہمیں اسی طرح سرور ہوا جس طرح کہ تم خلیفہ، لوگوں کو دیکھنے سے ہوتا ہے، میں نے اُن کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ یہ اچھی طرح یاد نہیں ہا کہ یہ لوگ (مصرع میں) "درتننت" کا لفظ پڑھتے تھے یا "برتننت" کا۔ مگر میں نے غور کیا کہ "برتننت" سے کیا مطلب ہے، شاید یہ معنی ہو کہ ع در دولت یک بجرو بر حاصل مدام۔"

تمام خلفاء حضور ہی کے مرید ہونگے | ایک ارشاد ہے کہ" جن کو اس آستانہ سے خلافت نصیب ہے خواہ وہ کتنے ہی واسطوں سے آئیں (وہ سب) ہمارے مُرید اور فرزند ہونگے۔" آپ نے شاید اس خواب میں کسی ایسے ہی فرزند کو دیکھا ہو جو فرمایا۔" کہ ان کے دیکھنے سے ہمیں ایسا ہی سرور ہوا جیسا تم (خلفاء) کو دیکھنے سے ہوتا ہے!"

دوسروں کے خواب

جو انھوں نے حضرت قبلہؒ کے متعلق دیکھے

بزرگوں نے خدمت قدس میں بیان کیا | مولوی غلام مظہر صاحب عرف ننھے میاں کا خواب ہے کہ بنارس میں رنگیلے شاہ کی مسجد کے متصل

جو چبوترہ ہے اُس چبوترہ پر اُنھوں نے اپنے آپ کو بیٹھے ہوئے دیکھا، اور چبوترہ سے ملی ہوئی جو گلی ہے اُس گلی کی طرف سے چند اکابر اولیاء اللہ (جن میں سیدنا حضرت سید مخدوم جہانگیر اشرفؒ بھی تھے) آتے ہوئے نظر آئے، اور ننھے میاں سے فرمایا کہ تم اُس بالاخانہ پر (جہاں حضرت قبلہؒ تشریف رکھتے ہیں) کیوں نہیں جاتے۔ ننھے میاں نے اپنے پاؤں کی طرف دیکھکر کہا کہ میں کس طرح جاؤں، پاؤں میں تو بیڑیاں ہیں۔ اور اس وقت اپنے پاؤں میں بیڑیاں دیکھیں جن کے سبب بالاخانہ پر جانے سے معذور تھے۔ ان بزرگوں کے ہاتھوں میں مثل کرچ (تلوار) کے چمکتا ہوا ایک دھات کا آلہ تھا، اور ننھے میاں کے پاؤں کی بیڑیاں بھی اسی دھات کی اور ایسی ہی چمکتی ہوئی تھیں، ان اصحاب نے ان بیڑیوں پر ضرب لگانے اور ان کے کاٹ ڈالنے کے لئے ہاتھ اُوپر کو اُٹھائے کہ یکایک آنکھ کھل گئی اور ننھے میاں خواب سے بیدار ہو گئے۔ اس خواب کو دیکھنے کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ ننھے میاں مزار کمیل شریف خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپؒ نے تعلیم و تلقین فرمائی، خدا نے کامیاب کیا اور خلافت عطا ہوئی۔

خود پیر و مرشد نے بھیجا | جناب شاہ قطب علیؒ صاحب اعظم گڈھی کے ایک مُرید حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ میرے پیر و مرشد نے فرمایا کہ جاؤ اور وہاں سے فیض حاصل کرو! اسلئے حاضر خدمت ہوا ہوں" آپؒ نے انکو تعلیم و تلقین فرمائی۔

حاکم روحانی | مفتی افضال الحق صاحب دہلوی ڈپٹی کلکٹر جو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں جب بنارس میں تھے تو رات کو اپنے ورد و وظیفہ سے فارغ ہو کر دُعا مانگا کرتے "یا اللہ! مجھے اس شہر کے (صاحب خدمت) حاکم روحانی کی زیارت نصیب کر!" ایک شب بعالم خواب اُنھوں نے دیکھا کہ تمام سڑکیں بالکل سُنسان اور خالی پڑی ہیں، ایک سڑک پر نظر ٹھہری تو ہمارے حضرتؒ کو دیکھا کہ تن تنہا خراماں خراماں تشریف لا رہے ہیں، کسی نے اسی خواب میں اُن سے کہا کہ "تم دیکھ لو۔ حاکم روحانی (صاحب خدمت) یہ ہی ہیں!" صبح مفتی صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے (زیارت سے قبل کئی بار حاضر خدمت ہو چکے تھے) خواب کا واقعہ بیان کیا، اور سلسلۂ طریقت میں آپؒ سے طالب ہو کر آپؒ کی تلقین و توجہ سے فائز المرام ہوئے اور اس کے بعد بنارس اور غازیپور میں بار بار حاضر ہوتے رہے۔

قیامت کے ہنگامہ سے محفوظ مقام | سید مظفر علی ساکن سلہٹ کے ایک مرید نے خواب میں دیکھا کہ تمام عالم میں ایک طوفان، نمونۂ قیامت برپا ہے اور ساری دُنیا مٹی کی کیچڑ کی طرح دلدل ہو گئی، لوگوں میں سے کوئی کمر تک کوئی زانو تک ـــــ اور کوئی سینہ تک اس دلدل میں دھنسا ہے اور یوں اعلان ہوا ہے کہ آج فقط مزار کمیل شریف ہی ایک مقام ہے جہاں طوفان نمونۂ قیامت کا کچھ اثر نہیں ہے۔ لوگ جوق جوق وہاں کے لئے چلے جا رہے ہیں، اور دربار شریف کے مُرید اس طرح حاضر ہو رہے ہیں کہ پیروں میں بھی مٹی اور کیچڑ کا کوئی اثر نہیں ہے، مگر اور لوگ دلدل میں پھنس چکے ہیں۔ میں بھی دربار شریف میں حاضر ہوا، اور سُنا کہ حضرت قبلہؒ مزار شریف سے باہر تشریف لے آئے

اور میرے پیر و مرشد جناب سید مظفر علی صاحب اور دوسرے اصحاب مجذوبانہ طریقہ سے اور کمال بیقراری کے ساتھ آپؒ کے استقبال کے لئے اُتر کی طرف متوجہ ہو کے دوڑ دھوپ کر رہے ہیں کبھی کبھی مٹی پر گر کر دوں بیٹھ جاتے ہیں اور ہندوستان کے سب خلفا لکڑی سے بنی ہوئی چوکیوں پر جو اُتر کی جانب بچھی ہوئی ہیں بیٹھے ہیں اور رُخ سب کا دکن کی جانب ہے اتنے میں آنکھ کھل گئی۔

قربت روحانی بارگاہ رسالت کیساتھ | فرمایا:"ڈپٹی فیض اللہ خاں مرحوم نے خواب میں دیکھا کہ یہ تخت (چوکی) جس پر ہماری نشست رہا کرتی ہے۔ اس تخت پر کبھی تو آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اور جب آپؐ تشریف لے گئے تو اُنھوں نے ہمیں دیکھا کہ اس جگہ پر ہم بیٹھے ہیں، ہم چلے گئے تو حضرت رسول مقبول صلعم کو تشریف فرما دیکھا۔ اُنھوں نے (ایک بار نہیں بلکہ) بارہا خواب میں دیکھا کہ یہ چوکی کبھی خالی نہیں رہتی، اس مقام پر یا تو حضرت سرورِ کائنات صلعم کو بیٹھے ہوئے دیکھا یا ہمیں، اللہ جانے اس میں کیا بھید ہے؟ اس خواب کو لکھ کر سکندر شاہ اور منشی عبدالقدیر کو سُنا دینا عام طور پر لوگوں سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

آفتاب پر گرہن | فرمایا:" ہمارے ایک مرید نے خواب میں دیکھا کہ آفتاب میں کچھ گرہن لگا ہوا ہے ہم نے سمجھ لیا کہ ہم پر کوئی مصیبت آئے گی مگر دُور ہو جائے گی گرہن آفتاب پر رہتا نہیں ہے۔"

تخت معلق برہوا | "ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک تخت ہوا پر معلق ہے، اور اُس پر ایک پنجرا رکھا ہے جس میں ایک نہایت خوبصورت طوطا ہے، لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضرت صاحبؒ کا یہ طوطا جنتی ہے اور وہ تخت ایسے مقام پر معلق ہے کہ اس جگہ تخت کے نیچے (زمین پر) گندگی ہے۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے، ہم اس خواب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، دو رکعت نماز شکرانہ ہم نے ادا کی۔ اس کے سوا نماز شکرانہ ہم نے ادا نہیں کی تھی۔"

فخر العارفین | جب سیدنا حضرت دادا پیر صاحب قدس سرہٗ کے خداداد اور غیبی لقب "شیخ العارفین" کا اظہار فرمایا گیا تو ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حضور کا خداداد لقب کیا ہے؟ اس وقت آپؒ نے کچھ نہ فرمایا، خاموش رہے، اس کے بعد مولوی سید احمد صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہؒ حسبِ معمول اپنے حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور کچھ لوگ صاف ستھرے لباس میں آپؒ کے گرد اگرد (حلقہ کئے ہوئے) بیٹھے ہیں۔ ان میں اکثر وہ ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا۔ حضرت قبلہؒ نہایت جوش کی حالت میں ہیں۔ چہرہ انور پر سُرخی اور آثار فرحت نمایاں ہیں، ارشاد فرمایا:" میں **فخر العارفین ہوں**"۔ اور اس جملہ کی تکرار فرمائی کہ میں فخر العارفین ہوں! مولوی صاحب نے یہ خواب خدمت مبارک میں عرض کیا۔ فرمایا:" تم نے درست دیکھا کہ غیبی لقب ہمارا فخر العارفین ہے" ارشاد ہوا کہ خادموں میں سے فلاں اور فلاں کو خط لکھ دو۔ چنانچہ جن جن کے نام ارشاد فرمائے تھے اُن خادموں اور غلاموں کو اُنھوں نے مکتوب گرامی روانہ کئے اور اس خواب کے متعلق جو ارشاد ہوا۔ اُس سے اطلاع دی۔

زندہ پیر حاجی نبیُو صاحب ساکن کملائے دو بار حج کئے تیسری دفعہ پھر حج و زیارت کا ارادہ کیا اور خواہش و آرزو یہ ہوئی کہ حجاز مقدس میں کسی بزرگ سے مُرید بھی ہو جائیں، ایک روز خواب میں دیکھا کوئی بزرگ فرماتے ہیں "پیر سمجھ کر کرنا چاہئے (بے سوچ سمجھے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے) اس خواب کے بعد انہیں خیال ہوا کہ اسلام آباد چاٹگام ہمیشہ سے بزرگوں کا مقام چلا آتا ہے وہاں چلکر زیارت مزارات بھی کریں اور تلاش شیخ بھی، جب شہر میں آئے تو بعض لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ تم کہاں جاؤگے؟ اُنھوں نے کہا کہ "زندہ پیر کے پاس" لوگوں نے کہا کہ شاید تم مزار کھیل جانا چاہتے ہو، اور یہاں کا پتہ بتادیا۔ یہ شہر سے مزار کھیل شریف کے لئے چلے۔ مگر یہ نام (مزار کھیل، بھول گئے۔ ایک مرد اُمّی اور بہت سیدھے اور نہایت نیک سنی تھے لوگوں سے پوچھ گچھ کرتے ہوئے کسی نہ کسی طرح آخر دربار شریف تک پہنچے۔ اب جو پہلی نظر حضرت قبلہؓ کو دیکھا بول اُٹھے کہ یہی وہ صورت تھی جو خواب میں ظاہر ہوئی تھی (اور فرمایا تھا کہ پیر سمجھ کر کرنا) حاجی صاحب مُرید ہو گئے۔ اُن کو تعلیم و تلقین فرمائی گئی اور کچھ روز کے بعد رخصت کر دیے گئے۔ مکان پہنچے تو ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی، یہ بہت بزرگ آدمی تھے اور انھیں "کشف صادق" ہوتا تھا۔ ان بزرگ نے حاجی صاحب سے کہا کہ جب تم پہنچ گئے تھے، تو مُرید کیوں نہ گئے" دوبارہ کچھ عرصہ کے بعد جب حاجی صاحب حاضر خدمت ہوئے تو خدا کی رحمت سے ان کو ہمارے حضرت قبلہؓ کی بارگاہ سے خلافت نصیب ہوئی۔

حضور رسالت مآب کی خدمت خاص از انجملہ یہ ہے کہ آپؓ کے ایک مُرید نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک پالکی اُتری جس میں ایک عالیشان بزرگ با ہزاراں ہزار عزّ و وقار و جاہ و جلال جلوہ افروز ہیں۔ اور ہمارے حضرت قبلہؓ کو دیکھا کہ اس پالکی کے پاس مؤدب نگاہ نیچی کئے ہوئے تشریف رکھتے ہیں اور ان بزرگ کے قدم مقدس کی خدمت مریدانہ میں بکمال ذوق و شوق مشغول ہیں۔ خواب ہی میں معلوم ہوا۔ جو سواری آسمان سے نازل ہوئی اس میں حضرت سرور کائنات، فخر موجودات علیہ التحیۃ والتسلیمات جلوہ افروز ہیں، آپؐ پالکی میں لیٹے ہوئے تھے، اس خواب کو سُنکر حضرت قبلہؓ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا "ہمارے حجرے میں سے جو چیز تمھارا جی چاہے لے لو" اُنھوں نے عرض کیا کوئی عطیہ دستِ مبارک سے عطا ہو جائے۔ آپؓ نے حمائل شریف عطا فرمائی۔

ایک اور خواب آپؓ کے ایک اور مرید مولوی فضل الرحمٰن صاحب نے خواب میں دیکھا کہ "حضرت قبلہؓ کے حجرۂ شریف میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ فرما ہیں، آپؐ کے روبرو ایک مُہر رکھی ہوئی ہے جس مُہر پر بخط نورانی لکھا ہے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور یہی مُہر آپؐ کی پشت مبارک پر بھی کندہ ہے حضور صلعم نے یہی مُہر اس بندہ کی پشت پر بھی لگا دی، مگر وہ زیادہ چمکی نہیں ہے اتنے میں دیکھا کہ حضرت قبلہؓ تشریف لائے اور حضرت سرور کائناتؐ کے حسب ایما ہمارے حضرتؓ نے مجھ پر مُہر لگا دی۔ یہ بھی پہلے کی طرح تھی اور یہ ارشاد فرمایا

"اللہ اور اللہ کے رسولؐ جسے پسند فرما لیتے ہیں۔ یہ مُہر میں اُسی پر لگاتا ہوں کسی اور کی سفارش پر نہیں لگاتا!"

کتاب اسمائے اولیاء اللہ | فضل الرحمٰن صاحب کا ایک اور خواب ہے کہ ایک کتاب جو خانقاہ شریف میں رہتی ہے مجھے دکھائی گئی، اس کتاب کے وسط میں نہایت نمایاں طریقہ سے سیدنا حضرت دادا پیر صاحب قبلہؓ اور ہمارے حضرت قبلہ قدس اللہ اسرارھما، کے اسمائے پاک ایک خوبصورت گول دائرہ کے اندر جو دائرہ کہ تحریر کلمۂ طیبہ سے پیدا ہوا ہے لکھے ہیں، اور پھر اسی کتاب میں چار سو پینسٹھ اولیاء اللہ کے نام لکھے ہوئے دیکھے۔ سب سے پہلے حضرت قبلہؓ کے ایک خاص مُرید اور خلیفہ صاحب کا نام ہے جن کے نام کے برابر لکھا ہے **ابدال!** (جن کو حضرت قبلہؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہمارے اوّل خلیفہ ہیں)

دوسرے خوابات اپنے محل پر ہیں | ہمارے حضرتؒ کی ذات گرامی کے متعلق اور جو خواب لوگوں نے دیکھے ہیں (اور اس خادم کے علم میں آئے ہیں) وہ اپنے اپنے محل اور موقع پر درج کئے گئے ہیں۔

سیرت فخر العارفینؒ حصہ اوّل کا اختتام

از حضرت مؤلف | آج "سیرت فخر العارفینؒ" حصہ اول کا اختتام ہوا۔ اس کا سلسلۂ ترتیب تیاری اگرچہ کئی سال سے جاری تھا، مگر علالت و عدیم الفرصتی نے پوری کتاب شریف کی تیاری سے قاصر رکھا۔ کام جب تقریباً نصف پر پہنچا تو برادران طریقت علی الخصوص جناب مولوی مستفیض الرحمٰن خاں صاحب ایم۔ اے ڈپٹی کلکٹر کا اشتیاق غالب اشاعت بلا تاخیر کا ہوا۔ اور فہمائش ہوئی کہ تاخیر مزید کا چارہ کار یہ کیا جائے کہ تمامی مضامین کتاب شریف کو دو حصص پر تقسیم کر دیا جائے اور حصۂ اولین کو بلا تاخیر شائع کر دیا جائے لہٰذا پہلا حصہ شائع کیا جاتا ہے باقی مضامین انشاء اللہ حصہ دوم میں شائع ہوں گے۔

۲۔ جو کچھ اس کتاب شریف میں ہے وہ یا تو حضرت قبلہ وکعبہ قدس سرہٗ کے ارشادات ہیں یا میرے ذاتی معلومات اور دوسرے شاہدین کے عینی مشاہدات۔

۳۔ جب آپؓ صدر حیات پر جلوہ افروز تھے تو بعض خدام کا یہ دستور رہا کہ مجلس مبارک میں زبان پاک سے جو کچھ سنتے بعد اختتام مجلس اپنی قیامگاہ خانقاہ شریف میں جا کے لکھ لیا کرتے تاکہ اس نعمت عظمیٰ سے ہمیشہ استفادہ کرتے رہیں۔ ان بھائیوں کو یہ ذوق خدا دادی عطا ہوا تھا۔ جب آپؓ کی سیرت پاک لکھنے کا مشورہ ہوا تو اپنی یادداشتوں کے علاوہ یہ تمام یادداشتیں اس خادم بارگاہ کے پیش نظر آئیں۔ کام نہایت اہم تھا لیکن الحمد للہ کہ رحمت خداوندی نے مدد اور یاوری و دستگیری فرمائی۔

۴۔ اس کمترین نے تمام یادداشتوں کا بغور و فکر مطالعہ کیا اور جہانتک کہ اپنا ذوق تھا اور اپنا فہم ناقص اسکے مطابق عنوانات کی تعین اور مضامین کی ترتیب وتقسیم کو عمل میں لایا اور تمام ارشادات اور واقعات کو نہایت احتیاط و دیانت کے ساتھ لکھنے کی کوشش کی تشریحاً اگر کچھ الفاظ ضروری معلوم ہوئے تو ایسے الفاظ خطوط وحدانی (بریکٹ) میں اضافہ کیے۔

۵۔ خطائے بشری سے غلطی یا فروگذاشت اگر کہیں ہوگئی ہو تو بارگاہ خداوندی میں التجا ہے کہ دامن رحمت میں ڈھانک لے۔ وہ غفور الرحیم ہی چارہ ساز بیکساں اور پناہ بے پناہاں ہے۔

۶۔ آخر میں دعا ہے کہ خداوند عالم اس کتاب شریف کو بخشائش کا وسیلا اور بندگان خدا کیلئے صلاح وفلاح دارین کا ذریعہ فرمائے۔ فقط

سکندر شاہ

ازناشر: سیدنا ومولانا ومرشدنا قبلہ وکعبہ حضرت فخر العارفین قدس سرہٗ العزیز کے خلیفۂ ممتاز برادر والا جاہ حق آگاہ حضرت حکیم مولانا سید سکندر شاہ صاحب نے علالت طویل اور فقدان فرصت اور کثرت وہجوم اشغال کے باوجود اس کتاب شریف سیرت فخر العارفین یعنی اس اہم خدمت دین و طریقت کی مشغولی میں کمال محویت و ذوق وشوق نہایت دقت نظر اور غایت فکر وتحقیق وتلاش کے ساتھ چھ برس کا زمانہ بسر فرمایا۔ للہ الحمد کہ رحمت ربانی اور تائید رحمانی نے اس میں آج اس درجہ کامیاب فرمایا اور ہم محرومان دیدار کو یہ پیام جانبخش و دل نواز باعث تازگی دین وایمان نصیب ہوا۔ اب التجا بحضور مجیب الدعا یہ ہے از راہ بخشش وعطا فہم وہمت وتوفیق نصیب فرمائے اور بحرمت سید المرسلین خاتم النبیین وبطفیل حضرات محبوبین ومقبولین بارگاہ رب العالمین حضرت مؤلف زاد مجدہٗ کو عمر دراز عطا فرمائے۔ نیز وہ فراغ خاطر وصحت جسمانی کہ اشاعت حصۂ دوم کے علاوہ اسلام کی جن خدمات مہتم بالشان کے واسطے آرزوئیں اس ذات ہمایوں کے ساتھ وابستہ ہیں اللہ جل شانہٗ کی قدرت کاملہ ورحمت واسعہ سے اس عالم میں انجام پائیں آمین

بندہ درگاہ عبد القدیر دہلوی

ربیع الاول ۱۳۵۴ھ

راہ رسم منزل: چاٹگام سے اسٹیشن دوہزاری تک ریل۔ اسکے آگے ایک گھنٹہ کی مسافت ہے۔ لاریاں بھی چلتی ہیں ۲۱ ذی القعدہ اور ۱۰ ذالحجہ کو سالانہ دو اجتماعات عظیم بتقریب عرس ہوتے ہیں۔

قطعہ تاریخ طبع کتاب شریف از شاعر مقبول دربار شریف جناب حافظ مقبول احمد صاحب کوکب

اللہ الحمد یہ کتاب چھپی، نسخۂ راحتِ قرارِ دل
ہوگئیں طے منازل عرفان مل گیا جادۂ دیارِ دل

ہیں مضامین کہ آب رحمت ہے دھل گیا سر بسر غبارِ دل
کیا ئے خوشگوار ساقی ہے اب اُتر جائے گا خمارِ دل

اس سے ہوگی صفائے کامل روح اس سے ہوگا کشود کارِ دل
خوب ہے سال طبع اے کوکب سیرۃ العارفین بہارِ دل

اس سے ہوتی ہے دلکو جمعیت دفع ہوتا ہے انتشارِ دل

۵۴ ۱۳ھ